علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ

یادوں کے سفر میں

رضوان اللہ ریاضی

ہماری دعوت
اسلاف کا راستہ

Marfat.com

Marfat.com

DATA ENTERED

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ

یادوں کے سفر میں

رضوان اللہ ریاضی

AL-FURQAN TRUST

الفرقان ٹرسٹ، خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ، پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ
یادوں کے سفر میں

رضوان اللہ ریاضی

2979924
204
٩٢٥٨٣
٣/

سعودی عرب

دار العلوم الندیہ للنشر والتوزیع
س ت: ١٠١٠٢٠٤٨٧٦
فرع: مرکز الجامع التجاری شارع باخشب جدہ
معرض: ٠٢٦٣٣٦٦٤٠ فاکس: ٠٢٦٨٧٤٥٥٧

المکتب الرئیسی الریاض، حي الفیصلة
هاتف: ٠١٢٤٢٣١٢٦

مکتبہ دار الفرقان، الریاض
هاتف: ٠١-٤٣٥٨٦٤٦، ٠٥٦٣٠٦٤٧٣٦، ٠٥٠٧٤١٩٩٢١

مکتبہ بیت السلام، الریاض
هاتف: ٠١-٤٤٦٠١٢٩، ٠٥٠٥٤٤٠١٤٧، ٠٥٠٢٠٣٣٢٦٠

پاکستان

الفرقان ٹرسٹ: خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ، گل والا فون: 066-2611270
مکتبہ الکتاب: حق سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 0321-4210145

ڈیلرز

اسلامی اکیڈمی: الفضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-7357587
کتاب سرائے: الحمد مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-7320318
نعمانی کتب خانہ: حق سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-7321865
مکتبہ اسلامیہ: غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-7244973
دار الکتب السلفیہ: اقرا سینٹر، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور۔ فون: 0423-7361505

کراچی
ھیثم بک کارنر غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور۔ فون: 0300-8010580
فضلی بک سپر مارکیٹ: نزد ریڈیو پاکستان کراچی فون: 021-2212991

الفرقان ٹرسٹ
AL-FURQAN TRUST

Marfat.com

انتساب

میں اپنی یہ کتاب

اپنے استاذ مکرم جناب **حافظ محمد افضل حسین** رحمۃ اللہ علیہ سے

منسوب کرتا ہوں

جن کی زبان سے سب سے پہلے میں نے علامہ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کا نام سنا تھا

اور اس وقت میری عمر نو دس سال سے متجاوز نہیں ہوگی

اسی طرح

میں اپنی یہ کتاب

اپنے بڑے بھائی **ڈاکٹر شبیر احمد** حفظہ اللہ سے بھی

منسوب کرتا ہوں

جنھوں نے اپنی گود میں بٹھا کر پڑھنے کے لیے مجھے کئی دفعہ جامعہ اصلاحیہ سلفیہ پٹنہ پہنچایا

اور میرے تابناک مستقبل کے لیے ہمیشہ مجھے ہمت دلاتے رہے

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

❀ عرضِ ناشر ---------- 17

❀ مقدمہ ---------- 20

❀ یہ تھے علامہ عبدالعزیز ابن باز رحمۃ اللہ علیہ ---------- 31

(از :...... رضوان اللہ ریاضی)

◆ (1) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ بڑے اخلاق مند تھے ---------- 33

◆ (2) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ علم کے پہاڑ اور عمل کے پیکر تھے ---------- 35

◆ (3) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ بڑے ذہین اور حاضر دماغ تھے ---------- 36

◆ (4) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ حق گو اور عالم ربانی تھے ---------- 39

◆ (5) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ صبر و تحمل میں اپنی مثال آپ تھے ---------- 40

◆ (6) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ علم اور علما کا بے حد احترام کرتے تھے ---------- 42

◆ (7) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ غریبوں اور مسکینوں کا بڑا لحاظ رکھتے تھے ---------- 44

◆ (8) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ دوسروں کے جذبات کا بے حد لحاظ رکھتے تھے ---------- 46

◆ (9) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ شکوہ شکایت کو پسند نہیں فرماتے تھے ---------- 50

◆ (10) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ ہر ایک کے بارے میں حسن ظن رکھتے تھے ---------- 51

◆ (11) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ بڑے مہمان نواز تھے ---------- 52

◆ (12) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نہایت سخی انسان تھے ---------- 54

◆ (13) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ خادموں اور نوکروں سے بہت اچھا سلوک کرتے ---------- 56

◆ (14) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے اندر امت اسلامیہ کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ---------- 59

Marfat.com

♦ (15) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سفارش کرنے میں پیش پیش رہتے ---------------61
♦ (16) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ فائدہ پہنچانے میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے ---------- 65
♦ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے آخری لمحات ------------------------ 70
❀ سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ حیات وکارنامے ------- 72
(از:......حافظ محمد الیاس عبدالقادر، امام مسجد الشیخ رحمہ اللہ، ریاض)
♦ ابتدائی حالات -- 74
♦ شوقِ مطالعہ --- 76
♦ عقیدہ ومسلک -- 77
♦ اتباع سنت -- 78
♦ تواضع، خاکساری اور توقیر العلماء ------------------------- 79
♦ وعظ ونصیحت -- 80
♦ رحم دلی وہمدردی --------------------------------------- 83
❀ ایسا کہاں سے لائیں کہ تم سا کہیں جسے ----------------------- 88
(از:......مولانا حفیظ الرحمٰن عمری مدنی، جامعہ دارالسلام، عمر آباد، انڈیا)
♦ شیخ نمونہ سلف تھے ------------------------------------- 90
♦ حکمرانوں کے درمیان ------------------------------------91
♦ علمی تبحر -- 93
♦ علم دوستی اور احترام علماء --------------------------------- 96
♦ دعوت وتبلیغ --- 98
♦ حاصل کلام --- 98

Marfat.com

❀ سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ ---------- 100
(از:......مولانا حفیظ الرحمٰن اعظمی عمری مدنی)

❀ شیخ عبدالعزیز بن بازؒ، ایک مرد مجاہد ---------- 117
(از:......ڈاکٹر صہیب حسن/امیر جمعیت اہل حدیث، لندن)

❀ علم وفضل کے بے تاج بادشاہ کی رحلت ---------- 132
(از:......حافظ صلاح الدین یوسف، لاہور)

❀ زبدۃ السلف حجۃ الخلف شیخ ابن بازؒ کی یاد میں ---------- 140
(از:......مولانا عبدالرؤف رحمانی، جھنڈانگر)

◆ سماحۃ الشیخ کی علمی حیثیت اور رابطہ کی مجالس کی صدارت ---------- 140
◆ شیخ کی عالمانہ وفقیہانہ حیثیت ---------- 141
◆ سیاسی معاملات میں شیخ کا طرز عمل ---------- 142
◆ سیاسی ملکی معاملات میں آپ مرجع کی حیثیت رکھتے تھے 3141
◆ شیخ کے فتویٰ کے مطابق حکومت کا طرز 3 ---------- 141
◆ دینی معاملات میں حکومت کی سرپر 3 ---------- 141
◆ دعوت وتبلیغ کے اصو 4 ---------- 142
◆ شیخ نے پانچوں باد 6 ہوں کا زمانہ پایا ---------- 144
◆ شاہان سعودیہ شیخ ابن باز کے قدردان تھے ---------- 147
◆ شیخ ابن باز بڑے منکسر المزاج اور بہت متواضع تھے ---------- 148
◆ شیخ ابن باز ہر درخواست کو خاموشی سے سنتے پھر معقول جواب دیتے ---------- 148
◆ شیخ ابن بازؒ کے اوصاف حمیدہ، ہمدردی، فیاضی اور سخاوت کا جذبہ ---------- 149

Marfat.com

◆ ایک اور نادر واقعہ ---------- 149
◆ فیجی کے ایک عالم کے ساتھ سخاوت ومساعدت ---------- 150
◆ آپ کے بلند اخلاق کا واقعہ ---------- 150
◆ ہمدردی اور غمخواری کا ایک اور واقعہ ---------- 151
◆ ایک پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک ---------- 151
◆ سخاوت کا ایک اور واقعہ ---------- 151
◆ شیخ کی ایک اور اہم مالی خدمات ---------- 152
◆ خادم الحرمین الشریفین نے شیخ کی اولاد سے کلمہ تعزیت کہی ---------- 152
◆ شہزادہ عبدالعزیز نے شیخ کی تعریف کی ---------- 152
◆ امام حرم شیخ سبیل حفظہ اللہ نے کلمہ خیر میں کہا ---------- 153
◆ وزارۃ الاوقاف کے سابق وزیر ڈاکٹر عبداللہ الترکی نے کہا ---------- 153
◆ مصر کے صدر حسنی مبارک نے کہا ---------- 153
◆ اردن کے ڈاکٹر کامل شریف نے کہا ---------- 153
◆ شیخ الازہر محمد سید طنطاوی نے کہا ---------- 154
◆ ندوۃ الشباب الاسلامی کے دکتور حماد الجہنی کہتے ہیں ---------- 154
◆ شیخ نے مسلم ممالک کی حالت جنگ میں مدد کی ---------- 154
◆ شیخ کے ایک رفیق کا بیان ---------- 155
◆ مصر وقاہرہ کے خطباء اور وزیروں نے کہا ---------- 155
◆ رابطہ عالم اسلامی کے ڈاکٹر حسن علی الاھدل کا بیان ---------- 155
◆ اسلامی ممالک کے لیے شیخ کی دعا ---------- 155
◆ شیخ عبدالعزیز کے محاسن ومکارم کے لیے ایک عالمی کمیٹی قائم کی جائے گی ---------- 155
◆ شیخ کی تالیفات وتصنیفات ---------- 155

Marfat.com

❀ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز......ایک ربانی عالم ------------ 158

(از:......عبدالمالک مجاہد رڈائریکٹر مکتبہ دارالسلام، ریاض)

♦ شیخ ابن باز......ایک عبقری شخصیت ---------------------------- 162

♦ شیخ ابن باز کے اساتذہ ---------------------------------- 162

❀ علامہ شیخ عبدالعزیز بن بازؒ، مفتی اعظم سعودی عرب ---------- 173

(از:......ابوالبیان حمّاد عمری، جامعہ دارالسلام، عمرآباد، انڈیا)

❀ شیخ ابن باز کے بیش قیمت جوہر......حکیمانہ اسلوب اور مثبت سوچ -- 179

(از:......محمد عبدالہادی العمری، برمنگھم)

❀ علمی دنیا کا ایک بلند مینار ---------------------------- 185

(از:......مولانا فضل کریم عاصم ربانی مرکز جمعیت اہل حدیث برطانیہ)

❀ شیخ عبدالعزیز بن بازؒ ایک عالم ربانی ----------------- 187

(از:......ڈاکٹر خالد علوی، صدر اسلامک انسٹی ٹیوٹ، برمنگھم)

❀ علم وعمل کا آفتاب غروب ہو گیا -------------------------- 190

(از:......محمد حفیظ اللہ العمری)

❀ دور حاضر کی ایک سب سے منفرد شخصیت -------------------- 195

(از:......حافظ محمد عبدالاعلیٰ، مڈلزبرو، برطانیہ)

♦ ایک ہمہ گیر شخصیت ------------------------------------ 196

♦ حاتم وقت ہستی --- 196

♦ کتب اسلامیہ کی وسیع پیمانے پر اشاعت کا اہتمام ---------------- 196

Marfat.com

◆ دستر خواں کی وسعت -- 197

◆ فضائل ومزیات کا مجسمہ -- 198

◆ تواضع وانکساری -- 198

◆ حق کے علمبردار صاحب مناصب -- 200

◆ حیرت انگیز حافظہ -- 201

◆ تحمل مزاجی وبردباری -- 203

◆ وفات کی رات دعوت کا کام -- 203

◆ شیخ رحمہ اللہ کے مختصر حالات -- 203

◆ تعلق باللہ اور شیخ کے دیگر امتیازات -- 204

◆ تبسم برلب آید -- 204

◆ چند ملاقاتوں کی یادیں -- 205

◆ خبر وفات ملتی ہے -- 207

❀ امام العصر کی ہمہ جہتی خدمات اور عظیم خوبیاں -- 209

(از:...... مولانا عبدالمعید سلفی مدنی)

❀ شیخ ابن باز کے ساتھ ایک دن -- 262

(از:...... خالد عبدالرحمٰن الشایع ...... ترجمانی:...... محمد عبدالہادی العمری)

❀ شیخ عبدالعزیز بن باز کا اخبار الجزیرۃ کو یادگار انٹرویو -- 268

(ترتیب وترجمہ:...... حافظ حسن مدنی، ماہنامہ محدث، لاہور)

◆ ٹیلی فون پر عورت سے مکالمہ -- 271

◆ شیخ کے پاس آنے والے لوگ -- 272

◆ ولادت، بچپن -- 273

Marfat.com

◆ آل الباز......اصل میں یمن سے ہیں ---------- 273
◆ طلب علم ابتداءً ---------- 274
◆ عملی زندگی کے ابتدائی قدم ---------- 275
◆ ریاض میں واپسی ---------- 276
◆ شیخ ابن باز اور فلسفہ تعدد ازواج ---------- 276
◆ شیخ کے بیٹے اور بیٹیاں ---------- 276
◆ شیخ ابن باز اور فلسفہ کامیابی ---------- 277
◆ بصارت زائل ہونے پر پیش آنے والی مشکلات ---------- 278
◆ مفتی دیار سعودیہ شیخ محمد بن ابراہیم سے میرا کوئی اختلاف نہیں ---------- 279
◆ ملک عبدالعزیز کی مجالس میں ---------- 279
◆ طلاق کی مشکلات ---------- 281
◆ پڑھنے لکھنے کی مصروفیات ---------- 283
◆ لوگوں کی شیخ سے محبت والفت ---------- 283

❀ حیات حضرت شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ ---------- 285

(از:......کنور شکیل احمد، مکتب الدعوۃ، لندن)

◆ فتاویٰ اور شیخ بن بازؒ ---------- 287
◆ شیخ کا گھر اور اہل وعیال ---------- 287
◆ خادموں کے ساتھ معاملہ ---------- 288

❀ میرے شیخ، میرے مرشد......امام عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ ---------- 290

(از:......مولانا محمد لقمان سلفی)

◆ عالم اسلام ہل گیا ---------- 293
◆ پوری دنیا میں غائبانہ نماز جنازہ ---------- 294

Marfat.com

- ♦ پہلی بار شرف دید ---------- 294
- ♦ یونیورسٹی کے طلبہ اور عام نوجوانان اسلام کی فکر ---------- 296
- ♦ حضرت الشیخ سے میرا تعلق ہر دور میں رہا ---------- 297
- ♦ اخلاق کریمانہ اور عظیم تواضع ---------- 298
- ♦ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت ---------- 299
- ♦ پوری دنیا کے مسلمانوں کی فکر ---------- 299
- ♦ غیور عالم ربانی ---------- 300
- ♦ بحوث علمیہ، افتاء اور دعوت وارشاد کے رئیس عام ---------- 301
- ♦ اب جامعات وجمعیات عالم کی آبیاری کون کرے گا ---------- 302
- ♦ جامعہ ابن تیمیہ ہند ---------- 303
- ♦ میرے پورے خاندان نے ان سے محبت کی ---------- 304
- ♦ ان کا مقام اور ان کی بعض خوبیاں ---------- 305

❀ **علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں کی نظر میں ---------- 307**

(ترتیب:...... حافظ حمود الرحمٰن شرقپوری، خطیب مکی مسجد مانچسٹر)

- ♦ مکالمہ نمبر 1 ---------- 308
  - متواضع اور صابر استاد ---------- 309
- ♦ مکالمہ نمبر 2 ---------- 310
  - مسائل پوچھنے والوں کے ساتھ شیخ کا رویہ اور برتاؤ ---------- 310
  - کشادہ دلی ---------- 310
  - پچاس سوال ایک ہی درس میں ---------- 312
- ♦ مکالمہ نمبر 3 ---------- 313
  - جب ابن باز رو پڑے ---------- 314

Marfat.com

رقیق القلب انسان ---------- 315
واقعہ افک ---------- 315
◆ مکالمہ نمبر 4 ---------- 315
ابن باز جب غصے میں آجاتے ---------- 315
◆ مکالمہ نمبر 5 ---------- 317
دوران اسباق آپ کے تکیہ ہائے کلام ---------- 317
◆ مکالمہ نمبر 6 ---------- 317
بلاناغہ مستقل دروس کا سلسلہ ---------- 317
◆ مکالمہ نمبر 7 ---------- 319
متفرقات ---------- 319
کیا شیخ کے اس اندازِ تدریس میں کوئی تبدیلی پیدا ہوگئی تھی؟ ---------- 320
قوتِ استحضار، بے پناہ حافظہ ---------- 321
مخالفین کے ساتھ علامہ ابن باز کا برتاؤ اور رویہ ---------- 321
طلبہ کی تعداد ہمیشہ بڑھتی رہی ---------- 322
❀ ایک عالم ماتم کناں ہے! (وفات پر مشاہیر عالم کے تاثرات) ---------- 323
◆ شہزادہ عبدالعزیز بن فہد بن عبدالعزیز اپنے تاثرات یوں بیان کرتے ہیں ---------- 323
◆ پرنس مقرن بن عبدالعزیز کا بیان ---------- 324
◆ پرنسس نورہ بنت محمد بن عبدالعزیز نے کہا ---------- 324
◆ پرنس مشعل بن عبدالعزیز کا بیان ---------- 324
◆ پرنسس نورہ بنت عبدالعزیز جلوی کہتی ہیں ---------- 324
◆ معالی الشیخ صالح بن عبدالعزیز بن محمد آل شیخ، وزیر برائے اسلامی امور، اوقاف ودعوت، سعودی عرب، فرماتے ہیں ---------- 324

Marfat.com

◆ ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی، مشیر برائے خادم حرمین شریفین کا بیان------- 325
◆ فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل الشیخ، مفتی اعظم فرماتے ہیں ------------ 325
◆ الشیخ صالح بن محمد اللحیدان، صدر سپریم کونسل آف قضاء، فرماتے ہیں --------- 325
◆ معالی الدکتور صالح بن عبداللہ العبود، چانسلر مدینہ یونیورسٹی کا بیان --------- 326
◆ ڈاکٹر کامل الشریف، سابق وزیر اوقاف و مذہبی امور، اردن ------------- 326
◆ علامہ الدکتور صالح السدلان فرماتے ہیں ---------------------- 326
◆ علامہ عزالدین الخطیب التمیمی، قاضی القضاۃ، اردن ----------------- 327
◆ شیخ السید علی الہاشمی، مشیر خاص شیخ زاید بن سلطان، حاکم متحدہ عرب امارات کا بیان -- 327
◆ الشیخ یوسف جمعہ، وکیل وزارت اوقاف و مذہبی امور، فلسطین نے کہا ---------- 327
◆ الشیخ عبداللہ علی المطوع، صدر جمعیۃ الاصلاح و مدیر مجلۃ المجتمع، الکویت کا بیان--- 327
◆ ڈاکٹر یوسف القرضاوی، قطر یونیورسٹی کا بیان------------------- 328
◆ صدر حسنی مبارک، مصر-------------------------------- 328
◆ صدر فلسطین یاسر عرفات ---------------------------- 329
◆ صدر پاکستان محمد رفیق تارڑ ---------------------------- 329
◆ صدر انڈونیشیا، یوسف حبیبی------------------------------ 329
◆ شیخ محمد صفوت نور الدین، رئیس انصار السنہ المحمدیہ، مصر ------------ 329
◆ ڈاکٹر تہامی راجی، پروفیسر محمد الخامس یونیورسٹی، مراکش---------------- 329
◆ ڈاکٹر احمد خلیل، وزارت دفاع، متحدہ عرب امارات ------------------ 329
◆ دکتور سعود الشریم، امام الحرم المکی ------------------------ 329
❀ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے چند فتاوے ------------------ 331
◆ توحید کے معاملے میں کوئی عذر قابلِ قبول نہیں ------------- 333
◆ غیر مسلم کا ذبیحہ ---------------------------- 333

Marfat.com

◆ دین پر افترا پردازی کا حکم ---------------------- 334
◆ آفس میں قرآنی آیات کا لٹکانا ---------------------- 335
◆ تاریخ پیدائش منانا ---------------------- 336
◆ بیماری سے قبل علاج معالجہ ---------------------- 336
◆ ایسے شخص کا حکم جو توبہ کے بعد پھر گناہ کر بیٹھتا ہے ---------------------- 338
◆ حرام کام کے متعلق صرف سوچ کر رہ جانا قابل گرفت نہیں ہے ---------------------- 339
◆ ریڈیو سے ہونے والی اذان کا جواب دینا ---------------------- 340
◆ ہوائی جہاز میں نماز ---------------------- 340
◆ شاذ و نادر نماز پڑھنے والے کا حکم ---------------------- 341
◆ صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھنے کا حکم ---------------------- 342
◆ سو (100) کیلو میٹر کی مسافت طے کرنے والا شخص مسافر کے حکم میں ہوگا ---------------------- 344
◆ ان ممالک کے اوقاتِ نماز جہاں رات اور دن طویل ہوتے ہیں ---------------------- 344
◆ طلوع آفتاب کے بعد کا الارم لگا کر سونا ---------------------- 345
◆ رمضان کے دن میں انجکشن لگوانا ---------------------- 346
◆ روزہ دار کے لیے ڈروپ (Drop) کا استعمال کرنا ---------------------- 346
◆ قسطوں میں خرید و فروخت ---------------------- 347
◆ قسط پر کوئی چیز خریدنا ---------------------- 347
◆ انشورنس کا حکم ---------------------- 348
◆ بنک سے قرض لے کر بنائی گئی عمارت کے وقف کا حکم ---------------------- 350
◆ شادی کا پیغام دینے کے بعد لڑکی کو دیکھنا ---------------------- 351
◆ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی عورت سے شادی کا حکم ---------------------- 352
◆ ایک اعتراض کا جواب ---------------------- 360

Marfat.com

- ♦ عورت کے سرین میں جماع کرنے کا حکم ---------- 361
- ♦ اجنبی عورت سے مصافحہ کا حکم ---------- 363
- ♦ عورتوں کو بوسہ دینے کا حکم ---------- 364
- ♦ جماع کی خواہش کم کرنے کے لیے دواؤں کا استعمال ---------- 365
- ♦ رضاعی بہن سے شادی کرنے کا حکم ---------- 365
- ♦ اخبارات کو دستر خوان کے لیے استعمال کرنے کا حکم ---------- 365
- ♦ شادی کرنے میں بھی والدین کی اطاعت ضروری ہے ---------- 366
- ♦ اجرت پر قرآن کریم پڑھنے کا حکم ---------- 367
- ♦ ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنے کا حکم ---------- 367
- ♦ یہودی و مسیحی ممالک سے درآمد گوشت کا حکم ---------- 368
- ♦ بطور زینت پرندوں کو پنجروں میں بند رکھنے کا حکم ---------- 369
- ♦ دوسروں کے خون سے علاج کرانے کا حکم ---------- 369
- ♦ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا حکم ---------- 370
- ♦ کیا غیر مسلم کی مدد کرنے سے وہ بھائی ہو جاتا ہے ---------- 370
- ♦ کافروں کے لیے ترجمہ قرآن چھونے کا حکم ---------- 371

❀ بروفات حسرت آیات علامہ شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ ---------- 373
(از:...... مولانا ابوالبیان حماد عمری ماہنامہ راہ اعتدال عمر آباد)

❀ آہ حضرت بن باز! ---------- 376
(از:...... ڈاکٹر عبدالرقیب ثاقب، ڈڈلی برطانیہ)

❀ علامہ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات وتصنیفات ---------- 378

❀ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پر لکھی ہوئی کتابیں ---------- 386

❀❀❀❀

Marfat.com

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہُ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ أَمَّا بَعْدُ!

اس بات کو کوئی دو سال ہوئے ہوں گے۔ میری نظر سے جناب رضوان اللہ ریاضی کی کتاب ''رسولِ اکرم ﷺ کا طرزِ عمل، کس کے ساتھ کیسا؟'' گزری۔ میں نے کتاب کو مختلف زاویے سے دیکھا، کتاب بہت پسند آئی۔ چونکہ میرا بھی رشتہ کتابوں کی طباعت سے جڑا ہوا ہے اور اچھی کتابیں منظر عام پر لانے کی خواہش مجھے ہمیشہ رہتی ہے، اس لیے میں نے مذکورہ کتاب کو بھی اپنے ادارے سے شائع کرنے کی خواہش کی۔ مگر چونکہ مصنف اور مؤلف کی اجازت کے بغیر کتاب شائع کرنا قانوناً اور شرعاً ہر دو اعتبار سے ناجائز اور جرم ہے، اس لیے میں نے جناب ریاضی صاحب سے فون پر رابطہ کیا۔ اتفاق سے وہ اُس وقت انڈیا گئے ہوئے تھے، اس لیے ان سے بات نہ ہوسکی؛ البتہ ان کے چھوٹے بھائی جناب ظفیر احمد سے تفصیلی بات ہوئی اور میں نے انھیں یہ پیغام دے دیا کہ جب ریاضی صاحب سے رابطہ ہو تو ہمارے بارے میں ان سے تذکرہ کریں کہ میں ان کی کتابیں مثلاً ''غیرت کا فقدان اور اس کا علاج'' اور ''رسولِ اکرم ﷺ کا طرزِ عمل، کس کے ساتھ کیسا؟'' وغیرہ اپنے ادارے سے نشر کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔

چنانچہ ایک دن ہماری اور مؤلف کتاب جناب ریاضی صاحب کی مدینہ منورہ میں میٹنگ ہوئی اور انھوں نے انتہائی شرح صدر کے ساتھ مجھے اپنی یہ دونوں کتابیں شائع کرنے کی اجازت دے دی۔ اس کے لیے میں ان کا تہ دل سے شکرگزار ہوں کہ انھوں نے میری خواہش اور جذبات کا لحاظ کیا۔ اللہ تعالیٰ انھیں اس کا جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

جناب ریاضی صاحب کی ایک کتاب ''سفارش کرو، اجر و ثواب پاؤ'' حال ہی میں، میں

Marfat.com

نے اپنے ادارے سے شائع کی ہے۔ یہ دراصل شہزادہ نایف بن ممدوح بن عبدالعزیز حفظہ اللہ کی عربی زبان میں تالیف کردہ کتاب کا اردو ترجمہ ہے۔ موصوف نے بڑی محنت سے اس کا ترجمہ کیا ہے اور عربی کتاب کو اردو کے حسین قالب میں ڈھالا ہے۔ یہ کتاب اردو زبان میں اپنی نوعیت کی انتہائی مفید اور جامع کتاب ہے؛ بلکہ یہ کہوں تو شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ اس موضوع پر اردو زبان میں کوئی مستقل کتاب ہے ہی نہیں۔ ہمارا ادارہ جناب ریاضی صاحب کا ازحد شکریہ ادا کرتا ہے کہ انھوں نے بلا کسی مادی فائدے کے ہمیں یہ کتاب منظر عام پر لانے کا موقع فراہم کیا۔

زیر نظر کتاب ''علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ، یادوں کے سفر میں'' بھی درحقیقت جناب ریاضی صاحب کی کوششوں کا ثمرہ ہے۔ سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض میں ہر سال کتابوں کا ایک بہت بڑا میلہ لگتا ہے۔ اس میلے میں دنیا کے بہت سارے معروف ومشہور پبلشر حصہ لیتے ہیں۔ امسال یعنی 1431 ہجری کا میلہ لگا تو میں بھی کتابوں کی خریداری اور میلے سے استفادہ کی غرض سے جدہ سے ریاض پہنچا اور اس سفر میں جناب ریاضی صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ مجھے معلوم ہوا کہ موصوف نے کئی ایک کتابوں پر کام کیا ہے اور ان کی لکھی ہوئی کئی کتابیں مسودہ کی شکل میں الماری کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ انھی کتابوں میں سے ایک یہ کتاب بھی ہے جو ابھی آپ قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ دورانِ گفتگو جب اِس کتاب کا تذکرہ آیا تو میں نے اسے بھی شائع کرنے کی خواہش ظاہر کی اور ریاضی صاحب نے ہامی بھی بھر لی۔

دراصل مجھے اس روئے زمین پر جن شخصیات سے سب سے زیادہ محبت تھی اور آج بھی ہے۔ وہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ہے۔ میں نے ان جیسا سخی اور عالم باعمل انسان کہیں نہیں دیکھا۔ میں چاہتا تھا کہ ان کے اوپر ہمارے ساتھی کتابیں لکھیں لیکن بدقسمتی سے آج تک اردو زبان میں ان کی حیات پر کسی نے مستقل کوئی کتاب لکھنے کی کوشش ہی نہیں کی اور کوشش کی بھی ہوگی تو اسے اب تک مارکیٹ میں لانے سے محروم ہے۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ان کی وفات کے کچھ ہی دنوں بعد اردو داں طبقہ کتاب لکھتا

Marfat.com

لیکن کیا کہا جائے علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے ماننے والوں کو۔ لگتا ہے کہ انھوں نے اپنے بزرگوں کی تکریم وتعظیم کا حصہ اپنی ڈکشنری ہی سے نکال باہر کیا ہے۔ اللہ جزائے خیر دے جناب ریاضی صاحب کو کہ انھوں نے بڑی محنت سے یہ کتاب ترتیب دے کر برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کی طرف سے علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے۔ ویسے بھی جناب ریاضی صاحب ہم مسلمانانِ پاک وہند کی جانب سے خاص شکریے کے مستحق ہیں کہ اس سے قبل انھوں نے پوری دنیا میں سیرت نبوی کے امام، یگانۂ روزگار اور ایک بین الاقوامی شخصیت علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کتاب ترتیب دے کر جون 2007ء میں سعودی عرب سے شائع کرائی ہے۔ میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ میں نے علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین ومقالات اور اداریات کے حوالے سے ان کے پاس ایک ضخیم مسودہ دیکھا ہے جو کہ ان کے بقول شاید پوری دنیا میں کسی کے پاس یہ مواد یکجا نہیں ہے۔ ان کے جمع کردہ شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مقالات ومضامین کا ایک حصہ یعنی ''اداریاتِ شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ'' ہم کچھ ہی دنوں بعد شائع کرنے جا رہے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یہ بھی جناب ریاضی صاحب کی کاوش کا نتیجہ ہے اور انھوں نے ہمیں ترتیب دے کر شائع کرنے کی اجازت بھی دے دی ہے۔

ہم زیر نظر کتاب ''علامہ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ، یادوں کے سفر میں'' قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر کے بڑی خوشی ومسرت محسوس کر رہے ہیں کہ دیر ہی سے سہی، آخرکار علامہ مرحوم کی خدمت میں پورے اردو داں طبقہ کی طرف سے نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کی سعادت سب سے پہلے ہمیں حاصل ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور دین ودنیا میں ہمیں سرخرو بنائے۔ وما ذلك على الله بعزيز

8/اپریل 2010ء

ابوسار یہ عبدالجلیل

جدہ، سعودی عرب

Marfat.com

مقدمہ

تمام تعریفیں اس وحدہ لاشریک کو لائق وزیبا ہیں جس نے زمین وآسمان کو بنایا اور ان کے درمیان خوبصورت انسان کو پیدا کیا۔ اور درود وسلام نازل ہو ہمارے نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جنھوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام ہم تک پہنچایا۔

قارئین کرام! ابھی آپ کے ہاتھ میں ایک ایسی شخصیت کے بارے میں لکھی ہوئی کتاب ہے جس کو بلاتفریق مذہب وملت پوری دنیا میں وہ مقبولیت حاصل تھی جو بہت ہی کم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ یہ شخصیت اس نابینا انسان کی ہے جو بھلے ہی بصارت سے محروم لیکن بصیرت سے مالا مال تھی۔ دنیا کا کونسا خطہ ایسا ہے جہاں علامہ عبد العزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کا فیض نہیں پہنچا؟! کونسی وہ اسلامی یونیورسٹی اور شریعت کالج ہے جس میں علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کا تعاون شامل حال نہیں رہا ہے؟! کونسی وہ فلاحی اور رفاہی تنظیم ہے جس کے تعاون کے لیے علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ نہیں اٹھے ہیں؟! وہ کونسا اسلامی ویلفیئر اور ایجوکیشنل ٹرسٹ ہے جس کو علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے بالواسطہ یا بلاواسطہ خیر نہیں پہنچا ہے؟!

دراصل علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پوری امت اسلامیہ کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ تھی۔ ایسی شخصیت کا تعارف کرانا اور ان کے بارے میں لکھنا بہت بڑا کام ہے۔ کیونکہ ایسی ہی شخصیات نسل درنسل وہ روح اور وہ اسپرٹ پیدا کرتی ہیں جس کا تقاضا اسلام کرتا ہے۔ ان کی زندگیوں میں بہت سارے لوگوں کی زندگیاں ہوتی ہیں۔ اگر ایسے افراد دنیا کے عرض وطول میں صرف دو چار درجن ہو جائیں تو پھر مسلم امت کا حال مختلف ہوگا۔

لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ اردو داں اور اردو خواں طبقے نے آج تک

Marfat.com

اس عظیم شخصیت یعنی علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پر مشتمل کوئی کتاب کیوں نہیں تیار کی۔ خاص کر وہ حضرات جو اپنے آپ کو اور علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ہی مسلک ومشرب کے مانتے ہیں، وہ بھی بتائیں کہ آخر کیا وجہ ہے کہ انھوں نے اتنی عظیم شخصیت کے بارے میں آج تک کوئی کتاب تیار نہیں کروائی ؟! جبکہ مدعیانِ ہم مسلک وہم مشرب نے علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں بھی ان کے اثر ورسوخ سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور جب وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو ان کے تزکیات اور تصدیقات کو بھی خوب خوب استعمال کیا۔ کیا ایسے مدعیان کے اوپر لازم نہیں تھا کہ اپنے محسن اور کرم فرما کے بارے میں کوئی کتاب شائع کرتے ؟!

میں نے بہت انتظار کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں اس کتاب کو منظر عام پر لاؤں جو ابھی آپ کے ہاتھ میں ہے۔ دراصل جب میں نے دیکھا کہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کو آج کوئی گیارہ سال کا طویل عرصہ گزر گیا مگر اردو خواں طبقہ میں اب صرف ان کا زبانی تذکرہ ہی باقی ہے، ان کی سوانح کے بارے میں اردو زبان میں کوئی کتاب نہیں آرہی ہے؛ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ جس طرح سے میں نے آج سے ڈھائی تین سال قبل علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح پر مشتمل ایک کتاب ترتیب دے کر برصغیر ہند وپاک کے مسلمانوں کی طرف سے ان کے حق میں خراجِ عقیدت پیش کیا تھا، اسی طرح علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی یہ کتاب ترتیب دے کر ان کے حق میں اپنے تمام اردو داں طبقے کی طرف سے نذرانۂ عقیدت پیش کروں۔ چنانچہ اس کے لیے میں نے علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات کے حوالے سے اردو زبان میں مختلف مجلّات اور جرائد میں شائع شدہ مقالات ومضامین کو اکٹھا کرنا شروع کیا اور خود اکتالیس صفحات کا ایک مضمون لکھ کر اس کتاب میں شامل کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد شاید کچھ لوگ بیدار ہوں گے اور علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اردو زبان میں مستقل کتاب لکھیں گے۔ ویسے عربی زبان میں تو الحمد للہ کافی کتابیں ان کے بارے میں لکھی گئی ہیں مگر اردو داں طبقہ آج تک اس شرف سے محروم ہے۔

Marfat.com

یہ واضح رہے کہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا ہم مسلک وہم مشرب سمجھنے والا برصغیر کا طبقہ اپنے اسلاف اور بزرگوں کی تاریخ مرتب کرنے میں بڑا کنجوس ثابت ہوا ہے؛ بلکہ سچ پوچھیں تو اپنے بزرگوں کا احترام اوران سے رشتہ اس طبقے سے تقریباً مفقود ہو چکا ہے۔آپ کو شاید میری باتوں سے حیرت ہوگی مگر یہ سچ ہے کہ جب پوری دنیا میں اول پوزیشن حاصل کرنے والی سیرت نبوی پر لکھی گئی کتاب ''الرحیق المختوم'' کے مؤلف کا انتقال ہوا تو یہ طبقہ دکھلا وے کے صرف دو قطرے آنسو بہا کر علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کو نذرانہ عقیدت پیش کر کے خاموش بیٹھ گیا۔کئی طرف سے بلند بانگ دعوے بھی کیے گئے کہ صاحب ''الرحیق المختوم'' کی سوانح مرتب کی جائے گی،ان کے مقالات ومضامین کو بہت جلد کتابی شکل میں منظر عام پر لایا جائے گا۔لیکن یہ سارے بلند بانگ دعوے ٹائیں ٹائیں فش ثابت ہوئے اور آج تک کسی نے ان کے مضامین ومقالات اور ماہنامہ محدث کے اداریات کو یکجا کرنے کی زحمت نہیں کی۔

ہاں اسی طبقہ کا ایک گمنام مگر حساس طبیعت طالبعلم ناچیز نے رات دن محنت کر کے علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پر 534 صفحات پر مشتمل ایک کتاب ''علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ ، یادوں کے سفر میں'' ترتیب دے کر سعودی عرب میں پاکستانی پبلشر سے شائع کرا دی تو کئی ایک ذمے دار ہستیوں کو یہ کام ہضم نہیں ہو سکا اور مرنے کے بعد بھی صاحب الرحیق المختوم ان کی بے جا تنقید کا نشانہ بنے رہے۔فلا حول ولا قوۃ الا باللہ .

بھلا ایسے مسکینوں کو کیا معلوم کہ جس شخصیت کو وہ ''گھر کی مرغی دال برابر'' کے مصداق معمولی سمجھ رہے ہیں، دراصل وہ ایک غیر معمولی اور بین الاقوامی شخصیت تھی۔ایشیا ہی میں نہیں بلکہ سات سمندر پار بھی بڑے بڑے مفکرین اور سیرت نبوی کے شوقین حضرات نیویارک کی ٹرینوں میں بارہا ''الرحیق المختوم'' کا مطالعہ کرتے دیکھے گئے۔اور ہاں، میں خود اس بات کا گواہ ہوں اور پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لیے کوشاں اس فلسطینی لڑکی کا ای میل اور اس کا خط

٩٢٥٨٢

Marfat.com

بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ جب اس خاتون کو معلوم ہوا کہ میں نے علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پر مشتمل اردو زبان میں کتاب لکھی ہے تو اس نے نجانے کہاں سے میرا نمبر حاصل کیا اور مجھے کال کر کے علامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں سوالات کرتی رہی اور اسے مطلوبہ جواب ملتا رہا۔ بھلا میں علامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ پر تبصرہ کرنے والے کم ظرفوں کو کیسے سمجھاؤں جنھیں نہیں معلوم کہ مرنے والا مر گیا مگر اس کی گوناگوں کاوشوں کو سراہنے والوں کی تعداد لاتعداد ہے اور سرزمین فلسطین میں میزائلوں کی گڑگڑاہٹ اور توپوں کی گولہ باری میں ام عبدالرحمٰن نامی خاتون اس شخصیت کے بارے میں پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھ کر یونیورسٹی سے ڈگری لینا چاہتی ہے!! بھلا میں وہ دن کیسے بھول سکتا ہوں کہ ایک دفعہ میرے پاس مذکورہ خاتون کا فون آیا تھا اور وہ کہہ رہی تھی کہ آج میں علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مواد اکٹھا کرنے میں مشغول ہوں؛ جبکہ بھائی رضوان! گزشتہ دو دنوں سے ہمارے گھر کی بجلی کاٹ دی گئی ہے اور دشمنانِ اسلام ظلم و بربریت کا ہمارے شہر میں ننگا ناچ ناچ رہے ہیں۔ پھر ایسی صورت میں کیا جواب ہے ان کا جو اپنے بزرگوں کا قد خود سے اونچا نہیں دیکھنا چاہتے ہیں؟!!

میں اس موقعے پر اپنے ہم مسلک و ہم مشرب ساتھیوں کو یہی کہوں گا کہ اب بھی وقت ہے کہ تم بدتہذیبی اور بدزبانی سے باز آؤ اور اپنے علما کی قدر کرنا سیکھو کہ توقیر علما سے کسی قوم کے مزاج کا پتہ چلتا ہے کہ اس میں کتنا دم ہے۔ اور ویسے بھی توہین علما کفر کو مستلزم ہے۔

قارئین کرام! معاف کریں، یہ زخم ایسا ہے کہ اس کی مرہم پٹی تو کی جاتی نہیں، البتہ اس پر نمک بار بار چھڑک دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے جذبات کو مہمیز لگ جاتی ہے اور پھر کچھ وہ حقیقت منظر عام پر آجاتی ہے جس سے اکثر لوگوں کو چڑ ہے اور جو مجھے اپنے حق میں آفت کا پرکالہ سمجھ بیٹھتے ہیں۔ مگر میں ہوں کہ رسی دوڑ دوڑنے کا ہرگز قائل نہیں؛ خواہ میرے کرم فرما کچھ بھی سمجھیں۔ بہرحال آیئے! اب ہم اپنی اس کتاب کے بارے میں آپ کو بتلا دیں جو

Marfat.com

ابھی آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کتاب کی ترتیب اور اسے منظر عام پر لانے والے عوامل و محرکات اور اسباب کے حوالے سے چند باتیں درج ذیل ہیں:

1۔ آج سے کوئی تین ماہ قبل میرے پاس ایک صاحب کا فون آیا جو ایک معروف پبلشر ہیں اور ان کی شائع کردہ کتابیں اردو داں طبقے میں دادِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ یہ ابوسار یہ عبدالجلیل صاحب ہیں جن کا تعلق پاکستان سے ہے۔ انھوں نے بتلایا کہ میں کافی دنوں سے آپ کی چند کتابیں جیسے ''غیرت کا فقدان اور اس کا علاج''، اور ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل، کس کے ساتھ کیسا؟'' پڑھنے کے بعد آپ سے ملنے کا خواہش مند ہوں اور میں انہیں شائع کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اس کے جو حقوق بنتے ہیں لے لیں اور مجھے پاکستان اور سعودی عرب سے شائع کرنے کی اجازت دے دیں۔ کیونکہ آپ کی یہ کتابیں وقت کی اہم ضرورت اور نئی نسل کے لیے انتہائی مفید ہیں۔

چنانچہ میری اُن سے مدینہ منورہ میں ایک میٹنگ ہوئی اور میں نے اپنے حقوق سے تنازل کرتے ہوئے انھیں اپنی یہ کتابیں شائع کرنے کی اجازت تحریری طور پر دے دی۔ لیکن میں نے یہ شرط رکھی کہ میری یہ کتابیں انگلش زبان میں بھی آنی چاہئیں جسے انھوں نے قبول کر لی اور الحمد للہ میری ان کتابوں کا انگلش ترجمہ بھی وہی کروا رہے ہیں۔ اسی درمیان میری ترجمہ کردہ کتاب "**اشفعوا تؤجروا**" (سفارش کرو، اجر وثواب پاؤ) کے حوالے سے بات نکل پڑی جس کے مؤلف شہزادہ نایف بن ممدوح بن عبدالعزیز حفظہ اللہ ہیں۔ اس کتاب کو بھی انھوں نے شائع کرنے کا وعدہ کیا اور آناً فاناً وہ کتاب ایک ماہ کے اندر اندر شائع ہو کر منظر عام پر آ گئی۔ جب ابوسار یہ صاحب یہ کتاب مجھے دینے کے لیے جدہ سے ریاض تشریف لائے تو انھیں یہ بھی معلوم ہوا کہ میں نے علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ پر کئی سال سے کام کر کے مسودہ رکھا ہوا ہے۔ انھوں نے اس کتاب کو بھی شائع کرنے کا ارادہ کیا اور علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی بے حد عقیدت کا اظہار کیا؛ چنانچہ میں باوجودیکہ دیگر علمی کاموں میں مصروف تھا اور وقت نکالنا

Marfat.com

انتہائی مشکل کام تھا، لیکن میں نے کافی کوشش کر کے جلد سے جلد علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ پر تقریباً ڈھائی تین سال قبل کیے گئے اپنے کام کو ترتیب دینا شروع کیا اور آخر کار کتاب تیار ہو گئی جو ابھی آپ کے ہاتھ میں ہے۔

2۔ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں میں نے یہ مضامین کئی سال قبل اکٹھے کیے تھے اور ترتیب دے کر ڈھائی تین سال پہلے ہی اسے کمپوز کروا لیا تھا۔ لیکن بعد میں میرا ارادہ یہ ہو گیا کہ میں ان مضامین ومقالات کی اشاعت سے قبل علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ پر اردو زبان میں ایک مستقل کتاب ہی تصنیف کروں گا لیکن مصروفیت اتنی بڑھی کہ آج تک یہ کام مکمل نہیں ہو سکا۔ لیکن اس درمیان میری کئی ایک کتابیں عربی، اردو، ہندی، انڈونیشی اور بنگلہ زبان میں شائع ہو کر منظر عام پر آگئیں اور علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا صرف خاکہ ہی ذہن میں رہ گیا۔ چنانچہ میں نے اب یہی مناسب سمجھا کہ جب اردو داں طبقہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے گیارہ سال گزرنے کے باوجود اب تک کوئی کتاب ان کی سوانح حیات پر شائع نہیں کر سکا تو مجھے اب وقت ضائع کیے بغیر مقالات ومضامین کا یہ مجموعہ بھی منظر عام پر جلد سے جلد منظر عام پر لا دینا چاہیے جسے میں نے کئی سالوں قبل جمع کر کے مسودے کی الماری میں رکھ دیا تھا۔

3۔ سچ تو یہ ہے کہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد اردو زبان میں کئی ایک مضامین اردو کے متعدد مجلات وجرائد میں شائع ہوئے، لیکن میں نے سب سے زیادہ جس مجلّہ سے استفادہ کیا ہے وہ پاکستان سے نکلنے والا ماہنامہ ''محدث'' (جون 1999ء) اور لندن سے شائع ہونے والا جمعیت اہلحدیث کا آرگن اردو ماہنامہ ''صراط مستقیم'' (اگست وستمبر 1999ء) ہے۔ میں ماہنامہ محدث اور ماہنامہ صراط مستقیم کو اپنی طرف سے اس بات پر بہت بہت مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے کم سے کم علامہ ابن

Marfat.com

باز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر خصوصی مجلّہ تو نکالا۔ اسی طرح میں ان تمام اردو مجلّات کے ایڈیٹروں کو بھی آج بہت دنوں بعد ہی سہی، مبارکباد پیش کرتا ہوں جنھوں نے اپنے جرائد میں علامہ موصوف کے بارے میں مضامین شائع کیے۔ اِس موقعے پر میں جناب شیخ عبدالہادی عمری مدنی حفظہ اللہ کا بے حد شکرگزار ہوں کہ جب میں نے برطانیہ ان کی خدمت میں فون کر کے علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ان کا مضمون اپنی کتاب میں شامل کرنے کی اجازت طلب کی تو انھوں نے پرمسرت بات کہی اور کہنے لگے:

''میرا مضمون ہی کیا، پورا صراط مستقیم ہی آپ کا ہے۔ آپ بخوشی میرا مضمون اپنی کتاب میں شامل کریں، یہ تو آپ نے بہت اچھا کام انجام دیا ہے۔ مجھے آپ کے بارے میں جان کر بہت خوشی ہوئی اور ہماری نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں، اللہ آپ کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔''

ادھر جب میں نے اپنے استاذ مکرم جناب مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب عمری مدنی حفظہ اللہ سے فون پر بات کر کے ان کا مضمون شامل کرنے کی اجازت چاہی تو انھوں نے پیار ومحبت کے وہ پُراثر الفاظ کہے کہ دل باغ باغ ہو گیا اور دل چاہا کہ اٹھ کر ان کا ماتھا چوم لوں مگر افسوس کہ ہمارے اور ان کے درمیان کئی ایک سرحدیں حد فاصل تھیں۔ انھوں نے کہا:

''عزیزم! میرا مضمون آپ اپنی کتاب میں شامل کرنے کی مجھ سے اجازت طلب کر رہے ہیں؛ جبکہ مجھے آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ آپ میرے مضمون کو اپنی کتاب میں شامل کر کے مجھے یہ سعادت بخش رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ عمرآباد جامعہ دار السلام میں آپ کے زمانۂ طالب علمی ہی میں مجھے آپ کے بارے میں اندازہ ہو چکا تھا کہ آپ آسمان کی بلندیوں کو چھوئیں گے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ کچھ دن اور عمرآباد میں پڑھ لیتے تاکہ آپ کی ترقی سے ہماری

Marfat.com

بھی نیک نامی ہوتی!!''

دراصل یہ استاذ مکرم کی انتہائی تواضع اور مجھ ادنیٰ طالبعلم کے لیے ایک قسم کی تشجیع تھی۔ بہر حال میں اس کے لیے اپنے استاذ مکرم کی خدمت میں دل کے نہاں خانے سے شکریے کا جگر پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں آپ کے حسن ظن کو پورا کرے۔ آمین

4۔ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے جن لوگوں کے مضامین ومقالات میں نے جمع کیا ہے، ان میں سے اکثر حضرات بین الاقوامی شہرت کے حامل ہیں اور ان میں سے اکثر نے بلاواسطہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا ہے، اس لیے میرے جمع کردہ مضامین کو پڑھ کر علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں قارئین کا اعتماد مزید بڑھے گا ان شاء اللہ۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کسی کے تزکیہ وتوصیہ کے ہرگز ہرگز محتاج نہیں ہیں۔ میں نے کوشش کی ہے کہ مقالہ نگار حضرات کے بارے میں بھی مختصر معلومات لکھ دی جائے۔ اس کے لیے جہاں تک ممکن ہو سکا میں نے فون پر رابطہ کیا اور ان کے مضمون کے ساتھ ان کا بھی مختصر تعارف حاشیہ میں اضافہ کر دیا۔ مجھے امید ہے کہ یہ اضافہ بھی ہمارے قارئین کے لیے ایک مفید معلومات کی حیثیت اختیار کر لے گا۔ لیکن یہ انھیں مقالہ نگاران کے بارے میں لکھنے کی سعادت حاصل ہوسکی جن سے میرا رابطہ ہوسکا۔ جن سے میرا فون پر یا بالمشافہ رابطہ نہیں ہو سکا، ان کے بارے میں میں لکھنے سے قاصر رہا۔ کتاب شائع ہونے کے بعد اگر ان کے ہاتھ میں میری یہ کتاب پہنچے تو اللہ کے واسطے مجھے اس سلسلے میں معذور سمجھیں۔

5۔ اس کتاب میں میں نے اپنا بھی ایک مضمون بعنوان ''یہ تھے علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ'' شامل کر دیا جو کہ انتہائی جلد بازی میں لکھا۔ کتاب میں دوسرے مقالہ نگاران کے مضامین ہی کافی تھے اور وہ سارے کے سارے مقالہ نگاران مجھ سے سینئر بھی ہیں اور مجھ سے بہت زیادہ قابل بھی، لیکن میں نے بھی ایک عظیم شخصیت کے بارے میں لکھ کر انھیں اپنی

Marfat.com

طرف سے خراجِ عقیدت پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ البتہ میری یہ کتاب ''علامہ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ ، یادوں کے سفر میں'' پورے اردو داں طبقہ کی طرف سے مرحوم کے حق میں نذرانۂ عقیدت ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس کے بعد بھی ہمارے علمائے کرام اور طلبہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح کا ہر قیمتی پہلو منظر عام پر لانے کی کوشش کریں گے۔

6۔ کتاب کے اخیر میں میں نے علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے چند فتاوے بھی شامل کر دیے ہیں جن کا تعلق روزمرہ سے ہے۔ یہ مفید فتاوے یقیناً ہمارے قارئین کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چونکہ کتاب کی طباعت بہت جلد ہونی تھی اور میرے پاس فتاوے کی ترتیب کے لیے بہت ہی کم وقت باقی تھا، چنانچہ میں نے ان فتاویٰ کو اکٹھا کر کے اور ترتیب دے کر اپنے کلاس فیلو جناب نصیب اللہ عمری حفظہ اللہ کے پاس ٹائپنگ اور پروف کے لیے انڈیا بھیج دیا۔ موصوف میرے ہی آفس میں کام کرتے ہیں جو انڈیا کے معروف صوبہ بہار کے ضلع مغربی چمپارن کے صدر مقام بتیا میں واقع ہے۔ اور جہاں سے ان شاء اللہ آج سے چند ماہ بعد ایک اُردو ماہنامہ نکلنے والا ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ میگزین ہر قسم کے طبقہ کی راہنمائی کے لیے انتہائی مفید ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ

7۔ یہ کتاب انتہائی برق رفتاری کے ساتھ طباعت کے مراحل سے گزاری جارہی ہے۔ اس لیے بہت ممکن ہے کہ اس کے اندر کچھ خامیاں رہ جائیں۔ اگر قارئین کرام کو اس کتاب میں کچھ خامی نظر آئے تو براہ کرم اطلاع دینے کی کوشش کریں۔ آپ کا مشورہ صد شکریے کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

8۔ اِس موقع پر خاص کر میں اپنی اہلیہ محترمہ شبانہ خاتون کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا کہ انھوں نے اپنے خاص اوقات میں سے مجھے خیرات کیا۔ اسی طرح میں اپنے بچوں؛ دانش رضوان، فیصل رضوان اور عفراء رضوان سے معافی چاہوں گا کہ میں نے انھیں اِس کتاب کی ترتیب کے دوران سوتے وقت تاریخی قصے کہانیوں سے محروم رکھا اور انھیں

Marfat.com

سنا نہیں سکا۔ اے کاش! وقت کی حرکت ریموٹ کنٹرول سے رک جاتی کہ میں وقت کو روک دیتا اور قارئین کی خدمت میں نئی نئی چیزیں منظر عام پر لاسکتا اور زیادہ سے زیادہ مجھے کام کرنے کا وقت بھی مل جاتا۔ مگر میں یوشع بن نون جیسا اللہ کا برگزیدہ بندہ تو نہیں کہ میرے لیے بھی سورج کی حرکت رک جائے!!

9۔ کئی ایک ساتھیوں نے فرمائش کی تھی کہ میں اپنی ہر کتاب میں اپنا سوانحی خاکہ لکھ دیا کروں مگر میں نے اپنی کسی کتاب میں نہیں لکھا یا لکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ مگر چونکہ میں نے اپنی اِس کتاب میں کئی لوگوں کے بارے میں لکھا ہے، اس لیے اگر میں اپنے ہی بارے میں نہ لکھوں تو اِس مرتبہ میرے چاہنے والوں کا غصہ بھڑک اٹھے گا کہ میں نے ان کی فرمائش کا لحاظ نہیں کیا؛ چنانچہ میں نے اپنا مختصر تعارف اس کتاب میں لکھ تو دیا ہے مگر اسے کتاب کے بالکل اخیر میں رکھا ہے کہ جس کی خواہش ہو پڑھ لے اور جو اس قسم کی چیزوں میں دلچسپی نہیں رکھتا اسے نہ دیکھے۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھ ناچیز سے یہ عظیم کام لیا۔ میں امید کرتا ہوں کہ میرا یہ کام آپ قارئین سے ضرور دادِ تحسین حاصل کرے گا۔ البتہ اس کتاب کی تالیف اور ترتیب اخلاص کی بنیاد پر ہی عمل میں آئی ہے۔ نہ تو اس سے مادی امیدیں وابستہ ہیں اور نہ ہی کسی کے کہنے پر اسے ترتیب دے کر منظر عام پر لایا گیا ہے؛ بلکہ یہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سے خالص عقیدت اور محبت کا نتیجہ ہے۔ گرچہ میں ان کا شاگرد نہیں، لیکن محبت اور عقیدت کے لیے شاگرد کا ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ یہ تو اپنے نصیب کی بات ہے کہ اتنی عظیم ہستی سے جس کو جتنا لگاؤ ہو جائے۔ اور اگر شکر ادا کیا جائے تو علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کا میرے اوپر یہ احسان بھی کیا کم ہے کہ میرا ویزہ بھی ان ہی کی سفارش اور توسط سے نکلا تھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے اس احسان کے سبب میں نے کئی برسوں کا سفر صرف چند مہینوں میں طے کرلیا۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ.

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان جیسے صدیقین وشہداء کے ساتھ قیامت کے روز اٹھائے ﴿يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ○ إِلَّا مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ○﴾

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ.

آپ کا بھائی

رضوان اللہ ریاضی

ریاض، سعودی عرب

21 ربیع الآخر 1431 ہجری

بمطابق 6 اپریل 2010ء

چیرمین: **التقوی** ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) انڈیا

جنرل سکریٹری: ایس۔اے۔جی۔ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر سوسائٹی (رجسٹرڈ) انڈیا

Email: rizwanriyazi@yahoo.com rizwanriyazi@gmail.com

❀❀❀❀

Marfat.com

یہ تھے علامہ عبدالعزیز ابن باز رحمۃ اللہ علیہ

(از :......رضوان اللہ ریاضی)

علامہ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مجھ جیسے کم علم اور کم عمر کے لیے قلم اٹھانا ایک جرأتمندانہ اقدام ہے۔ میں نے کئی دفعہ سوچا کہ اس کتاب میں جن جن شخصیات نے لکھا ہے ان ہی کے مضامین پر اکتفا کیا جائے اور اپنی طرف سے کچھ نہ لکھا جائے۔ لیکن کئی دوستوں نے مشورہ دیا کہ باوجودیکہ تم شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد نہیں ہو اور تمھارے سعودی عرب آنے سے چند ماہ قبل ہی ان کا انتقال ہو چکا تھا لیکن تم نے اتنی محنت ومشقت کے بعد ان کے بارے میں یہ مضامین جمع کیے ہیں اس لیے تمھیں بھی علامہ ابن باز کے بارے میں کچھ لکھنا چاہیے۔ ویسے بھی علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کا میرے اوپر بہت بڑا احسان ہے۔ وہ احسان یہ ہے کہ آپ ہی کے توسط سے میرا ویزہ نکلا تھا۔ اللہ تعالیٰ میری طرف سے انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

چنانچہ میں علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے یہ مضمون اس وقت لکھ رہا ہوں جبکہ میرے اوپر کاموں کا انبار ہے اور وقت کا دامن اتنا تنگ ہے کہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھنے کے لیے وقت نکالنے پر وقت کی جو میری روٹین میں تقسیم ہے، وہ اصول بری طرح سے ٹوٹ رہا ہے۔ لیکن یہی موقع ہے کہ میں علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اگر لکھوں تو کچھ لکھ سکتا ہوں۔ نہ معلوم اس کے بعد مجھے ان کے بارے میں کچھ لکھنے کا موقع ملے یا نہ ملے۔ میں نے آج سے کوئی ڈھائی تین سال قبل علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سے متعلقہ تقریباً ساری کتابیں عربی زبان میں خرید لی تھیں اور اپنی لائبریری میں رکھ کر انھیں گاہے گاہے مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں مستقل طور پر ان کے بارے میں کوئی کتاب تصنیف کروں گا لیکن وقت گزرتا گیا اور میں ایک کے بعد دوسری کتاب اور دوسری کے بعد تیسری چوتھی

Marfat.com

پانچویں...... اور ...... کتاب لکھنے، یا ترجمہ کرنے، یا تحقیق کرنے میں مصروف ہوتا گیا۔ مصروفیت اتنی بڑھتی گئی کہ آج میں کتنی کتابوں پر کام کر رہا ہوں اور میری کتنی کتابیں منظر عام پر آنے والی ہیں شاید مجھے بھی ان کا علم نہیں ہے۔

شاید میرے قارئین کو مبالغہ محسوس ہو، لیکن سچ یہ ہے کہ اگر سچ لکھ دیا جائے کہ ڈیوٹی کا فریضہ انجام دینے کے باوجود اتنا سارا لکھنے پڑھنے کا کام کیسے ہو رہا ہے، تو مجھے یقین ہے کہ ہمارے اکثر قارئین کو یہ بات مضحکہ خیز معلوم ہوگی اور ہضم نہیں ہونے پائے گی۔ ہاں، اس دنیا میں میرا ایک جگری دوست ہے جس سے میں بہت پیار کرتا ہوں اور جس کو میری بات پر ضرور یقین ہوگا اور وہ چشم دید گواہ بھی ہے۔ کیونکہ میں نے اپنے اس جگری دوست کو بہت بہلا پھسلا کر اس کے قیمتی اوقات میں سے اپنے لیے مانگ رکھا ہے۔ باوجودیکہ میرا وہ دوست بھی کبھی کبھار بہت ناراض ہو جاتا ہے اور بسا اوقات قلم کاغذ اٹھا کر ٹیبل سے نیچے پھینک دیتا ہے مگر میں اپنے جگری دوست کے ناز و انداز اور اس کے جذبات کو بخوبی سمجھتا ہوں کہ اس کا یہ اپنا حق ہے اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم شخصیت کی مثال ہمارے سامنے ہے!!......

ابھی ایک ہفتہ قبل ہی میں نے علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے وہ سارے اداریے اکٹھے کر کے اور اسے کمپوز اور پروف ریڈنگ کروا کر پاکستان شائع ہونے کے لیے بھیجا ہے۔ بلکہ آج سے چند ہفتہ قبل پاکستان کے الفرقان ٹرسٹ سے میری کتاب ''سفارش کرو، اجر و ثواب پاؤ'' شائع ہو کر منظر عام پر آئی ہے۔ یہ کتاب سعودی شہزادہ نایف بن ممدوح بن عبدالعزیز آل سعود حفظہ اللہ کی عربی کتاب ''**اشفعوا تؤجروا**'' کا اردو میں ترجمہ ہے اور واقعی بہت ہی جامع اور مفید کتاب ہے۔ اردو زبان میں اس موضوع پر میرے علم کے مطابق اس سے اچھی کتاب نہیں ہے۔ اس کے علاوہ آج سے کوئی چار ہفتہ قبل ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل میری عربی کتاب فرید بکڈپو دہلی سے شائع ہو کر منظر عام پر آئی ہے جو کہ محدث عصر علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات پر مشتمل ہے۔ میں نے علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ پر یہ مفصل کتاب لکھ کر برصغیر ہندوپاک کے علمائے ملت کی طرف سے ان کے حق میں نذرانۂ عقیدت

Marfat.com

پیش کیا ہے۔ علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت جس طرح مشہور ومعروف تھی اسی طرح علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ بھی چہار دانگ عالم میں مشہور تھے۔ میں سمجھتا تھا کہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد بہت سارے لوگ ان پر کتابیں لکھیں گے اور عربی زبان میں واقعی بہت ساری کتابیں لکھی بھی گئیں مگر افسوس ہے ہمارے ملکوں کے اُن احسان فراموشوں پر جنھوں نے ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی زندگی میں بے تحاشہ فائدہ اٹھایا مگر ان کے انتقال کے بعد گو وہ انھیں بھول ہی گئے۔ ہاں علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے احسان تلے دبے ہوئے چند لوگوں کو ان کا نام لیتے ہوئے ضرور سنا جاتا ہے مگر وہ بھی نام لینے کی حد تک ہی شاید ان سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے اوپر لازم تھا کہ وہ اس عبقری شخصیت کی سوانح لکھتے یا لکھواتے اور دنیا کو ان کی ہمہ جہت حیات کے بارے میں بتلاتے۔ مگر افسوس اور تف ہے ایسے لوگوں پر!!

معاف کیجیے گا میں نہ جانے کس وادی میں داخل ہوگیا۔ بات چل رہی تھی علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھنے کی۔ غرض میں نے اپنے تمام دیگر علمی کاموں کو بالائے طاق رکھ کر آخر کار علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھنے کے لیے قلم اٹھا ہی لیا۔ لیکن چونکہ میں ہی اس کتاب کو ترتیب دینے والا ہوں جو ابھی آپ کے ہاتھ میں ہے، اس لیے اس کے اندر کی ساری باتیں مجھے معلوم ہیں۔ میں نہیں سمجھ رہا ہوں کہ کس بات کا تذکرہ کیا جائے اور کس بات کا نہیں۔ ہاں میں نے مختصر طور پر علامہ موصوف کی زندگی کے ان نکات اور خوبیوں کے بارے میں لکھنا مناسب سمجھا ہے جو کہ مسلم سماج میں ریڑھ کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان نکات کو اپنا کر واقعی اسلامی معاشرے کی تشکیلِ نو کی جا سکتی ہے۔ یہ نکات علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی خوبیوں سے تعلق رکھتے ہیں تو آیئے ہم ان خوبیوں کے بارے میں آگے پڑھتے ہیں:

(1) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ بڑے اخلاق مند تھے:

سبحان اللہ! میری نوکِ قلم پر سب سے پہلے جو نکتہ چڑھا ہے وہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق کے حوالے سے ہے۔ دراصل اگر اسلام کی بالاتری دیکھنی ہو تو اس کی تعلیمات کا

Marfat.com

اخلاقی پہلو دیکھ لو، معلوم ہو جائے گا کہ اِس دھرتی پر امن و آشتی کا پیغام لانے والا اسلام اخلاق کے ذریعے پوری روئے زمین پر سکون اور پیار و محبت کا جھنڈا گاڑنا چاہتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن کریم میں یہ شہادت دی گئی ہے کہ آپ اخلاق کی بلندی پر فائز تھے۔ آپ کے اخلاقِ کریمانہ ہی کا اثر تھا کہ مکی زندگی سے مدنی زندگی میں قدم رکھتے ہی عرب کے قبائل ایک قلیل سی مدت میں حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے اور عرب کے بدوؤں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو اپنا کر مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے لوگوں کا دل جیت لیا۔ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ بھی اخلاق کی بلندی پر فائز تھے۔ انھیں سعودی عرب کی سب سے بڑی دینی یونیورسٹی کا وائس چانسلر کا عہدہ ملا مگر انھوں نے کبھی بھی اس عہدے کی آفاقیت کو نہیں دیکھا بلکہ ہمیشہ اپنے اخلاق و کردار کی آفاقیت کو مدنظر رکھا۔ ان کی نظر میں ادنیٰ اور اعلیٰ سب یکساں تھے۔ ہر ایک کے ساتھ یکساں برتاؤ کرتے اور ایک ہی انداز کے ساتھ ہر ایک کا خیر مقدم بھی کرتے۔

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے اعلیٰ اخلاق و کردار اور لوگوں میں آپ کی غیر معمولی مقبولیت ہی کا نتیجہ تھا کہ مسلم تو مسلم غیر مسلم بھی آپ سے اپنی محبت اور الفت کا اظہار کرتے اور آپ کی آواز میں اپنی آواز ملانا اپنے لیے فخر سمجھتے تھے۔ ذرا یہ واقعہ پڑھیں جس کے راوی جمیل بن یحییٰ خیاط ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ آج سے کوئی چودہ سال قبل (یعنی شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے چودہ سال قبل) ایک یورپی جدہ میں میرے آفس میں داخل ہوا۔ وہ سعودی عرب میں پٹرول کی ایک کمپنی میں شریک تجارت تھا اور کروڑ پتی تھا۔ وہ نصرانی تھا اور جدہ میں مقیم تھا۔ اس نے دس لاکھ دو سو پچاس ریال کا ایک چیک میرے حوالے کیا۔ یہ چیک شیخ عبدالعزیز بن عبد اللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے تھا۔ اس نے یہ چیک میرے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ اسے لے جا کر شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کو میری طرف سے دے دو۔ نوجوانوں کی شادی کا جو شیخ ابن باز کا مشروع ہے اسی کے لیے یہ چیک میری طرف سے ہدیہ ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم شیخ ابن باز کو جانتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں میں نے ان کے بارے میں اخبارات

Marfat.com

وغیرہ میں پڑھ رکھا ہے؛ البتہ ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہوا اور شیخ بھی مجھے نہیں جانتے ہیں۔ میں نے مذکورہ نصرانی شخص کا چیک شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچایا اور اس کے بارے میں بتلایا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے پوچھا: کیا اس نصرانی نے اسلام قبول کیا ہے؟ میں نے بتلایا کہ مجھے آج کی تاریخ میں اس کے اسلام کے بارے میں کوئی خبر نہیں ہے۔ میں اس آدمی کی شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد عقیدت کو دیکھ کر بڑا تعجب میں تھا۔ [1]

یہ تھا علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے اعلیٰ اخلاق اور سخاوت کا اثر کہ غیر مسلم بھی آپ کی آواز میں اپنی آواز ملانا اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے تھے۔

معاف کیجیے گا، مجھے علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد کے ساتھ کچھ دن گزارنے کا موقع ملا۔ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر لکھ رہا ہوں۔ میں نے علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ شاگرد سے سیکڑوں بار ان کے بارے میں ذکر خیر کرتے ہوئے سنا۔ مگر یہ لکھتے ہوئے میرا ہاتھ کانپ رہا ہے کہ شاید یہ غیبت نہ ہو جائے کہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے جن اخلاق و کردار کا وہ شاگرد بار بار تذکرہ کرتا تھا، اس سے وہ اتنا ہی دور تھا۔ حالانکہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے نمایاں اخلاق و کردار کو ہمیں اپنانے کی بے حد ضرورت ہے۔ ہم دوسروں کی خوبیاں بیان تو کرتے ہیں لیکن انھیں اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اسی طرح دوسروں کی خامیوں پر تبصرہ کرنے کے لیے تو اپنی زبانیں بار بار کھولتے ہیں مگر یہ کوشش کبھی نہیں کرتے کہ ان خامیوں کو اپنے اندر سے بھی نکال باہر کیا جائے!!

(2) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ علم کے پہاڑ اور عمل کے پیکر تھے:

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کو جن لوگوں نے قریب سے دیکھا ہے یا جو لوگ ان کی کتابیں پڑھتے ہیں انھیں اس بات کا بخوبی اندازہ ہوگا کہ علامہ رحمۃ اللہ علیہ علم کا وہ مضبوط اور بھاری پہاڑ تھے جو اپنے اصولوں سے رتی برابر بھی ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ علامہ موصوف نے کبھی بھی یہ

---

[1] اس واقعے کی تفصیل کے لیے دیکھیے: اخبار المدینة، عدد: 13185، بحوالہ: مواقف مضیئة فی حیاة الإمام عبد العزیز بن باز، ص: 185۔

Marfat.com

نہیں سوچا کہ وہ ایک ایسے ملک میں ہیں جہاں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک غالب ہے، اس لیے حنبلی مسلک کے مطابق ہی فتویٰ دیا جائے۔ بلکہ انھوں نے علم کی بنیاد ہی پر ہمیشہ فتویٰ دیا۔ ان کی علمی بصیرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کئی دفعہ کتابوں میں طباعت کی باریک غلطیاں بھی پکڑ لیتے تھے۔ حالانکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ وہ ایک نابینا انسان تھے۔ علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے محدث جن کا ہم پلہ ان کے زمانے میں پوری دنیا میں کوئی اور نہ تھا، انھوں نے بھی علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے علم کی شہادت دی ہے۔ آج بھی اگر کوئی شخص ان کی کتابوں کا مطالعہ کرے گا تو اسے اندازہ ہوگا کہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کتنے بڑے عالم تھے۔ خاص کر ان کے فتاویٰ کا مطالعہ کرنے کے بعد تو کوئی یہ کہے بغیر رہ ہی نہیں سکتا کہ بھلے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ کی بصارت چھین لی تھی مگر وہ علم کی بصیرت سے اتنے مالا مال تھے کہ پوری دنیا میں ان کا ثانی نہیں تھا۔ وہ اپنے فن کے امام تھے۔ اسی لیے کئی اہلِ علم نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ وہ علم کے پہاڑ تھے۔

علم کے ساتھ عمل کا پیکر ہونا یہ ایک ایسی خوبی ہے جو کسی بھی انسان کو اوجِ ثریا پر پہنچاتی ہے۔ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ عالم نہیں بلکہ ایک باعمل عالم تھے۔ عالم ہونا اور بات ہے اور عالم باعمل ہونا اور بات۔ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ علم سیکھا تھا اس کی عملی تصویر تھے۔ انھوں نے کبھی بھی اپنے قول کے خلاف عمل نہیں کیا۔ وہ جو کچھ کہتے اس پر عمل کرتے اور یہی وہ خوبی تھی جو انھیں ربانی علما کی صف میں لا کھڑی کرتی ہے۔ بہت سارے علماء کو دیکھا گیا ہے جن کے قول اور عمل میں جا بجا تضاد ہوتا ہے اور جس کی وجہ سے وہ معاشرے میں اپنا اثر ورسوخ نہیں بنا پاتے ہیں۔ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی میں کبھی بھی ایسا نہیں ہونے دیا کہ ان کا کوئی قول ان کے کسی عمل سے متضاد ہو۔

(3) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ بڑے ذہین اور حاضر دماغ تھے:

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی خوبیوں میں سے ایک عظیم خوبی یہ تھی کہ آپ نابینا ہونے کے باوجود مسائل کا استنباط اور استدراک ایسے کرتے تھے جیسے کتاب میں مطالعہ کر کے کوئی کرتا

Marfat.com

ہے۔ کسی نابینا کے لیے بار بار کتاب دیکھنا کوئی سہل کام بھی نہیں ہے۔ ہاں شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ وہ کتابیں پڑھوا کر ہر روز کچھ نہ کچھ سنا کرتے تھے اور مسائل کی تحقیق خود کرنے کے عادی تھے۔ لیکن بسا اوقات کسی اہم موضوع پر جو آپ کا اختصاص بھی نہیں ہوتا، کچھ بیان کرنے کی نوبت آجاتی تو بالترتیب اس طرح بیان فرماتے جیسے آپ اس فن کے ماہر ہیں اور ابھی ابھی اس سلسلے میں مطالعہ فرما کر آئے ہوں۔

مسجد نبوی شریف کے مدرس جناب ڈاکٹر عطیہ سالم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ علامہ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کی بے پناہ ذہانت اور حاضر دماغی سے میں بلکہ میرے ساتھ جامعہ کے تمام طلبہ اور اساتذہ بھی انتہائی مرعوب تھے۔ ایک دفعہ علم الاجتماع پر لیکچر کی غرض سے کسی صاحب علم شخصیت کو جامعہ میں دعوت دی گئی تھی، لیکچر سے قبل لیکچرار نے اپنے لیکچر کا عنوان اور اس کے چھ نکات اور اس سے متعلق متعدد جزئیات اسٹیج پر موجود بلیک بورڈ پر لکھ دیے۔ بعد ازاں ہر نکتہ پر مفصل بحث کی۔ لیکچر کا دورانیہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تھا، بعد ازاں لیکچرار نے شیخ سے اس لیکچر پر تبصرہ اور تعلیق کرنے کی درخواست کی۔ شیخ نے فی البدیہہ لیکچر کے چھ نکانت اور اس کی جزئیات پر اس قدر بارک بینی اور ترتیب سے انتہائی علمی تبصرہ فرمایا کہ لیکچر کے کسی جز کو نہیں چھوڑا۔ جبکہ یہ کسی فقہی موضوع پر نہیں تھا؛ بلکہ خالص علم الاجتماع پر مبنی تھا۔ شیخ کے تبصرہ اور تعلیق نے تمام حاضرین کو مبہوت کر دیا، کیونکہ جس قسم کا تبصرہ شیخ نے فرمایا، ایک صاحب بصارت عالم دین بورڈ پر لکھے گئے نکات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بھی تبصرہ نہیں کر پاتا۔ [1]

ڈاکٹر محمد بن سعد الشویعر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ علمی بحث چل رہی تھی۔ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کے ایک کلمہ کے بارے میں مجھے تحقیق کرنے کو کہا اور مجھے یہ بھی بتلایا کہ اس کلمہ کو حدیث کی فلاں فلاں کتاب کے فلاں فلاں باب میں دیکھا جا سکتا ہے۔ میں نے کافی بحث وتحقیق کی مگر مجھے وہ کلمہ نہیں مل پایا۔ چنانچہ میں نے شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سے آکر کہا کہ میں عاجز آچکا ہوں، اس کلمے کے بارے میں مزید بحث وتحقیق میرے بس کا روگ نہیں۔

---

[1] مواقف مضيئة فى حياة الإمام عبد العزيز بن باز، ص: 65۔

Marfat.com

شیخ رحمہ اللہ نے مجھ سے کہا کہ بعض محدثین حدیث کو ایسے باب میں لے جا کر رکھ دیتے ہیں جن کا ہمیں گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ بہر حال امام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''کتاب الایمان'' لاؤ۔ یہ واضح رہے کہ ہم لوگ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں تھے اور یہ بحث و تحقیق شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی لائبریری میں چل رہی تھی۔ میں مطلوبہ کتاب لایا تو آپ نے فرمایا کہ فلاں صفحہ کھولو اور اس کی سطر 12 پڑھو۔ میں نے پڑھنا شروع کیا تو وہ واقعی مطلوبہ حدیث تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا حاشیہ بھی پڑھو۔ حاشیہ میں نسائی کا حوالہ درج تھا۔ ہم نے نسائی کھول کر دیکھی تو واقعی وہ حدیث ایسے باب میں تھی جس کا پتہ لگانا بڑا مشکل کام تھا۔ چنانچہ ہمیں جس کلمے کی تلاش تھی وہ مل گیا اور حدیث کی تخریج مکمل ہو گئی۔ پھر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کتاب یعنی کتاب الایمان کو آخری مرتبہ میں نے آج سے کوئی چالیس سال قبل پہلے پڑھی تھی اور اس وقت میں خرج کے علاقے میں قاضی تھا۔ 1

اس واقعے سے اندازہ لگائیں کہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کس قدر ذہین اور حاضر دماغ تھے۔ دراصل اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو آزمائش میں ڈالتا ہے تو اس کا اچھا بدلہ بھی اسے عنایت فرماتا ہے۔ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی بینائی ضرور چلی گئی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے عوض میں انھیں بلا کا حافظہ عطا کیا تھا۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ اپنی آنکھوں کی بینائی کے فقدان کے عوض میں اس عظیم نعمت کا بھی مستحق ہوں گے جس کا تذکرہ اِس حدیث قدسی میں آیا ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

((إن الله قال: إذا ابتلى عبدى بحبيبتيه ثم صبر عوّضتُه منهما الجنة .))

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میرا بندہ اپنی دونوں محبوب چیزوں، یعنی دونوں

---

1 دیکھئے جريدة الجزيرة، عدد: 9745، بحواله: مواقف مضيئة فى حياة الإمام عبد العزيز بن باز، ص: 100، 101۔

Marfat.com

آنکھوں کے ذریعے آزمائش میں ڈالا جاتا ہے اور پھر صبر و تحمل سے کام لیتا ہے تو میں اس کے بدلے میں اسے جنت دوں گا۔'' ❶

(4) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ حق گو اور عالم ربانی تھے:

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ ایک حق گو عالم تھے۔ آپ منکر بات جب بھی دیکھتے اسے مٹانے کی کوشش کرتے۔ منکر کا مرتکب خواہ بڑے سے بڑا ہی کیوں نہ ہو، آپ خاموش رہنے والے نہیں تھے۔ ابوعبدالرحمٰن بن عقیل ظاہری کا بیان ہے کہ شاہ سعود رحمۃ اللہ علیہ کی آمد پر ان کی گاڑی کے پہیے کے پاس چند جاہلوں نے خوشی میں ایک جانور ذبح کیا۔ یہ واقعہ مکہ کے علاقہ صفاۃ میں پیش آیا۔ جب علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کو اس بات کی خبر لگی تو وہاں تشریف لے گئے اور جانور کے گرد گھوم گھوم کر کہنے لگے: یہ حرام ہے، ایسا کرنا حرام اور ناجائز ہے!!...... علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ باآوازِ بلند یہ کہتے جاتے تھے اور ان کی آنکھیں آنسو بہاتی جا رہی تھیں۔ جب اس بات کی اطلاع شاہ سعود رحمۃ اللہ علیہ کو دی گئی تو انھیں جاہلوں کی اس حرکت پر بہت غصہ آیا اور فوراً سارا گوشت چڑیا گھر میں پھینکوا دیا گیا۔ اس کے بعد شاہ سعود رحمۃ اللہ علیہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور ان کے اس طرز پر بہت بہت شکریہ ادا کیا۔ ❷

اس واقعے سے علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی حق گوئی اور بے باکی کا اندازہ لگانا آسان ہے۔ دراصل علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ وہ عالم ربانی تھے جن سے شیطان بھی خوف کھاتا تھا اور اپنی راہ بدل لیتا تھا۔ یہ خصوصیت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حاصل تھی کہ وہ جس راستے سے چلتے، شیطان ان کے خوف سے اپنا راستہ بدل لیتا تھا۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

---

❶ یہ حدیث صحیح ہے اور حدیث کی متعدد کتابوں میں ہے دیکھئے: مسند احمد (12468)، مسند ابویعلیٰ (3711)، سنن بیهقی (3/375)، الادب المفرد (534)۔

❷ مواقف مضیئة فی حیاة الإمام عبد العزیز بن باز، ص: 32۔

Marfat.com

((والذی نفسی بیده! ما لقیك الشیطان قط سالکا فجا إلا سلك فجا غیر فجك .))

”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب بھی تم سے شیطان چلتے ہوئے راستے میں مل جاتا ہے تو وہ تمھارے خوف سے اپنی راہ بدل لیتا ہے۔“ ❶

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی بے باکی اور حق گوئی کا ہی نتیجہ تھا کہ شیطان آپ سے بہت خوف کھایا کرتا تھا۔ شیخ بدر بن نادر المشاری کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک جھاڑ پھونک کرنے والے قاری نے بتلایا کہ اس نے ایک آدمی پر دم کیا جس کے اوپر جن سوار ہو چکا تھا۔ وہ جن بھاگنے کو تیار نہیں تھا۔ جب اس کے اوپر کافی دیر تک دم ہوتا رہا تو اس کی آواز بلند ہوئی۔ اس کی زبان کھلی تو قاری نے بھاگنے کو کہا۔ جن کہنے لگا کہ میں اس آدمی سے کبھی نہیں بھاگ سکتا۔ قاری نے کہا کہ اگر تو اسے نہیں چھوڑتا تو میں تجھے شیخ ابن باز کے پاس لے جاؤں گا۔ یہ سننا تھا کہ جنات چیخنے لگا اور کہنے لگا: نہیں نہیں میں چھوڑ کر جاتا ہوں، اللہ کی قسم! جب ہم لوگ شیخ ابن باز کو دیکھتے ہیں تو ان کے خوف سے راستہ بدل لیتے ہیں۔ ❷

جی ہاں، یہ ہوتی ہے حق گو اور عالم ربانی کی خصوصیت!!

(5) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ صبر و تحمل میں اپنی مثال آپ تھے:

میں ایک آدمی کے پاس تھا۔ ایک مزدور ان کے گھر کام کے لیے آیا ہوا تھا۔ مزدور کسی بات میں اس آدمی سے باتیں کرنے لگا۔ وہ صاحب مزدور سے الجھ پڑے۔ مزدور نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ میں اپنے فن کا ماہر ہوں، آپ کو اس بارے میں کچھ معلومات نہیں ہے اس لیے جیسے میں کام کر رہا ہوں مجھے کرنے دیں، اگر میرا بنایا ہوا یہ سامان خراب نکلا تو اس کی ذمے داری میرے اوپر ہے۔ جس آدمی کی بات میں یہاں لکھ رہا ہوں وہ بھی

---

❶ دیکھیے: صحیح مسلم (2396)۔

❷ مواقف مضیئة فی حیاة الإمام عبد العزیز بن باز، ص: 79۔

Marfat.com

اپنے آپ کو شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد بتلاتا ہے۔ میں اس واقعے کا چشم دید گواہ ہوں۔ مزدور سے وہ اس طرح الجھ پڑا جیسے ایک اناڑی آدمی الجھتا ہے۔ میں یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ مزدور کی کوئی غلطی نہیں تھی۔ وہ شخص خواہ مخواہ مزدور پر زبان درازی کرتا جا رہا تھا حتیٰ کہ وہ مزدور سے یہ کہنے لگا کہ ''ارے! تمھیں کیا معلوم، میں وہ آدمی ہوں جو عوام میں تین تین گھنٹے تقریریں کرتا ہوں!!...... میں یہ ہوں اور میں یہ ہوں!!...... تمھیں میرے بارے میں معلوم نہیں!!......'' میرے قارئین کرام! بے چارے مزدور کو جب تک اپنے ہاں سے بھگا نہیں دیا اس آدمی کو چین نہیں آیا۔ وہ بھی اپنے کو شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد گردانتا ہے۔ یقین مانیں، میں اس آدمی کو اس دن سے قبل بہت کچھ سمجھتا تھا لیکن اس دن سے اس کی اہمیت میری نظر میں اور میرے ساتھ جو ساتھی تھے، ان کی نظر میں گر گئی۔ ایسے لوگوں کے لیے میں علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے صبر و تحمل کے بارے میں بتلانا چاہوں گا، انھیں چاہیے کہ وہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے صبر و تحمل کے بارے میں بھی جانیں اور جانیں ہی نہیں بلکہ اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ صبر و تحمل ایسی صفت ہے جو کسی بھی انسان کو اعلیٰ اخلاق کے زمرے میں شامل کر دیتی ہے۔

ذرا علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے تحمل اور صبر کا یہ واقعہ سنئے۔

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سعودی عرب کے معروف شہر الدلم میں قاضی تھے۔ الدلم سعودی عرب کے دار الحکومت ریاض کے جنوب میں کوئی سو کلومیٹر کے فاصلے پر ایک شہر ہے۔ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کئی برسوں تک اسی شہر میں بحیثیت قاضی رہے۔ یہاں قاضی کی حیثیت سے قیام کے دوران ایک دفعہ مجلس القضاء میں ایک شخص داخل ہوا جو بکثرت گالی گلوچ کیا کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے بھری مجلس میں شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کو بھی گالی دی اور انھیں برا بھلا کہا۔ جبکہ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواب میں بالکل خاموش تھے، اسے کچھ جواب نہیں دیا۔ بات آئی گئی ہو گئی۔ پھر جب شیخ حج پر تشریف لے گئے تو اس کا انتقال ہو گیا۔ جب اس کی میت نماز جنازہ کے لیے مسجد میں لائی گئی تو اس مسجد کے امام شیخ عبد العزیز بن عثمان نے اس کی نمازِ جنازہ

Marfat.com

پڑھانے سے انکار کر دیا۔ حج سے شیخ کی واپسی پر جب آپ کو اس کی اطلاع دی گئی کہ اس شخص کا انتقال ہو چکا ہے تو آپ نے افسوس کا اظہار کیا اور جب یہ بات بتائی گئی کہ امام مسجد نے اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھائی تو آپ نے بلاتامل فرمایا کہ امام مسجد نے غلطی کی۔ پھر فرمایا کہ مجھے اس کی قبر پر لے چلو۔ چنانچہ آپ نے اس کی قبر پر نماز جنازہ ادا کی اور اس کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ ❶

(6) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ علم اور علما کا بے حد احترام کرتے تھے:

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ علم اور اہل علم کی بہت زیادہ توقیر کرتے تھے۔ جب ان کی خدمت میں طلبہ یا علما آتے تو آپ ان کی آمد سے بہت زیادہ خوش ہوتے اور ان کی خدمت خود کرنا چاہتے۔ خاص کر طلبہ اور علما کے تعاون میں آپ کی مثال نہ تھی۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ طالبانِ علوم نبوت اور علمائے امت اسلامیہ ہی کی دو جماعتیں ایسی ہیں جن کے کندھوں پر پوری امت کا بوجھ ہوتا ہے۔ یہی لوگ نبیوں کے وارث ہوا کرتے ہیں اور اس روئے زمین پر ان سے زیادہ مظلوم شاید ہی کوئی ہے کہ وہ مفت میں لوگوں کو راہِ راست پر لانے کی کوشش میں رہتے ہیں جبکہ لوگ انھیں اہمیت دینے میں کنجوسی سے کام لیتے ہیں۔

میں نے مولانا عطاء الرحمٰن مدنی حفظہ اللہ کی کتاب ''سمندر میں چھلانگ'' میں آج سے کوئی دس سال قبل پڑھا تھا کہ ایک دفعہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ ریاض تشریف لائے تھے۔ ان دنوں وہ جامعہ اسلامیہ مدینہ میں زیرِ تعلیم تھے۔ ریاض جب علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو ان کے ساتھ میں بچے بھی تھے۔ یہ سردی کا زمانہ تھا۔ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عطاء الرحمٰن مدنی کو اپنے پاس بلایا اور جیب سے کچھ ریال چھپا کر انھیں دیے اور آہستہ سے ان کے کان میں فرمایا کہ ان پیسوں سے اپنے لیے اور اپنے بچوں کے لیے سردی کا لباس خرید لینا۔ اس واقعے سے اندازہ لگائیں کہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ طلبہ کا کتنا خیال رکھتے تھے۔

---

❶ دیکھیے: اخبار المدينة، عدد: 13173، بحواله: مواقف مضيئة في حياة الإمام عبد العزيز بن باز، ص: 113۔

Marfat.com

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ طلبہ کا کتنا خیال رکھتے تھے اس کا اندازہ اس واقعے سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک دفعہ آپ کو بتلایا گیا کہ معہد شرعی (شریعہ کالج) کے طلبہ رات اور دن کا کھانا نہیں کھا سکے ہیں، کیونکہ فی الحال پیسوں کی قلت ہے اور راشن نہیں آ سکا ہے۔ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ یہ بات سنتے ہی بے چین و بے قرار ہو گئے اور ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ انھوں نے اسی وقت اپنی گاڑی بیچنے کا حکم دیا؛ تاکہ ان طلبہ کے کھانے کا انتظام کیا جا سکتے۔ چنانچہ ان کی گاڑی فروخت کر دی گئی اور اس کے پیسے سے طلبہ کا راشن خریدا گیا۔ واضح رہے کہ ان دنوں علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس صرف یہی ایک گاڑی تھی جسے وہ استعمال کرتے تھے۔ [1]

اس واقعے سے اندازہ لگائیں کہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ طالبانِ علوم نبوت کا کتنا زیادہ خیال رکھتے تھے اور ان سے کتنی محبت تھی!!

حافظ محمد الیاس عبد القادر مدنی حفظہ اللہ ہندستان کے ان علما میں سے ہیں جو اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں۔ میں نے جن علما کو دیکھا ہے جو کہ دوسروں کی غیبت میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتے، ان میں سے ایک حافظ صاحب بھی ہیں۔ جب آپ ان سے ملیں گے تو انتہائی خندہ پیشانی کے ساتھ وہ آپ کا استقبال کریں گے اور بہت ہی اچھے انداز میں محوِ گفتگو ہوں گے۔ انھوں نے کافی عرصے تک علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی ملازمت اختیار کی؛ بلکہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی خاص مسجد میں امامت کا فریضہ بھی وہی انجام دیتے تھے اور آج بھی وہی امام ہیں۔ انھیں علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ سچ پوچھیں تو ان کا اخلاق دیکھ کر اور ان کی گفتگو سن کر پہلے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ واقعی وہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ خاص ہیں۔ ن کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہندستان کے معروف ومشہور ادیب مولانا سید ابوالحسن علی روی رحمۃ اللہ علیہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی غرض سے تشریف لائے۔ کافی دیر تک باتیں وتی رہیں اور جب ندوی صاحب واپس ہونے لگے تو علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کا ہاتھ پکڑے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور دروازے تک ان کو چھوڑنے آئے۔ ایسا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے

---

[1] دیکھئے کتاب: مواقف مضيئة في حياة الإمام عبد العزيز بن باز، ص: 37، 38۔

Marfat.com

علمائے امت سے شدید محبت اور خاص لگاؤ کی وجہ سے کیا۔

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے علمائے امت اسلامیہ کے نیٹ ورک سے کلی طور پر واقف تھے اور بلاتفریق مسلک ومذہب ان کی بے حد عزت کرتے تھے۔ جب آپ کو کسی عالم کی توہین کے بارے میں معلوم ہوتا تو آپ تڑپ اٹھتے تھے اور عالم کے بارے میں آپ کی زبان سے کلماتِ خیر نکلنے لگتے تھے۔ سید قطب رحمۃ اللہ علیہ کو جب حکومتِ مصر نے پھانسی کی سزا سنائی تو یہ خبر پوری دنیا میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی مگر پوری دنیا سے احتجاج کی کوئی ایک آواز بھی بلند نہیں ہوئی۔ ظالم مظلوم کو پھانسی کی سزا سنا کر انسانیت کا مذاق اڑا رہا تھا اور بے شرمی کا ننگا ناچ ناچ رہا تھا لیکن علامہ ابن با رحمۃ اللہ علیہ انتہائی بے چین اور بے قرار تھے۔ شیخ محمد مجذوب کو آپ نے بلایا اور فوراً ایک ٹیلی گرام لکھوایا۔ ٹیلی گرام کا مضمون سیاسی نہیں بلکہ غیرتِ اسلامی سے پر تھا؛ حتیٰ کہ اس میں قرآن کریم کی یہ آیت بھی لکھوا ڈالی:

﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا۝﴾ [النساء: 93]

”اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے، اس میں ہمیشہ رہنے والا ہے اور اللہ اس پر غصے ہو گیا اور اس نے اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے۔“

شیخ محمد مجذوب کہتے ہیں کہ میرے خیال میں اس قسم کا خط پوری دنیا میں صرف شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ ہی نے لکھوایا تھا اور سرکش ظالموں کو ان کے خطرناک انجام سے ڈرایا تھا۔ [1]

اس واقعے سے اندازہ لگائیں کہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا کے عرض وطول میں پھیلے ہوئے علمائے کرام سے کتنی محبت تھی اور ان کے درد وغم میں کس قدر برابر کے شریک تھے۔

(7) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ غریبوں اور مسکینوں کا بڑا لحاظ رکھتے تھے:

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ رہنا پسند فرماتے تھے جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] دیکھئے: کتاب: مواقف مضيئة في حياة الإمام عبد العزيز بن باز، ص: 85۔

Marfat.com

کا طرزِ عمل بھی ہے۔ ڈاکٹر ناصر بن مسفر الزہرانی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ چند لوگ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: فضیلۃ الشیخ! آپ دوپہر یا شام کے کھانے کے وقت میں یا دیگر اوقات میں غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ ہی رہتے ہیں اور انہی کے ساتھ کھانا بھی تناول فرماتے ہیں۔ آپ کے پاس عرب وعجم سے وی آئی پی مہمان اور زیارت کرنے والے آتے رہتے ہیں، انھیں یہ دیکھ کر قدرے گھٹن محسوس ہوتا ہے، اس لیے ہم لوگوں نے سوچا ہے کہ گھر میں کیوں نہ دو مجلسیں خاص کر دی جائیں؛ ایک عام آدمیوں کے لیے اور دوسری خاص حضرات کے لیے۔ اور آپ کا کھانا خاص مہمانوں کے ساتھ رکھا جائے؟!

اس سوال کے ختم ہوتے ہی شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس وقت جو کلمات کہے وہ آبِ حیات سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ آپ نے فرمایا:

((مسكين مسكين صاحب هذا الرائ، هذا لم يتلذذ بالجلوس مع المساكين، والأكل مع الفقراء، أنا سأستمر على هذا وليس عندي خصوصيات، والذي يستطيع أن يجلس معي أنا وهؤلاء الفقراء والمساكين يجلس، والذي لا يعجبه وتأبى نفسه فليس مجبورًا على ذلك.))

"مسکین اور کورے عقل کا مالک ہے یہ مشورہ دینے والا، اسے کبھی مسکینوں کے ساتھ بیٹھنے اور غریبوں کے ساتھ کھانا تناول کرنے کی لذت سے آشنائی ہی نہیں ہوئی ہے۔ میں تو جیسا تھا ویسا ہی رہوں گا، میرے نزدیک بڑوں کے لیے کوئی اسپیشل اور خاص مقام نہیں ہے، اس لیے جو میرے اور اِن فقراء ومساکین کے ساتھ بیٹھنے کی سکت رکھتا ہے وہ بیٹھے اور جس کا ضمیر نہیں مانتا اسے کوئی زور زبردستی تو نہیں۔"[1]

[1] دیکھیے: کتاب: إمام العصر، ص: 93۔

Marfat.com

اس واقعے سے ذرا اندازہ کریں کہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ غریبوں اور مسکینوں سے کس قدر محبت کرتے تھے اور ان کا کتنا عظیم مقام آپ کے دل میں تھا۔ دراصل علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے ماعلیہ اور مالہ کو اچھی طرح سمجھتے تھے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

((وهل تنصرون وترزقون إلا بضعفائكم .))

''کیا تم لوگ اپنے کمزور اور غریب لوگوں کے بغیر ہی مدد اور رزق سے نوازے جاتے ہو؟'' ❶

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا یقیناً علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے تھی:

((اللهم أحيني مسكينًا وأمتني مسكيناً واحشرني في زمرة المساكين يوم القيامة .))

''الٰہی! مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھ، مسکین ہی موت دے اور قیامت کے دن مسکینوں کے ساتھ ہی مجھے زندہ اٹھا۔'' ❷

اے کاش! آج کے مسلمان غریبوں اور مسکینوں کے بارے میں یہی طرز عمل اپناتے!!

(8) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ دوسروں کے جذبات کا بے حد لحاظ رکھتے تھے:

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے اندر یہ ایک بہت ہی عظیم خوبی تھی کہ آپ دوسروں کے جذبات کا بڑا لحاظ رکھا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی خدمت میں طرح طرح کے لوگ آتے اور اپنے جذبات کا اظہار کرتے تھے۔ انھیں معلوم تھا کہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ ہی ان کے جذبات کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں چند ایک واقعات ملاحظہ فرمائیں:

(1) یہ سن 1386 ہجری کی بات ہے۔ اردن کا ایک طالبعلم علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ جامعہ اسلامیہ مدینہ کے وائس چانسلر تھے۔ اردنی طالبعلم

---

❶ [صحیح] ابوداود: 2584، ترمذی: 1702

❷ [صحیح] ترمذی: 2352۔

Marfat.com

نے جامعہ اسلامیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے درخواست دی۔ اُن دنوں اردنی طلبہ کے لیے جامعہ میں داخلہ آسان نہیں تھا۔ چنانچہ اس طالبعلم کی درخواست بھی مسترد کر دی گئی۔ طالبعلم نے بہت کوشش کی کہ اس کا داخلہ ہو جائے لیکن نتیجہ ندارد۔ وہ وائس چانسلر یعنی علامہ ابن باز رحمہ اللہ کے آفس میں پہنچا اور کہنے لگا: اگر آپ میرا داخلہ جامعہ اسلامیہ میں نہیں دیں گے تو میں کافر ہو جاؤں گا!! علامہ ابن باز رحمہ اللہ کو اردنی طالبعلم کی بات سے ایک شاک سا لگا اور اس کے جذبات کا لحاظ رکھتے ہوئے آپ نے جامعہ کے اصولوں سے ہٹ کر اس کو داخلہ دے دیا اور آپ کے حکم سے اس طالبعلم کا داخلہ قانوناً جامعہ اسلامیہ مدینہ میں ہو گیا۔ ❶

(2) ایک دفعہ دلم کی جامع مسجد میں علامہ ابن باز رحمہ اللہ فجر نماز کے بعد طلبہ کو درس دے رہے تھے۔ درس اپنے شباب پر تھا اور علمی بحث چل رہی تھی۔ اسی دوران ایک آدمی مقدمہ لے کر آ گیا اور زور زور سے چلا کر کہنے لگا: ابن باز! یہ پڑھائی لکھائی کا کام چھوڑو اور ہمارا فیصلہ کرو، یہ تعلیم و تدریس کا کام چھوڑو اور ہمارے مقدمے کی سماعت کرو۔ علامہ ابن باز رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں کچھ نہیں کہا اور اس کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچایا۔ اپنے ایک شاگرد سے صرف اتنا کہا: عبداللہ بن رشید! اسے جا کر بتلا دو کہ درس کے بعد جب ہم مجلس قضا میں بیٹھیں گے تو آنا تمھارا فیصلہ ہو جائے گا۔ ❷

اس واقعے سے اندازہ کریں کہ علامہ ابن باز رحمہ اللہ نے اس معمولی آدمی کے جذبات کا کتنا لحاظ کیا۔ اس طرح اناڑی پن کی گفتگو کسی عام آدمی سے کرنی بھی مناسب نہیں چہ جائیکہ ایک جج کے سامنے اس آدمی نے اس قسم کی بات کہی۔ لیکن علامہ ابن باز رحمہ اللہ نے اس کے جذبات کا بے حد لحاظ کیا اور اسے مجلس عدالت میں آنے کے لیے کہہ کر اپنا درس جاری رکھا۔

(3) جامعہ اسلامیہ مدینہ میں ایک افریقی طالبعلم مسلسل کئی بار فیل ہو گیا۔ جامعہ کے قانون

---

❶ مواقف مضيئة فى حياة الإمام عبد العزيز بن باز، ص: 190۔

❷ مواقف مضيئة فى حياة الإمام عبد العزيز بن باز، ص: 73۔

Marfat.com

کے مطابق اسے وطن بھیجنا لازم تھا۔ اس کے پاس کئی ایک بچے تھے۔ جامعہ سے ٹکٹ وغیرہ کے جو پیسے اس کے حق میں بنتے تھے، وہ اس کی ضروریات کی تکمیل کے لیے ناکافی تھے۔ جامعہ سے دیے جانے والے پیسے سے وہ اپنے لیے صرف ایک ٹکٹ ہی خرید سکتا تھا، اس کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ چند لوگوں نے علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ اگر آپ جامعہ کی مسجد میں اساتذہ، اسٹاف اور طلبہ کو اس افریقی طالبعلم کے تعاون پر ابھاریں گے تو ممکن ہے کہ اس کے حق میں کچھ پیسے اکٹھے ہو جائیں گے اور اس سے طالبعلم کا کام چل جائے گا۔ نماز کے بعد حاضرین اس انتظار میں تھے کہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ اب افریقی طالبعلم کے تعاون کے بارے میں کچھ کہیں گے مگر آپ نے کچھ نہیں کہا۔ اس بات سے مشورہ دینے والوں کو قدرے تعجب ہوا۔ انھوں نے نماز کے بعد علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آخر آپ نے اس افریقی طالبعلم کے تعاون کے لیے مسجد میں اعلان کیوں نہیں کیا، یا آپ اعلان کرنا بھول گئے؟! علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے جواب میں کہا:

''بات دراصل یہ ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ طلبہ اور اساتذہ اور دیگر اسٹاف کے سامنے اس طالبعلم کے تعاون کے لیے چندہ اکٹھا کیا جائے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے طالبعلم کو ذہنی تکلیف ہو سکتی ہے۔ نیز اس کے وطن کے طلبہ کے سامنے اسے سبکی ہو سکتی ہے۔ اس طرح اس کے جذبات کے مجروح ہونے کا خدشہ ہے۔ اسی لیے میں نے مسجد میں اس کے لیے تعاون کا اعلان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔''

پوچھا گیا کہ پھر اس طالبعلم کا مسئلہ کیسے حل ہوگا؟

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے اس مسئلے کے حل کے لیے ایک تدبیر سوچی ہے۔

چنانچہ آپ نے اسی وقت شہزادہ سلطان بن عبد العزیز حفظہ اللہ کو افریقی طالبعلم کے حالات کے بارے میں لکھ بھیجا اور جواباً بارہ ہزار ریال کا چیک شہزادہ موصوف کی طرف سے موصول بھی ہو گیا۔ اس زمانے میں بارہ ہزار ایک بھاری مبلغ تھا۔ افریقی طالبعلم نے یہ رقم لے کر

Marfat.com

اسے خرچ کر ڈالا اور ٹکٹ نہیں خرید سکا۔ جب آفس میں بات پہنچی تو آفس کے لوگ بہت پریشان ہوئے کہ اب کیا کیا جائے۔ بات علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ چونکہ طالبعلم پر مدینہ کے کچھ لوگوں کا قرضہ تھا اور اس نے اپنے بیوی بچوں کے لیے تحفے تحائف خرید لیے ہیں تو ہمیں اس سے کبیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیے۔ قرض کی ادائیگی بھی ضروری تھی ورنہ اس کے وطن جانے کے بعد لوگوں میں جامعہ اور اس کے طلبہ کے بارے میں غلط تصور پیدا ہو جاتا اور اس کے لیے تحفے تحائف بھی خریدنا ضروری تھا؛ تاکہ وطن واپسی پر اس کے بچوں کا دل ٹوٹنے نہ پائے۔ جہاں تک اس کے ٹکٹ اور اخراجاتِ سفر کی بات ہے تو طالبعلم کے پاس صرف دو ہزار ریال بچے ہیں۔ بقیہ رقم میری تنخواہ سے ادا کر دی جائے۔ [1]

قارئین کرام! ذرا اندازہ لگائیں کہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ دوسروں کے جذبات کا کس قدر لحاظ رکھتے تھے!!

(4) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شاگرد آپ کے ساتھ کام کرتا تھا۔ اس نے ایک دن ملازمت ترک کر دی اور انتہائی غصے میں علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ خط کا مضمون کچھ اس طرح تھا: ''مجھے آپ سے بہت زیادہ تکلیف ہے۔ آپ کے بارے میں لوگوں کا حسن ظن ہے کہ آپ انصاف پرور انسان ہیں لیکن آپ کے ساتھ میں نے کام کیا، مجھے انصاف نہیں ملا، آپ نے کبھی بھی میرا خیال نہیں کیا۔ میرا اور آپ کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کرے گا!!''

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے خط سنا تو مسکرا پڑے اور فوراً اس کے جواب میں لکھوایا:

''عزیز من! سچ تو یہ ہے کہ میں تم سے بے حد محبت کرتا تھا۔ میرے دل میں تمھارے متعلق کوئی رنجش نہیں ہے۔ جہاں تک تمھارے مسائل کا تعلق ہے تو مجھے ان کے بارے میں معلوم نہیں اور نہ ہی تم نے کبھی بتانے کی زحمت کی۔ میں چاہوں گا کہ تم مجھے اپنے مسائل لکھ بھیجو، میں ان شاء اللہ تمھارے مسائل حل

---

[1] مواقف مضيئة في حياة الإمام عبد العزيز بن باز، ص: 74، 75۔

Marfat.com

کرنے کی کوشش کروں گا۔ والسلام۔‘‘

شیخ محمد موسیٰ کا کہنا ہے کہ جب یہ جواب مذکورہ شخص کو ملا تو وہ شرم سے پانی پانی ہو گیا اور کہنے لگا کہ اب میں اپنے شیخ کو کیسے منہ دکھلاؤں گا۔ پھر بعد میں جب علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سے ملا تو معذرت کرنے لگا اور شیخ سے معافی مانگنے لگا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی معذرت قبول کی اور اسے اپنی مجلس میں بٹھایا اور اس کے لیے دعائے خیر کی۔ [1]

دیکھا آپ نے کہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے موظف کے جذبات کو کیسے سنبھالا اور اس کا دل کیسے خوش کر دیا۔ دراصل بڑے لوگ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔

(5) ایک دفعہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بہت سارے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ جب مجلس میں تشریف لائے تو ایک آدمی اٹھ کر کہنے لگا: شیخ! میری خواہش ہے کہ میں آپ کا عبا (وہ چادر جو سعودی مشائخ اور علماء کپڑے کے اوپر سے رکھتے ہیں) پہنوں، اس لیے آپ مجھے اپنا عبا عنایت فرما دیں!! شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ اس کی بات سن کر مسکرانے لگے اور فرمایا: ٹھیک ہے اگر تمھیں عبا رکھنے کا شوق ہے تو میں تمھارے لیے نیا عبا خریدوا دیتا ہوں۔ وہ کہنے لگا: نہیں، مجھے وہی عبا چاہیے جو آپ ابھی پہن رکھے ہیں!! حاضرینِ مجلس یہ منظر دیکھ کر متعجب تھے۔ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تمھاری خواہش ہے کہ میرا عبا ہی پہنو تو چلو کھانا کھا لو میں تمھیں اپنا عبا دے دوں گا اور فی الواقع آپ نے وہ عبا اس شخص کو عنایت فرما دیا۔

مذکورہ واقعات سے اندازہ کریں کہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ ہر ایک کے جذبات کا کس قدر احترام کرتے تھے!! کیا ہمارے علما بھی آج یہ اسوہ اپنانے کو تیار ہیں؟!

(9) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ شکوہ شکایت کو پسند نہیں فرماتے تھے:

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خوبی یہ تھی کہ وہ شکوہ شکایت کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ ان کی مجالس میں جب کبھی ایسا ماحول پیدا ہو جاتا کہ کوئی کسی کا شکوہ کرنے لگتا تو وہ فوراً اس ماحول کو

---

[1] دیکھئے: کتاب: إمام العصر، ص: 188۔

Marfat.com

بدل دیتے اور اپنے بھائی کے بارے میں حسنِ ظن قائم رکھنے کی تلقین فرماتے۔ یہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی خوبی تھی جس سے آج کے اکثر علماء نابلد ہیں۔خود علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے کئی لوگوں کی میں نے مصاحبت اختیار کی ہے اور ان کے ساتھ رہنے کا موقع ملا ہے مگر افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ ان کی مجلسیں ان کے استاذ گرامی شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس کے بالکل برعکس ہوا کرتی ہیں۔ بلکہ اگر میں یہ لکھوں تو بے جا نہیں ہوگا کہ جب تک ان کی مجلسوں میں دوسروں کی شکوہ شکایت نہیں ہوتی، وہ برخاست ہی نہیں ہوتیں!! یہ ایک ایسا مرض ہے جو آج کے علماء کے اندر پوری طرح سے سرایت کر چکا ہے۔ بلکہ میں آپ کو بتلاتا چلوں کہ جاہلوں اور گنواروں کی اکثریت بھی بات بات میں یہ کہتی ہے کہ علماء جب تک ایک دوسرے کی غیبت اور شکوہ شکایت نہیں کر لیتے ان کے پیٹ کا دانہ ہضم نہیں ہو پاتا۔ اے کاش! ہمارا علما گروپ اس بات کی طرف دھیان دیتا اور شکوہ شکایت کے ماحول سے خود کو دور رکھنے کی کوشش کرتا۔

(10) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ ہر ایک کے بارے میں حسن ظن رکھتے تھے:

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی تھی کہ وہ ہر شخص کے بارے میں حسن ظن اور اچھا گمان رکھتے تھے۔کوئی بھی آدمی جب ان کی خدمت میں کسی کے بارے میں کوئی منفی بات کہتا تو آپ فوراً اسے حسنِ ظن کی تنبیہ فرماتے۔ اس کی ایک مثال وہ واقعہ ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے پاس بیٹھنے والوں کو احساس ہو رہا تھا کہ شاید اس نے سگریٹ پی رکھا ہے۔ ایک آدمی نے اٹھ کر علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا کر اس آدمی کی شکایت کی اور کہا کہ لگتا ہے کہ یہ آدمی سگریٹ پی کر آپ کی مجلس میں حاضر ہوا ہے، اس لیے آپ اس کو نصیحت فرمائیں۔ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً اس کے جواب میں فرمایا کہ تمھیں کیا معلوم کہ وہ جس کے ساتھ ٹیکسی میں آیا ہے، اس آدمی نے سگریٹ پی رکھا ہو اور ساتھ میں بیٹھنے کی وجہ سے اس کے جسم سے سگریٹ کی بو آ رہی ہو؟!! [1]

---

[1] دیکھیے: جریدۃ عکاظ، عدد: 9727، بحوالہ: مواقف مضیئۃ فی حیاۃ الإمام عبد العزیز بن باز، ص: 91۔

Marfat.com

ذرا غور فرمائیں کہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے کس طرح اس آدمی کے بارے میں اپنے حسنِ ظن کا اظہار کیا۔ کیا آج کے علما بھی اس خوبی سے مزین ہیں؟!

(11) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ بڑے مہمان نواز تھے:

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی خوبیوں میں سے ایک عظیم خوبی یہ تھی کہ وہ بڑے مہمان نواز تھے۔ ان کا گھر ہر اجنبی کے لیے کھلا رہتا اور روزانہ اجنبی مہمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہتا۔ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر کام کرنے والوں کو یہ تاکید کر رکھی تھی کہ کسی بھی اجنبی کو مہمان خانے میں آنے سے نہ روکا جائے اور جو بھی آئے اسے کھلائے بغیر نہ جانے دیا جائے۔ حتیٰ کہ کئی ٹیکسی ڈرائیور اور قرب وجوار میں کام کرنے والے مزدور بھی علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے دستر خوان سے لطف اندوز ہوا کرتے تھے۔ ریاض ہو یا مکہ یا طائف، علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ جہاں کہیں بھی ہوتے، آپ کا گھر نئے پرانے اور اجنبی مہمانوں کے لیے ہمیشہ کھلا رہتا۔

ڈاکٹر ناصر بن مسفر الزہرانی کہتے ہیں کہ سن 1417 ہجری کا واقعہ ہے، جب شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ مکہ سے طائف واپس آئے تو اپنے گھر کا دروازہ عادت کے مطابق کھولنے کے لیے کہا۔ شروع کے ایام میں فقراء ومساکین اور مہمانوں کی آمد نہیں ہوئی تو اپنے آدمیوں سے پوچھنے لگے: کیا بات ہے کہ لوگ نہیں آ رہے، کہیں ایسا تو نہیں کہ تم لوگوں نے آنے والوں پر پابندی عائد کر دی ہے اور گھر میں داخل ہونے سے منع کر دیا ہے یا کوئی اور سبب ہے؟! آپ کو بتلایا گیا کہ اکثر لوگوں کو ابھی آپ کی آمد کا علم نہیں ہے اور چند ایک کو معلوم بھی ہے تو وہ یہ سوچ کر نہیں آتے ہیں کہ آپ تھکے ہارے مکہ سے آئے ہیں، ابھی آپ کو آرام کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ نے ان سے فرمایا: جاؤ اور لوگوں کو آگاہ کر دو کہ وہ ہمارے گھر تشریف لایا کریں، نیز پڑوسیوں کو بھی میری طرف سے دعوت دے دو۔ [1]

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے ڈرائیور شاہین عبد الرحمٰن اور آپ کے باورچی نصیر احمد خلیفہ کا بیان ہے کہ ایک روز علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں اپنے گھر میں داخل ہوئے تو دستور کے

---

[1] دیکھئے کتاب: إمام العصر، ص: 100۔

Marfat.com

مطابق آپ کے کان میں لوگوں کی چہل پہل اور شور وغل کی آواز نہیں آئی۔ یہ دوپہر کا وقت تھا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے آج ہر طرف سناٹا چھایا ہوا ہے؟ آپ کو بتلایا گیا کہ دراصل آج دربانوں نے لوگوں کو گھر میں داخل ہونے سے منع کر دیا ہے، اسی لیے لوگ نہیں آسکے ہیں۔ اتنا سننا تھا کہ آپ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور دربانوں کو حکم دیا کہ فوراً جاؤ اور واپس جانے والوں کو بلا لاؤ۔ ❶

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی مہمان نوازی اور مہمانوں کی عزت وتکریم کے حوالے سے یہ واقعہ پڑھیں جس کے راوی شیخ عبداللہ بن محمد المعتاز حفظہ اللہ ہیں۔ شیخ عبداللہ المعتاز حفظہ اللہ کا شمار ان حضرات میں ہوتا ہے جو خیر وبھلائی کا سرچشمہ ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی میں بہت سارے کارِ خیر انجام دیے ہیں۔ ریاض کے ادارۃ المساجد والمشاریع الخیریۃ کے بانی ومؤسس ہیں۔ اس ادارے سے ایک قلیل سی مدت میں دنیا کے کونے کونے میں مساجد کا جال بچھ گیا۔ لیکن چند سالوں سے کسی سیاسی دباؤ کی وجہ سے اس کے اسپرٹ کو مہمیز لگی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے جلد از جلد بحال کر دے۔ آمین

شیخ عبداللہ بن محمد المعتاز حفظہ اللہ کا بیان ہے کہ ارٹیریا کی ایک سوسائٹی کے چیرمین شیخ محمد حامد کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ریاض آیا یہ سخت سردی کی رات تھی۔ رات کے کوئی تین بج رہے تھے۔ میرے پاس ہوٹل میں قیام کرنے کے لیے جیب میں فی الوقت پیسے بھی نہیں تھے۔ میں نے سوچا کہ کیوں نہ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے گھر چلا جاؤں۔ چنانچہ میں شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پہنچا، ان دنوں شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کا گھر کچی مٹی کا تھا۔ میں نے آہستہ سے آواز دی تو چوکیدار نے دروازہ کھولا۔ شاید میری آواز شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچ چکی تھی۔ ابھی چند ہی لمحے گزرے تھا کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے دیکھا کہ وہ ہاتھ میں کھانے کی پلیٹ لیے ہوئے سیڑھی سے نیچے اتر رہے ہیں۔ انھوں نے مجھے سلام کیا اور کھانے کا برتن میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ اسے کھالو اور پھر فرمایا:

---

❶ دیکھئے مجلہ الاسرۃ، عدد (72) بحوالہ: مواقف مضیئۃ فی حیاۃ الإمام عبد العزیز بن باز، ص: 171۔

Marfat.com

((سمعت صوتك وأحضرت لك الطعام لأني أظنك لم تأكل هذه الليلة.))

''میں نے تمہاری آواز سنی تو تمہارے لیے کھانا لایا ہوں، کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اس رات کو تم کھانا نہیں کھا سکے ہو گے۔''

اللہ گواہ ہے۔ میں شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی اس تواضع سے بڑا متاثر ہوا اور رات بھر میرے آنسو تھم نہ سکے اور مجھے نیند نہیں آسکی۔ ❶

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ اپنے مہمانوں کا کتنا احترام کرتے تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیں۔ اس واقعہ کے راوی شیخ عبداللہ بن ابراہیم الفنتوخ ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شاگرد ان کا مہمان ہوا۔ اس شاگرد کا تعلق افریقی ممالک سے تھا۔ اسے سعودی شہریت مل چکی تھی۔ وہ رات کو شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان خانے میں سویا ہوا تھا۔ شیخ کو معلوم تھا کہ ان کا یہ شاگرد تہجد گزار ہے۔ جب تہجد کا وقت ہوا تو شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نیند سے بیدار ہوئے۔ اس وقت گھر کے سارے افراد نیند کی آغوش میں تھے۔ آپ نے کسی کو جگانا مناسب نہیں سمجھا اور خود ہی لوٹا ہاتھ میں لے کر پانی کے لیے چلے گئے۔ مہمان خانہ پانی سے کچھ فاصلے پر تھا۔ نابینا ہونے کے باوجود شیخ رحمۃ اللہ علیہ خود ہی لوٹے میں پانی بھر کر لائے اور مہمان کے پاس رکھ کر اسے آہستہ سے جگایا، مہمان کی آنکھ کھلی تب تک شیخ جا چکے تھے۔ ❷

(12) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نہایت سخی انسان تھے:

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خوبی یہ تھی کہ آپ خوشی کے ایام میں بھی اور غم کے ایام میں بھی حد سے زیادہ سخاوت کا مظاہرہ کرتے تھے۔ آپ نے اپنی عمر کو دوسروں کی بھلائی کے لیے وقف کر دیا تھا۔ جو کوئی محتاج اور ضرورت مند آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ سے

❶ دیکھئے: سياحة الأمة، عدد (17) بحوالہ: مواقف مضيئة في حياة الإمام عبد العزيز بن باز، ص: 233۔

❷ دیکھئے: جريدة الرياض، عدد (11282) بحوالہ: مواقف مضيئة في حياة الإمام عبد العزيز بن باز، ص: 232۔

Marfat.com

اپنی ضرورتیں بیان کرتا، آپ کو برداشت نہیں ہوتا اور فوراً اپنے سکریٹری کو اس کی ضرورتیں پوری کرنے کا حکم فرماتے۔ بلکہ سخاوت کا یہ عالم تھا کہ اپنی تنخواہ سے ایڈوانس لے کر بھی غریبوں اور محتاجوں کو دے دیا کرتے تھے۔ تاریخ میں ایسا کم دیکھنے کو ملا ہے کہ کسی آدمی نے اپنی تنخواہ کے اُس حصے میں سے بھی خیرات کر دیا ہو جو اسے ماہ دو ماہ بعد ملنے والی ہو۔ مگر شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ایسے واقعات ملتے ہیں کہ آپ نے اپنی آیندہ تنخواہ میں سے بھی ایڈوانس لے کر غریبوں اور ضرورت مندوں پر خرچ کر دیا۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے جو پوری بنی نوع انسان کی تاریخ میں بہر حال اپنا ایک مقام رکھتی ہے۔

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی عملی اور رفاہی عظیم الشان خدمات پر شاہ فیصل ایوارڈ کمیٹی کی طرف سے ایوارڈ کے لیے نامزد کیا گیا۔ آپ نے "جائزة الملك فيصل العالمية" قبول تو کیا مگر ایوارڈ کی ساری رقم مکہ مکرمہ کے ادارہ "دار الحديث الخيريه الأهلية" کو دے دی جہاں کئی ممالک کے طلبہ علم کے حصول کے لیے آتے تھے۔ اور جہاں سے علمِ دین کی شمع روشن ہوتی تھی۔ (1)

مسجد نبوی شریف کے مدرس جناب ڈاکٹر عطیہ سالم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ''شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ جہاں مخصوص علمی جلالت کے حامل تھے وہیں آپ کے اخلاق کریمانہ جود وسخا، محتاجوں اور غریبوں کی اعانت اور خبر گیری زبان زد عام وخاص بن چکی تھی۔ جب بھی کوئی حاجت مند شیخ سے اپنی حاجت بیان کرتا، بلاتردد شیخ اس کے ساتھ تعاون فرماتے اور اکثر تعاون کے لیے جب آپ کے پاس کچھ بھی باقی نہیں رہتا تو جامعہ سے اپنی آیندہ ماہ کی تنخواہ کے حساب پر قرض لے لیا کرتے اور وہ رقم محتاجوں کے تعاون پر خرچ کر دیتے۔ ایک دفعہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے تم سے دو سو ریال قرض کی ضرورت ہے۔ میں جھینپ سا گیا اور مجھے ہنسی آگئی، پھر میں نے کہا کہ شیخ! آپ کو مجھ سے قرض کی ضرورت

---

(1) دیکھئے: شريط الإمام ابن باز، صفحات مشرقة من حياته، بحواله: مواقف مضيئة في حياة الإمام عبدالعزيز بن باز، ص: 34۔

Marfat.com

ہے، آپ تو جامعہ کے صندوق سے جس قدر چاہیں لے سکتے ہیں؟! شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے جامعہ کے امین الصندوق سے بات کی تھی مگر اس کا کہنا ہے کہ میں اپنی آیندہ ماہ کی تنخواہ کے علاوہ مزید چار سو ریال اپنے حساب میں جامعہ سے لے چکا ہوں!! یہ وہ تھے جو محض ضرورت مندوں کی اعانت کے لیے اپنی موجودہ پونجی ہی نہیں بلکہ آیندہ ماہ کی تنخواہ بھی پیشگی خرچ کر دیا کرتے مگر پھر بھی محتاجوں کی خبر گیری سے پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔'' ❶

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی سخاوت اور دریا دلی کا یہ واقعہ بھی پڑھیں۔ اس کے راوی دارالافتاء ریاض کے ایک موظف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں فلپین سے ایک خط آیا۔ یہ خط ایک خاتون کی طرف سے تھا۔ اس نے شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا تھا کہ میرا شوہر مسلمان تھا، نصرانیوں نے دشمنی سے اس کو مار ڈالا اور اس کی لاش کو کنویں میں پھینک دیا۔ میں اب ایک بیوہ ہوں اور میرے پاس کئی چھوٹے بچے ہیں۔ میرا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ میں نے سوچا کہ کس سے دردِ دل سناؤں، چنانچہ مجھے آپ کے پاس خط لکھنے کی راہنمائی کی گئی اور میں یہ خط لکھ رہی ہوں۔ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے اس خاتون کی مدد کے لیے تعاون کے آفس کو لکھا لیکن جواب آیا کہ تعاون کا فنڈ محدود ہے اور اس خاتون کے لیے ہمارے پاس کوئی گنجائش نہیں ہے۔ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کاتب سے خزانچی کے پاس درخواست لکھوائی کہ میری اگلی تنخواہ سے دس ہزار ریال پیشگی مذکورہ خاتون کو بھیج دیے جائیں۔ چنانچہ آپ کے حکم کے مطابق دس ہزار ریال آپ کی تنخواہ سے کاٹ کر بھیج دیے گئے۔ ❷

(13) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ خادموں اور نوکروں سے بہت اچھا سلوک کرتے:

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ آپ اپنے پاس کام کرنے والے خادموں اور نوکروں کا بڑا خیال رکھا کرتے تھے۔ کبھی بھی آپ ان کو ہلکی باتیں نہیں کہتے جن سے انھیں تکلیف ہوتی۔ آج کی تاریخ میں بھی آپ کے خدام آپ کی تعریف کرتے نہیں تھکتے۔ یہ

❶ دیکھیے: مواقف مضیئة فی حیاۃ الإمام عبد العزیز بن باز، ص: 103,102۔

❷ دیکھیے: کتاب: الإیجاز فی سیرۃ ومؤلفات ابن باز، ص: 49۔

Marfat.com

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی خوبی ہے جس سے اکثر علماء محروم ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خادموں اور نوکروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتے وقت جس بات کی اپنی امت کو وصیت فرمائی ہے اس میں ایک نماز اور دوسری خادموں اور نوکروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ اس وصیت کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ آپ نے ہر موقع پر اپنے نوکروں کی عزت افزائی فرمائی ہے۔ مجھے علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے کئی ایک کے ساتھ رہنے اور ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ مگر میں نے دیکھا کہ وہ رات دن ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیتے ہیں مگر نوکروں اور خادموں کے ساتھ ان کا رویہ اتنا خراب ہوتا کہ کبھی کبھی محسوس ہوتا کہ یہ آدمی خواہ مخواہ اپنے آپ کو ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد بتلاتا ہے اور اس کا برملا اظہار بھی کرتا ہے، اس کے منہ سے یہ شوبھا نہیں دیتا کہ یہ اپنے آپ کو علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد بتلائے۔ یہ اس قابل ہے ہی نہیں!!

کہتے ہیں کہ اگر گھر کا نوکر اپنے مالک کے اعلیٰ اخلاق اور کردار کی شہادت دے تو یہ واقعی مالک کے لیے فخر کی بات ہے۔ ظاہر ہے کہ رات دن گھر کے نوکروں کا ان کے مالکان کے ساتھ سابقہ پڑتا رہتا ہے۔ وہ مالکان کی حقیقت اچھی طرح جانتے ہیں۔ آیئے! ذرا ہم علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے خدام اور نوکروں سے آپ کے بارے میں جانتے ہیں۔ ماہنامہ صراط مستقیم لندن اگست وستمبر 1999ء کے حوالے سے علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے ذاتی ملازمین کا تاثر یہاں بیان کرتا ہوں۔ ماہنامہ صراط مستقیم لکھتا ہے:

"شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر آناً فاناً سعودی عرب کے ہر گوشے میں پھیل گئی اور آپ کے عقیدت مند طلبہ، علما، عوام اور بچے بوڑھے سارے شیخ کے گھر کے آس پاس جمع ہونے لگے۔ ہر ایک کے چہرے پر غم کے آثار نمایاں تھے، ہر کوئی کسی گوشے میں محوِ آہ وفغاں کھڑا نظر آتا تھا۔ ان لوگوں میں ایک لمبی سفید ڈاڑھی والے معمر بزرگ بھی تھے، جن کی آنکھوں سے لگاتار آنسو بہہ رہے تھے۔ یہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے گھریلو امور کے نگہبان شیخ حسین اسماعیل ہیں، جو گزشتہ بائیس سال

Marfat.com

سے شیخ کی خدمت میں رہ رہے تھے۔ جب ان سے شیخ کے ساتھ گزاری ہوئی زندگی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انتہائی گلوگیر آواز میں انھوں نے بتایا کہ میں نے 22 سال شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں گزارے ہیں، شیخ کو میں نے جس قدر قریب سے دیکھا ہے اسی قدر میرے اندر برائی سے نفرت اور نیکی سے محبت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ آپ کا گھر گویا ایک عام مہمان خانہ تھا، ہر کسی کو کھلی اجازت تھی، آپ کے پاس نہ صرف سعودی عرب بلکہ ایشیا، افریقہ، یورپ اور دنیا کے دیگر تمام گوشوں سے مہمان آتے اور اپنی مشکلات کا ذکر کرتے، شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ہر ایک کے لیے مشفق اور مہربان باپ کی سی تھی جو ہر ایک کی مشکل کو اس انداز میں حل کرنے کی کوشش کرتے جیسے کہ وہ ان کی اپنی مشکل ہو۔ انتقال سے قبل جب تین دن کے لیے شیخ کو ہسپتال میں داخل کرایا گیا تھا تو میں نے بھی عیادت کی غرض سے شیخ کی خدمت میں حاضری دی، شیخ کی آواز میں انتہائی نقاہت اور کمزوری کا عنصر نمایاں تھا، جب میں نے صحت کے بارے میں دریافت کیا تو شیخ میری اہلیہ کی صحت کے بارے میں پوچھنے لگے جو اکثر بیمار رہتی ہے۔ شیخ کی دوسروں کی فکرمندی اور خبرگیری کا یہ انداز تھا کہ باوجود آپ شدید بیمار ہونے کے اپنے ملازمین کے اہل خانہ کی بھی فکر رکھتے۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ذاتی باورچی نصیر احمد خلیفہ نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے بتایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت نصیب فرمائی کہ میں گزشتہ 14 سال سے شیخ کے لیے کھانا تیار کرتا رہا۔ شیخ کی قربت سے نہ صرف مجھے دینی علم حاصل ہوا بلکہ دین پر عمل کی توفیق بھی نصیب ہوگئی۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے قہوہ تیار کرنے والے سلیم نسیم پاکستانی نے انتہائی گلوگیر انداز میں بتایا کہ شیخ کا گھر دن رات مہمانوں سے بھرا رہتا۔ لہٰذا ہمیشہ ہمیں قہوہ تیار رکھنے کا حکم رہتا، یہاں تک کہ شیخ آرام کے لیے تشریف لے جاتے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا

Marfat.com

یہ معمول تھا کہ ہر دن وہ مجھ ناچیز سے بھی میرے گھر والوں اور بچوں کی خیریت دریافت کرتے اور ہمیشہ میرے لیے اور میرے بچوں کے لیے دعائے خیر فرماتے۔ مگر افسوس کہ آج بھی میں یہ قہوہ تیار کر رہا ہوں مگر وہ شیخ نہیں رہے جو قہوہ پینے کے بعد میرے لیے دعائے خیر کرتے تھے۔"

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے ڈرائیور شاہین کا بیان ہے کہ میں نے تقریباً تین دفعہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو فجر کے وقت مسجد میں پہنچانے میں تاخیر کی ہے۔ مجھے گاڑی تک آنے میں تاخیر ہو جاتی جبکہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے پہلے گاڑی کے پاس کھڑے ہوتے۔ مگر کبھی بھی آپ نے مجھے کوئی بات نہیں کہی اور نہ ہی ڈانٹ پلائی۔ [1]

(14) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے اندر امت اسلامیہ کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا:

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ آپ کے اندر امت اسلامیہ کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ دنیا کے عرض وطول میں جہاں کہیں بھی مسلمانوں کے بارے میں معلوم ہوتا کہ انھیں ستایا جا رہا ہے یا ان کے حقوق پامال کیے جا رہے ہیں تو آپ کراہ اٹھتے اور آپ کے اندر ایک قسم کی بے چینی سما جاتی۔ خاص کر آپ فلسطین اور کشمیر کے معاملے میں بہت متفکر تھے۔ دنیا کے کونے کونے سے مظلوموں کی فریاد آپ کے دربار میں آتی اور آپ ایک ایک فریاد کو بذاتِ خود سنتے اور اس میں ممکنہ حد تک تعاون فرماتے اور ان کے حق میں دعائیں کرتے۔

نیز افراد عالم کے درد میں بھی علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ برابر کے حصے دار ہوتے اور ان کی مشکلات کے حل میں بھرپور تعاون فرماتے۔ یہ امت اسلامیہ سے ان کی بے لاگ محبت اور ہمدردی تھی۔ اس موقع پر ذرا وہ واقعہ یاد کریں جو کہ افریقہ کے جنگل میں پیش آیا تھا۔ اس واقعے کی تفصیل ڈاکٹر محمد بن سعد الشویعر بیان کرتے ہیں کہ سعودی عرب کا ایک وفد افریقہ

---

[1] دیکھیے: جريدة الأربعاء، (4/2/1420) بحوالہ: مواقف مضيئة في حياة الإمام عبد العزيز بن باز، ص: 199۔

Marfat.com

کے جنگلات میں کسی مہم پر نکلا تھا۔ ایک بڑھیا اس وفد کے ایک آدمی کے پاس آئی اور کہنے لگی: آپ لوگ سعودی عرب سے آئے ہیں؟ اس نے کہا: ہاں، تو بڑھیا کہنے لگی: میری طرف سے شیخ ابن باز کو سلام پہنچا سکتے ہو؟ اس نے پوچھا: تم شیخ ابن باز کو کیسے جانتی ہو؟ کہنے لگی: میں اور میرے شوہر نصرانی تھے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کی توفیق عطا فرمائی اور ہم مسلمان ہو گئے۔ لیکن اسلام لانے کے بعد ہمارے رشتے داروں نے ہمارا بائیکاٹ کر دیا اور زمین اپنی وسعت کے باوجود ہمارے لیے تنگ ہو گئی۔ ہم میاں بیوی مالی تعاون کے شدید محتاج تھے۔ کوئی ہمارا تعاون کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔ چنانچہ ہمیں شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں معلوم ہوا تو ہم نے انھیں خط لکھا۔ ہم یہ خط لکھ کر بھول گئے تھے، کیونکہ ہمیں امید بھی نہیں تھی کہ یہ خط پہنچ بھی پائے گا۔ لیکن ایک دن اچانک سعودی سفارت خانے سے فون آیا اور ہمیں بلایا گیا۔ ہم سفارت خانہ گئے تو شیخ ابن باز کی طرف سے ہمیں دس ہزار ریال کا چیک دیا گیا!!...... شیخ ابن باز ہی وہ مسیحا ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے بعد ہماری مصیبتیں ہلکی کیں۔ [1]

اسی قسم کا ایک واقعہ اور بھی ہے۔ اس واقعے کا تعلق بھی افریقہ ہی سے ہے۔ اس کے راوی علی بن عبداللہ الدربی ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ سعودی عرب کی ایک رفاہی تنظیم کے چار افراد پر مشتمل ایک ٹیم افریقہ کے جنگلات میں جا رہی تھی۔ اس ٹیم کے ساتھ مصیبت زدہ لوگوں کے تعاون کا سامان بھی تھا۔ وہ مسلسل چار گھنٹے تک افریقہ کے جنگلات میں پیدل چلتے رہے۔ چلتے چلتے تھک کر چور ہو گئے تو آرام کی غرض سے ایک خیمے کے پاس رک گئے۔ اس خیمہ میں ایک بڑھیا تھی۔ انھوں نے بڑھیا کو کچھ تعاون بھی پیش کیا۔ اس نے وفد سے پوچھا کہ آپ لوگوں کی تشریف آوری کہاں سے ہے؟ جواب دیا گیا: سعودی عرب سے۔ وہ کہنے لگی:

((بلّغوا سلامي إلى الشيخ ابن باز .))

''آپ لوگ میرا سلام شیخ ابن باز کو پہنچا دیں۔''

---

[1] دیکھیے: جريدة الرياض، عدد (11295) بحواله: مواقف مضيئة في حياة الإمام عبد العزيز بن باز، ص: 7۔

Marfat.com

وفد نے پوچھا: تجھے شیخ ابن باز کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؛ جبکہ تو اس قدر دور دراز علاقے میں ہے؟!

وہ کہنے لگی: بات یہ ہے کہ میں نے ایک مرتبہ شیخ ابن باز کو مالی مدد کے لیے خط بھیجا تھا۔ چنانچہ اس خط کے بعد ہر ماہ میرے پاس ان کی طرف سے ایک ہزار ریال آتے تھے۔ [1]

اللہ اکبر! یہ تھا علامہ ابن باز رحمہ اللہ کے دل میں دنیا کے عرض وطول میں پھیلے ہوئے محتاجوں کا درد!!...... ان واقعات سے ذرا اندازہ کریں کہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا تعاون کہاں کہاں پھیلا ہوا تھا!!

(15) علامہ ابن باز رحمہ اللہ سفارش کرنے میں پیش پیش رہتے:

علامہ ابن باز رحمہ اللہ کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ آپ اپنی سفارش کے ذریعے بہت سارے لوگوں کو فائدہ پہنچاتے تھے۔ یہ آپ کی ایسی خوبی تھی جس سے خود آپ کی خدمت میں رہنے والے بہت سارے لوگ بھی محروم تھے۔ حالانکہ سفارش ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے مفت میں بہت ساری نیکیاں اپنے اعمال میں شامل کی جاسکتی ہیں۔ میں اس موقع پر امت مسلمہ کے ہر فرد کے سامنے اپنی آواز پہنچانا چاہوں گا کہ آپ میں سے ہر شخص سفارش وشفاعت کے ذریعے ثوابِ دارین حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ آخر اس میں آپ کا جاتا کیا ہے۔ بس چند اچھے کلمات کہنے پڑتے ہیں۔ سچی شہادت اور سچی سفارش کے ذریعہ نہ جانے کتنے گھر آباد ہو جاتے ہیں اور قیامت تک کے لیے اس کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ آپ اس شخص کی طرح نہ ہو جایئے جو خود کو کہتا ہے کہ میں علامہ ابن باز رحمہ اللہ کا خصوصی شاگرد ہوں لیکن ان کی صفات سے وہ کوسوں دور ہے۔ بھلا اس شخص کو آپ کیا کہیں گے جو اپنے آپ کو ہمہ وقت شیخ ابن باز کا شاگرد بتلاتا ہے مگر اس کا بیشتر عمل اس کے استاذ یعنی ابن باز رحمہ اللہ سے متضاد ہے۔ میرا بھی ایک آدمی سے پالا پڑا تھا۔ اس نے میرے بارے میں اور میں جس ادارے سے منسلک ہوں

[1] دیکھیے: جريدة المدينة، عدد (13182) بحواله: مواقف مضيئة في حياة الإمام عبد العزيز بن باز، ص: 42۔

Marfat.com

اس کے بارے میں تحریری طور پر تصدیق نامہ دیا تھا مگر جب کسی وجہ سے اس سے بعض باتوں میں اختلاف ہو گیا تو اس نے میرے بارے میں اور میرے ادارے کے بارے میں ایک خلیجی ملک یعنی کویت کے ایک حساس ادارے میں میرے اور میرے ادارے سے متعلق پوچھے جانے پر سفارش کے بجائے غلط رپورٹ دی۔ جبکہ اس نے میرے بارے میں بھی اور میرے ادارے کے بارے میں بھی پہلے کبھی سفارش نامہ جاری کیا تھا۔ حالانکہ اس کی غلط رپورٹ کا الحمدللہ مجھے کوئی نقصان نہیں ہوا بلکہ فائدہ یہ ہوا کہ میں بذاتِ خود کویت کا ویزہ حاصل کر کے وہاں گیا اور وہاں اس کی غلط رپورٹ کی قلعی کھل گئی۔ اس نے اپنی غلط رپورٹ سے تو یہ چاہا تھا کہ وہ میرے لیے خیر کا راستہ ہی روک دے مگر اس کم ظرف ذہن کا کیا کیا جائے کہ نقصان کی خواہش میں اس نے میرا اتنا فائدہ کرا دیا کہ میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتا تھا۔ مجھے وقتی طور پر ضرور تکلیف ہوئی تھی کہ اس نے کیوں میرے بارے میں ایسی بات کہی ہے مگر اللہ کے فضل و کرم سے مجھے نقصان کے بجائے بہت زیادہ فائدہ ہوا۔ سچ فرمایا اللہ عزوجل نے:

﴿عَسٰۤی اَنۡ تَکۡرَهُوۡا شَیۡـًٔا وَّ هُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ﴾ [البقرة: 216]

''تم کسی بات کو ناپسند کرتے ہو حالانکہ وہ تمھارے حق میں بہتر ہوتی ہے۔''

خیر یہ تو بات بات میں میری بات نکل آئی۔ میں نہیں چاہتا کہ اس شخص یعنی ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے پیارے دلارے شاگرد اور بزرگ کا نام یہاں لکھ دوں۔ ہاں اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے اور میرے درمیان فیصلہ کرے گا!! کہ غلط رپورٹنگ کے ذریعے نہ جانے امت کے کتنے یتیم اور غریب بچوں کا اس نے خون کرنا چاہا تھا جن کو میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور پھر اپنی کوشش سے اچھا مستقبل دینا چاہتا ہوں!!

ہاں تو بات چل رہی تھی علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش کے حوالے سے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے اپنی اچھی سفارش اور شفاعت سے ہزاروں لاکھوں کا گھر آباد کر دیا اور لاکھوں لوگوں کی ہدایت کا سامان بنے۔ حال ہی میں شہزادہ نایف بن ممدوح بن عبد العزیز آل سعود حفظہ اللہ کی ایک کتاب **"اشفعوا تؤجروا"** کا اردو ترجمہ شائع ہوا ہے۔ اس کتاب

Marfat.com

میں انھوں نے علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش کے حوالے سے چند باتیں لکھی ہیں۔ میں بھی اسے یہاں نقل کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں:

''یہ سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دل میں ان کی محبت ڈال دی تھی۔ ان کا موافق بھی ان سے محبت کرتا تھا اور مخالف کے دل میں بھی ان کی محبت موجزن تھی۔ ان کے چاہنے والوں کی تعداد کا اندازہ اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں ہو سکتا۔ آپ کا کیا خیال ہے، کیا شیخ ابن باز سے لوگوں کی محبت صرف اس لیے تھی کہ وہ بہت بڑے عالم اور متقی و پرہیزگار تھے؟ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ علم اور تقویٰ و پرہیزگاری اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے جسے چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے۔ مگر شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ تعالیٰ کا ایک فضل یہ بھی تھا کہ تمام لوگ انھیں اپنا والد سمجھتے تھے۔ وہ تمام لوگوں پر یکساں طور پر مہربان تھے، ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے، ان کا دل کھول کر تعاون فرماتے اور ہر ایک کی سفارش کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ سارے ہی لوگ ان سے محبت کرتے تھے۔ ان کی یہ سفارش کسی ایک کے لیے خاص نہیں تھی؛ بلکہ سب کے لیے عام تھی۔ انھوں نے اپنے لیے ایک دن بھی زندگی نہیں گزاری؛ بلکہ لوگوں کے ساتھ رہنا اور لوگوں کے لیے ہی جینا اپنا شیوہ بنا لیا تھا۔ لوگوں کی خوشیاں دیکھ کر خوش ہوتے اور ان کے غم میں برابر کے شریک ہوتے۔ لوگوں کے لیے ان کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا۔ اپنا دل اور کان ہر ایک کے لیے کھلا رکھتے۔ ہر ایک کے مسائل غور سے سماعت فرماتے۔ ان کی شکایتیں سنتے اور جہاں تک ہو سکتا ان کی مشکلات دور کرنے کی کوشش کرتے۔ اور اگر ان کے پاس مال سے معاونت کرنے کا امکان نہیں ہوتا تو کسی مالدار یا ذمہ دار کے پاس سفارش کا لیٹر لکھ کر بھیجتے۔ چنانچہ ان کی سفارش قبول کی جاتی اور حاجت مندوں کے مسائل حل ہو جاتے۔

Marfat.com

آپ کو کوئی بھی اسلامی و دعوتی مرکز، یا کوئی بھی ویلفیئر سنٹر ایسا نہیں ملے گا جس میں ہمارے شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی سفارشی حصہ نہ ہو۔ چنانچہ جس کام میں ہاتھ ڈالتے وہ مکمل ہوتا اور جس کا کام ہوتا وہ عزت کرتا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ جسے پہچانتے تھے اسے بھی اور جسے نہیں پہچانتے تھے اسے بھی سلام کیا کرتے تھے۔ اسی طرح جس کو پہچانتے تھے اس کے لیے بھی اور جس کو نہیں پہچانتے تھے اس کے لیے بھی سفارش کیا کرتے تھے؛ بشرطیکہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اس کے بارے میں اچھا تاثر پیش کیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ شیخ رحمۃ اللہ علیہ پر اپنی رحمتوں کی برکھا برسائے۔ آپ کو ایسی صفات کے حاملین بہت ہی کم ملیں گے۔

نحسبه كذلك والله حسيبه ولا نزكي على الله أحدًا

(ہماری اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہی رائے ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں ہم سے زیادہ جاننے والا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ پر کسی کا تزکیہ نہیں کرتے)۔"

شہزادہ نایف بن ممدوح بن عبدالعزیز آل سعود حفظہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

"شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش کے بارے میں علامہ عبدالمحسن العباد البدر لکھتے ہیں: "شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ اپنے علم کے ذریعے، اپنی نصیحتوں کے ذریعے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے، بھلائی کی دعوت کے ذریعے اور اپنے مال وجاہ کے ذریعے لوگوں کو ہر طرح سے فائدہ پہنچانے والے تھے...... شیخ رحمۃ اللہ علیہ برابر لوگوں کو نفع پہنچاتے رہے اور ان کے تعاون کے برابر حریص رہے۔ انھوں نے مورخہ 8/3/1418 ہجری کو ایک بڑے شیخ کو ایک خط لکھتے ہوئے کہا تھا:

"مجھے اس بات سے بے حد خوشی ہے کہ میں ایک طویل زمانے سے مملکت سعودی عرب میں اور دوسرے ممالک میں بھی بہت سارے محتاجوں اور ضرورت مندوں کے تعاون اور مدد میں لگا ہوا ہوں۔ اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک میں میں نے بہت ساری مساجد تعمیر کرائی ہیں۔ اور بیرونِ ممالک بہت

Marfat.com

سارے دعاۃ مقرر کیے ہیں۔ یہ سارا کام میں نے خادم حرمین شریفین (شاہ فہد بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ، ولی عہد (شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز حفظہ اللہ)، امراء ورؤساء، دین سے محبت کرنے والوں اور تاجروں کی مدد سے کیا ہے۔''

اس کے بعد شیخ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''دوام اور ہمیشگی تو صرف اللہ رب العزت کے لیے ہے۔ ارشاد ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾

''ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔''

چنانچہ جب مجھے موت کا اٹل فیصلہ آجائے اور میں اس دنیا سے کوچ کر جاؤں تو مجھے امید ہے کہ آپ حضرات ان نیک کاموں کو جاری رکھیں گے اور اس پر اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھیں گے۔''[1] أ. ھ.

مذکورہ باتوں سے اندازہ لگائیں کہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سفارش کے معاملے میں کتنی دلچسپی لیتے تھے۔ دراصل یہ ایسی خوبی ہے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے اور اکثر لوگ اس سے محروم رہ جاتے ہیں چاہے وہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہونے کا دعویٰ کیوں نہ کریں!!

(16) علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ فائدہ پہنچانے میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے:

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ وہ ہر وقت اپنے ذریعے دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش میں رہتے تھے۔ ان کا جینا ہرگز ان کے لیے نہیں تھا؛ بلکہ وہ جیتے ہی دوسروں کے لیے تھے۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ دونوں حدیثوں کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ وہ دونوں حدیثیں ملاحظہ فرمائیں:

(1)......رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

---

[1] دیکھئے کتاب: "الشیخ عبد العزیز بن باز رحمه الله نموذج من الرعیل الأول۔" تالیف: الشیخ عبدالمحسن العباد البدر۔ (بحوالہ: امیر نایف بن ممدوح بن عبدالعزیز کی کتاب: اشفعوا تؤجروا)

Marfat.com

((أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ، وَأَحَبُّ الأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ سُرُورٌ يُدْخِلُهُ عَلَى مُسْلِمٍ، أَوْ يَكْشِفُ عَنْهُ كُرْبَةً، أَوْ يَقْضِي عَنْهُ دَيْنًا، أَوْ يَطْرِدُ عَنْهُ جُوعًا، وَلأَنْ أَمْشِيَ مَعَ أَخٍ فِي حَاجَةٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَعْتَكِفَ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ شَهْرًا، وَمَنْ كَفَّ غَضَبَهُ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ كَظَمَ غَيْظَهُ وَلَوْ شَاءَ أَنْ يُمْضِيَهُ أَمْضَاهُ، مَلأَ اللّٰهُ قَلْبَهُ رَجَاءً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ مَشَى مَعَ أَخِيهِ فِي حَاجَةٍ حَتَّى تَتَهَيَّأَ لَهُ أَثْبَتَ اللّٰهُ قَدَمَهُ يَوْمَ تَزِلُّ الأَقْدَامُ، وَإِنَّ سُوءَ الْخُلُقِ لَيُفْسِدُ الْعَمَلَ كَمَا يُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ .))

"اللہ کے نزدیک سب سے محبوب آدمی وہ ہے جو لوگوں کے لیے سب سے زیادہ نفع پہنچانے والا ہو۔ اور اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل وہ خوشی ہے جو کوئی آدمی کسی مسلمان کو پہنچاتا ہے۔ یا کسی مسلمان کے اوپر سے کوئی مصیبت کی گھڑی ٹالتا ہے، یا اس کا قرض ادا کر دیتا ہے، یا اس کی بھوک مٹاتا ہے۔ اور میں اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت کی تکمیل کے لیے چلوں، یہ مجھے اس مسجد (مسجد نبوی) میں میرے ایک مہینہ اعتکاف کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ اور جو کوئی اپنا غصہ پی جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرماتے ہیں۔ اور جو کوئی اپنے غصہ کو نافذ کرنے کی طاقت رکھنے کے باوجود اپنے غصے کو دبا لیتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے دل کو امید سے بھر دیں گے (یعنی اس کی مراد پوری ہوگی) اور جو کوئی اپنے بھائی کی کسی ضرورت کی تکمیل کے لیے اس کے ساتھ گیا؛ یہاں تک کہ اس کی ضرورت پوری کر دی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے قدم کو ثبات قدمی بخشیں گے جس دن لوگوں کے قدم ڈگمگا رہے ہوں گے۔ اور برا اخلاق آدمی کے اعمال کو ویسے ہی خراب کر دیتا ہے (ان پر

Marfat.com

پانی پھیر دیتا ہے) جیسے شہد کو سرکہ بدمزہ بنا دیتا ہے۔" [1]

(2)......ایک دوسری حدیث میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا ، نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ ، وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ .))

"جو کوئی کسی مومن کی کوئی دنیوی پریشانی دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے بدلے ایک پریشانی دور فرمائیں گے۔ جو کوئی کسی تنگ حال کو سہولت بہم پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کو آسانیاں فراہم کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک کہ وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے...." [2]

علامہ ابن باز رحمہ اللہ مذکورہ احادیث کا جیتا جاگتا نمونہ تھے۔ آپ نے ہر وقت دوسروں کے درد کو ہلکا کیا اور دوسروں کے کام آنے کی کوشش کی۔ مذکورہ دونوں حدیثوں سے جو بھی مستفاد ہوسکتا ہے، علامہ ابن باز رحمہ اللہ اسی طرح تھے۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔

قارئین کرام! سچ تو یہ ہے کہ علامہ ابن باز رحمہ اللہ کی خوبیاں اتنی ساری ہیں کہ انھیں بیان کرنے کے لیے ہرگز میرا یہ مضمون متحمل نہیں ہے۔ ہاں میں نے چیدہ چیدہ چند خوبیوں کو انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں اپنے مضمون کو امام شافعی رحمہ اللہ کے درج ذیل اِن اشعار کے ساتھ ختم کرتا ہوں جو سچ مچ علامہ ابن باز رحمہ اللہ پر صادق آتے ہیں اور ان ہی جیسی عظیم شخصیات کے لیے امام شافعیؒ نے یہ اشعار کہے تھے۔ وہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

---

[1] امام طبرانی نے اسے "المعجم الکبیر" میں اور ابن ابی الدنیا نے روایت کی ہے۔ علامہ البانیؒ نے اسے "الصحیحۃ" میں حسن قرار دیا ہے۔

[2] مسلم (2699)

Marfat.com

النَّاسُ بِالنَّاسِ مَا دَامَ الحَيَاةُ بِهِمْ
وَالسَّعْدُ لا شَكَّ تَارَاتٌ وَهَبَّاتُ

(جب تک زندگی ہے لوگ ایک دوسرے کے ضرورت مند و محتاج ہیں، نیک بختی (بے نیازی) تو کبھی کبھی اور چند لمحے کے لیے ہی ہوا کرتی ہے)

وَأَفْضَلُ النَّاسِ مَا بَيْنَ الوَرَى رَجُلٌ
تُقْضَى عَلَى يَدِهِ لِلنَّاسِ حَاجَاتُ

(لوگوں میں افضل آدمی وہ ہے جس کے ہاتھ پر بہت سارے لوگوں کی ضروریات پوری ہوتی ہیں)

لا تَمْنَعَنَّ يَدَ المَعْرُوفِ عَنْ أَحَدٍ
مَا دُمْتَ مُقْتَدِرًا فَالسَّعْدُ تَارَاتُ

(جب تک تمھیں استطاعت ہے اپنا ہاتھ کسی کے ساتھ بھلائی کرنے سے مت روکو۔ کیونکہ یہ سعادت بھرا موقع کبھی کبھی ہی نصیب ہوتا ہے)

وَاشْكُرْ فَضَائِلَ صُنْعِ اللهِ إِذْ جُعِلَتْ
إِلَيْكَ لا لَكَ عِنْدَ النَّاسِ حَاجَاتُ

(اللہ تعالیٰ نے تمھیں جو یہ گراں قدر موقع دیا ہے اس پر اس کا شکر ادا کرو، کہ لوگوں کی ضروریات تم سے پوری ہوتی ہیں، تمھیں لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے کی نوبت نہیں آتی ہے)

قَدْ مَاتَ قَوْمٌ وَمَا مَاتَتْ مَكَارِمُهُمْ
وَعَاشَ قَوْمٌ وَهُمْ فِي النَّاسِ أَمْوَاتُ

(کتنی ہی ایسی اقوام ہیں جو اس روئے زمین سے مٹ چکی ہیں مگر ان کے اخلاقِ کریمانہ کا ذکرِ خیر باقی ہے۔ جبکہ کتنی ہی اقوام زندہ رہتی ہیں مگر لوگوں میں ان کی حیثیت مردوں سے کچھ زیادہ نہیں)

Marfat.com

ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنے پاس موجود مال سے دوسروں کی حاجات پوری کرتے تھے اور اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ شاعر کے درج ذیل یہ اشعار ان پر کس قدر صادق آتے ہیں:

تَـــرَاهُ إِذَا مَـــا جِـئْـتَـــهُ مُتَهَـلِّلاً
كَـأَنَّكَ تُـعْـطِيـهِ الَّـذِي أَنْتَ سَـائِلُـه

(جب تم اس (محسن) کے پاس آؤ گے تو اسے ہنستے چہرے کے ساتھ ہی پاؤ گے؛ گو تم ہی اسے دینے والے ہو جس سے تم نے سوال کیا ہے)

كَـرِيـمٌ كَـرِيـمُ الأُمَّهَـاتِ مُهَـذَّبٌ
تَـحْـلُـبُ كَـفَّـاهُ الـنَّـدَى وَأَنَـامِلُـه

(دراصل وہ پاکیزہ اعمال کا دلدادہ سپوت ہے، اس کی ہتھیلیاں اور انگلیاں شبنم نچوڑتی ہیں یعنی خیر و بھلائی اکٹھا کرتی ہیں)

هُـوَ الـبَـحْـرُ مِـنْ أَيِّ الـنَّـوَاحِي أَتَيْتَـهُ
فَـلُـجَّتُـهُ الـمَـعْـرُوفُ وَالجُودُ سَاحِلُه

(وہ سراپا سمندر ہے چاہے جس کنارے سے بھی آؤ، بھلائی اس کا بھنور اور سخاوت اس کا ساحل ہے)

جَـوَادٌ إِذَا مَـا جِـئْـتَ لِلْعُرْفِ طَـالِبًـا
حَبَـاكَ بِـمَـا تَـحْـوِي عَلَيْـهِ أَنَـامِلُـه

(وہ انتہائی سخی ہے، جب تم اس کے پاس کوئی چیز مانگنے کے لیے آؤ گے تو اس کا ہاتھ جتنا کچھ اس میں سما سکے گا، دے گا)

وَلَـوْ لَـمْ يَـكُـنْ فِـي كَـفِّـهِ غَيْرُ رُوحِـهِ
لَـجَـادَ بِهَـا فَلْيَـتَّـقِ الـلّـهَ سَـائِلُـه

(اور اگر اس کی ہتھیلی میں اس کی روح کے سوا کچھ اور نہ ہو، تب بھی وہ اپنی روح

Marfat.com

کو بھی سخاوت کر سکتا ہے؛ اس لیے مانگنے والے کو ایسے شخص کے بارے میں اللہ سے ڈرنا چاہیے)

حق تو یہ ہے علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ فی الواقع مذکورہ اشعار کے سو فیصدی مستحق تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ اشعار کا حرف حرف علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ پر صادق آتا ہے۔

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے آخری لمحات:

سب کو معلوم ہے کہ مرتے وقت مرنے والے کی کیفیت کیا ہوتی ہے۔ دراصل مرنے سے چند لمحہ قبل ہی مرنے والے کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ وہ اپنے سامنے فرشتوں کا جم غفیر دیکھ رہا ہوتا ہے لیکن زبان سے کچھ بیان نہیں کر پاتا۔ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے اوپر اللہ تعالیٰ کی عظیم نوازش تھی کہ آپ مرنے سے صرف دو گھنٹے قبل تک بھی اسلام کی تبلیغ واشاعت میں لگے رہے۔ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے صاجزادے شیخ احمد بن عبدالعزیز حفظہ اللہ آپ کی آخری بیماری کے حالات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب ہم نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو وفات سے ایک دن قبل طائف کے ہسپتال میں داخل کروا دیا تو شیخ کی خصوصی دیکھ بھال کے لیے ایک عیسائی مرد نرس کو متعین کیا گیا تھا جو چوبیس گھنٹے شیخ کی دیکھ بھال ہی میں مصروف رہتے۔ ہم بھائی؛ عبداللہ، عبدالرحمٰن اور خالد کے ساتھ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے گرد حلقہ باندھ کر کھڑے رہتے۔ اس اثنا میں ہم نے دیکھا کہ شیخ نے اپنا اکثر وقت عیسائی نرس کو اسلام کی دعوت دینے میں صرف کر دیا اور انتہائی اصرار کے ساتھ اس سے فرمایا کہ تمھیں عیسائیت کی حالت میں مرنا نہیں چاہیے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اندر دعوت وتبلیغ کا یہ جذبہ ہم نے آپ کی وفات سے دو گھنٹے قبل تک ملاحظہ کیا۔ آخری لمحات کے بارے میں شیخ احمد بن باز کا بیان ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر سبحان اللہ والحمد للہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ کے کلمات جاری ہو گئے۔ آپ نے ایک تبسم فرمایا اور پھر آپ کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قارئین کرام! معاف کیجیے میں نے اپنے مضمون میں آپ کا بہت سارا وقت لے لیا۔

Marfat.com

حالانکہ میں مضمون لکھنے کے موڈ میں تھا ہی نہیں۔ یہ تو علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ سے سچی محبت تھی کہ دو تین راتوں میں سے چند گھنٹے نکال کر یہ مضمون لکھ دیا۔ یہ میرے لیے باعثِ افتخار بھی ہے کہ میں نے اتنی بڑی شخصیت کے بارے میں کچھ تو لکھا۔ ویسے مجھے امید ہے کہ میرا یہ مضمون پڑھ کر آپ کی معلومات میں ان شاء اللہ تعالیٰ اضافہ ضرور ہوا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کو انبیاء اور صدیقین وصالحین کے ساتھ قیامت کے دن اٹھائے اور ہمارا حشر بھی انھی کے ساتھ ہو۔ آمین

Marfat.com

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ
حیات وکارنامے

(از: ......حافظ محمد الیاس عبدالقادر، امام مسجد الشیخ رحمہ اللہ، ریاض)

قضا وقدر پر ہر مومن کا یقین وایمان ہوتا ہے، خالق کائنات جس کو جب چاہتا ہے حیات دنیوی سے نوازتا ہے اور جب چاہتا ہے کسی کا چراغ زیست گل کر دیتا ہے، کسی مخلوق کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے ؎

لائی حیات آئی قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے

اس دنیائے فانی میں بہت سے لوگ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، لیکن کچھ شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جن کی رحلت بہت بڑا حادثہ ہوتی ہے اور ان کی جدائی پر ساری دنیا متاثر ہوتی ہے، جن کی کمی مشکل سے پوری ہوتی ہے اور ان کا غم بھلائے نہیں بھولتا، لیکن قانون فطرت یہی ہے (کل نفس ذائقۃ الموت) امت اسلام نے فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اصحاب

حافظ محمد الیاس سلفی مدنی کا تعارف:

یہ مضمون حافظ محمد الیاس بن عبدالقادر بن عبدالمجید بن بدر الدین کا ہے۔ آپ کی ولادت ہندستان کے معروف صوبہ راجستھان کے ضلع دھولپور کے قصبہ ''باڑی'' میں سن 1954ء میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مقامی مدرسہ محمدیہ اہلحدیث میں حاصل کی۔ 1966ء میں تاج المساجد بھوپال میں حفظ قرآن کریم کی تکمیل کی، اس کے بعد عربی کی ابتدائی تعلیم دار العلوم شکراوہ میوات میں حاصل کی، جہاں شیخ الحدیث مولانا عبد الجبار شکراوی رحمہ اللہ، مولانا عبدالرحمٰن ندوی رحمہ اللہ (ساکرس)، مولانا اثیر الدین سوکھپوری حفظہ اللہ، مولانا اسرائیل ندوی حفظہ اللہ اور قاری عبد السلام گوہانوی رحمہ اللہ کی خاص عنایت شامل حال رہی۔ اس دوران آپ نے جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب اور ادیب ماہر کا کورس پاس کیا۔ اس کے بعد عالمیت وفضیلت کے لیے اس وقت کی عظیم عربی درسگاہ دار العلوم جامعہ سلفیہ بنارس کا رخ کیا اور وہاں سے اس وقت کے عظیم ترین اساتذہ کرام سے علوم عربیہ ودینیہ کی تکمیل کی۔ بنارس میں ⇐⇐⇐

Marfat.com

واتباع اور سلف صالحین، ائمہ ومحدثین سے لے کر آج تک ایسے بے شمار حادثے برداشت کیے، ہمارے مربی ومعلم سماحۃ الشیخ ابن باز کی وفات بھی ایک ایسا ہی حادثہ ہے جس کی تلافی محال ہے، موصوف سے میری تقریباً اٹھارہ سال ملاقات تھی، یہ 1402 ہجری رجب کا مہینہ تھا جب شیخ موسیٰ عسیری اس وقت کے امام مسجد الیحییٰ نے ناچیز کا تعارف عالم اسلام کی عظیم شخصیت ابن باز رحمہ اللہ سے کرایا، بڑی محبت وپیار سے خوش آمدید کہا، توفیق ونجاح کی دعائیں دیں اور اپنی کوٹھی میں اپنے ساتھ رہائش کی پیش کش کی، اس طرح دین دنیا کی سعادتوں سے بھرپور اس بندہ عاصی کا آپ کے ساتھ روحانی سفر شروع ہوا، اور بعض احباب کے تعاون اور اللہ کے فضل وکرم سے علم وفن، اخلاق وآداب، عمل وجہاد کے اس عظیم پیکر سے استفادے کا موقع میسر آگیا تھا اس وقت سے لے کر آخر دم تک موصوف نے اتنی محبت اتنے خلوص اور اتنے پیار سے نوازا کہ آج ہر قدم ہر لمحہ ان کی جدائی پر بڑا شاق گزرتا ہے، زبان وقلم صدمے سے نڈھال ہیں، لیکن یہ صدمہ وغم تنہا میرا تو نہیں ساری امت کا غم ہے وہ ساری امت سے ہی ایسی محبت رکھتے تھے اور سب کے ہی ہمدرد وغمگسار تھے، اسی لیے تو آپ کو فقید

⇦⇦ آپ نے شیخ الجامعہ مولانا عبد الوحید بناری، مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، مولانا عبد المعید بناری، مولانا رئیس ندوی، مولانا عابد حسین بستوی، مولانا شمس الحق اور ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری (تغمد ہم اللہ بواسع رحمتہ ورحمہم)، اور محترم جناب مولانا عبد السلام مدنی اور مولانا انیس الرحمٰن اعظمی سے بھرپور استفادہ کیا۔

جامعہ سلفیہ میں تعلیم کے دوران الہ آباد بورڈ سے عالمیت کا کورس بھی پاس کرلیا۔ جامعہ سلفیہ بنارس سے فراغت کے بعد (B.U.M.S.) کے لیے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں چلے گئے۔ وہاں ابھی آپ کو تقریباً دو سال کا عرصہ گزرا تھا کہ مدینہ یونیورسٹی میں آپ کو داخلہ مل گیا؛ چنانچہ آپ علی گڑھ سے تعلیم مکمل کیے بغیر مدینہ یونیورسٹی چلے آئے اور وہاں سے آپ نے سن 1402 ہجری میں فیکلٹی آف حدیث کا چار سالہ کورس مکمل کیا۔ مدینہ میں آپ نے شیخ محمد عمر فلاتہ، شیخ عبد القادر سندھی، شیخ ربیع ہادی مدخلی، شیخ سلامہ مصری، شیخ دکتور ضیاء الرحمٰن اعظمی وغیرہم سے خوب استفادہ کیا۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ سے فراغت کے بعد آپ کی تقرری ریاض کے ادارہ ''جمعیۃ تحفیظ القرآن'' میں ہوگئی اور پندرہ سال تک اس جمعیت کے ماتحتی میں چلنے والے ادارہ معہد القرآن الکریم کے متوسطہ اور ثانویہ میں حدیث، مصطلح الحدیث، فقہ، اصول فقہ، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن کریم اور علوم قرآن کی تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ شیخ فریان رحمہ اللہ نے ریاض آتے ہی تحفیظ القرآن کے لیے علامہ ابن باز رحمہ اللہ کے گھر کے ⇦⇦

Marfat.com

الامہ کا لقب دیا گیا ہے، آج ان کی وفات پر دل تڑپتا ہے، آنکھیں اشکبار ہوئی ہیں لیکن احساسات کو لگام دیتے ہوئے ہمیں وہی کہنا چاہیے جس میں ہمارے خالق و مالک کی خوشنودی ہو۔انا للہ وانا الیہ راجعون.

احباب کا اصرار ہے کہ آپ کے معمولات زندگی اور حالات پر روشنی ڈالوں، اس لیے آپ کی تعلیم وتربیت اعمال واخلاق کے چند چشم دید پہلو ذکر کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ عبرت حاصل کرنے، اسوۂ رسول کو اپنانے اور سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے، آمین۔

ابتدائی حالات:

شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ کا دور حکومت تھا، ذوالحجہ 1330 ہجری میں شیخ محترم نے ایک

⇦⇦ نزدیک مسجد یحییٰ میں تقرری کردی تھی، اس طرح سن 1403ء سے علامہ ابن باز رحمہ اللہ کے انتقال پرملال تک یعنی تقریباً سترہ سالوں تک ان کی رفاقت ومصاحبت حاصل رہی اور ان سے بھرپور استفادے کا موقع ملا۔کئی ایک کتابیں آپ نے شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے حلقے میں پڑھیں۔آپ کے اوپر علامہ ابن باز رحمہ اللہ کا بے حد اعتماد تھا۔ آپ کی سفارش سے بہت سارے افراد وخاندان اور مدرسین ودعاۃ کو فیض پہنچا۔جس کے کچھ نمونے شاملِ اشاعت مضمون میں آپ نے پڑھا۔

جناب مولانا حافظ الیاس مدنی حفظہ اللہ یہ خواہش رکھتے ہیں کہ وہ علامہ ابن باز رحمہ اللہ کے حالات وواقعات اور معمولاتِ زندگی کو قلمبند کریں۔میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جلد سے جلد ان کے لیے وہ وقت فراہم کردے کہ وہ علامہ ابن باز رحمہ اللہ کی سوانح حیات پر مفصل کتاب ترتیب دیں۔

جناب مولانا حافظ الیاس مدنی حفظہ اللہ کی علمی خدمات میں سے قابل ذکر یہ ہیں:

(1) ترجمه وتعليق سنن الدارمي، 2 مجلد (مطبوع)

(2) تخريج مجلد من غاية المقصود (مطبوع)

(3) ترجمه كتاب "محرمات استهان بها الناس" (مطبوع)

(4) ترجمه "فتاوى الشيخ محمد صالح العثيمين" (مطبوع)

(5) تحقيق وتخريج فتاوى ثنائيه جلد دوم (غير مطبوع)

(6) ترجمه كتاب "الوسائل المفيدة للحياة السعيدة" (غير مطبوع)

(7) ترجمه طاعة ولاة الأمور للشيخ ابن باز والشيخ العثيمين (غير مطبوع)

یہ معلومات مجھ ناچیز (رضوان اللہ ریاضی) تک جناب مولانا حافظ الیاس مدنی حفظہ اللہ کے حوالے سے پہنچی ہے۔ میں باضابطہ ان کے گھر ریاض گیا اور ان سے یہ معلومات لیں۔ سچ تو یہ ہے کہ چند علما جن کے اخلاق اور عمدہ کردار سے میں متاثر ہوں، ان میں موصوف قابل ذکر ہیں۔اللہ تعالیٰ موصوف کو مزید خدمت کا موقع عنایت فرمائے۔آمین

Marfat.com

غریب خاندان میں آنکھیں کھولیں، شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی دعوت وتجدید کے بعد پھر سے اس سرزمین مقدس پر شاہ مذکور کی تعمیری واصلاحی کوششیں رنگ لا رہی تھی، ماحول پرسکون اور دینی تھا، آل الشیخ کے فاضل علماء تشنگان علوم شرعیہ کی سیرابی کے لیے مسند علم ودرس سجائے بیٹھے تھے، چنانچہ آپ نے شیخ محمد بن عبداللطیف آل الشیخ، شیخ صالح بن عبدالعزیز آل الشیخ سے ودیگر علماء شیخ سعد بن وماص البخاری، شیخ حمد بن فارس وغیرہ سے اکتساب علم کیا اور سب سے زیادہ اس وقت کے مفتی دیار سعودیہ سماحۃ الشیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ کے دامن سے تقریباً دس سال تک وابستہ رہے اور انہیں کے پاس تقریباً سارے علوم شرعیہ کی تکمیل کی، گوآپ کے والد محترم کا انتقال ہو چکا تھا، لیکن والدہ محترمہ نے تعلیم وتربیت اور علوم اسلامیہ سے آراستہ وپیراستہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا، ان کی کوششیں اوردعائیں، اساتذہ کرام کی خصوصی توجہ، موصوف کی ذاتی تگ ودو، خلوص وللّٰہیت اور زبردست قدرتی قوت حافظہ بارآور ہوئے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سن بلوغت کو پہنچنے سے پہلے ہی قرآن کریم حفظ کرلیا تھا، عمر عزیز کی بیس منزلیں طے کرتے ہوئے بے شمار احادیث، توحید ومصطلح، فرائض اور علم نحو کی مستند کتابوں کے متون واشعار زبانی یاد کر چکے تھے۔ چودہ سال کی عمر میں بنیائی کمزور ہوئی اور بیس سال کے ہوئے تو بینائی بالکل جاتی رہی، دنیا اندھیری ہو چکی تھی، نور بصارت چھن چکا تھا، لیکن خالق کائنات نے نور بصیرت بے پناہ عطا فرمادیا تھا، صبر وشکر سے کام لیا، عزم وحوصلہ لے کراٹھے، زبان حال سے کہتے ہوئے:

روشن کریں گے نور سے ایسے چراغ ہم
بجھ بھی اگر گئے تو اجالا نہ جائے گا *

اور پھر امت مسلمہ کی راہنمائی اور امداد وفائدہ رسانی کے لیے کمربستہ ہوگئے، آپ کے استاذ محترم شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ نے اپنے اس ہونہار طالب علم کی قوت پرواز کو بھانپ لیا تھا، ملک عبدالعزیز سے سفارش کی اور آپ کے نہ چاہنے کے باوجود آپ کو قصبہ ولم کا قاضی بنا دیا گیا اور یہیں سے آپ کی بے لوث خدمات جلیلہ کا دور شروع ہوا جس کی تفصیل آگے

Marfat.com

بیان کی جائے گے۔

شوقِ مطالعہ:

تکمیل دراستہ کے بعد گونا گوں ذمہ داریاں آپ کے سر ڈالی گئیں، لیکن مطالعہ اور درس وتدریس کا ایسا شوق تھا جس میں کامل ذمہ داری نبھاتے ہوئے یہ مصروفیات کبھی حائل نہیں ہوئیں، رات عشاء کے بعد تقریباً روزانہ اور کبھی کبھار فجر وعصر کے بعد تفسیر وحدیث کی اہم مستند کتابیں سنتے آنے والے دن کے لیے درس کی تیاری کرتے، وفات سے چند سال قبل تک کسی بھی کتاب کا درس اتنی پیرانہ سالی میں بھی بغیر مطالعہ ومراجع کے نہیں پڑھایا، شدت مرض یا بہت زیادہ مصروفیات کی وجہ سے مطالعہ نہ کر پاتے اور کوئی مختلف فیہ مسئلہ آجاتا تو صاف کہہ دیتے کہ میں مراجعہ نہیں کر سکا، بلا تاکید اپنی طرف سے کچھ کہنے میں بہت احتیاط کرتے، قرآن پاک، مصطلح وفرائض کارات گئے دیر تک تن تنہا مراجعہ کرتے رہتے تھے، اس کا اندازہ اس وقت ہوا جب ایک گھر کے اندر تشریف لے جانے کے بعد ٹیلی فون پر پوچھا تمہارے پاس فتح المغیث ہے؟ پھر ایک شعر پڑھ کر کہا دیکھو فلاں حدیث کی شرح میں حافظ العراقی نے اس کے بعد کون سا شعر ذکر کیا ہے، نیز مصطلح یا نحو سے متعلق کوئی سوال ہوتا تو جواب میں بطور استشہاد الفیہ کے اشعار پیش کرتے تھے جس کا ایک عالم شاہد ہے۔

مطالعہ کی میز پر امہات الکتب کے بعد شروح میں فتح الباری، شرح مسلم للنووی عون المعبود بشرح سنن ابی داؤد، تحفۃ الاحوذی شرح الترمذی کو اولیت دیتے اور انہی پر اعتماد کرتے تھے، تقریب التہذیب اور تہذیب التہذیب کا بھی بکثرت مراجعہ کرتے تھے، آپ کو بے شمار رواۃ الحدیث کے تراجم یاد تھے، ان کی جرح وتعدیل پر بھی گہری نظر تھی، اسی لیے کسی بھی وقت کوئی سند پیش کی جاتی تو فوراً حدیث یا سند کی تصحیح تحسین کا حکم لگا دیتے، اللہ تعالیٰ نے حافظے کی بے پناہ قوت سے نوازا تھا اور یہ نعمت عظمیٰ تادم آخر برقرار رہی، حالانکہ عمر عزیز کی تقریباً نو دہائیاں پوری کر چکے تھے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ.

Marfat.com

عقیدہ ومسلک:

مجدد اسلام شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کی دعوت توحید واصلاح کے بعد یہاں مملکت سعودی عرب میں عقیدہ ومسلک میں اعتصام بالکتاب والسنۃ ہی کا دور دورہ رہا، سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ بھی اسی کے عامل وحامل اور داعی تھے، جیسا کہ آپ نے مجموعہ فتاوی (43/8) میں "العقیدۃ التی ادین بھا" کے عنوان سے تحریر فرمایا ہے اور وہی عقیدہ امور بیان کیے ہیں جو سلف امت کے عقائد تھے۔ مسلکاً بھی آپ نے لوگوں کی طعنہ زنی اور ملامت کی پروا کیے بغیر بلاخوف وخطر تقلید شخصی سے بہت دور سلف صالحین کی طرح اتباع واجتہاد کی راہ اپنائی، اسی کی نصیحت کرتے اور دعوت دیتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا اسوہ بنایا اور ان کے سوا کسی کو معصوم نہیں سمجھتے تھے، آپ کے محاضرات (لیکچرز) اور متعدد تالیفات اس کی شاہد ومظہر ہیں، تفصیل کے لیے آپ کی کتاب وجوب لزوم السنۃ والحذر من البدعہ اور وجوب العمل بالسۃ وکفر من انکرھا اور السنۃ ومکانتھا فی التشریع ملاحظہ کی جاسکتی ہیں، ایک بار نہیں کئی بار متعدد موقع پر اس سلسلے میں آپ سے استفسار کیا گیا، تو امام مالکؒ کا یہ قول دہرا دیا، کل یؤخذ برائہ ویرد الاصاحب قبر ھذا، وفات سے چند ہفتے قبل ایک شاگرد نے مسئلہ دریافت کیا، آپ کے جواب پر اس نے کہا امام ابن تیمیہؒ تو اس بارے میں ایسا کہتے ہیں فوراً جواب دیا "ابن تیمیہ بھی ہماری طرح انسان ہی تھے، جن سے خطا وصواب کا ظہور ممکن ہے، بات تو وہی قابل قبول ہوگی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ہے" کبھی کسی امام کے بارے میں کہا جاتا کہ وہ یہ فرماتے ہیں، تو الزامی جواب میں کہتے "کیا وہ نبی یا رسول تھے جو ان کی بات واضح دلیل کی موجودگی میں رد نہیں کی جاسکتی؟" ان تمام امور کے پیش نظر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کا مسلک وہی تھا جو کسی شاعر نے کہا ؎

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ بر جاں مسلم داشتن

Marfat.com

اور آپ کے بیشتر فتاوے اس کا بین ثبوت ہیں۔

چند سال قبل ہندوستان سے بھوپال کے مفتی جناب مولانا عبدالرزاق صاحب حنفی تشریف لائے، سماحۃ الشیخ نے اپنے گھر میں ٹھہرایا، جب ان کی مجلس میں بیٹھے، اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ان کے درس وفتاوے اور مسائل کے جواب سنے تو برملا کہنے لگے، سچی بات تو یہ ہے انہیں دیکھ کر میری تو آنکھیں کھل گئیں، آپ تو قال اللہ وقال الرسول کے علاوہ کچھ کہتے ہی نہیں۔

اس طرح سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن بازؒ کا ہر عمل اور ہر قول وفعل نبی کریمؐ، صحابہ کرام، تابعین وائمہ ومحدثین اور سلف صالحین کا عملی نمونہ تھا، لیکن آپ کا جذبہ اتباع سنت، تواضع وخاکساری علماء کی قدر منزلت، وعظ ونصیحت، خیر خواہی وہمدردی، صبر وشکر اور ذکر ومناجات ایسی صفات تھیں جو ہر ایک کو بہت متاثر کرتی تھیں، افادہ عامہ کے لیے ان کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔

اتباع سنت:

تعلیم وتربیت اور علماء کرام کی صحبت کا اثر نیز ﴿إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي﴾ پر نظر تھی، حبیب کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے بے انتہا محبت کا نتیجہ تھا کہ آپ ﷺ کا اسوہ آپ کی سنت شیخ محترم کو بے حد عزیز تھی جس کا اندازہ چند چشم دید واقعات سے ہوسکتا ہے۔ سنت رسول کے مطابق سفر وحضر ہر حال میں تہجد کا آخر دم تک اہتمام کرتے رہتے، فجر کی دو رکعت سنت کے بعد (جو گھر سے باہر آکر مجلس میں پڑھتے تھے) سنت کے مطابق داہنی کروٹ پر چند لمحے لیٹ جاتے اور اس کی تاکید بھی کرتے تھے، فجر کے بعد کبھی سوتے نہیں تھے، ایک روایت ہے کہ ساٹھ سال سے آپ فجر کے بعد سوئے نہیں تھے، جن سنن راتبہ کو حبیب کبریا ﷺ گھر میں ادا فرماتے تھے آپ بھی ان کی اتباع میں ایسا ہی کرتے، فجر، مغرب اور عشاء کی سنتیں جس گھر میں باری ہوتی وہیں جا کر ادا کرتے، صبح نہار منہ کھجور ہی تناول فرمانے کا معمول تھا اور فرماتے تھے ''جس نے سات کھجور کھا کر صبح کی اسے

Marfat.com

زہر اور جادو نقصان نہیں پہنچائے گا۔'' (الحدیث)

سفر سے واپسی پر آپ پہلے سیدھے مسجد آتے اور دوگانہ ادا کر کے پھر گھر کی راہ لیتے، اسی طرح جمع کے دن فجر کی نماز میں سنت کے مطابق الم السجدہ اور ھل اتی علی الانسان پڑھنے کو کہتے اور اس پر مداومت کی تاکید کرتے، اسی کے ساتھ ساتھ خلاف سنت جو امر بھی سامنے آتا اس پر برملا نکیر کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک طالب علم نے کان میں سرگوشی کی، شیخ آپ کے بیٹے خالد کا کپڑا ٹخنے سے نیچے ہے، اسی وقت مسجد میں حاضرین کے سامنے اسے بری طرح ڈانٹا اور تنبیہ کی کہ لڑکا پانی پانی ہوگیا، ایک بار نماز جماعت کے بعد دوسری جماعت کرانے والے امام کو جلدی جلدی رکوع وسجود کے لیے تکبیر وتسبیح کہتے سنا تو حکم دیا نماز کے بعد انہیں سمجھانا کہ بلا تعدیل ارکان اور اطمینان کے نماز نہیں ہوتی، اطمینان سے نماز پڑھنی اور پڑھانی چاہیے۔

تواضع، خاکساری اور توقیر العلماء:

علوم شرعیہ پر مکمل عبور اور اتنی عزت ومرتبے کے باوجود بڑے پن اور تکبر سے دور تھے، آپ تواضع وخاکساری کا عظیم ترین نمونہ تھے، ٹیلیفون پر کوئی پہچان نہ پاتا اور پوچھتا کون ہو. تو بڑی سادگی سے جواب دیتے میں عبدالعزیز بن باز ہوں، کوئی مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا تو برملا کہہ دیتے (لا اعلم، ما اعرف) مجھے اس کا علم نہیں یا میں نہیں جانتا۔ (واللہ اعلم)

ہمہ دانی جتانے کی کبھی کوشش نہیں کرتے تھے، ایک بڑے دیندار عالم کی یہی شان ہوتی ہے، اسی لیے آپ بے جا قیاس آرائی اور فضول قسم کے تکلف سے دور رہتے تھے، اپنے اس علم وفن کے باوجود علماء کی بے انتہا عزت وتوقیر کرتے تھے، چاہے کوئی آپ کے خیالات وآراء سے اختلاف ہی کیوں نہ رکھتا ہو، ڈاکٹر تقی الدین الہلالیؒ سے کئی امور میں اختلاف تھا، لیکن جب وہ تشریف لاتے تو ان کے ساتھ بے انتہاء خلوص ومحبت سے پیش آتے، ترحیب وتکریم میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے، اس طرح شیخ ابوالحسن علی الندوی جب تشریف لائے تو آراء ومسلک میں شدید اختلافات کے باوجود انہیں اپنے پاس بٹھاتے، احوال دریافت کرتے، سب کے

Marfat.com

لیے راہ راست پر چلنے کی دعا کرتے اور ان کو رخصت کرنے کے لیے مجلس کے دروازے تک آتے دیکھا جبکہ کسی امیر کبیر کے لیے آپ کو ایسا کرتے میں نے نہیں دیکھا۔ اسی طرح محدث زمان فضیلۃ الشیخ العلامہ ناصر الدین الالبانی حفظہ اللہ کی کاوشوں کا اعتراف تھا اور آپ کے نزدیک ان کی بڑی عزت تھی، ایسے ہی اپنے ملک کے تمام علماء ودعاۃ سے بڑی محبت تھی اور ان کی عزت وتوقیر میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے تھے اور نہ کبھی اپنی رائے زبردستی کسی پر ٹھونستے تھے، ان سب امور کے ساتھ اپنی تعریف بھی پسند نہیں کرتے تھے، سیکرٹری حضرات کو تاکید کی تھی کہ کسی بھی جانب سے تعریف یا خدمت آئے تو آپ کو نہ بتایا جائے۔ "أحب ان أخرج الیکم وانا سلیم الصدر" کی یہ کتنی سچی پیروی تھی۔

ایک سوڈانی شیخ نے ایک بار مسجد کے اندر وعظ وتذکیر کی اجازت لی اور اثنائے تقریر شیخ علیہ الرحمۃ کی تعریف شروع کر دی، چند لمحے آپ بڑے تحمل سے بیٹھے رہے (کیونکہ بیچ میں ٹوکنا آپ کی عادت نہ تھی) لیکن یہ سنتے ہی "شیخ موصوف جیسا عالم وعابد روئے زمین پر نہ ہوگا" رہا نہ گیا، تقریر رکوادی اور فرمایا علم غیب تو اللہ تعالیٰ کو ہے ہم اور تم کیا جانیں روئے زمین پر کہاں کیسے کیسے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے موجود ہیں، (ھو اعلم بمن اتقی) اللہ ہی بہت جانتا ہے کہ کون متقی ہے۔

ذکر وفکر، عبادت وریاضت بے مثال تھی، لیکن اظہار نہ ہونے دیتے، ایک بار تفسیر کے درس میں امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے بارے میں ذکر آیا کہ وہ ایک رات میں قرآن کریم ختم کرلیا کرتے تھے، شیخ البراک بیٹھے ہوئے تھے، ایک لڑکے نے سوال کیا یہ کیسے ممکن ہے، ایک رات میں کوئی پورا قرآن پاک ختم کرلے، آپ کی زبان سے پھسل گیا (یمکن ذلك وانا جرتبه فی اللیالی الطویلة) کہ یہ ممکن ہے اور لمبی راتوں میں میں نے اس کا تجربہ بھی کیا ہے، یہ کہہ کر چپ ہوگئے، افشاء راز پر غمگینی آپ کے چہرے سے عیاں تھی، شیخ البراک نے دوبارہ بات لوٹائی اور کہا: شیخ آپ نے اس کا تجربہ کیا ہے؟ لیکن پھر آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

Marfat.com

وعظ و نصیحت:

﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ اور ((بلغو عنی ولو آیة)) کے تحت موقع ومحل کی مناسبت سے وعظ وتذکیر آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا، جہاں ضروری سمجھا تو اصی بالحق کا فریضہ انجام دیا، ڈیوٹی پر ہوں یا گھر پر مجلس میں ہوں یا مسجد میں، کسی لمحہ اس میں تاخیر یا کوتاہی نہیں کی، نہ کسی شخصیت کو خاطر میں لائے نہ کسی کے برا ماننے یا ملامت کی پروا کی، حکام ہوں یا امراء، خواص ہوں یا عامۃ الناس، الدین النصیحة ہمیشہ آپ کے پیش نظر رہا، اس طرح کے بیشتر نمونے بچشم خود دیکھے اور سنے، جہاں جیسی ضرورت دیکھی حکمت ودانائی، نصیحت وخیر خواہی کے ذریعے سے آگاہی دی، ایک بار جب پاؤں میں چوٹ لگی تو خادم الحرمین الشریفین عیادت کے لیے تشریف لائے، آپ نے موقع غنیمت جانا اور سلام وکلام کے بعد ارکان اسلام کی پابندی، رعیت کے ساتھ احسان، عدل وانصاف، ظلم کی بیخ کنی، فواحش ومنکرات کے سد باب اور ہر امر میں اعتصام بالکتاب والسنة کی تلقین کی آیات پڑھیں اور اس سلسلے کی احادیث کے متون پڑھ کر سنائے۔ آنجناب نے بڑی خاموشی اور عقیدت سے ان جواہر پاروں کی سماعت کی، جب شیخ محترم اپنی بات عرض کر چکے تو تحدیث نعمت کے طور پر ملک فہد نے بڑے ادب سے عرض کیا، یہ تمسک بالکتاب والسنة ہی کی برکت اور حکومت کی ان سے وابستگی کا ہی نتیجہ ہے کہ ہمارا ملک ساری دنیا کے لیے نمونہ ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے سونے کی نہریں جاری کر رکھی ہیں، ایک زمانہ تھا شاہ فیصل جب ریاض کے گورنر تھے ان کی تنخواہ پچاس ریال سے بھی کم تھی، ہم سمجھتے ہیں دین سے لگاؤ کا ہی نتیجہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی کہ نہ ہمارے یہاں سیلاب آتے ہیں، نہ زلزلے، طوفان، نہ جھٹکے، یہاں کے امن وامان اور خوشحالی کو دیکھ کر دنیا کے بڑے بڑے لیڈر بھی عش عش کرتے اور اسلام کی برکت کا برملا اعتراف کرتے اور عزت کرتے ہیں۔

اس طرح ایک مرتبہ ولی عہد امیر عبداللہ عید کی مبارک باد کے لیے تشریف لائے، اس وقت چند روز قبل ہی ڈش انٹینا پر حکومت کی طرف سے پابندی کا اعلان ہوا تھا، ایک شخص نے

Marfat.com

اس قرارداد کے صادر کرنے پر امیر موصوف کی تعریف کی اور مبارکباد دی، شیخ محترم فوراً گویا ہوئے، اس کی تنفیذ پر سختی کی نیز دیگر فواحش ومنکرات کو روکنے کی بھی اشد ضرورت ہے، امیر محترم نے مسکراتے ہوئے آپ کی نصیحتیں اور ریمارکس سنے اور حتی الامکان اصلاح احوال کا یقین دلایا۔

اس طرح میں نے وزیر داخلہ شہزادہ نایف بن عبدالعزیز اور گورنر ریاض امیر سلمان بن عبدالعزیز ودیگر امراء کو آپ کے پاس گھٹنوں بیٹھتے دیکھا اور آپ کو نصیحت کرتے سنا، موصوف نے حق کی سربلندی، اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کبھی کسی کے سامنے مجاملت سے کام نہیں لیا، حرب خلیج میں یاسر عرفات کی غلط پالیسی پر شیخ نے گورنر ریاض سے کہا کہ پوری قوم اور عوام کو اس کی سزا نہ دی جائے، امداد جاری رہنی چاہیے، امیر سلمان نے جواب دیا، اتفاق ہے آج ہی میں نے چیک روانہ کیا ہے، یہ دیکھئے اس کی رسید بھی موجود ہے۔

اہل خاندان وقبلہ کی راہنمائی اور نصیحت کرتے، جب بھی کہیں جمع ہوتے، ان کو سلامت روی کی تلقین کرتے، شادی ہال، مکان، مسجد، ہر جگہ اس کا اہتمام کرے، عام مسلمانوں اور طالب علم کے فائدے اور نصیحت کے لیے جہاں سے بھی دعوت ملتی آپ کبھی انکار نہیں کرتے تھے، اسی طرح یونیورسٹی، کالجز، حتی کہ کھیل کود کے کلب اور نوادی، جیل خانے تک آپ جاتے اور وعظ ونصیحت کرتے جس کی وجہ سے کتنے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت نصیب فرمائی اور ہزاروں کی تعداد میں مختلف مما لک کے لوگ آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔

اسی افادہ عامہ کے لیے عصر کے بعد روزانہ درس حدیث کا سلسلہ ہمیشہ جاری رکھتے اور جہاں بھی رہتے اس کا بڑا اہتمام کرتے، راقم نے سترہ سال کے عرصے میں عصر کے بعد کئی بار ریاض الصالحین، الوابل الصیب، عشاء کے وقت بلوغ المرام، کتاب التوحید، عمدہ الاحکام، العقیدۃ الواسطیۃ، الاصول الثلاثۃ ودیگر کئی کتب حرفاً حرفاً پڑھیں، اتنا شدید اہتمام ان دروس کا کرتے کہ یہ سلسلہ جمع اور عیدین اور دوسری چھٹیوں میں بھی منقطع نہ ہونے دیتے تھے۔ شروع میں ایک بار عرض کیا تھا کہ یہ چھٹی کے دن ہیں لوگ چھٹی مناتے ہیں فرمانے لگے، انہی دنوں

Marfat.com

میں تو لوگ ارشاد و راہنمائی کے اور زیادہ محتاج اور سننے کے لیے فارغ ہوتے ہیں۔

ایک مرتبہ مکہ مکرمہ جانے کی اجازت چاہی، کچھ تامل و تردد دیکھا تو ارادہ ملتوی کر دیا، دوسرے دن مسجد آئے تو حیرت سے پوچھا تم مکہ نہیں گئے، عرض کیا، ارادہ ملتوی کر دیا، مسکرا پڑے اور بولے: اس وقت مکہ جانے سے یہاں رہنا زیادہ بہتر ہے۔

رحم دلی و ہمدردی:

امت مسلمہ کے ہر فرد سے محبت اور اس کے ساتھ ہمدردی آپ کی خاص صفت تھی، اس میں اپنے اہل وعیال، کنبہ وقبیلہ، خویش واقارب، سعودی یا غیر سعودی کی کوئی تخصیص نہیں تھی یہ، سب سے محبت کرتے تھے، ہاں دعاۃ ومبلغین، مدرسین ومتعلمین سے کچھ زیادہ ہی لگاؤ رکھتے تھے، اسی طرح پڑوسیوں کا بھی خاص خیال رکھتے تھے، ان کی خوشی وغمی میں شریک ہوتے، آپ کی عزت، مرتبہ اور منصب کبھی اس راستے میں حائل نہیں ہوئی، بارہا آپ کے پڑوس میں مقیم شیخ ابن عساکر، ابن عیاف، شیخ محمد الیحیی کی دعوتوں میں شریک ہوتے دیکھا، ایک بار شیخ محمد ابن سلیمان الیحیی کو حادثہ پیش آیا تو ان کے گھر مع سیکورٹی کے تشریف لے گئے، اسی طرح شیخ عبدالعزیز المقیرن کی والدہ کا انتقال ہوا تو تعزیت کے لیے بنفس نفیس تشریف لے گئے، اپنے گھر بھی دعوت دینا آپ کا محبوب مشغلہ تھا اور کوئی تقریب پند ونصائح اور ذکر الہی سے خالی نہیں رہتی تھی، جب سب جمع ہو جاتے تو حاضرین میں سے کسی سے کہتے کہ کچھ کلام الہی سے پڑھ کر سناؤ اور فی البدیہہ ایسی تشریح وتوضیح کرتے کہ آیات واحادیث کا مفہوم ہر خاص وعام کے ذہن نشین ہو جاتا۔

آپ کی رحم دلی اور ہمدردی ہی تھی کہ بنی نوع انسان کو دین ودنیا کی ضروریات سے فیض یاب کرتے رہے، دنیاوی معاملات میں مساعدات وسفارشات کے ذریعہ کسی فرد بشر کو جوان کے پاس آتا خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تھے، دنیا کے کسی کونے سے جس نے بھی مدد کی درخواست کی اسے سخاوت سے نوازا جس تنظیم یا ادارے نے مساعدہ طلب کیا اور آپ کو ان کی سلامت روی کا یقین ہو جاتا تو اس کی امداد اور تعاون میں کوئی کسر باقی نہ رکھتے۔

Marfat.com

منسپلٹی آف بطحاء میں لائسنس کے مدیر جناب عبداللہ الحامد نے بتایا کہ چند سال قبل وہ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ امریکہ کی سیر وتفریح کے لیے گئے، شہری آبادی سے دور کہیں دیہاتی علاقے سے گزر رہے تھے، ایک گاؤں میں پڑاؤ ڈالا تو لوگ جمع ہو گئے، کچھ مسلمان بھی تھے، ایک بوڑھی عورت بھاگتی آئی اور شیخ کی خیریت دریافت کی، لگی دعائیں دینے، ہم حیران تھے، شیخ نے اپنے مترجم کے ذریعے پوچھا آپ انہیں کیسے جانتی ہیں، کہنے لگیں ہم نے موصوف کے بارے میں ان کی غریبوں سے محبت وامداد کے بارے میں سنا تھا، ہمارے بڑے تنگدستی وبدحالی کے دن تھے، سوچا لکھ کر تو دیکھیں، ایک خط لکھا چند ہفتوں کے بعد بھاری رقم کا چیک خوشیوں اور مسرتوں کی نوید لے کر ہمارے نام آگیا اور ہماری دنیا بدل گئی۔

ایک بار استاد محترم ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن صاحب نے کاغذات ارسال کیے کہ ایک عورت ہندوستان میں مسلمان ہوئی، گھر والوں نے اسے زدوکوب کیا، گھر سے نکال دیا، در در کی ٹھوکریں کھا رہی ہے، اگر اس کے لیے گھر کا انتظام ہو جائے تو ٹیچنگ وغیرہ سے زندگی گزار لے گی، سماحۃ الشیخ سے کہو کہ اس کی مدد کریں، میں نے درخواست عرض کی تو پوچھا گھر کے لیے کتنا پیسہ درکار ہوگا، مرسلہ تخمینہ بتایا تو آرڈر دیا کہ پوری مقررہ رقم فوری طور پر ناچیز کے حوالے کردی جائے۔ ایک اور واقعہ آپ کے ایک شاگرد نے بتایا کہ ایک فلپینی عورت آپ کی پاس آئی (واضح رہے کہ عورتوں کے لیے الگ مجلس تھی) اس نے عرض کیا میرا شوہر قتل کردیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کے بعد اس دنیا میں آپ کا ہی سہارا نظر آتا ہے میری مدد کیجئے، آپ نے فوراً امین الصندوق کو بڑی رقم سے مدد کرنے کا آرڈر دیا، جواب آیا کہ اس مد میں کوئی پیسہ نہیں ہے، آپ نے جواب لکھا کہ میری تنخواہ میں سے کاٹ کر دس ہزار ریال محترمہ کو دے دو۔

رقیق القلب اتنے کہ سائل کی حالت وکیفیت اور اس کے لب ولہجے سے متاثر ہوتے تھے، اسی لیے جب مطمئن ہوجاتے تو بھرپور مدد کرتے، ایک بار ایک سائل نے مسجد میں اپنی پریشانی بیان کی اور مالی تعاون کی اپیل اور بڑی خوش اسلوبی سے اپنا مدعا بیان کیا، آیات قرآنیہ اور احادیث پڑھیں، بڑے متاثر ہوئے اور سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا کہ آدمی نے بڑی

Marfat.com

شیریں کلام سے کام لیا ہے اتنے اتنے ریال اسے دے دو گھر آ کر لے لینا، ایسا بار ہا ہوتا رہا، یہ ہی سب کرم نوازی تھی کہ لوگ اس دور کے حاتم طائی کے لقب سے یاد کرتے ہیں، اسی کے ساتھ ایک اہم خوبی یہ دیکھنے میں آئی کہ داد و دہش، عطا و سخاوت کی اتنی کثرت کے باوجود کبھی بڑاپن یا سائل کی ادنیٰ سے تحقیر و تذلیل کا شائبہ تک نہیں تھا، نہ کبھی احسان جتانے والی بات سامنے آئی، کوئی شخص اپنی حاجت روائی یا کام پورا ہو جانے پر اگر شکریہ ادا کرتا تو فوراً جواب دیتے یہ اللہ تعالیٰ کا ہی فضل و کرم ہے، اسی ذات باری کا شکریہ ادا کرو، ایک اور صفت یہ تھی کہ درس و تدریس، مسئلے و فتاوے، ٹیلیفون اور سلام و کلام و دیگر مصروفیات کے باوجود جب بھی فرصت ملی آپ کو ذکر الٰہی میں مشغول تسبیح و تہلیل میں رطب اللسان دیکھا اور پھر جب بھی کسی مجلس سے اٹھتے دعائے کفارۂ مجلس......:

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ .))

ضرور پڑھتے تھے، حالانکہ آپ کی مجالس ذکر الله وما والاه کا نمونہ ہوتی تھیں، ایک شاگرد نے استفسار کیا آپ کو ہر مجلس میں کھڑے ہوتے یہ کلمات پڑھتے سنا ہے؟ فرمایا: قرآن پاک میں نہیں پڑھا:

﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ﴾

صبر و شکر اور راضی برضائے الٰہی کا عجب نمونہ تھے، کئی بار مختلف امراض کا شدید حملہ ہوا، لیکن کبھی اف، آہ، کرتے نہیں دیکھا، عزم و حوصلے کی چٹان بنے ہر مصیبت کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا، پیر کی تکلیف کی وجہ سے چلتے چلتے رک جاتے، دانت درد سے آواز رک جاتی، آنسو نکل آتے اور آخری مرض میں جان و جگر کی بڑی تکلیف سے نبرد آزما رہے لیکن کبھی پیشانی پر شکن نہ آنے دی، جب بھی کسی نے طبیعت کے بارے میں پوچھا، بڑی بشاشت سے جواب دیا، میں الحمد للہ بہت اچھی ہے اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں سے مالا مال ہوں، وفات سے چند ماہ قبل میں نے کہا سماحۃ الشیخ آپ کی صحت کے بارے میں بڑی تشویش ہے، بتا دیجئے کیسی

Marfat.com

طبعیت ہے، فوراً جواب دیا مطمئن رہو، الحمد لله انا بخير وعافية، آخروقت تک گھر والوں سے بھی یہی کہتے رہے، آپ کے لڑکے احمد کا بیان ہے سنت کے مطابق رات گھر میں آکر کسی سے زیادہ بات نہیں کرتے تھے، لیکن انتقال کی رات ہم سب کو بلایا اور نصف رات تک خلاف معمول نصیحتیں کرتے رہے اور دو تین بجے کے بعد تو صرف تسبیح وتہلیل ہی کرتے رہے، آخروقت تک چہرے پر بشاشت اور مسکراہٹ سجائے رکھی، حتى وافة المية، اور اپنی زندگی کے آخر دن تک اپنی ڈیوٹی بڑے نشاط کے ساتھ انجام دی۔

چند ماہ قبل شدید نقاہت وکمزوری کے شکار ہوئے تو ڈاکٹروں نے رات بھر ہسپتال میں رکھے رکھا، صبح چھٹی ملی تو کار میں سیکرٹری سے پوچھا کیا ٹائم ہے، عرض کیا نو بجے ہیں، کہا دوام کا ٹائم ہو گیا مکتب چلے چلو۔ ہسپتال جانے سے پہلے تک، درس وتدریس ملاقاتیں اور فتاوے، عبادت وریاضت، حسب معمول جاری رکھیں، فرض نماز چند ہفتے قبل تک کھڑے ہو کر ہی پڑھتے تھے، ہاں سنتوں میں پہلی رکعت پڑھ کر بیٹھ جاتے تھے، درس یا ذکر واذکار کے وقت بھی پیران سالی کے باوجود ٹیک لگا کر نہیں بیٹھتے تھے، کوئی اگر کہتا بھی تو آگے سرک جاتے تھے، ایک طالب علم نے کہا آپ بہت کمزور ہو گئے ہیں، آپ کو آرام وسکون کرنا چاہیے، دروس کا سلسلہ بند کر دیجئے، فرمایا نہیں بیٹے مجھے اسی میں سکون ملتا ہے۔

ایک بار کسی نے کہا شیخ آپ ریٹائرمنٹ کی عمر کو پہنچ چکے ہیں، ضعف پیری بھی ہے، آرام کرنا چاہیے، مسکرا کر جواب دیا، تقریباً بیس سال پہلے ہی پورے استحقاق کے ساتھ مجھے ریٹائرمنٹ لینی چاہئے تھی لیکن اپنے بھائیوں کی مشکلات ان کی پریشانیاں اور ان کی حاجت روائی کا خیال چین سے نہیں بیٹھنے دیتا۔

آپ کے یہ چند معمولات واحوال ہیں اس کے علاوہ بے شمار اوصاف اور واقعات ہیں جن میں سرور کونین محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کا نقش نظر آتا تھا۔

آج وہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو چکے ہیں، لیکن ان کی ہر بات، ہر لمحہ قربت، مسجد میں ان کا انتظار، دروس ونصائح کی ساعت، گھر بلانا، عزت وتکریم، بے لوث محبت والفت دل پر

Marfat.com

آرے چلاتی ہے، نہ کچھ لکھا جاتا ہے اور نہ بولا جاتا ہے، کلیجہ شق ہوتا ہے، آنسوؤں کے بادل امڈ امڈ کر آتے ہیں کیونکہ......

یہ حادثہ ہے جس کی تلافی محال ہے

امت مسلمہ کے ہر فرد کو ایسے محدث، فقیہ، متبع سنت، نمونہ سلف، محبّ و محسن، ہمدرد اور غم گسار شخصیت کی کمی محسوس ہوتی رہے گی۔ بقول شاعر

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ان کی روح اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اللہ کے مقرب بندوں کے ساتھ ہو گی (ان شاء اللہ) لیکن ہم ان کے علم بابرکت دروس، ان کے دم سے مسجد کی رونقیں، پندونصائح، پیار ومحبت اور اپنے پیارے نبی کی تصویر کے یہ عکس کہاں پائیں گے؟ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر صابر وشاکر ہیں، ان کی تالیفات، بے شمار کیسٹیں اور تحریری تقریریں ہمارے لیے مشعل راہ بن سکتی ہیں، اللہ تعالیٰ عبرت کی توفیق بخشے۔

اللہ تعالیٰ ان کے خویش واقارب اور ہم سب اخوان اور ساری امت کو اس حادثہ جانکاہ پر صبر وثبات کی توفیق بخشے۔

❀❀❀❀

Marfat.com

ایسا کہاں سے لائیں کہ تم سا کہیں جسے

بیسویں صدی کی عظیم ترین شخصیت، علامہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ

(از:......مولانا حفیظ الرحمٰن عمری مدنی، جامعہ دارالسلام، عمر آباد، انڈیا)

شیخ کی ولادت 1910ء میں ہوئی اور وفات 1999ء میں، اس طرح آپ کا وجود اس پوری صدی پر محیط ہے، اس لیے میں آپ کو بیسویں صدی کی شخصیت کہوں گا اور عظیم ترین اس لیے کہ آپ کی خدمات اور اثرات ہر قابل ذکر شخص کے ذہن و دماغ پر مرتسم اور منقوش ہیں، آپ کی خدمات بلاشبہ عظیم ہیں اور ان کا دائرہ یقیناً لامحدود ہے، شیخ کی وفات کو ابھی چند دن ہوئے ہیں، اس مدت میں ہر اس شخص نے کچھ نہ کچھ لکھا جس نے ایک گھنٹہ ہی سہی شیخ کی علمی مجلس میں گزارا یا آپ کی رفاہی خدمت کی جھلک دیکھی اور وہی اس کی زندگی کا ناقابل فراموش لمحہ بن گیا جیسے وہ کہہ رہا ہو۔

مری زندگی کا حاصل، مرے شوق کا سہارا
وہی لمحہ زندگی کا ترے ساتھ جو گزارا

شیخ پر لکھنے والے ہزاروں ہوں گے اور وہ لاکھوں صفحات پر ان کے علمی، دعوتی، رفاہی، اصلاحی اور جود وسخا پر واقعات اور کارنامے تحریر کریں گے، ایسے میں مجھ ہیچ مدان سے آپ کیا توقع رکھ سکتے ہیں، سوائے ایک بات کے، ازماںجز حکایت مہر و وفا مپرس.. میں ایک گمنام اور ناقابل ذکر انسان ہوں لیکن خوش قسمتی سے مدینہ طیبہ کی سرزمین میں شیخ کی زیر سرپرستی جو چار سال گزرے وہ بہت ہی قابل ذکر اور لائق فخر ہیں چمنستان کی بے رنگ و بو گھاس نے مستی سے انگڑائی لی تو تحقیر کے ساتھ اسے ٹوکا گیا کہ تجھے اترانے کا حق کیا ہے؟ گھاس نے ٹوکنے والوں کا منہ یہ کہہ کر بند کر دیا کہ میں کیا ہوں یہ نہ دیکھو، کہاں ہوں یہ دیکھو، ان رنگ برنگے

Marfat.com

حسن و جمال کے شاہکار فضا کو معطر کرنے والے پھولوں اور کلیوں کے درمیان رہنے بسنے کے باعث کیا مجھے فخر و انبساط کا حق نہیں پہنچتا؟ حقیقت یہ ہے کہ میں ہم نشین کے حسن و جمال سے سرشار ہوں ورنہ میں وہی گھاس ہوں جو گائے بکری کا چارہ بنتی ہے، مدینۃ الرسولؐ میں شیخ ابن باز کی سرپرستی میں حصول علم اور استفادہ برکات کے لیے چار سال میسر آئے تو کیا میرے لیے یہ سرمایہ افتخار نہ ہوگا: یہ بندہ کمینہ، ہمسایہ خدا تھا 1962ء جنوری کا مہینہ تھا جب میں نے طالب علم کی حیثیت سے مدینۃ الرسول، مہبط الوحی میں قدم رکھا، کہنا بے ادبی ہوتی، اس لیے سر کے بل پہنچا، جامعہ نیا تھا، افتتاح کا پہلا ہی سال تھا، طلبہ کی تعداد مختصر تھی، شیخ ابن باز بھی مدینہ منورہ میں نئے تھے، مصروفیات بھی محدود تھیں، طلبہ کا تعلق ادارے کے سربراہ سے بڑا گہرا ہوتا ہے اور بار بار ملنے ملانے کے مواقع فراہم ہوتے رہتے ہیں اور شیخ کا دفتر صلائے عام تھا، طلبائے ہیچ مداں کے لیے نہ کوئی حاجب اور نہ حجاب، نہ کوئی تکلف اور نہ کوئی ممانعت! ہر کوئی منہ اٹھائے چلا آتا ہے، شکایتوں اور درخواستوں کے طومار کھولے چلا جاتا ہے، شیخ انتہائی صبر و سکون سے سماعت فرماتے ہیں، نورانی چہرے پر ابدی مسکراہٹ سایہ فگن رہتی ہے۔ بڑی دانشمندی اور دور اندیشی سے مسائل سلجھاتے ہیں اور سائل کو مطمئن کر کے رخصت کرتے ہیں، آپ کی اس حسن تدبیر کے چرچے ایک کان سے دو کان ہوتے ہوئے سمندروں کو پھلانگ کر لندن تک جا پہنچتے ہیں، اور وہاں ایک ادارے کا سربراہ انگریز آپ کی خدمت میں اس مضمون کا خط لکھ کر تعاون کی درخواست کرتا ہے، آداب و القاب کے بعد لکھتا ہے، میں ایک نابینا ہوں اور چھوٹے سے ادارے کا نگراں ہوں، لیکن بصارت سے محروم ہونے کی وجہ قدم قدم پر انتظام میں مشکلات کھڑی ہو جاتی ہیں، مجھے معلوم ہوا، آپ نابینا ہونے کے باوجود ایک بہت ہی نامور یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہیں اور بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ نظم و نسق چلانے میں کامیاب ہیں، کیا ہی اچھا ہوگا مجھے اپنی راہنمائی میں لے کر مفید مشوروں سے نوازتے رہیں۔ انگریزی زبان کا یہ خط میں نے اور میرے ساتھیوں نے بچشم خود دیکھا جو شیخ سعدالدین ملیباری کی میز پر عربی میں ترجمہ کرنے کے لیے رکھا ہوا تھا۔

Marfat.com

شیخ نمونہ سلف تھے:

سلف صالح کے تقویٰ وطہارت، وامانت اور انابت الی اللہ پر جو واقعات ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں، شیخ ابن باز ان کا جیتا جاگتا نمونہ تھے، دفتر سب سے پہلے تشریف لاتے اور سب سے اخیر میں واپس آتے، دفتری امور انجام دینے کے درمیان پانچ منٹ کی فرصت بھی مل جاتی تو اپنے سیکرٹری سے یا کسی استاذ سے فرمائش کر کے قرآن پاک کی تلاوت کراتے اور سر جھکا کر ایسے انہماک واستغراق سے سماعت فرماتے جیسے پہلی بار سن رہے ہوں، کبھی ایسے مواقع پر ادھر سے ہمارا گزر ہوتا اور نظر پڑتی تو کئی بار ہم نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔

شیخ کا نام نامی خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیز کی یاد تازہ ہو جاتی تھی، حکومت کی طرف سے آپ کو بڑی قیمتی شاندار موٹر کار ملی ہوئی تھی جس کے نمبر پلیٹ پر نمبر کی جگہ الخاصة الملكية تحریر ہوتا تھا، صرف جامعہ کے فرائض انجام دیتے وقت آپ اسے استعمال فرماتے، بقیہ کام کے لیے معمولی اور عام ٹیکسی سے آمد ورفت رہتی، جامعہ کا ایک ملازم بیت الخلاء کی صفائی پر متعین تھا، سویرے آتا، عجلت کے ساتھ صفائی سے فارغ ہونے کے بعد شیخ کے دفتر میں ظہر تک بیٹھا وہاں کی علمی مجلس سے مستفید ہوتا رہتا، شیخ کو دوسرے اداروں کا دورہ کرنا پڑتا تو عموماً یہی شخص شیخ کا ہاتھ تھامے راہنمائی کے فرائض انجام دیتا، اکثر طلبہ کو یہ راہ ورسم کچھ عجیب سی لگتی، کیونکہ وہ اسے منہ لگانا بھی پسند نہیں کرتے تھے، ایک دن کا واقعہ ہے کہ یہی شخص جس کا نام موسی ہے ظہر کے لیے جا رہا تھا، جماعت کھڑی ہو چکی تھی، اس نے دیکھا کہ کچھ طلباء کمرے میں بیٹھے بات چیت میں مصروف ہیں، کہا کہ تکبیر ہو چکی ہے، طلبہ کو اس کی مداخلت بری لگی، کہنے لگے تم نماز کو ہمیں بلانے کے بجائے اپنا پیشہ ہی انجام دیتے رہو تو بہتر ہے، کیونکہ ہم اپنا کام جانتے ہیں، اس جواب سے موسی بہت رنجیدہ ہوا اور شیخ سے شکایت کر دی، شیخ نے دوسرے دن ظہر کے بعد ایک مختصر تقریر فرمائی جو اس آیت سے شروع ہوئی، ﴿وَاِذَا قِيۡلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتۡهُ الۡعِزَّةُ بِالۡاِثۡمِ﴾ آیت کا مفہوم ہے کہ اللہ سے ڈرنے کی بات

Marfat.com

کی جاتی ہے تو لوگ اپنی برتری کا حوالہ دے کر دوسرے کی کمتری کی طرف اشارہ کرتے ہیں جب کہ یہ گناہ کا ارتکاب ہے، اپنے خطاب میں کسی کا نام نہیں لیا مگر اس آیت کے انتخاب نے سامعین کو پانی پانی کر دیا، آیات واحادیث کا عجیب وغریب استحضار تھا، بروقت اور مناسب حال ایسی آیت اور حدیث پیش فرماتے کہ گھنٹوں کی وعظ ونصیحت پر بھاری پڑ جاتی۔

حکمرانوں کے درمیان:

شاہی خاندان کی آنکھوں کے نور تھے، ان کے دلوں کی دھڑکن تھے، دینی اور مذہبی امور میں ان کے راہنما تھے، حق گوئی اور بیباکی میں اپنی مثال آپ تھے، سعودی حکمران کیا بادشاہ کیا، شہزادے سبھی آپ کے قدردان اور مرتبہ شناس تھے، وفات کی روح فرسا خبر سن کہ غیر ملکی دوروں پر گئے ہوئے شاہی خاندان کے وزرائے مملکت نماز جنازہ میں شرکت کرنے دور دراز ملکوں سے واپس ہوگئے، خود شاہ فہد جو علیل تھے، اڑ کر حرم مکی پہنچے، کلیجہ تھام کر نماز جنازہ ادا کی اور آپ کے اہل خانہ سے اشکبار آنکھوں اور گلوگیر آواز میں دل کی گہرائیوں سے نکلے ہوئے تعزیت کے یہ کلمات ادا کیے، آپ کے والد (اللہ کی رحمت ہو ان پر) صرف آپ ہی کے نہیں وہ ہمارے بھی والد تھے، اور ذاتی طور پر وہ میرے لیے اس سے بھی بڑی حیثیت رکھتے تھے، ان کی وفات، آپ کے خاندان کا ہی نقصان ہے اور ساری دنیا کے مسلمانوں کا نقصان ہے، ان کی وفات سے ہم ایک ایسے انسان کی سرپرستی سے محروم ہوگئے جو ہمارے لیے سب سے محترم اور معتبر تھی، صدق واخلاق، صفا اور وفا کے اعتبار سے وہ ہمارا قیمتی سرمایہ تھے، ہماری خیر خواہی اور راہنمائی کی انہیں سب سے زیادہ فکر تھی۔

(روزنامہ عکاظ 15 مئی 1999ء)

مجھے اچھی طرح یاد ہے جیسے کل ہی کی بات ہو 1964 میں شاہ سعود حکمران تھے، ان کے نائب تھے شاہ سعود علیل رہتے تھے اور فیصل بہت ہی چاق وچوبند اور ملک وملت کا بڑا دُرد رکھتے تھے، اس سن کا غالاً اکتوبر کا مہینہ تھا، سعودی طیارے کا کیپٹن اپنی مکمل وردی میں بجلی کی طرح دندناتا ہوا جامعہ اسلامیہ آیا، شیخ ابن باز کے دفتر میں داخل ہوا، تخلیہ کرا کے دروازے

Marfat.com

بند کر دیئے گئے، اور کچھ ہی دیر بعد کیپٹن شیخ کا ہاتھ تھامے باہر آیا، اور شیخ کے ساتھ کار میں سوار ہو کر ہوائی اڈے کی طرف نکل گیا، چار دن شیخ جامعہ اسلامیہ سے غائب رہے اور پانچویں دن مملکت کے اخباروں کے پہلے صفحہ پر شاہ سرخی تھی:

((أصدر علماء الائمة فتوى شرعية بخلع الملك سعود بمبايعه الامير فيصل ملكا على المملكة السعوديه .))

یعنی ......"علمائے امت نے یہ شرعی فتویٰ صادر کر دیا کہ ملک سعود کی جگہ شہزادہ فیصل سعودی عرب کے بادشاہ ہوں گے، تو شیخ کے ریاض کی طرف ہنگامی سفر کا یہی راز تھا۔"

ملک فیصل بادشاہ بننے کے بعد جامعہ اسلامیہ تشریف لائے، اداروں کا معائنہ فرمایا، درسگاہوں کی زیارت کی اور ہماری ہی کلاس میں شیخ محمد امین شنقیطی کے درس تفسیر میں کوئی دس منٹ تک ایک سادہ کرسی پر بیٹھ کر بڑی توجہ اور اشتیاق سے درس کو سنا، پھر لیکچر ہال کی طرف روانہ ہوئے، اس پوری دوڑ دھوپ میں شیخ ابن باز کا رفیق کہیں پیچھے ہوگیا اور ملک فیصل ہی شیخ کا ہاتھ پکڑے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

لیکچر ہال طلبہ اور مہمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، ملک کے بیٹھنے کے بعد شیخ استقبالیہ کلمات کہنے کے لیے اسٹیج پر کھڑے ہوئے اور چند لمحے خاموش گزار دیئے، جیسے خطاب کے لیے مناسب اور موزوں الفاظ کی تلاش ہو، ہم سب ساتھی انتظار میں تھے کہ شیخ کن القاب وخطابات سے ملک کو خطاب فرمائیں گے، کیونکہ کچھ مدت پہلے جلالۃ الملک کے لفظ پر اعتراض ہوا تھا کہ لفظ جلالۃ اللہ جل جلالہ کے ساتھ ہی صحیح ہے اور شیخ بھی اس موقف کی تائید میں تھے، شیخ نے توقف کے بعد استقبالیہ شروع کیا تو فرمایا:

((ايها الملك العزيز امير المؤمنين فيصل بن عبدالعزيز .))

جوابی تقریر میں ملک نے فرمایا، شیخ بن باز صرف عمر میں مجھ سے چھوٹے ہیں مگر میں انہیں بڑے بھائی اور باپ کا مرتبہ دیتا ہوں، انہوں نے مجھے امیر المومنین کہا تو میں شرم سے

Marfat.com

پانی پانی ہو گیا، امیر المومنین تو اللہ کے وہ نیک بندے ہوتے ہیں جو زندگی کا ایک ایک لمحہ مسلمانوں کی خدمت میں وقف کر دیتے ہیں، ہم تو ان کی گرد راہ کو بھی نہیں پا سکتے، شیخ کی اس دلی خواہش نے آخر سعودی شاہوں کے القاب و آداب سے لفظ جلالہ کو خیر باد کیا اور ملک فہد نے اس پر ممانعت کا حکم دے کر خادم الحرمین کا لقب منتخب کیا، سعودیہ کا حکمران طبقہ اور شاہی خاندان شیخ کی حق گوئی اور راست بازی کا ہمیشہ ممنون و متشکر رہا، نماز جنازہ میں شاہی خاندان کے سبھی قابل ذکر افراد حرم مکی پہنچ گئے اور جو نہیں پہنچ سکے وہ غائبانہ نماز جنازہ میں شریک رہے اور تعزیتی بیانات جو دیئے ان میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک شیخ سے حد درجہ متاثر ہے اور اپنے تعلق کو زیادہ سے زیادہ ثابت کر کے اپنے آپ کو باعث افتخار گردانتا ہے، ایک گدا سے شاہوں کی یہ عقیدت واضح ثبوت ہے، اس بات کا کہ یہ فقیر کوئی عام فقیر نہیں اور شاہ اور اس کے امراء بھی بڑے پہنچے ہوئے جوہر شناس ہیں۔

علمی تبحر:

سولہ برس کی عمر میں آپ کی آنکھیں متاثر ہوئیں اور چار سال بعد آپ کے آگے دنیا اندھیری اور آخرت روشن ہوئی، دنیا کے مشاغل یکسر ختم ہو گئے، پوری یکسوئی کے ساتھ تعلیم و تعلم کا جو سلسلہ تھا اس میں جٹ گئے، آنکھیں بند ہوئیں تو دماغ کے دریچے کھل گئے، حافظہ بلا کا ہو گیا جو کچھ سنتے وہ دماغ میں پتھر کے نقش کی طرح چپک جاتا، پڑھتے گئے، بڑھتے گئے اور بہت سے اساتذہ سے بہت آگے نکل گئے، اسلامی علوم کو تو جیسے گھول کر پی گئے، مگر اس کے ساتھ عصر حاضر کے فتنوں، علم جدید کے چیلنج اور زمانے کی رفتار سے بھی مکمل آگہی رکھتے تھے، 1976ء فروری کے مہینہ میں مکہ مکرمہ میں مؤتمر الاقتصاد الاسلامی کا انعقاد ہوا، دنیا بھر کے مسلمان اقتصادی ماہرین نے کانفرنس میں شرکت کی، اور ہر ایک نے اظہار خیال کیا، شیخ ہر نشست میں شروع سے آخر تک شریک رہے، اور ہر ایک کے خیال کو توجہ سے سنتے، کوئی بھی اسلامی اصولی اقتصاد سے ہٹ کر لچک دار رویہ اختیار کرتا تو آپ بے اختیار ہو جاتے اور اسٹیج پر کھڑے ہو کر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کی غلطی واضح کر کے تصحیح فرماتے، کیسی کیسی قد

Marfat.com

آور، نامور اور شہرت یافتہ شخصیتیں اس میں تھیں مگر شیخ نے کسی کے قد کی پروانہیں کی، آپ صرف اسلام کا بول بالا کرنا چاہتے تھے، کانفرنس کے اختتام پر مجلس نے تشکر وامتنان کی سوغات پیش کرتے ہوئے کھلے دل سے اور واضح الفاظ میں اعتراف کیا کہ شیخ ابن باز کی موجودگی نے ہی اس کانفرنس کو اسلامی حدود کے دائرے سے خارج ہونے سے باز رکھا۔

1392ھ مدینہ منورہ میں "ندوۃ الشباب العالمی" کا تاسیسی اجلاس تھا، مصر کے متبحر اور دانشور عالم محمد متولی الشعراوی (ابھی چند ماہ قبل آپ کا انتقال ہوگیا) نے اس موقع پر "مکانۃ المراۃ فی الاسلام" کے موضوع پر ڈیڑھ گھنٹے کی تقریر فرمائی، تقریر ختم ہوئی تو شیخ ابن باز نے گیارہ تعلیقات چڑھائیں، شعراوی سنتے رہ گئے، اور حاضرین انگشت بدنداں رہ گئے۔

طالب علمی کے دور میں شیخ نائب الرئیس کی حیثیت سے درس وتدریس کا جائزہ لینے درسگاہوں میں تشریف لاتے، درس بھی سنتے، جامع الترمذی ہم لوگ شیخ الحدیث حافظ محمد گوندلویؒ سے پڑھ رہے تھے، اسانید کا سبق تھا، رجال الحدیث کے احوال ومراتب اور ان کے طبقات کا تذکرہ ہو رہا تھا، حافظ صاحب نے ایک راوی کے بارے میں فرمایا "ھو من الطبقۃ الثانیۃ" شیخ ابن باز نے تصحیح فرمائی کہ "لا، ھو من الطبقۃ الثامنۃ" حافظ صاحب نے کتاب کو آنکھوں کے قریب لے جا کر بتایا "طبقۃ ثانیہ" ہی لکھا ہے، اب حیران ہونے کی باری ہماری تھی کہ شیخ نے فرمایا طباعت کی غلطی ہوگی، دوسرا ایڈیشن منگوا کر دیکھا جائے، دوسرے ایڈیشن میں دیکھا گیا تو شیخ کی بات صد فیصد صحیح تھی، اس کا مطلب یہ کہ لائق استاذ غلط ہوسکتا ہے، کتاب غلط ہوسکتی ہے، لیکن شیخ کی یاداشت غلط نہیں ہوسکتی، یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ حافظ محمد صاحب گوندلویؒ بڑے پائے کے شیخ الحدیث تھے، تقسیم سے پہلے جامعہ دارالسلام عمرآباد میں بھی استاذ تھے، علوم حدیث میں آپ کے تبحر کا چرچہ اور غلغلہ عرب وعجم میں تھا، مسجد نبوی میں بعد نماز مغرب آپ کا درس بخاری ہوتا تھا، تو مدینہ منورہ کے ساٹھ سے زائد اساتذہ اس میں بڑی عقیدت اور ادب کے ساتھ التزام

Marfat.com

کر کے شریک درس ہوا کرتے تھے، میرے دوست علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کو آپ کا داماد ہونے کا شرف بھی حاصل تھا، آخری عمر میں حافظ صاحب کی سماعت بصارت کمزور اور قوی مضمحل ہو گئے تھے، ورنہ آپ کی یادداشت بھی کسی سے کم نہ تھی:

الا لیت الشباب یعود یوما

فاخبرہ بما فعل المشیب

(کسی دن جوانی لوٹ کے آئے تو بڑھاپے نے جو بگاڑ کیا اس سے پوری طرح باخبر کروں گا)

1963ء کی بات ہے، ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب ہندوستان کے نائب صدر کی حیثیت سے تشریف لائے، اعزاز میں اجلاس ہوا، شیخ نے استقبالیہ میں مسلمانوں کے مسائل کی طرف توجہ دلائی اور آگاہ کیا کہ ایسے کلیدی عہدوں پر آنے کے بعد ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں، ذرا بھی غفلت ہوئی تو اللہ کے ہاں بڑی گرفت ہوگی، آپ کو اپنے عہدے سے بڑھ کر مسلمانوں کے تحفظ اور سلامتی کا خیال رکھنا چاہیے وغیرہ وغیرہ، جواب میں ذاکر صاحب نے بڑی جلالی تقریر کی کہ آپ لوگ گوشہء عافیت میں بیٹھ کر سب کو ایسا ہی خیال کرتے ہیں، ہندوستان مختلف قوموں، مذہبوں اور تہذیبوں کا ملک ہے، وہاں کا نظام سیاست آپ کے ملک سے مختلف ہے، یہاں آپ رحماء بینھم اشداء علی الکفار کہہ سکتے ہیں، مگر ہمارے ملک میں اس کا الٹا ہو تبھی بات بنے گی، مزید آپ بہت کچھ اپنی رو میں کہتے چلے گئے، ہم ہندوستانی طلبہ کو چپ لگ گئی کیونکہ ہماری ہی تحریک اور خواہش پر یہ اجلاس منعقد ہوا تھا، پاکستانی اور دیگر اردو دان حضرات مڑ مڑ کر ہماری طرف دیکھ رہے تھے اور ہم نگاہیں نیچی کیے زمین دیکھ رہے تھے، اللہ بھلا کرے خالد سیف اللہ صاحب کا جو عرصہ دراز سے جدہ میں ہندوستان سفارتخانے میں مترجم تھے، ڈاکٹر صاحب کی تقریر کا عربی میں ترجمہ کیا تو کچھ باتوں کو حذف کر دیا اور کہیں کہیں خوشگوار تصرف سے کام لیا تو بات بن گئی اور ہم نے آپس میں سرگوشیاں کیں، رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت، مگر یہ صرف ہماری تسلی تھی، کیونکہ

Marfat.com

دوسرے دن پاکستانی طلبہ نے شیخ سے کہہ دیا کہ ترجمہ صحیح نہیں ہوا، شیخ حیران ہوئے، تقریر کی کیسٹ منگوائی اور شہر سے ایک غیر جانبدار اردو دان کو ترجمے کی زحمت دی گئی، صحیح ترجمہ سن کر شیخ کو دکھ ہوا، اور فوراً ذاکر صاحب کی خدمت میں جو اس وقت تک ہندوستان پہنچ چکے تھے، شکایت کا ایک طویل خط روانہ کیا، جواب کیا آیا، یا آیا بھی کہ نہیں، اس کا ہمیں علم نہیں۔

علم دوستی اور احترام علماء:

طالبان علم سے تو آپ والدین جیسا مشفقانہ رویہ رکھتے تھے، ان کی ہر تکلیف دور کرنے میں پوری پوری سعی فرماتے تھے، 1965ء رمضان کے آخری دن تھے، مدینے کے بازار میں کچھ دکانوں میں عید کے موقع پر فروخت کرنے کے لیے نیم برہنہ گڑیاں سجا کے رکھی ہوئی تھیں، جامعہ اسلامیہ کے طلبہ نے اسے ناپسند کیا، دکانداروں کو سمجھانے کی کوشش کی، بات بڑھ گئی، ہاتھا پائی کی نوبت آ گئی، پولیس حرکت میں آگئی اور دھڑا دھڑ بیس سے زائد طلباء کو گرفتار کر کے جیل میں بند کرادیا، یہ سب اتنی عجلت سے اس لیے ہوا کہ مدینہ کے عام باشندے جو اکثر باہر سے آکر آباد ہوئے تھے وہ اس وقت جامعہ اسلامیہ کے خلاف تھے، مزید یہ کہ مولانا حسین احمد مدنی کے بھتیجے سید حبیب امیر مدینہ کے وکیل تھے، انہی کے حکم سے یہ گرفتاریاں عمل میں آئیں، اور اخباروں نے سرخیاں جمائیں کہ جامعہ اسلامیہ کے طلبہ نے مدینہ کے دکانداروں پر مسلح حملہ کر دیا۔

غرض شیخ ابن باز کو گرفتاری کی اطلاع جیسے ہی ملی تڑپ اٹھے، افطار کا وقت تھا، سید حبیب صاحب سے بات کی تو جواب دیا کہ صورت حال کی اطلاع وزیر داخلہ کو بھیج دی گئی، اب وہیں سے کچھ ہوسکتا ہے، وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے، شیخ رات کے ایک ڈیڑھ بجے تک بہت مصروف رہے، کئی وزراء کو فون کر کے سفارشیں کیں، چونکہ معاملہ کو بہت مبالغے کے ساتھ پیش کیا گیا تھا، اس لیے سب نے تحقیق تک رہائی کو ملتوی کر دیا، شیخ نے اپنے طور پر ڈھیر سارے پھل خریدے، جاڑے کا موسم تھا، کمبل جمع کیے اور سحری کا کھانا وغیرہ پہنچا کر گھر واپس ہوئے، ان طلبہ میں ہمارے ساتھی شیخ عبدالرحمٰن عبدالخالق بھی تھے، جن کا نہ صرف جامعہ سے اخراج

Marfat.com

ہوا بلکہ سعودیہ ہی سے ان کو ملک بدر کر دیا گیا، ان کی خاطر شیخ نے اردن، عراق اور کویت کے حکمرانوں کے نام قاصد کے ذریعہ (شیخ عبدالوہاب البناء) خطوط بھیجے، اردن اور عراق میں ناکامی ہوئی، کویت نے قبول کیا اور اب وہ کویت کی احیاء التراث الاسلامی کے اہم ذمہ دار ہیں، بڑی تحقیقی اور علمی کتابوں کے مصنف ہیں، بڑی عزت کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں۔

عالم کسی بھی مسلک یا مکتبہ فکر کا ہوتا اس کے احترام اور خاطر داری میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے، قاری محمد طیب صاحب تشریف لائے تو جامعہ کے ہال میں ان سے تقریر کرائی، ڈاکٹر حمید اللہ (پیرس) ہفتہ عشرہ تک جامعہ میں عشاء کے بعد روزانہ لیکچر دیتے رہے، مولانا داؤد غزنوی مولانا مودودی اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی تو جامعہ کے اراکین ہی تھے مولانا شاہ بدیع الدین عرف جھنڈا پیر کے علم اور بیباکی کے بڑے معترف تھے، جامعہ میں بھی ان سے تقریریں کرائیں اور حرمین میں باقاعدہ ان کے مواعظ کا انتظام کرادیا، موانا عبداللطیف نعمانی (میرے چچازاد بہنوئی) حج پر آئے، مسند حمیدی کی پہلی جلد (تحقیق مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی) شیخ کی خدمت میں ہدیہ کرنا چاہتے تھے، لے گیا تو کھڑے ہو کر تپاک سے ملے اور گھر پر کھانے کے لیے لے گئے، حاتم دوراں حاجی حمید اللہ صاحب کے فرزند حافظ محمد یحییٰ 1965ء میں خاندان کے کثیر افراد کے ساتھ حج پر آئے تھے، شیخ کے پاس لے گیا اور تعارف میں عرض کیا کہ مدینہ کا دارالحدیث بنانے میں جس شخصیت نے سب سے بڑا کارنامہ انجام دیا تھا، یہ ان کے فرزند ہیں، فرط مسرت میں بڑی دیر تک شیخ نے حافظ یحییٰ کو سینے سے چمٹائے رکھا، ان کے والد کے کارنامے کو سراہتے رہے، دعائیں دیتے رہے، میں نے جب یہ کہا کہ حاجی حمید اللہ صاحب نے دارالحدیث کے قیام کے لیے اس وقت تقریباً ایک لاکھ کی رقم دی تھی جو آج کے حساب سے کئی لاکھ ہو جائے گی تو شیخ نے فرمایا: اکثر بکثیر، یعنی اس سے بھی بہت بہت زیادہ۔

موسس جامعہ دارالسلام کے افراد خاندان سے آپ اس قدر مانوس اور قریب ہو چکے تھے کہ کسی بھی ''کاکا'' سے اجنبیت محسوس نہیں کی، اس خاندان کا کوئی بھی شخص حج یا عمرے پر

Marfat.com

جاتا اس کی میزبانی شاندار طریقے پر کرتے، سابق معتمد جامعہ کاکا محمد عمر اور موجودہ معتمد مولانا کاکا سعید احمد صاحب عمری کے ساتھ تو آپ کے تعلقات گھریلو جیسے ہو گئے تھے، ہر ملاقات پر جامعہ کے حالات کے ساتھ گھر کے افراد کے بھی احوال وکوائف دریافت کرتے، دونوں بھائیوں کے دوش بدوش آپ نے جامعہ کی ترقی شہرت اور نیک نامی کے لیے ایک ناقابل فراموش کردار انجام دیا، اس لیے آپ کی وفات کی خبر نے جامعہ دارالسلام اور اس کے ذمہ داروں کو بہت زیادہ متاثر کیا۔ ہمارے ایک ساتھی محمد یونس ندوی (لکھنؤ یونیورسٹی کے پروفیسر اور صدر شعبہ عربی) مدینہ میں بیمار ہوئے، مرض تشویش ناک تھا، ڈاکٹروں کی سمجھ سے بالاتر، شیخ نے ہاسٹل سے باہر شہر کے ایک تیسر ہوٹل میں جامعہ کے خرچ پر بھجوادیا، روزانہ عصر کے بعد عیادت کے لیے تشریف لاتے، دعائیں پڑھ کر پھونک مارتے، یونس صاحب جو کسی سے کم ہی متاثر ہوتے تھے، کہتے ہیں کہ شیخ یقیناً اللہ والے بزرگ ہیں جب تک میرے قریب رہتے ہیں، میری وحشت دور ہو جاتی ہے۔

دعوت وتبلیغ:

اشاعت اسلام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس میدان میں دعوت وتبلیغ سے زیادہ داعی کے اوصاف واخلاق کا کردار زیادہ مؤثر ہوتا ہے، اس دعویٰ کی صداقت بھی آپ کو شیخ کی زندگی میں بدرجہ اتم ملے گی، "المجتمع" کویت لکھتا ہے کہ شیخ کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی توفیق دی ان کی اوسط روزانہ پانچ کے حساب سے ہے، وفات سے صرف دو گھنٹہ قبل جان کنی کے عالم میں بھی اپنے نصرانی طبیب کو اسلام کی حقانیت سمجھانے میں مصروف ہیں، شاید اسی منظر سے محوحیرت ہو کر ملک الموت نے آپ کی حیات مستعار کے دو گھنٹے بڑھا دیے ہوں تو کیا عجب ہے۔

حاصل کلام:

شیخ ابن باز کے کریمانہ اخلاق حکیمانہ اسلوب، مشفقانہ سلوک کے بارے میں جس قدر بھی لکھا جائے وہ آپ کے کارناموں اور واقفیت سے کم اور بہت کم ہے، وہ ایک عظیم ترین

Marfat.com

ہستی تھے اور میں ان کا ایک کمترین شاگرد، بڑے بڑے شاہ اور حکمران ان کا ہاتھ تھام کر چلنے میں فخر محسوس کرتے تھے اور ان کی بند آنکھوں میں جھانک کر اپنی عاقبت روشن کر لیتے تھے اور سفر حیات کو ان کے مشوروں کی روشنی میں ٹھوکروں سے بچا کر طے کر لیتے تھے، ایسے بڑوں کے درمیان سر بلند رہنے والی شخصیت کو مجھ جیسے بے نام ونشان نے جب بھی کوئی خط لکھا جواب سے سرفراز کر دیا، فراغت کے بعد خیریت سے گھر پہنچنے کا خط لکھا جو ہرگز جواب طلب نہیں تھا، اس کا بھی جواب تحریر فرمایا، شادی کی اطلاع دی، ڈھیر ساری دعاؤں کی سوغات بھیجی، کسی طالب علم کے لیے داخلہ کی سفارش لکھی تو جواب میں فرمایا، آپ جسے بھیجیں گے ہم اس پر خصوصی توجہ دیں گے، سفر نائیجیریا کے موقع پر دفتری کارروائی میں تاخیر ہوگئی، جس سے میرا کچھ نقصان ہوا، اس کی شکایت لکھی تو معذرت کے ساتھ نقصان کی تلافی کے لیے ایک ہزار ریال کا چیک روانہ فرمایا، ایسی بے حد وحساب یادیں اور باتیں ہیں اور ان میں کوئی بھی آسانی سے بھلائی جانے والی بات نہیں۔ اخیر میں رندھی ہوئی آواز میں اتنا ہی کہہ سکوں گا۔

تمام عمر پڑھوں اور کبھی بھی ختم نہ ہو
وہ اپنی یادوں کی ایسی کتاب دے کے گئے [1]

❁❁❁❁

---

[1] ماہنامہ صراط مستقیم کے ایڈیشن اگست وستمبر 1999ء میں استاذ محترم نے یہ مضمون قلم برداشتہ لکھا تھا۔ البتہ انھوں نے اسی میگزین میں اکتوبر ونومبر 2008ء میں دو قسطوں میں علامہ ابن باز رحمہ اللہ کے بارے میں ایک مفصل مضمون لکھا تھا۔ وہ مضمون بھی میں نے اپنی اس کتاب میں شامل کر دیا ہے۔ چونکہ استاذ محترم کے الگ الگ وقت میں لکھے گئے یہ دونوں مضمون اپنے اندر انوکھی معلومات رکھتے ہیں اور دونوں کے مطالعے میں الگ الگ لذت بھی ہے...... (ریاضی)

Marfat.com

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ

(از:......مولانا حفیظ الرحمٰن اعظمی عمری مدنی) ☆

ملک وملت کی برگزیدہ شخصیتوں کی وفاتِ حسرتِ آیات پر میں نے بیسیوں بارتعزیتی کلمات کہے اور لکھے ہیں۔ اس موضوع کے بے شمار مصرعے، محاورے اور ضرب الامثال مجھے ازبر ہیں، لیکن آج جس شخصیت پر مجھے لکھنا ہے وہ ایسی قدآور ہے کہ ہر مصرع اور محاورہ اس کے قدوقامت سے بہت چھوٹا اور کمتر ہے۔ بلاشبہ سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ کی ہستی تمام اوصاف حمیدہ، کمالاتِ ستودہ اور خصائلِ خیر کی جامع تھی، آپ بے مثال عالم ہی نہیں عالم باعمل بھی تھے، طہارت وتقویٰ میں کامل واکمل تھے، دین خالص کے علمبرداری ہی نہیں اس کے اخلاق وکردار کے وارث وامین ہی نہیں، ان کے ترجمان اور پیکر مجسم بھی تھے۔ خدمت خلق کے جذبے سے معمور اور سرشار تھے، سخاوت وخیرات کے میدان میں حاتم کو پیچھے چھوڑ چکے تھے، جرأت وبے باکی اور حق گوئی میں امام احمد بن حنبلؒ اور امام ابن تیمیہؒ کی روح رکھتے تھے۔ علم کی اشاعت اور علما کی قدرافزائی آپ کا مسلک تھا، ساری دنیا کے مسلمانوں

☆ استاذ محترم کا یہ معلوماتی مضمون ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم کے شمارہ اکتوبر نومبر 2008ء میں دوقسطوں میں شائع ہوا تھا۔ جب میں نے استاذ محترم سے ان کی سوانح کے بارے میں ایک صفحہ لکھنے کو کہا تو انھوں نے یہ قیمتی مضمون بھی ارسال فرمادیا۔ اس کے لیے میں ان کا بے حد ممنون ہوں......(ریاضی)

مولانا حفیظ الرحمن اعظمی عمری کا تعارف:

آپ میرے استاذ مکرم مولانا حفیظ الرحمٰن عمری ہیں۔ آپ کے والد مکرم کا نام محمد نعمان اعظمی ہے۔ آپ کی ولادت سن 1941ء میں جنوبی ہند کے صوبہ تامل ناڈو کے دارالحکومت مدراس میں ہوئی۔ آپ نے بچپن ہی میں قرآن کریم حفظ کرلیا۔ جامعہ دارالسلام عمرآباد سے آپ نے فضیلت کی ڈگری حاصل کی اور وہیں سے افضل العلماء کی تیاری کرکے اس کے امتحانات پاس کیے۔ جامعہ دارالسلام عمرآباد سے فراغت کے بعد آپ کا داخلہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں ہوگیا۔ اور مدینہ سے سن 1384ھ میں سند تخرج ممتاز درجے سے حاصل کی۔

Marfat.com

کے مصائب و مسائل سے آگاہ تھے اور ہر موقف اور میدان میں ان کے ہر قسم کے تعاون میں نہ صرف پیش پیش تھے بلکہ امیر الجیش تھے۔ نابینا ہونے کے باوجود طبقۂ علما و امراء، عوام وخواص اور سعودی حکمرانوں کی آنکھوں کی روشنی تھے، اور ان کے دین و دنیا کے سفر کی راہ میں منارۂ نور اور سنگِ میل کی حیثیت رکھتے تھے۔ غرض کوئی خوبی اور نیکی ایسی نہیں جو قدرت نے آپ کی ذات میں ودیعت نہ کی ہو اور وہ بھی پوری شانِ فیاضی کے ساتھ ؎

ولیس علی اللہ بمستنکر
أن یجمع العالم فی واحد

شیخ ابن بازؒ کی وفات حسرت آیات صرف سعودیوں کے لیے نہیں پوری امت مسلمہ کے لیے ایک عظیم اور طویل مدت تک کے لیے ناقابل تلافی خسارہ ہے۔ شیخ کی نیکیاں، خوبیاں اور خدماتِ جلیلہ ایسی زندہ اور تابندہ تھیں کہ سب کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے گا اور اعلیٰ علیین میں شہداء وصالحین اور علمائے ربانیین کی رفاقت عطا کرے گا۔ پسماندگان کے حق میں دعا ہے کہ اللہ ان سب کو کڑی دھوپ سے

⇦⇦ آپ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ مدینہ یونیورسٹی سے فراغت کے بعد آپ نے نائیجریا میں تین سالوں تک دعوت و تبلیغ کی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد ملائشیا میں پانچ سالوں تک بحیثیت مدرس خدمات انجام دیں۔ اور اس کے بعد وطن عزیز تشریف لے آئے۔ یہاں آپ نے اپنا علمی مسکن جامعہ دار السلام عمر آباد کو بنایا اور پھر اس کے بعد عمر آباد کی تربت سے ایسے چپٹے کہ چپٹے رہ گئے۔ یہ آپ کی عمر آباد سے بے حد محبت اور الفت کی اعلیٰ دلیل ہے۔

ایک استاذ کی قابلیت کا اندازہ اس کے تربیت یافتہ شاگردوں سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ آپ کے شاگردوں میں ایسے ایسوں کا نام سرفہرست ہے جو آسمانِ علم وفن پر اپنا آشیانہ رکھتے ہیں۔ جیسے ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمٰن عمری (مدینہ منورہ)، شیخ عبد الہادی عمری (برطانیہ) اور ڈاکٹر آ.کے. نور محمد مدنی۔

آپ کے مضامین اور مقالات ہند و بیرون ہند کے مختلف میگزین میں گاہے گاہے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کے مضامین و مقالات کی تعداد سیکڑوں میں ہے۔ ہندستان میں ٹیلی وژن اور ریڈیو کے کئی چینلوں سے آپ کے دروس وغیرہ شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے کئی ایک عربی کتابوں کا اردو زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے۔ مثلاً: دکتور طٰہٰ جابر فیاض العلوانی کی کتاب "أدب الاختلاف فی الإسلام"، ڈاکٹر عبد الصبور مرزوق کی مایہ ناز کتاب "الغزو الفکری" اور ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی کی کتاب "ھکذا علمتنی الحیاۃ۔" ⇦⇦⇦

Marfat.com

بچانے کے لیے ایک ایسا مضبوط سائبان عطا کرے جو، آندھی اور طوفان کی یلغار سے بھی محفوظ رکھے اور شیخ کا نعم البدل مرحمت فرمائے۔ آمین یارب العالمین

آپ کا انتقال 26 محرم الحرام 1420ھ جمعرات کے دن دوپہر کے وقت طائف میں ہوا، جمعہ کے روز مکہ مکرمہ کے قبرستان "المعلی" میں تدفین ہوئی، وفات کے وقت آپ کی عمر پچاسی (85) سال کے قریب تھی، ہوش سنبھالنے کے بعد عمر کا ایک ایک دن علم کی خدمت، دین کی اشاعت اور دنیائے انسانیت کی رشد وہدایت اور خدمتِ خلق میں صرف ہوا

شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

شیخ موصوف سے شاگردی کا شرف اس ہیچ مداں کو حاصل ہے۔ آپ کی وفات حسرت

⇦⇦ سچ تو یہ ہے کہ استاذ محترم مولانا حفیظ الرحمٰن عمری حفظہ اللہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں اور نہ ہی آپ تعارف کے اس رسم کو پسند فرماتے ہیں۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ آپ نے تصنیف وتالیف میں قدم آگے نہیں بڑھایا؛ ورنہ آپ کے رشحاتِ قلم کا جواب نہیں ملتا۔ میں نے ایک دفعہ سعودی عرب میں ایک ایسے آدمی سے آپ کی علمی صلاحیت کے بارے میں تعریف کرتے ہوئے سنا تھا جو اپنے علاوہ کسی کی تعریف بیان کرنا تو کجا، کسی غیر کی تعریف سننا بھی گوارا نہیں کرتا۔ مجھے یاد ہے اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اس وقت ہندوستان میں جو ذہین علما ہیں ان میں مولانا حفیظ الرحمٰن عمری کا نام صف اول میں ہے۔

یہ حق ہے کہ استاذ مکرم نے جان بوجھ کر قلم کو کماحقہ جنبش نہیں دی؛ لیکن یہ بھی حق ہے کہ آپ نے ساری دنیا میں اپنے شاگردوں کا جال پھیلا دیا جن کی کتابیں خلیجی ممالک میں مکتبات کی زینت بنتی ہیں۔ کتنا معقول جواب دیا تھا ایک مرتبہ میرے استاذ مکرم جناب سعید احمد عمری حفظہ اللہ نے: "میں کتابیں نہیں لکھتا تو کیا ہوا، میں تم جیسے شاگردوں کو تیار کر رہا ہوں، آگے چل کر تم کتابیں لکھو، میں کتاب لکھتا نہیں بلکہ لکھنے والا تیار کر رہا ہوں!!"

یہ آپ نے میرے اس سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ "کیا وجہ ہے کہ آپ کتابیں نہیں لکھتے؟!"

اسی پر استاذ مکرم جناب مولانا حفیظ الرحمٰن عمری حفظہ اللہ نے بھی عمل کیا اور دنیا کا کونسا خطہ ایسا ہے جہاں آپ کے باصلاحیت شاگرد نہیں ہیں۔ میں بھی آپ کا ایک ادنیٰ شاگرد ہوں۔ اور میں بھی کہتا ہوں کہ آپ جیسے اساتذہ کی برکت ہی سے میں بھی کچھ لکھنے کے قابل ہو سکا ہوں۔ یہ شجر آپ ہی اساتذہ کا لگایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری طرف سے ہمارے تمام اساتذہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

استاذ مکرم تفسیر اور فقہ کی تدریس میں کافی مہارت رکھتے ہیں۔ آپ کے درس میں بیٹھنے والا طالب علم خود کو خوش نصیب سمجھتا ہے کیونکہ آپ کا درس انتہائی جامع اور پر مغز ہوتا ہے۔ میں نے بھی آپ سے تفسیر پڑھی ہے۔ آپ کا مسکراتا چہرہ ہر وقت میرے سامنے رہتا ہے۔ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کا سایہ تادیر امت مسلمہ پر فگن رکھے کہ طالبانِ علومِ نبوت اپنے علم کی تشنگی آپ سے بجھاتے رہیں۔ آمین

Marfat.com

آیات نے میری عمر رفتہ کو آواز دے کر ان سب یادوں اور ملاقاتوں کو ایسے زندہ، تازہ اور تابندہ کر دیا جیسے وہ چھیالیس (46) برس پرانی نہ ہوں بلکہ کل ہی کی ہوں۔

شعبان 1381ھ کی آخری تاریخ تھی، ہم طلبہ صبح صبح جامعہ اسلامیہ وارد ہوئے، شیخ محمد ناصر العبودی جنرل سکریٹری، وائس چانسلر سے ملانے ان کے دفتر لے گئے۔ داخل ہوئے تو دیکھا کمرہ بہت بڑا ہے، اختتام پر طویل میز ہے اور اس سے متصل ایک اونچی کشادہ کرسی رکھی ہوئی ہے، مگر وہ مرکزی کرسی خالی تھی، دائیں اور بائیں متعدد کرسیاں تھیں، مختلف حلیوں کے لوگ ان پر براجمان تھے۔ مرکزی کرسی خالی دیکھی تو سمجھ گئے کہ نائب الرئیس ابھی تشریف نہیں لائے۔ شیخ عبودی میز کی بائیں طرف والی قطار کی آخری کرسی کی طرف لے گئے اور اس پر براجمان ایک بزرگ کو ہماری آمد کی اطلاع دی، وہ فوراً کھڑے ہو گئے، ہم سے معانقہ کیا، سفر کے بارے میں دو ایک سوال کیے، پھر وہ ساری حدیثیں ایک ایک کر کے سنانے لگے جو علم کی راہ میں نکلنے والے طالب علم کی فضیلت اور اجر وثواب سے متعلق تھیں۔ احادیث ختم ہوئیں تو ہمیں ہمت دلاتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ خوب دل لگا کر نیک نیتی کے ساتھ، محنت اور توجہ سے اپنے آپ کو حصول علم میں مصروف رکھیں۔ اخیر میں ہماری میز بانی کے لیے ہدایات دے کر ہمیں رخصت کر دیا۔ ہم جب تک وہاں رہے حیرت واستعجاب میں مبتلا رہے، کانوں کو ہم نے کم زحمت دی، باتیں سننے سے زیادہ ہماری آنکھیں آپ کے سراپا پر جمی رہیں۔ ہم چشم بصارت سے آپ کے جسم کو دیکھ رہے تھے اور آپ نورِ بصیرت سے ہماری روح میں روشنی کی کرن بکھیر رہے تھے اور دل گواہی دے رہا تھا کہ یہ شخصیت عظیم ہے اور بلا شبہ اہل اللہ اور اہل التقویٰ میں سے ہے، کیا ہی اچھا ہو کہ یہی نائب الرئیس ہوتے، اس آرزو کے ساتھ ہم باہر نکلے، دیگر لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور بات چیت کا سلسلہ چلا تو معلوم ہوا کہ وہی بزرگ نائب الرئیس ہیں۔ انکساری اور کچھ معذوری کی وجہ سے وہ اپنی کرسی چھوڑ کر داہنی قطار کی کرسیوں پر اپنے سکریٹری کے ساتھ تشریف فرما ہوتے ہیں۔

یہ تھا ایک منظر ہماری پہلی ملاقات کا، اس عظیم شخصیت سے جس کا نام ''عبد العزیز بن

Marfat.com

عبد اللہ بن باز'' تھا۔ پہلی ملاقات ہی میں آپ کی سادگی، نیکی، اخلاص، اخلاق، للّٰہیت، قوتِ حافظہ اور استحضار علمی کے نقوش ہمارے ذہن ودماغ میں مرتسم ہو گئے۔ پھر جیسے جیسے دن گزرنے لگے ہم آپ سے قریب تر ہوتے گئے اور پہلے دن آپ کے اوصاف وکمالات کی جو اجمالی شکل دیکھی اس کی تفصیل عیاں اور نمایاں ہونے لگی۔ نام عبد العزیز تھا، اپنے کام، کارنامے اور خدمات کی بدولت ہر دل عزیز تھے، چلتے تو پورا ایک کارواں آپ کے جلو میں ہوتا جس میں امراء، علما، طلبہ اور محتاج ومساکین سبھی شامل ہوتے اور ہر طبقے کی ضرورت پوری کرنے اور اس کی پیاس بجھانے کا سامان آپ کے پاس ہوتا۔ خدمتِ خلق کی بدولت قدرت نے آپ کو طویل عمر دی، حیاتِ مستعار کی لگ بھگ نوے بہاریں آپ نے دیکھیں، اپنے لیے کم جیے، دوسروں کو جلا دینے میں زیادہ مصروف رہے، دنیا نے اپنی ہر عزت اور دولت آپ کے قدموں پر نچھاور کی اور آپ جہاں والوں کے دکھ درد اور رنج وغم میں شریکِ کار رہے۔ افراد، ادارے اور مدارس ومساجد ہی نہیں، تحریکیں، تنظیمیں اور حکومتیں تک آپ کے علم وفضل اور داد ودہش سے سیراب اور فیض یاب ہوتی رہیں۔ آپ کا وجود کڑی دھوپ میں ایک سایہ دار درخت کی حیثیت رکھتا تھا، جس کی چھاؤں میں بادشاہوں اور شہزادوں کو بھی روحانی غذا، مذہبی راہنمائی اور سکون واطمینان کی دولت نصیب ہوتی تھی۔ امت کے ہر طبقے کو آپ کی ضرورت تھی، کسی بھی مرتبے کا کوئی شخص آپ کی ذات سے بے نیاز نہیں تھا۔ اتنی طویل عمر کے باوجود کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ آپ جلد یا بدیر رخصت ہو جائیں گے، یہی وجہ تھی کہ آپ کی وفات کی خبر سعودی حکمرانوں اور عالمِ اسلام کے واقف کاروں پر بجلی بن کر گری اور سب تڑپ کر کلیجہ مسوس ہو کر رہ گئے۔ ہر ایک نے اس کو اپنا ذاتی نقصان اور نصیب کا حرمان سمجھا اور جانا۔ خادم الحرمین ملک فہد بن عبد العزیز (رحمہ اللہ) کا پیمانۂ صبر چھلک گیا، بے قراری کا عالم یہ تھا کہ بستر علالت سے اٹھ کر نمازِ جنازہ میں شریک ہونے کے لیے مسجد حرام پہنچ گئے، شیخ کے صاحبزادوں کو گلے لگا کر گلو گیر آواز میں گویا ہوئے:

''آپ کے والد (اللہ کی رحمت ہو ان پر) صرف آپ ہی کے نہیں بلکہ وہ

Marfat.com

ہمارے بھی والد ہیں اور ذاتی طور پر میرے لیے وہ اس سے بھی بڑی حیثیت رکھتے ہیں، ان کی وفات آپ ہی کا نقصان نہیں ہمارا نقصان ہے، عالمِ اسلام کا نقصان ہے اور ساری ہی دنیا کے مسلمانوں کا نقصان ہے، اور ان کی وفات سے ہم ایک ایسے انسان کی سرپرستی سے محروم ہو گئے جو ہمارے لیے سب سے محترم تھی، ان کا صدق واخلاص، ان کی وفا اور صفا ہمارا سب سے قیمتی سرمایہ تھا۔ ہماری خیر خواہی اور راہنمائی کے سلسلے میں وہ کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے۔''

(روزنامہ عکاظ۔15رمئی 1999ء)

یہ تو شاہ کے تعزیتی کلمات تھے، اور دیگر شہزادوں، امراء، وزراء اور علما نے اپنے جذبات اور تعلقات کا اظہار بڑے سے بڑے الفاظ میں کرنے کے بعد بھی اعتراف کیا کہ ہر بڑا لفظ شیخ کی بڑائی کے آگے بہت ہی چھوٹا ہے۔ اس اعتراف میں جہاں شیخ باکمال نظر آتے ہیں، وہیں شاہ اور شاہزادے بھی آپ کو بہت با اخلاق نظر آئیں گے۔ ایک عالم دین کے ساتھ حکمران طبقے کی یہ عقیدت دونوں کے کردار کی عظمت کا عنوان اور اعلان ہے۔

شیخ کی ولادت ایک عام زراعت پیشہ خاندان میں ذی الحجہ 1330ھ (1901ء) کی ایک مبارک ساعت میں ہوئی، خاندان کے تعلیم یافتہ افراد سے ابتدائی تعلیم کا آغاز اور قرآن مجید کا حفظ مکمل کیا، دینی علوم کے حصول میں آگے بڑھتے رہے، سولہ سال کی عمر کو پہنچے تو آنکھوں کی کوئی بیماری لاحق ہوئی، بینائی متاثر ہونے لگی، اور چار سال بعد دنیا مکمل طور پر اندھیری ہوگئی اور آخرت کی روشنی آپ کا سہارا اور جینے کا حوصلہ بن گئی۔ قدرت کوئی شے لیتی ہے تو اس کا عوض بہت بھاری دیتی ہے، شیخ کے ساتھ وہی ہوا، آنکھوں کی روشنی لے کر دل ودماغ کو روشن کر دیا، ذہن رسا اور حافظہ بلا کا عطا کیا، جو کچھ سنتے وہ آپ کے دماغ میں پتھر کی لکیر کی طرح نقش ہو جاتا، قرآن تو آپ کو حفظ تھا ہی، احادیثِ نبوی کا ایک خزانہ، ائمہ ومحدثین کے اجتہادات وفتاویٰ کا مجموعہ، رجال کی سوانح حیات، تاریخ اسلام کے روشن اور سبق آموز صفحات، فقہاء ومتکلمین کے اصول ودلائل کا ایک ذخیرہ یہ سب آپ کے دماغ میں

Marfat.com

سما گیا تھا۔ وقتِ ضرورت ان سب کا استحضار اور ان سے استشہاد پر کمال درجے کا عبور تھا، آپ کے اساتذہ مملکت کے نامی گرامی علمائے دین تھے، شیخ محمد بن عبد اللطیف آل شیخ، شیخ صالح آل شیخ، شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ اور دیگر اساطین علم نے آپ کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی۔

شیخ نے اپنی عملی اور تدریسی زندگی کا آغاز مسجد، مکتب اور معہد سے کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے مملکت کے تمام مذہبی، علمی، تحقیقی اور رفاہی اداروں کی سرپرستی کی ذمہ داری آپ کو سونپ دی گئی۔ ان عہدوں اور کرسیوں سے اللہ کے اس فقیر کی عظمت واہمیت میں کیا اضافہ ہوتا، البتہ یہ ادارے، تحریکیں اور تنظیمیں شیخ کر نگرانی میں بڑی مستعد، مستند اور معتبر بن گئیں اور ان کی شہرت اور دائرۂ کار میں جیسے چار چاند لگ گئے۔ شیخ وہی شیخ رہے، نہ مسجد کا درس چھوڑا اور نہ اپنے گھر کی علمی مجلس کا دروازہ بند کیا۔ مرتبے بڑھتے جارہے ہیں۔ لیکن شیخ کے کریمانہ اخلاق، حکیمانہ مزاج، مشفقانہ سلوک اور مربیانہ طرز میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑا؛ بلکہ آپ کے حسن معاملے میں بھی اضافہ ہی ہوتا رہا۔ ہر طبقے کا آدمی بغیر کسی تحفظ اور تکلف کے اپنی پیاس بجھانے صبح سے رات گئے تک پہنچتا رہتا۔ ہر ایک کی پیاس مختلف ہوتی، علمی پیاس ذہنی افلاس، دینی راہنمائی اور مادی احتیاج کے ساتھ لوگ آتے رہتے اور سیراب وشاداب ہوکر واپس ہوتے، شیخ چاہے گھر پر ہوں یا دفتر میں، ایک دربار کا سماں ہوتا اور دربار بھی خاص نہیں، دربارِ عام، جس میں شاہ وگدا اور خواص وعوام کا ازدحام رہتا اور حیرت کی بات یہ کہ مختلف النوع کام کھلے عام ہی یکساں انجام پاتے رہتے۔ بحث ونظر کے مسائل ہیں، اجتہاد وفتاویٰ کے سوالات ہیں، علمی تحقیقی امور ہیں، دینی مذہبی راہنمائی ہے، دفتری کاروائی ہے، شکوہ اور شکایتوں کے طومار ہیں، سفارش اور توصیہ مانگنے والوں کی طویل قطار ہے، جواب طلب خطوط کے انبار ہیں، مجلّات ورسائل کی بھرمار ہے، مراجع کے لیے نئی پرانی کتابوں کی دیوار ہے اور ملنے ملانے والے سلسلہ وار ہیں۔ اتنی ڈھیر ساری مصروفیتوں کو دیکھ کر عام آدمی وحشت اور جھلاہٹ میں ہوش وخرد کھودے تو کوئی عجب نہیں۔ لیکن شیخ کو آپ دیکھیں گے سارے کام

Marfat.com

حسن وخوبی کے ساتھ تبسم اور بشاشت کے ساتھ انجام دیے جارہے ہیں، ہر ایک بقدر ظرف وضرورت شادکام ہوکر آپ کی مجلس سے رخصت ہوتا ہے۔ اللہ نے آپ کے وقت میں بڑی برکت دے رکھی ہے، تبھی تو یہ سارے کام کل پر نمٹائے اور تڑخائے بغیر آج کے آج انجام پارہے ہیں۔ رسائل واخبارات کے مضامین اور خبریں پڑھنے والے تھک جاتے ہیں تو دوسرا ان کی جگہ لے لیتا ہے، آپ نہ صرف سنتے ہیں بلکہ کوئی خبر خلاف واقعہ ہو یا کوئی مضمون اسلام کی غلط ترجمانی کررہا ہو تو اسی وقت اس کی اصلاح اِملا کرا کے متعلق مصنف یا مطبع کے نام بھیج دیتے ہیں۔ ایک ہی مجلس میں حاضرین کو اتنے رنگ دیکھنے کو ملتے ہیں کہ ان کے اندر بھی کام کی امنگ جاگ اٹھتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس مجلس میں جس کسی نے بھی ایک آدھ گھنٹہ ہی گزار لیا وہ اس کے لیے ناقابل فراموش بن گیا۔ شیخ کی وفات کی خبر نے ایسے تمام مشاہدین اور خوشہ چینوں کو متحرک کرکے رکھ دیا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ جس کو لکھنا آتا ہے وہ لکھے جارہا ہے، جس کو بولنا آتا ہے وہ بولے چلا جارہا ہے اور جو دونوں سے محروم ہے وہ رونے رلانے میں مصروف ہے......

کوئی خاموش یہاں آج دکھائی نہیں دیتا

زندگی کے چند لمحے آپ کے سایۂ عاطفت میں گزارنے والے اپنے آپ کو خوش نصیب گردانتے ہوں تو میں اپنے آپ کو کیا سمجھوں، میرے نصیب نے پورے چار سال شیخ کی قربت اور تربیت میں گزارنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنی نا اہلی، خام کاری اور نادانی کی وجہ سے بقدر ذوق استفادہ نہ کرسکا اور آپ کی خاک پا کو سرمۂ بصیرت بنانے سے محروم رہا۔ شیخ کی عقیدت وعظمت کا سکہ روزِ اول سے میرے دل ودماغ پر چھایا رہا اور اس عقیدت وعظمت میں ایسا کھویا کہ اپنے آپ کو بنانے اور سنوارنے کے بجائے صرف شیخ کو دیکھنے، سننے، سونگھنے اور پڑھنے میں چار سال گزار دیے اور جیسا میں نے آپ کو پایا اس کی تصویر اور تعبیر کے لیے میرے پاس نہ اس پائے کا قلم ہے اور نہ برش......!

اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں شیخ کی عظمت کے نشان اور آپ کی خدمات کے میدان بیان

Marfat.com

کرنے کی کوشش کروں گا۔ قاری کو متاثر نہ کرسکوں تو یہ میرے قلم کا عجز اور مشاہد کا نقص ہے۔
شیخ ابن بازؒ کا نشیمن فضا کی اتنی بلندی پر ہے کہ عوام کی پرواز اور اڑان وہاں تک ممکن ہی نہیں۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی وقت کے بڑے عالم ہیں، دورِ حاضر کے مسائل حل کرنے میں کھلا ذہن اور روشن دماغ رکھتے ہیں، ان کا ناخنِ فکر گرہ کشائے مشاکل ہوا کرتا ہے۔ شیخ ابن بازؒ نے آپ کے بعض اجتہادات وفتاویٰ پر نکیر بھی کی اور تنقید بھی۔ اس کے باوجود دکتور قرضاوی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''میں کسی ایسے مسلمان کو نہیں جانتا جو شیخ کو ناپسند کرتا ہو، اور اگر ایسا کوئی نظر آئے تو میں یہی کہوں گا کہ اس کے دین میں خلل ہے، عقیدے میں فتور ہے، یا نیت میں کھوٹ ہے، کیونکہ شیخ ایسے نیک نفس تھے کہ ان کا سارا علم، عمل کے لیے تھا اور سارا عمل اخلاص پر مبنی تھا اور اخلاص، صدق وصفا کا آئینہ دار۔''

(المجتمع :1920/10)

1157ھ کی ایک بہت ہی مبارک ومسعود صبح تھی، جب ایک فقیر محمد بن عبد الوہاب اور امیر محمد بن سعود کے درمیان دین کی سربلندی کے لیے ساتھ جینے اور ساتھ مرنے کا پیمانِ وفا اور عہد و اقرار قائم ہوا۔ اور یہ قافلۂ سخت جان اصلاح ودعوت کی کڑی اور دشوار گزار راہوں میں دیوانہ وار نکل کھڑا ہوا، بڑی جدوجہد، صبر وعزیمت اور استقلال کے بعد کامیابی کے آثار شروع ہوئے، اللہ کے تمام وعدوں کا ظہور ہونے لگا، شرک کے قدم اکھڑ گئے، توحید کی جڑیں مضبوط ہوگئیں، اہل توحید کی باقاعدہ حکومت قائم ہوگئی، اور فقیر وامیر کے پہلے دن کے پیمانِ وفا میں استقرار واستحکام اپنی مثال کو پہنچ گیا۔ امیر محمد بن سعود کا خاندان دنیوی امور کا حکمران ہوگا اور فقیر محمد بن عبد الوہاب کا خاندان دینی مسائل اور مذہبی امور کا نگراں ہوگا۔ آج تقریباً تین سو سال گزر چکے ہیں اور دو وقفے (1233، 1240، 1219، 1309) آچکے ہیں جن میں یہ خاندان حکومت سے بے دخل تھا، اس مدت میں کیا کچھ نہیں بدلا، لیکن امیر وفقیر کا یہ معاہدہ ہر دور میں بدستور قائم رہا، جو فریقین کی للّٰہیت، بے نفسی، بے لوثی اور نیک نیتی کی منہ بولتی

Marfat.com

شہادت اور واضح ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ صدق وصفا کی اس مثال کو، دنیا کے آخری دن تک دائم وقائم رکھے۔ آمین

قدرت نے شیخ کو حافظہ ایسا دیا تھا کہ جو پڑھتے وہ پتھر کی لکیر کی طرح دماغ میں نقش ہو جاتا، کتاب غلط ہوسکتی تھی مگر کیا مجال کہ آپ کی یادداشت میں فرق آجائے۔ مولانا حافظ محمد گوندلوی پنجابی سے ہم لوگ اسانید کا سبق پڑھ رہے تھے، شیخ درس گاہوں کا دورہ کرتے ہوئے حافظ صاحب کے سبق میں پہنچے۔ ایک راوی کے بارے میں حافظ صاحب نے فرمایا:

((هو من الطبقة الثانية .))

شیخ نے تصحیح کی:

((هو من الثامنة .))

حافظ صاحب نے کتاب آنکھوں کے نزدیک لے جاکر بغور دیکھا اور حوالہ دیا کہ "ثانیہ" ہی تحریر ہے۔ شیخ نے فرمایا:

((يمكن خطأ مطبعي هاتوا نسخة أخرىٰ .))

"ممکن ہے طباعت کی غلطی ہو، دوسرا ایڈیشن ملاحظہ کیا جائے۔"

لائبریری سے دوسرا ایڈیشن آیا تو شیخ کے حافظے کی تائید ہوئی اور کتاب کی غلطی ثابت ہوئی، حالانکہ حافظ محمد صاحب علومِ حدیث کے سمندر تھے، تقسیم سے پہلے جامعہ دار السلام عمر آباد کے ناقابل فراموش اساتذہ میں سے تھے، مسجد نبوی میں مغرب بعد آپ کا درس بخاری ہوتا تو شہر کے تمام مدارس ومکاتب کے اساتذہ حیرت واستعجاب سے آپ کے نکاتِ درس کو نوٹ کرتے جاتے تھے۔

شیخ محمد امین شنقیطی جو تفسیر کے استاذ تھے، وہ بھی اپنے علم وفضل، طہارت وتقویٰ، بے باکی اور سادگی میں اپنی مثال آپ تھے، قضا وقدر کے موضوع پر ایک شب آپ کی تقریر ہوئی، تقریر کیا تھی ایمان ویقین کی ایک تصویر اور تعبیر تھی، رواج کے مطابق اختتام پر سوالات کی بوچھاڑ ہوئی، شیخ شنقیطی نے جواب سے انکار کیا تو شیخ ابن بازؒ نے فرمایا کہ "خود میرے ذہن

Marfat.com

میں بھی آپ کی تقریر سے متعلق ایک دو سوال ہیں، مہربانی کرکے جواب دیں۔‘‘ مگر شیخ شنقیطی نے دوٹوک الفاظ میں جواب دیا کہ ’’قضاوقدر کے موضوع پر سوال وجواب کو اللہ کے رسول ﷺ نے ناپسند فرمایا اور سلفِ صالحین کا معمول بھی یہی تھا، لہٰذا سوال کے بجائے تقریر میں جو مواد اور دلائل آپ کو سنائے گئے انہیں پر آپ لوگ غور کریں تو جواب مل جائے گا اور مشکل بھی دور ہو جائے گی۔‘‘ پھر اپنی عباقبا سنبھالتے ہوئے لکچر ہال سے چشم زدن میں رخصت ہو گئے، شیخ ابن باز اور دیگر اکابر مسکراتے رہ گئے۔

شیخ ابن باز ادارے کے سربراہ تھے اور یہ سب شیوخ آپ کے ماتحت تھے، شیخ کا احترام دل وجان سے کرتے تھے، جامعہ کے قواعد وضوابط کی مکمل پابندی کرتے تھے، لیکن علمی مسائل میں یہ سب اپنی شان اور جداگانہ پہچان رکھتے تھے۔ یہ درویش صفت اور خاکسار مزاج رکھتے تھے، ان میں عناد اور انا کی کوئی بو باس نہیں تھی، اپنی ذات کو امتثال امر میں ہمیشہ آمادہ رکھتے تھے، لیکن علم کے مرتبہ شناس تھے، اسے کسی کے آگے پامال اور آلودہ کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔

امتحان کا موسم آیا تو شیخ شنقیطی بھی نگراں مقرر کیے گئے، طلبہ نے سوال کا پرچہ آگے کرکے کچھ استفسار کیا تو درس کے انداز میں پوری تشریح اور وضاحت شروع کردی۔ امتحان کمیٹی کے نگران شیخ عبدالمحسن بن حمد العباد پریشان ہو گئے، منع کرنے گئے تو ان پر بگڑ گئے اور احادیث سنانے لگے کہ علمی اور دینی مسائل کا جواب نہ دیا جائے تو قیامت کے دن ایسے عالم کے منہ پر لگام لگائی جائے گی۔ شیخ عباد نے شیخ ابن باز سے شکایت کی، شیخ نے سمجھانا چاہا مگر وہ اپنی ہی کہتے رہے۔ آخر شیخ ابن بازؒ کی سمجھ میں یہی ترکیب آئی کہ شیخ شنقیطی کو امتحانات کی نگرانی ہی سے سبکدوش کردیا جائے......

اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو

جامعہ کے اس لکچر ہال میں دنیا کے نامور شعلہ بیان خطیب، جادو بیان مقرر، سحر طراز ادیب اور انقلاب انگیز زعما کو ہم نے دیکھا اور سنا، نام سنانا شروع کردوں تو یہ فہرست اچھی

Marfat.com

خاصی طویل ہو جائے گی۔ مدینہ منورہ کی جو حیثیت ہے اور اس کا جو مقام مسلمانوں کے دلوں میں ہے تو کون صاحبِ حیثیت ہے وہاں آئے بغیر رہ سکتا ہے۔ اصحابِ علم وفضل رشد وہدایت کے مراکز اور عبادات وادعیہ کے مقامات کے ساتھ اس سرچشمۂ علومِ نبوت کی زیارت کو بھی حاصل سفر سمجھتے ہیں، نامی گرامی اہلِ علم کا ورود ہوتا تو جامعہ کے لکچر ہال میں ان کی تقریر کا اہتمام کیا جاتا، طلبہ اور عملے کے لوگوں کے علاوہ اعیانِ شہر کی بھی ایک بڑی تعداد شریکِ مجلس ہوتی، شیخ بن باز کی سربراہی میں اجلاس کی کارروائی عمل میں آتی، شخصیت کیسی ہی ہو، اس کی تقریر میں کوئی بات اسلامی تعلیمات سے انحراف کرتی ہو تو شیخ کے نقد واحتساب اور تعلیق وتبصرے سے محفوظ نہیں رہ سکتی۔ 1965ء میں ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب (اس وقت نائب صدر جمہوریہ ہند تھے) کا بھی اس ہال میں استقبال ہوا، ڈاکٹر صاحب نے سیکولر زبان اور سیاست کے پردے میں کچھ ایسی باتیں کیں جو اسلام کے اصول وسیاست اور تعلیمات کی منافی تھیں، ڈاکٹر صاحب کے ہندوستان واپس ہو جانے کے بعد شیخ کو معلوم ہوا تو مراسلت سے تعاقب کیا۔

1976ء فروری کے مہینے میں مکہ مکرمہ میں ''اقتصاد اسلامی'' کی کانفرس ہوئی، عالم اسلام کے کوئی تین سو ماہرینِ اقتصادیات نے اس میں حصہ لیا، ہندوستان کے وفد میں ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی اور ڈاکٹر ایم۔ اے۔ خسرو اور دیگر تین نمایندے بھی تھے۔ اجلاس کی کارروائی ''انٹر کانٹی نینٹل ہوٹل'' کے ابن خلدون او ابن سینا ہال میں چلتی تھی۔ ماہرین اپنی رائے پیش کرتے، کسی کی رائے میں ذرا بھی اسلامی اصولِ اقتصادیات سے تعارض یا اختلاف ہوتا تو شیخ اس کی نشان دہی کر کے اصلاح فرماتے۔ کانفرنس کے اختتام پر ہر ایک نے اعتراف کیا کہ شیخ ابن باز کے وجود نے ہی اس کانفرنس کو اسلامی حدود کے دائرے سے باہر نکلنے سے باز رکھا۔

1392ھ میں "ندوة الشباب" (WAMY) کی تاسیس کے موقع پر شیخ محمد متولی شعراوی (مصر کے وزیر اوقاف وشئون ازہر) "مكانة المرءة فی الاسلام" کے موضوع پر

Marfat.com

ڈیڑھ گھنٹے کی تقریر سے فارغ ہوئے تو شیخ نے تقریر کے گیارہ مقامات پر گرفت فرمائی اور تعلیقات چڑھائیں تو شیخ شعراوی علم وتحقیق کے میدان کے مایہ ناز انسان تھے، پھر بھی آپ شیخ کی دقتِ نظری کے قائل ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

منصب اور عہدہ کے اعتبار سے مذہبی امور کی سب سے اونچی کرسی آپ کو تفویض کی گئی تھی، علمی تبحر اور تفوق کی کچھ مثالیں تو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں، جس کا مقام اس درجہ بلند ہو عوام کی پہنچ وہاں تک کس قدر مشکل ہوگی، یہ آپ سوچ رہے ہوں گے لیکن شیخ عالم باعمل تھے، علم نے آپ کو بلند مقامات سے سرفراز فرمایا اور عمل نے انکساری اور تواضع کے ساتھ خواص وعوام اور شاہ وگدا کے ساتھ ایسا مربوط اور متعلق رکھا کہ زندگی کا بڑا حصہ عوام کے درمیان عوام کی خدمت میں بسر ہوا، اور خدمت بھی ایسی ویسی نہیں ہمہ گیر اور آفاقی!

مذہبی، علمی، معاشی، مادی خدمات کی توان گنت مثالیں دنیا دیکھ چکی ہے، لیکن ایک واقعہ جسے خواص ہی جانتے ہیں آپ بھی پڑھ لیجیے۔ ایک افریقی طالب علم شیخ کے گھر مہمان ہوئے، رات وہیں بسر کی، جس کمرے میں قیام تھا وہاں حمام تو تھا مگر پانی نلکی میں خرابی کی وجہ سے پانی نہیں پہنچ رہا تھا۔ رات تین چار بجے کے درمیان شیخ تہجد کے لیے بیدار ہوئے، مہمان طالب علم کو جاگنے کے بعد کوئی پریشانی نہ ہو یہ سوچ کر ایک بالٹی پانی خود اپنے ہاتھوں سے بھر کر اس کے کمرے کے دروازے کے پاس رکھ آئے۔ خود طالب علم کا بیان ہے کہ رات مجھے نیند نہیں آرہی تھی، کروٹیں بدل بدل کر صبح کا انتظار کر رہا تھا کہ دروازے کے پاس کچھ آہٹ سی محسوس ہوئی، باہر نکل کر دیکھا تو شیخ پانی کا انتظام کر رہے تھے اور میں شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ مجھے مزید ایک دن وہاں رکنا تھا مگر شیخ کی زحمت مجھ سے دیکھی نہیں گئی اور میں رخصت لے کر چلا آیا۔ (المجتمع کویت نے اس واقعہ کو طالب علم کے حوالے کے ساتھ نقل کیا ہے۔) شیخ کے متواضعانہ مزاج اور خادمانہ انداز سے واقفیت کی بنا پر میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس نوعیت کی خدمت کا یہ پہلا اور آخری واقعہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔

Marfat.com

کچھ قمریوں کو یاد ہے کچھ بلبلوں کو حفظ
عالم میں ٹکڑے ٹکڑے مری داستاں کے ہیں

عالم اسلام اور خصوصاً مسلم اقلیتی ممالک سے آنے والے اشخاص کے بارے میں آپ کو علم رہتا تھا کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کا خادم ہے یا علوم اسلام کے احیاء کی فکر میں رہتا ہے۔ ایسے لوگوں کی قدر و منزلت آپ کے دل میں سوا ہو جاتی اور بڑی گرم جوشی اور خندہ پیشانی سے اس کا خیر مقدم فرماتے، دیر تک درپیش مشاکل و مسائل کے بارے میں تبادلہ خیال فرماتے۔ چند مشوروں سے نوازتے اور خود ان کی تجاویز اور آراء کو توجہ سے سنتے، نامور ملاقاتیوں میں تحریر و تقریر کے مردِ میداں ہوں تو ان کے افکار و خیالات سے استفادے اور افادے کی خاطر جامعہ کے لکچر ہال میں خصوصی اجلاس کا اہتمام فرماتے، ہم نے ہندوپاک اور دیگر دنیا کی نامور ہستیوں کو اسی ہال میں دیکھا اور سنا، ورنہ ہمارے خواب و خیال میں اس کا تصور تک محال تھا۔

عرب دنیا کی شخصیتوں میں مفتی امین الحسینی (فلسطین)، ڈاکٹر سعید رمضان، علامہ حسنین مخلوف، علامہ محمد متولی شعراوی (مصر)، مصطفیٰ زرقاء، علامہ بہجت البیطار، ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی، علامہ محمد المبارک (شام)، علامہ بہجت الاثری، محمد محمود صواف (عراق)، ڈاکٹر تقی الدین الہلالی (مراکش)، علامہ عبد اللہ القلقیلی (اردن)، قاضی ابو بکر جوی (نائیجیریا) اور تونس کے مامور علما کے علاوہ ہندوپاک کے علما میں علامہ بدیع الدین شاہ، مولانا داؤد غزنوی، مولانا سید ابوالاعلی مودودی، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ڈاکٹر محمد حمید اللہ (پیرس) وغیرہ کو ہم نے اسی ہال میں قریب سے دیکھا اور شوق سے سنا۔ بعض کو تو بار بار سنا، اس فہرست میں اور بھی بہت سارے نام ہیں جو عجلت کی وجہ سے قلم کی گرفت میں نہیں آرہے ہیں۔

یہاں ایک واقعہ تحریر کیے دیتا ہوں جو بڑا اسبق آموز بھی ہے۔ (گاما)، یہ نام نئی نسل کے آگے ایک عجوبہ ہوگا، مگر پچاس سال کے اوپر کے جو لوگ ہوں گے وہ واقف ہوں گے۔ سہ غیر منقسم ہند کے ایک ایسے ناقابلِ تسخیر پہلوان کا نام ہے جس نے ساری دنیا کے نامی گرامی

Marfat.com

پہلوانوں کو کشتی کے دنگل میں خاک چٹادی اور خود کبھی شکست کا نام نہیں سنا۔ 1960ء کی دہائی میں اس کی وفات ہوئی تو پاکستان کا روزنامہ ''نوائے وقت'' رقم طراز ہوا:

''گاما پہلوان کی پیٹھ مٹی سے لگے۔ یہ صورت اس کے جیتے جی دنیا والوں کے لیے حسرت ہی بنی رہی، کفن پہنانے کے بعد ہی گاما کی پیٹھ کو مٹی چھو سکی۔''

اسی گاما پہلوان کے ایک بھائی امام بخش تھے، خود تو مشہور نہیں ہوئے مگران کی اولاد نے چچا کا نام روشن اور بلند رکھا، چچا کی وفات کے بعد اس میدان کی وراثت انہی کو ملی، مقابلے کے لیے ساری دنیا چیلنج کیا ہوا تھا اور اسی سلسلے میں یورپ وامریکہ کے دورے پر نکلے ہوئے تھے، اثنائے سفر حج کا موسم آیا تو حجاز اتر پڑے۔ 1963 یا 1964ء کا حج تھا، ہمارے ایک پاکستانی ساتھی عبدالرحمٰن ناصر عسکری خود بھی پہلوان تھے اور پہلوانوں کے بڑے قدرداں بھی، (سنا ہے آج کل وہ پاکستان کے کسی سفارت خانے میں ملٹری اتاشی ہیں) ان کی ملاقات ایک روز مدینہ منورہ میں ان پہلوان بھائیوں سے ہوگئی، جامعہ اسلامیہ میں زیارت کی دعوت دے دی اور دوسرے دن انہیں شہر سے جامعہ لانے پہنچ گئے، سعودیہ کی موٹر کاریں، بہت شاندار اور جاندار ہوتی تھیں، اس کے باوجود کوئی ٹیکسی والا دو سے زائد پہلوانوں کو ٹیکسی میں بٹھانے پر راضی نہ ہوا، ٹیکسی کا ٹائر دبتا دیکھ کران کا سانس پھولنے لگا۔ غرض کئی عدد ٹیکسیاں کر کے انہیں لایا گیا تھا، وہ کئی بھائی تھے، بڑے کا نام ''بھولو'' تھا دوسرا ''اسلم''، (بقیہ کے نام مجھے یاد تھے مگر اب ذہن سے نکل گئے ہیں) پہلوان بھائیوں کے ساتھ ان کے سکریٹریوں کے علاوہ ایک قاری بھی تھے جو بڑے منجھے ہوئے اپنے فن کے کامل اور خوش الحان تھے، مختلف اوقات میں یہ بھائی ان سے فرمائش کر کے قرآن سنتے اور اپنے ایمان کو تازہ رکھتے تھے۔ شیخ ابن باز کے دفتر پہنچے، شیخ سے ملایا، آپ نے بھولو سے مصافحہ کیا تو آپ کو اس کا ہاتھ اس کے بازو اور کندھے تک پھیرتے ہوئے ماشاء اللہ ماشاء اللہ فرماتے رہے، قہوے اور چائے سے تواضع کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مختلف صلاحیتیں ودیعت فرمائی ہیں، کسی کو علم، کسی کو عقل، کسی کو مال، کسی کو طاقت اور کسی کو اقتدار عطا فرمایا، یہ سب اللہ کی بخشی ہوئی امانتیں ہیں، ان کا

Marfat.com

صحیح استعمال ان کے اضافے اور استحکام کا موجب ثابت ہوتا ہے، دین حق کی نشر و اشاعت میں ان کو بروئے کار لانا چاہیے، آپ لوگ مقابلے سے پہلے اللہ سے مدد طلب کریں اور فتح ونصرت کی دعائیں مانگیں، کامیابی سے ہمکنار ہونے کے بعد میدانِ مقابلہ ہی میں سجدہ ریز ہو کر تشکر وامتنان کا اظہار کریں۔ شخص مقابل اور تماشائی محسوس کریں کہ آپ کی کامیابی کا سہرا ایمان اور تعلق باللہ کی بدولت ہے، آپ لوگوں کا یہ طرز عمل لوگوں کے دلوں میں اسلام کو سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی تحریک پیدا کر سکتا ہے۔ ان شاء اللہ

ڈیل ڈول اور قوت وطاقت کا اندازہ کرنے کے لیے آپ نے انہیں طواف کے آداب سکھائے کہ آپ کے جسم سے کسی کمزور مسلمان کو کوئی تکلیف نہ پہنچنے دیں، حجر اسود کا بوسہ ضروری نہیں ہے، دور ہی سے اشارہ کر کے آپ اس کی برکت بھی حاصل کر سکتے ہیں اور سنت کا ثواب بھی۔

پتہ نہیں شیخ کا ذہن رسا کیسا تھا کہ اس موقع اور مناسبت کی ایک ایک بات ان کے ذہن نشیں فرما دیں، وہ توجہ سے سننے کے بعد بہت متاثر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارے ملک میں بھی بڑے بڑے علما اور مولانا لوگ ہیں مگر آج تک کسی نے ہم سے ایسی باتیں نہیں کیں۔ ہم نے پہلی بار دیکھا کہ مذہبی علما بھی ہمیں اسلام کی کسی خدمت کے لائق سمجھتے تھے، ہمارے لیے یہ ملاقات یادگار رہو گی اور آپ کی نصیحتوں اور ہدایتوں کو بھی یاد رکھیں گے۔

(راقم نے اس ملاقات کی مفصل روئیداد ''بھولو برادران کو صحت وطاقت کے نئے اصول اور گُر'' کے عنوان سے اسی وقت روز نامہ ''دعوت'' دہلی کو اشاعت کے لیے بھیج دی تھی)

مضمون طویل تر ہوتا جا رہا ہے، ادھر ادھر کے کافی واقعات بھی آ گئے، ہر واقعے میں آپ محسوس فرمائیں گے کہ شیخ جس لگن اور تڑپ کے ساتھ جی رہے تھے وہ تمام تر اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی نیک نامی کی راہ میں تھی، آپ کی خواہش اور کوشش یہی تھی کہ دنیا کے سارے انسان اسلام کے سائے میں آ کر اپنی نجات کا سامان کر لیں، کفر وشرک کی ظلمتوں اور ضلالتوں سے نکل کر اسلام کی روشنی سے دل ودماغ منور کر کے اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کی

Marfat.com

روشنی اور خوشبو سے کائنات کو فیض یاب کرتے ہوئے ایک قائدانہ رول انجام دیں۔ مسلمان ماحول کے اندھیرے کو دور کرنے یا کم از کم اسے کم کرنے کی فکر نہ کرے تو اس کا وجود اللہ کی زمین پر بوجھ ہے۔ شیخ کے اوصاف واخلاق، کمالات وخدمات اور ساری تگ ودو اسی ذمہ داری کے انجام دینے کے لیے وقف رہی اور آپ کے اخلاص وللّٰہیت اور طریقۂ کار کی بدولت دنیا گواہ ہے کہ آپ کو اس راہ میں اپنے تمام معاصرین میں سب سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔ اخبارات ورسائل نے اعداد وشمار جمع کر کے لکھا ہے کہ جن خوش نصیبوں کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں اسلام قبول کرنے کی سعادت بخشی ان کا اوسط روزانہ پانچ کا ہے۔ وفات سے صرف دو گھنٹے پہلے بھی طائف میں اپنے مسیحی معالج کو اسلام کی حقانیت سمجھانے میں مصروف رہے۔

دعوت وتبلیغ کے میدان میں کام کرنے والے عام طور پر ایسے مصروف اور سرشار ہو جاتے ہیں کہ بہت حد تک گھر کی خبروں سے یکسر بے خبر ہو جاتے ہیں مگر اس کلیہ سے بھی آپ کو شیخ کی ذات مستثنیٰ نظر آئے گی۔ ہماری طالب علمی کے دور میں یہ واقعہ تواتر کے ساتھ شہرت رکھتا تھا کہ ایک دن شیخ کو پتہ چلا کہ ان کے ایک لڑکے نے نماز نہیں پڑھی ہے۔ شیخ غصے سے بے قابو ہو گئے، لڑکے کو پکڑا، گرا کر سینے پر سوار ہو گئے اور گھر والوں سے کہنے لگے:

((هاتو االسكين أذبحه .)) ”چھری دو، میں اسے ذبح کر دیتا ہوں۔“

امت مسلمہ کو صدیوں بعد ایک عالم باعمل، نمونۂ سلف پیکر صدق وصفا، اخلاصِ مجسم، حق گو، بے باک، حکمرانوں کا راہنما، علما کا مقتدیٰ، عوام کا پیشوا اور حاجت مندوں کا ماویٰ نصیب ہوا تھا، جس نے حیاتِ مستعار کا بڑا حصہ اللہ کے بندوں کی خدمت میں اور دین حق کی اشاعت وتبلیغ میں بسر کیا، دنیا سے جو ملا اس سے کئی گنا زیادہ دنیا والوں کو لوٹا دیا، اسلام کی شان بلند کی اور اہل علم کو عزت کا ایک نشان بخشا کہ آج بھی کس طرح علما شاہ وگدا کے دلوں پر حکومت کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شیخ ابن باز کی ہر خدمت اور نیکی کو شرف قبول بخشے، درجات بلند فرمائے اور امت کو آپ کے نقش قدم پر چلنے والے علما کی قیادت مرحمت فرمائے۔ آمین

❀❀❀❀

Marfat.com

شیخ عبدالعزیز بن بازؒ، ایک مردِ مجاہد

(از:......ڈاکٹر صہیب حسن/امیر جمعیت اہل حدیث، لندن)

دنیا میں رجال (مردوں) کی کمی نہیں ہے، لیکن قرآن نے رجال کے لفظ سے خاص صفات کے حامل افراد لیے ہیں، فرمایا ''مومنوں میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اسے سچا کر دکھایا، ان میں سے کوئی تو اپنی عمر پوری کر چکا اور کوئی انتظار میں ہے اور انہوں نے اپنے عہد میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔'' (الاحزاب:23) اسی طرح بیوت اللہ کے آباد کرنے والوں کے تذکرہ میں ارشاد فرمایا: ''ان میں صبح وشام وہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جنہیں اللہ کے ذکر، اقامت صلاۃ اور ادائے زکوٰۃ سے نہ تجارت غافل کرتی ہے اور نہ خرید وفروخت، وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں، جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔'' (النور:37-36) یقیناً ہمارے استاذ ومربی سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز انہی امتیاز کے حامل رجال میں سے تھے کہ جن کے وجود سے اسلاف کی یاد تازہ ہوتی تھی اور جن کی ہمہ گیر اور بھرپور زندگی بہتوں کے لیے مشعل راہ بنی رہے گی۔

ڈاکٹر صہیب حسن مدنی حفظہ اللہ کا تعارف:

یہ مضمون جناب ڈاکٹر صہیب حسن مدنی حفظہ اللہ کا ہے۔ آپ اہل علم کے نزدیک کوئی محتاج تعارف نہیں۔ آپ کی ولادت انڈیا کے صوبہ مشرقی پنجاب کے مالیر کوٹلہ میں سن 1942ء میں ہوئی۔ آپ کا خاندان علم وعمل میں اپنی مثال آپ تھا۔ 1947ء میں جب بھارت آزاد ہوگیا تو اس کے فوراً ہی بعد پاکستان کی علیحدگی کا ماحول پیدا ہوگیا اور 14 اگست 1948ء میں پاکستان انڈیا سے بالکل الگ تھلگ ہوگیا۔ اسی سال ڈاکٹر صہیب حسن مدنی حفظہ اللہ کے والد محترم جناب مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ ہندستان سے ہجرت کر کے پاکستان چلے آئے اور لاہور کو اپنا مسکن بنایا۔ اس وقت ڈاکٹر صہیب حسن مدنی رحمہ اللہ کی عمر کوئی چھ سال کی تھی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم لاہور ہی میں حاصل کی۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ میں جب آپ کے والد مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ کا انتخاب بحیثیت استاذ حدیث ہوا تو اپنے والد رحمہ اللہ کے ساتھ ہی مدینہ منورہ منتقل ہوگئے اور اعلیٰ تعلیم آپ نے مدینہ یونیورسٹی ہی سے حاصل کی۔ مدینہ پہنچنے سے قبل آپ کے والد محترم جناب مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ پاکستان کی اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن تھے۔ ⇦⇦⇦

Marfat.com

شیخ ابن باز انیس سال کی عمر میں اپنی بینائی کھو بیٹھے لیکن اللہ تعالی نے انہیں ایسی بصیرت سے نوازا کہ جس پر ہزاروں بصارتیں قربان ہوں، ان کی زندگی کے وہ گوشے کہ جن کا میں شاہد رہا یا ان کے دوست احباب کے توسط سے علم میں آئے، اس مضمون میں پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں⇐ شیخ نے دیار نجد کا وہ زمانہ پایا جس میں شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کی تحریک توحید کے اثرات پوری طرح جڑ پکڑ چکے تھے اور سرزمین عرب سے تمام بدعات کا قلع قمع ہو چکا تھا، شیخ نے خالص توحید کے بیج کو اپنے سینہ میں سمو لیا اور ساری عمر اس کی وکالت کرتے رہے، گو انہوں نے فقہ حنبلی میں تفقہ حاصل کیا تھا، لیکن اس بات کو انہوں نے قولاً اور فعلاً واضح کر کے دکھایا کہ وہ مسائل کی تحقیق میں کتاب وسنت اور تعامل صحابہ کو معیار اور حجت مانتے ہیں، یہی وجہ تھی کہ انہوں نے طلاق ثلاثہ (یعنی ایک ہی مجلس میں مرد کا تین دفعہ طلاق کہنا) کے مسئلہ پر معاصر علماء کی رائے سے اختلاف کیا اور اس رائے کا برملا اظہار کیا کہ ایک وقت میں دی گئی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی ہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں معروف تھا اور جس کی تائید میں امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن قیمؒ نے دلائل کا انبار لگا دیے ہیں،

⇐⇐⇐ ڈاکٹر صہیب حسن مدنی حفظہ اللہ اپنے والد ہی کی طرح بھرپور صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ پاکستان کے معروف شہر لاہور میں ادارہ دعوۃ الحق کے مدیر جناب محمود احمد غضنفر آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''شگفتہ چہرہ، روشن آنکھیں، کشادہ پیشانی، خوش اخلاق وخوش گفتار، نرم خو ونرم دل، حسنِ علم وعمل اور حسنِ اخلاق کے پیکر، تفسیر، حدیث اور عربی ادب کے ماہر، علمی، ادبی اور فقہی مجالس کی رونق، مسند تدریس اور محراب ومنبر کی زینت، علمی خاندان کے چشم وچراغ...... مولانا عبد الغفار حسن کے فرزند ارجمند مولانا ڈاکٹر صہیب حسن فاضل مدینہ یونیورسٹی، پی ایچ ڈی لندن، امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث برطانیہ، صدر قرآن کمیٹی لندن، مندوب وزارت مذہبی امور سعودی عرب۔''

جناب محمود احمد غضنفر کے بعد میرے لیے جناب ڈاکٹر صہیب حسن مدنی کے بارے میں لکھنے کو کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے۔ میں نے جب آپ سے برطانیہ فون کر کے آپ کے مضمون کو اپنی کتاب میں شامل کرنے کے حوالے سے بات کی تو آپ نے بخوشی مجھے اجازت دی اور ہمت افزا کلمات کہے۔ اس کے بعد کئی دفعہ آپ سے برطانیہ فون پر بات ہوئی۔ مگر آپ کے بارے میں مزید تفصیلات معلوم نہ ہو سکیں۔ البتہ آپ کی اہلیہ صاحبہ جن کا نام شکیلہ قریشی ہے اور جو دہلی کے ایک علمی خانوادے کی چشم وچراغ ہیں، نے مجھے آپ کے بارے میں کافی معلومات فراہم کی۔ ڈاکٹر صاحب کے بارے میں جو معلومات میں نے لکھی ہے اس کی راوی ان کی اہلیہ محترمہ ہی ہیں۔ ان کی اہلیہ ⇐⇐⇐

Marfat.com

ایسے ہی شیخ اس بات کے بھی قائل تھے کہ دوران حیض دی گئی طلاق مؤثر نہیں ہے اور اس کی بنیاد بھی رسول اللہ ﷺ سے منقول ایک حدیث پر تھی جو کہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔

جریدہ الدعوۃ (ریاض) میں شیخ کے فتاوی شائع ہوتے رہتے ہیں، ان فتاوی کے محرر فہد البکران لکھتے ہیں:

"چند ماہ قبل ہم نے جریدہ میں ایک فتویٰ شائع کیا اور غلطی سے اس کی نسبت شیخ کی طرف کردی، اس فتویٰ کے آغاز میں یہ جملہ تھا کہ "مذہب میں یوں کہا گیا ہے۔"

شیخ نے اس پر ہم سے استفسار کیا پھر کہا:

"ہم یہ نہیں کہتے کہ مذہب میں یوں کہا گیا ہے، بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ سبحانہ نے یہ کہا ہے، اور اس کے رسول علیہ الصلوۃ والتسلیم نے یوں کہا ہے۔"

اس بات واضح ہوجاتا ہے کہ شیخ فتویٰ دیتے وقت کسی معین مذہب کے پابند نہیں رہتے تھے بلکہ کتاب وسنت کے دلائل کی روشنی میں فتویٰ صادر کیا کرتے تھے، اسی طرح شیخ نے کتابیہ (یعنی یہودی یا عیسائی خاتون) سے چند شرطوں کے ساتھ نکاح کے جواز کا فتویٰ دیا تو ایک طالب علم نے کہا کہ بعض صحابہ ایسے نکاح کو جائز قرار نہیں دیتے۔

⇐⇐ جناب شکیلہ قریشی کی ولادت سن 1951ء میں کراچی میں ہوئی۔ یہ معروف داعیہ جناب مولانا محمد یونس قریشی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی پوتی ہیں جو شیخ الکل فی الکل میاں سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ جب پاکستان آزاد ہوا تو اسی موقع سے شاہ سعود رحمۃ اللہ علیہ نے سعودی عرب بلایا تھا، ان کے علاوہ ڈھاکہ (بنگلہ دیش) اور پاکستان سے بھی آپ کو بلایا گیا تھا۔ چنانچہ آپ نے پاکستان کو ترجیح دی اور پاکستان چلے گئے۔ جناب شکیلہ قریشی کے والد کا نام محمد زبیر قریشی تھا جو انڈیا کے ایئر فورس میں اعلیٰ منصب پہ کام کرتے تھے۔ جب ہجرت کا وقت آیا تو انھوں نے اس وقت ایئر فورس کے جہاز ہی پر اپنے پورے کنبہ کے ساتھ پاکستان ہجرت کی تھی۔ جناب شکیلہ قریشی ایک انتہائی نیک سیرت خاتون ہیں اور آج لندن میں رہتے ہوئے بھی اسلامی اقدار کا بے حد پاس ولحاظ رکھتی ہیں۔ وہاں کئی ایک ٹی وی چینلز پر ان کے اسلامی پروگرام شائع ہوتے ہیں۔

یہ تو ضمناً ڈاکٹر صہیب حسن مدنی حفظہ اللہ کی اہلیہ محترمہ کا تذکرہ آ گیا۔ جہاں تک ڈاکٹر صاحب کا تعلق ہے تو آپ جب مدینہ یونیورسٹی سے فارغ ہوئے تو علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بحیثیت داعی نیروبی بھیج دیا۔ آپ نے سن 1966ء سے سن 1976ء تک نیروبی میں دعوتی خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد سن 1976ء میں آپ کا ٹرانسفر انگلینڈ ہوگیا۔ ٹرانسفر کے وقت آپ کے سامنے چار ممالک کا آپشن تھا۔ پاکستان، برازیل، امریکہ اور ⇐⇐⇐

Marfat.com

شیخ نے جواب دیا کہ آیا کتاب وسنت کو ایک قول صحابی سے پابند کر دیا جائے گا، راقم نے شیخ سے ایک ٹیلی فونک خطاب میں پوچھا کہ یہاں بعض نوجوان سلفیت کا معیار منہج کو ٹھہراتے ہیں یعنی کسی شخص کو جاننے کے لیے اس کا عقیدہ نہیں دیکھا جاتا بلکہ اس کے منہج (طریق کار) کی جانچ پڑتال کرنے پر زور دیتے ہیں۔ شیخ نے جواب دیا کہ عقیدہ اور منہج ایک ہی چیز ہے، جو ہمارا عقیدہ ہے یعنی کتاب وسنت اور تعامل صحابہ، وہی ہمارا منہج بھی ہے۔

⇦⇦ انگلینڈ۔ آپ نے انگلینڈ کو ترجیح دی اور اسی ملک کو اپنا دعوتی مسکن بنایا۔

انگلینڈ پہنچ کر آپ نے دعوتی کاز کو بہت آگے بڑھایا اور پورے یورپ میں آپ کی دعوت کا غلغلہ ہو گیا۔ یہاں آپ نے مختلف اداروں کی باگ ڈور سنبھالی اور ان کے مرکزی عہدوں پر فائز رہے۔ کئی سالوں تک جمعیت اہلحدیث برطانیہ کے امیر اور نائب امیر رہے۔ اس کے علاوہ مختلف عہدوں پر آپ کی تقرری ہوئی۔ موجودہ وقت میں آپ توحید ٹرسٹ برطانیہ کے چیرمین، اسلامک شریعہ کونسل یورپ کے سکریٹری، مسلم کونسل آف یورپ کے ممبر اور مسلم ایڈلندن کی ڈسٹری بیوشن کمیٹی کے صدر ہیں۔

یورپ کے معروف ٹی وی چینل اقرأ میں آپ کا اردو میں ہفتہ واری پروگرام شائع ہوتا رہتا ہے۔ اسی طرح یورپ ہی کے ایک چینل ''اسلام'' میں آپ کا انگریزی میں ہفتہ واری پروگرام شائع ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو صاحبزادیوں اور چار صاحبزادوں سے نوازا ہے۔ آپ کی ساری ہی اولاد نیک اور صالح ہے اور معیاری تعلیم سے مالا مال ہے۔ آپ کی بڑی صاحبزادی لندن یونیورسٹی سے ماسٹر کی ڈگری حاصل کی ہوئی ہے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے امریکہ میں سائنسدان ہیں اور دوسرے لڑکے انگلینڈ ہی میں پائلٹ ہیں۔ تیسرے صاحبزادے اسامہ حافظ قرآن کے ساتھ کمپوٹر انجینئر ہیں اور اپنے والد محترم کی عدم موجودگی میں خطبہ اور نماز تراویح کی خدمات بھی انجام دیتے ہیں۔ اور چوتھے بیٹے مجاہد بھی حافظ قرآن ہیں اور میڈیسین کے آخری مرحلے میں ہیں۔ مختصر یہ کہ آپ کے سارے ہی بچے قابل اور دیندار ہیں۔ اخلاق وکردار میں مثال رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر صہیب مدنی حفظہ اللہ کی کئی ایک کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ میں نے کافی دنوں قبل آپ کا سفر نامہ ''لندن سے غرناطہ تک'' کا مطالعہ کیا تھا۔ اس کتاب میں کافی معلومات ہے جس سے آپ کی صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کا سفرنامہ ''ابن بطوطہ ہوا کرے کوئی'' بہت ہی جامع اور دلچسپ کتاب ہے۔ اس کے علاوہ کئی ایک پمفلٹ بھی اردو زبان میں ہیں۔ البتہ انگریزی میں آپ کی چھوٹی بڑی کتابوں کی تعداد کوئی دس کے قریب ہے۔

آپ دعوتی کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں اور خاص کر یورپ اور امریکہ کے علمی حلقوں میں آپ کی بہت ہی زیادہ پذیرائی ہے۔ یورپ کی افتا کمیٹی کے آپ ممبر ہونے کے ساتھ ساتھ امریکہ کے ''مجمع فقهاء الشريعة بأمريكا'' کی فتویٰ کمیٹی کا رکن اساسی ہیں۔ اور آپ کی سب سے اعلیٰ خوبی یہ ہے کہ بے شمار خوبیوں اور اوصافِ حمیدہ کے باوجود آپ ایک متواضع، منکسر المزاج، عالی ظرف، مہمان نواز اور نہایت ہی اخلاق مند انسان ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے تاکہ آپ سے زیادہ سے زیادہ دین کی خدمت ہو سکے۔

Marfat.com

شیخ ہمہ جہت صفات کے حامل تھے، مفسر، محدث، فقیہ، خطیب، منتظم، لیکن دعوت وارشاد کا پہلو آپ کی زندگی پر غالب تھا، آپ اپنی تقریر میں سب سے پہلے اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کا ذکر کرتے، اور اس کے بعد عبادت کو خالصتاً للہ کے لیے صرف کرنے پر زور دیتے، شرک کی مذمت میں آیات واحادیث ذکر کرتے اور اخلاق حمیدہ سے متصف ہونے پر ابھارتے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ ایک داعی کے لیے چار صفات کا ہونا انتہائی ضروری ہے، دین میں گہری بصیرت، اخلاص، علم اور اخلاق حمیدہ، یہ چاروں صفات بدرجہ اتم شیخ میں پائی جاتی تھیں۔

شیخ نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کو یوم تاسیس سے سنبھالا، آپ کی ادارت کے ایام میں جامعہ کو ہر فن میں ماہر اساتذہ نصیب ہوئے۔

شیخ محمد الامین الشنقیطیؒ تفسیر اور اصول فقہ میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے، بلاد شنقیط (موریطانیہ) میں شیخ سے بڑھ کر اب تک کوئی عالم نہیں ہوا ہے۔

شیخ محمد ناصر الدین البانیؒ نے تین سال تک حدیث کا درس دیا، عصر حاضر میں علم حدیث اور رجال حدیث میں ان کا ثانی نظر نہیں آتا۔

حافظ محمد گوندلویؒ نے بھی جامعہ میں ایک سال گزارا، مسجد نبوی میں ان کے حلقہ درس میں جامعہ کے کئی اساتذہ بھی شریک ہوا کرتے تھے۔

والد مکرم مولانا عبدالغفار حسن کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز بخشا کہ انہوں نے سولہ سال تک جامعہ میں حدیث، اصول حدیث اور اسناد کی تدریس کی، کئی اساتذہ نے ان سے حدیث کی سند لینا باعث افتخار سمجھا۔

ایسے ہی شیخ عبدالمحسن حمد العباد مادہ توحید میں، شیخ عبدالقادر شیبۃ الحمد مادہ حدیث میں، شیخ محمد المجذوب ادب میں، شیخ عبدالرؤف لبدی مادہ لغت ونحو میں، شیخ محمد مختار شنقیطی فقہ اور اصول فقہ میں، شیخ محمد عمر فلاتہ حدیث وتوحید میں شیخ عطیہ محمد سالم لغت اور بلاغت میں نمایاں رہے، اب علم وفن کی یہ کہکشاں کہاں نظر آئے گی۔ شیخ کے اخلاص کا ثمرہ ہے کہ جامعہ کے

Marfat.com

فارغین ساری دنیا میں کتاب وسنت کی دعوت عام کیے ہوئے ہیں اور جب شیخ ریاض کے دارالافتاء منتقل ہوگئے تو فتویٰ نویسی کے علاوہ اس ادارہ کے ماتحت تمام دعاۃ کی سرپرستی بھی آپ کو حاصل ہوگئی، اوراس طرح کتاب وسنت کی بنیادوں پر دعوت وتبلیغ کا کام وسعت پذیر ہوتا گیا۔

66ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فراغت کے بعد سعودی عرب کے مذکورہ ادارہ نے تبلیغ وتدریس کی غرض سے بیرون ملک کام کا آغاز کیا اور اس مقصد کے لیے سب سے پہلے افریقہ کے چند ملکوں کا انتخاب کیا گیا، میں ان پانچ اوائل مبعوثین میں شامل تھا جنہیں کینیا یوگنڈا اور روڈیشیا موجودہ زمبابوے) بھیجا گیا، 67ء سے 76ء تک میرا قیام نوسال نیروبی (کینیا) میں رہا۔ 76ء کے اوائل میں کچھ ایسی صورتحال پیدا ہوگئی کہ میرا دل وہاں کے قیام سے اچاٹ ہوگیا، ان حالات کے پیدا کرنے میں اہل بدعت کی مخالفت بلکہ مخاصمت کا زیادہ دخل تھا، چنانچہ میں نے ریاض میں شیخ سے ملاقات کی اور کینیا سے نقل مکانی کا مطالبہ کیا، شیخ نے قطعاً کسی ہچکچاہٹ کا اظہار نہ کیا بلکہ مجھے اختیار دیا کہ میں پاکستان، برطانیہ یا امریکہ کا انتخاب کرلوں، میں نے برطانیہ کا انتخاب کیا اور وہ بھی اپنی اس خواہش کی بناپر کہ میں برطانیہ میں قیام کے دوران برطانیہ کی کسی یونیورسٹی میں جز وقتی طالب علم کی حیثیت سے ریسرچ ورک کرسکوں گا۔

میں اپنے لیے باعث افتخار سمجھتا ہوں کہ دارالافتاء کی جانب سے افریقہ بھیجے جانے والوں میں سے میں سرفہرست احباب میں شامل تھا اور یورپ میں بھی میں پہلا فرد تھا جسے دارالافتاء کی جانب سے بھیجا گیا۔ انہی دنوں حج کے دوران حاجیوں کی تعلیم وتربیت وراہنمائی کے لیے ایک ادارے کا قیام عمل میں لایا گیا جو ''التوعیۃ الاسلامیہ فی الحج'' کے نام سے موسوم ہوا، اس ادارے کی دعوت پر کئی سال تک میں دوران حج سرزمین حجاز جاتا رہا اس کے علاوہ مدینہ منورہ میں والدین کے قیام کی بنا پر ہر سال مدینہ جانے کا بھی موقع ملتا اور اس طرح شیخ سے ملاقات کی سبیل پیدا ہو جاتی اور ان کے شمائل حسنہ کو قریب سے دیکھنے کا

Marfat.com

بار بار موقع ملتا رہا۔

شیخ ایک لگے بندھے روٹین کے مطابق اپنا سارا دن گزارتے جس میں چاہے ریاض کا قیام ہو یا مکہ، مدینہ اور طائف کا، سر موفرق نہ آتا۔ فجر کی نماز کے بعد درس، پھر اشراق تک ذکر واذکار، دارالافتاء کے آفس میں پابندی کے ساتھ آنا اور پھر دو بجے تک اسی حالت میں اپنے دونوں طرف کاتبوں کو مختلف درخواستوں اور خطوط پر ہدایات لکھوانا کہ فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی ہے اور شیخ بھی سائل کو جواب دینے سے محروم نہیں کرنا چاہتے، سائل ہو یا سائلہ وہ شیخ کی جان نہیں چھوڑنا چاہتے اور شیخ کمال تحمل سے جواب دیے چلے جاتے، اکثر ایسا ہوا کہ میں اپنی کسی درخواست کو پیش کرنے کا انتظار کر رہا ہوں اور شیخ کا فون بلائے ناگہانی کی طرح وقت کو اڑائے چلا جا رہا ہے، لیکن یہ شیخ کی عالی ظرفی ہے کہ وہ کسی سائل کے سوال کا جواب دینے سے گریز نہیں کرتے، اسی دوران ملاقاتیوں کا تانتا بندھا ہوا ہے، شیخ کا دفتر دیوان عام کی حیثیت رکھتا تھا جس میں ملاقاتیوں کی ایک کثیر تعداد سما سکتی تھی، مکہ مکرمہ میں شیخ کے گھر کا دیوان ریاض طائف کے مقابلہ میں زیادہ وسیع تھا۔

شیخ کے سیکرٹری خاص ڈاکٹر سعد الشویعر لکھتے ہیں کہ اس دیوان میں بعض دفعہ باہر کے وفود آتے ہیں اور معمول کے مطابق ایک سرے سے دوسرے سرے تک لوگوں سے سلام ومصافحہ کرنے کے بعد اپنی اپنی نشست پر بیٹھ جاتے ہیں، وفد کے سرکردہ حضرات مجھ سے پوچھتے ہیں کہ شیخ کب آئیں گے تاکہ ہم ان سے شرف ملاقات حاصل کر کے اپنا مدعا عرض کر سکیں، تو میں ان سے کہتا ہوں کہ یہی تو وہ شیخ ہیں جو فون کے بالمقابل تشریف رکھتے ہیں کہ جن سے آپ ابھی سلام وکلام کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر سعد کہتے ہیں کہ کئی مقتدر شخصیات شیخ کے اس مقام اور تواضع کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئیں، وہ کہنے لگے کہ ہم اپنے علماء میں تکبر یا جذبہ فخر دیکھتے ہیں اور بغیر وقت ملاقات طے کیے ملاقات کو ناممکن جانتے ہیں لیکن شیخ کا معاملہ بالکل مختلف ہے۔ شیخ ہر شخص سے عندالملاقات اس کا حال پوچھیں گے اور اگر زائر باہر سے آ رہا ہے تو اسے پاس بٹھائیں گے اور اس کے بارے میں مزید جاننا چاہیں گے۔

Marfat.com

شیخ اس دور کے حاتم طائی تھے، آپ ان سے ملاقات کریں، ان کی پہلی بات ہوگی (الغداء الیوم عندنا) آج کھانا ہمارے ہاں کھاؤ گے۔

آپ کھانے کے لیے شیخ کے گھر پہنچتے ہیں تو ایک جم غفیر نظر آئے گا، معلوم ہوگا کہ یہ سب حضرات جن میں مقتدر شخصیات بھی شامل ہیں اور طالب علم بھی سب کے سب کھانے پر مدعو ہیں، شیخ کے ایک عارف حال دوست شیخ عبداللہ بن منیع لکھتے ہیں کہ شیخ کا روزانہ خرچ دو ہزار ریال کے لگ بھگ ہے، شیخ کی تنخواہ کا بڑا حصہ محتاجین کی مدد اور ضیافت خواص وعوام پر خرچ ہو جاتا ہے، بلکہ ہر سال شیخ اچھے خاصے مقروض ہو جاتے ہیں، لیکن حکومت کی دریا دلی کے باعث قرض کی ادائیگی کا اہتمام ہو جاتا ہے، روزانہ کھانے وغیرہ سے فارغ ہوتے ہوتے عصر کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے، عصر سے مغرب تک شیخ آرام کے لیے اندرون خانہ چلے جاتے ہیں، مغرب کے بعد کسی نہ کسی مسجد میں درس کا اہتمام رہتا ہے، ریاض کے قیام کے دوران میں نے دیکھا کہ ایک ہی درس میں تین چار کتب حدیث کا درس جاری ہے، طالب علم درس کی قراءت کرتا ہے اور شیخ تشریح کرتے چلے جاتے ہیں، ایک کے بعد پھر دوسری کتاب، یہاں تک کہ عشاء کی اذان ہو جاتی ہے۔

احباب نے بتایا کہ رات کے کھانے کے بعد بعض اوقات آدھی رات تک شیخ اپنے کاتبوں کے ساتھ کتابوں کی ورق گردانی، بحوث کی تیاری یا تصنیفی کاموں میں مصروف رہتے ہیں، اور ان تمام مصروفیات کے باوجود شیخ تہجد کے نوافل کا التزام کرتے رہے، شیخ کا دسترخوان کرم ہر خاص وعام کے لیے بچھا ہوا ہے، کتنے طلبہ اور حاجت مند حضرات شیخ کے صندوق خاص کے مرہون منت ہیں، سعودیہ کے مخیّر حضرات شیخ پر اندھا دھند اعتماد رکھتے تھے اس لیے زکوٰۃ وصدقات کی رقوم آپ کے پاس جمع کرا دیا کرتے، یہی شیخ کا صندوق خاص کہلاتا تھا اور یقیناً اپنے پاس سے بھی اس صندوق کو مسلسل آباد کیے رکھتے تھے، شیخ کے اہل خانہ رقمطراز ہیں کہ شیخ کی وفات پر بوسنیا سے ایک عورت نے تعزیت کا پیغام بھجوایا، ہم نے پوچھا کہ تم شیخ کو کیسے جانتی ہو تو اس نے کہا کہ میں شیخ کو کیسے نہ جانوں گی، جب میرا روزینہ

Marfat.com

شیخ کی طرف سے برابر موصول ہوتا ہے۔

دو سال قبل حج کے موقع پر شیخ کے دیوان عام میں ایک روز میں موجود تھا، میری موجودگی کے دوران پچپیا کے موجودہ صدر شیخ کی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے اور شیخ نے اپنی عادت کے مطابق صدر کی خوب آؤ بھگت کی، کافی دیر تک بات چیت میں مشغول رہے، کھانے پر اپنے ساتھ بٹھایا اور رخصت ہوتے وقت صندوق خاص کے مہتمم کی خصوصی آمد سے مجھے اندازہ ہو گیا کہ شیخ نے صدر کو خالی ہاتھ نہ جانے دیا ہوگا۔

شیخ کے متواضعانہ کردار کا ایک نقش اخیر کہ جس کا میں شاہد ہوں، مذکورہ زیارت کے دوران میں نے شیخ کو دعوت دی کہ وہ حاجیوں کے اس کاروان میں کہ جس کے ساتھ میں لندن سے آیا تھا، تشریف لائیں اور خطاب کریں یہ کاروان (لبیک) کے نام سے موسوم تھا، اور اس کے منتظمین کی خواہش تھی کہ شیخ اسی کاروان کو اپنے قدوم میمنت سے نوازیں، شیخ نے کہا کہ حج کے ایام گزرتے ہی فلاں دن مغرب کے بعد، میں مقررہ وقت پر مکہ مکرمہ شیشہ میں شیخ کی مسجد میں پہنچ گیا، شیخ کی مصروفیات اور خاص طور پر ایام حج میں شیخ کے اردگرد لوگوں کے ازدحام اور سائلین کے ہجوم کے باعث طبعیت بڑی متفکر تھی کہ آیا شیخ وقت نکال سکیں گے یا نہیں، اسی ہجوم میں شیخ تک پہنچ جانا بھی کارے دارد کہ انہیں سرکاری گارڈ بھی مہیا ہے اور وہ شیخ کو ہجوم میں سے باحفاظت کار تک لے جانے پر مامور ہیں، نماز ختم ہوتے ہی شیخ اپنے محافظوں کے جلو میں قبلہ کی جانب ایک خصوصی دروازے سے باہر نکل جاتے ہیں، میں بمشکل صدر دروازے سے ہوتا ہوا شیخ کی کار تک پہنچتا ہوں، محافظین کار کے قریب کسی کو پھٹکنے نہیں دیتے، بہر حال میں ایک محافظ کو شیخ کے ساتھ اپنا وعدہ یاد دلا کر قریب پہنچتا ہوں اور شیخ کو ان کا وعدہ یاد دلاتا ہوں، شیخ نے ایک محافظ کو اشارہ کیا کہ وہ اپنی جیپ میں مجھے بٹھائے اور وہ ہمارے پیچھے پیچھے آتے ہیں، جنوبی عزیزیہ کی ایک نو تعمیر شدہ عمارت میں حاجیوں کا قافلہ شیخ کا منتظر تھا، نچلی منزل کے ایک ہال میں یہ تقریب سعید منعقد ہوئی، شیخ نے خطاب فرمایا، جس کا میں انگریزی میں ترجمہ کرتا رہا، شیخ سوال و جواب کی نشست کے بعد واپسی کے

Marfat.com

خواہاں ہوئے، شیخ کا اس عاجز درماندہ کی درخواست کو قبول کرنا، ٹانگ کی تکلیف کے باوجود وقت مقررہ پر تشریف لانا اور ضیوف الرحمٰن کی یوں پذیرائی کرنا میرے لیے باعث صد افتخار اور بے پایاں مسرت کا حامل ہے، منتظمین بہت خوش ہوئے اور حاجیوں نے فخریہ طور پر کہا کہ سعودی عرب کے مفتی اعظم نے ہمارے قافلے کو بڑے اعزاز سے نوازا ہے۔

شیخ مرجع عوام وخواص تھے، دنیا کے کونے کونے سے لوگ دینی مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے، ذاتی وعائلی مسائل میں بعض لوگوں کو صرف آپ کے جواب سے تشفی ہوتی تھی، ایک میاں بیوی کا جھگڑا ہو رہا ہے، طلاق تک نوبت پہنچ گئی ہے، طلاق ہوگئی کہ نہیں، بیوی کا اصرار ہے کہ شیخ ابن باز کو فون کر کے مسئلہ دریافت کرو، چنانچہ یہ جوڑا شیخ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

سعودی عرب کے حکمران خاندان کی بے شمار خواتین جو ''امیرات'' (جمع امیرۃ، شہزادی) کی حیثیت سے جانی پہچانی جاتی ہیں اکثر شیخ کو فون کر کے اپنے مسائل بتاتی ہیں اور شیخ سے راہنمائی چاہتی ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ حکمران خاندان کے ایک ایک فرد کو جانتے ہیں، چنانچہ وہ ہر مسئلہ سے قبل اس کے شوہر اور بچوں کے حالات دریافت کرتے ہیں اور ان کی خیریت کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں، شیخ نے اپنے ذاتی تعلقات کو اپنے کسی فائدہ کے لیے استعمال نہیں کیا بلکہ حاجت مند حضرات کی سفارش اور ان کی بگڑی سنوارنے کے لیے استعمال کیا۔

کہا جاتا ہے کہ تحصیل علم کے بعد ستائیس سال کی عمر میں جب آپ کا الخرج کے قاضی کی حیثیت سے تقرر ہوا تو اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ آپ سلطان اور امراء کو لوگوں کی ضروریات کے بارے میں سفارشی خطوط لکھتے رہتے تھے، یہ سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا گیا تو آپ کی توجہ اس بات کی طرف دلائی گئی کہ آپ کا فرض صرف لوگوں میں فیصلہ کرنے کی حد تک ہے، سفارشی خطوط لکھنا آپ کے فرائض میں داخل نہیں، شیخ نے جواباً کہا کہ میں صرف لوگوں کے اونٹ، بیل اور گایوں بکریوں کی بابت فیصلے کرتا ہوں اور لوگوں کے

Marfat.com

جائز کاموں میں سفارش نہ کروں؟ جبکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((اشفعوا تؤجروا)) شفاعت کرو اجر پاؤ گے، میری سفارش سے اگر کسی کا کام ہو جاتا ہے تو ہم خرما وہم ثواب، اور اگر نہیں بھی ہوتا تو میرا اجر تو ضائع نہ جائے گا، لاریب کہ یہ سلسلہ شفاعت آپ کے آخری ایام تک جاری رہا، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ شیخ کی سفارش سے کتنوں کے گھر بسے، کتنے طلبہ و مساکین کی زندگیاں سنوریں، کتنے قید وبند سے آزاد ہوئے، کتنوں کو ملازمتیں ملیں، اور پھر جہاں تک دنیا بھر میں مسجدوں، مدارس، یتیم خانوں اور دیگر خیراتی اداروں کے قیام کا تعلق ہے تو شیخ کی شفاعت حسنہ کہاں کہاں نہ اثر انداز ہوئی ہوگی۔

شیخ کی مجالس سے آشنا حضرات جانتے ہیں کہ شیخ کی زبان پر اکثر سبحان اللہ کا ورد رہتا تھا، اگر بات چیت میں کوئی شخص تلخ نوائی پر اتر آتا تو شیخ کہتے سبح سبح (سبحان اللہ کہو) نبی ﷺ پر آپ کثرت سے درود بھیجتے اور اسی طرح لا حول ولا قوۃ الا باللہ کا ورد بھی زبان پر جاری رکھتے۔

شیخ کے احباب خاص سے پوچھا گیا کہ آیا شیخ کبھی غصے میں آئے ہیں اور اگر آئے ہیں تو کس حد تک، ایک صاحب نے بتایا کہ ایک مجلس میں ایک بدوی نے اپنا ایک ذاتی مسئلہ پوچھا کہ وہ اپنی بیوی کو تین مختلف اوقات میں طلاق دے چکا ہے اور اب دوبارہ اپنا گھر بسانا چاہتا ہے، شیخ نے کہا کہ طلاق مغلظ واقع ہو چکی ہے اس لیے اب رجوع کی کوئی گنجائش نہیں، بدوی نے دوبارہ تکرار کی کہ اس مسئلہ کا کوئی حل نکالا جائے، شیخ کا وہی جواب تھا، بالآخر بدوی نے کہا، شیخ صرف میری خاطر!! اس بات پر شیخ جلال میں آ گئے اور کہا: لاؤ میرا عصا، یہ کوئی کھیل ہے!! شیخ کے غصے کی یہ انتہائی حد تھی، عصا کا استعمال مقصود نہ تھا شیخ کی تحریر اپنے مخالفین اور معاندین کے حق میں سب وشتم سے بالکل خالی ہے، کسی پر رد بھی مقصود ہو اور مخالف اہل سنت میں سے ہو تو شیخ عموماً یہ الفاظ کہیں گے:

((اخونا فلان او قال الشیخ عفا اللہ عنہ .))

"ہمارے فلاں بھائی نے ایسا کہا یا شیخ فلاں، اللہ انہیں معاف کرے، یہ کہتے ہیں۔"

Marfat.com

مخالف اگر اہل بدعت میں سے ہو یا بدعقیدہ ہو تو شیخ زیادہ سے زیادہ یہ الفاظ کہیں گے:

((عامله الله بمايستحق .))

''اللہ اس کے ساتھ وہ سلوک کرے کہ جس کا وہ مستحق ہے۔''

شیخ میں حس مزاح وافر تھی، ہم سن احباب اور خاص طور پر وہ غیر عرب حضرات جن میں تعدد ازدواج کا چلن نہیں ہے، ملاقات کے لیئے آتے تو شیخ مزاحاً ان سے کہتے دوسری شادی کی کہ نہیں کی، یا تمہاری کتنی بیویاں ہیں؟ دوسری کیوں نہیں کرتے۔

بعض اہل علم کو رات کے کھانے پر بھی روک لیتے، اگر کوئی عذر کرتا تو کہتے، معلوم ہوتا ہے اپنی بیوی سے ڈرتے ہو، اسی لیے کھانے کی دعوت قبول نہیں کر رہے، آپ کی مجلس میں اگر کوئی بچہ لایا جاتا تو اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے، نام اور والد کا نام پوچھتے، پھر ارکان اسلام کے بارے میں سوال کرتے اور پھر پوچھتے کہ بتاؤ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کیوں پیدا کیا؟ اگر یہ جواب بھی صحیح مل جاتا تو پوچھتے، بتاؤ قرآن سے اس کی دلیل کیا ہے؟ گویا شیخ کی خواہش تھی کہ ہر بچہ مبادیات دین کا پورا ادراک کرنے والا ہو، شیخ ساری عمر دعوت دین کی تلقین کرتے رہے، یعنی نصیحت کا حق خوب ادا کیا۔

ڈاکٹر صالح المنجد لکھتے ہیں کہ: جب مصر کی ایک عدالت نے حاکم وقت کے اشارہ پر سید قطبؒ کو سزائے موت سنائی، شیخ بہت کبیدہ خاطر ہوئے، کاتب خاص کو بلا کر مصری صدر کے نام ٹیلی گرام لکھوایا اور آخر میں خاص طور پر یہ آیت لکھوائی:

﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾ [النساء:93]

اس واقعہ سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ جہاں شیخ کسی مکتب فکر سے اختلاف رکھتے نظر آتے ہیں اور صاحب فکر کو اس کی غلطیوں پر متنبہ کرتے رہتے ہیں وہ ایسے شخص کی حالت مظلومیت میں اس کی دادرسی کے بھی خواہش مند ہیں، اختلاف فکر کے باوجود ان کی زبان نے کسی صاحب علم کی تنقیص روانہ رکھی، کہا جاسکتا ہے کہ اس تحریر میں شاہی خاندان اور

Marfat.com

حکام وقت کے سامنے شیخ کی جرات رندانہ کا کوئی واقعہ نہیں لکھا گیا، معاصر اہل علم اپنے اپنے علم کے مطابق ایسے کئی واقعات دامن تحریر میں لا چکے ہیں، میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس باب میں شیخ فرمان نبوی کے مطابق شاہ اور دیگر امراء کو تخلیہ میں نصیحت اور فہمائش کے قائل تھے، سعودی عرب میں اسلامی اقدار کی پاسداری، دنیا بھر کے اہل علم وفضلاء عصر کی تکریم، دینی اور علمی اداروں کا قیام، دعوت دین کے لیے دنیا کے کونے کونے میں دعاۃ اور مبلغین کا بھیجا جانا کیا شیخ کی راہنمائی اور بصیرت کے بغیر ممکن تھا، کیا وجہ ہے کہ سعودی عرب میں شرک وبدعت سے متعلق وہ منکرات نظر نہیں آتیں کہ جن سے عالم اسلام کا چپہ چپہ داغ دار ہے، درست ہے کہ یہ سب شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کی تحریک تجدید واصلاح کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوا لیکن موجودہ حالات کے تناظر میں جس طرح سعودی عرب کے دروازے عالم اسلام سے آئے ہوئے مختلف عقائد اور افکار کے حامل مسلمانوں کے لیے کھلے رہے ہیں، ان اصلاحات کا باقی رہنا اور ان میں سر مو تغیر نہ آنا کسی ایسی باعزم وباہمت شخصیت کے سحر کا اعجاز ہی ہو سکتا تھا جو نہ صرف مذہبی بدعات بلکہ ثقافت اور آزادروی (لبرلزم) کے نام پر طرح طرح کی منکرات کے قیام کی راہ میں سد اسکندری بن کر کھڑی رہی، عالم اسلام کا کون سا ملک ہے (منکرات کے ازالہ کی بھرپور کوشش کے سلسلہ میں اب سعودی عرب کے بعد افغانستان کا نام لیا جا سکتا ہے، اللہ کرے تصحیح عقائد کی طرف بھی ہمارے افغانی بھائی متوجہ ہوں) جہاں سینما، تھیٹر، قحبہ خانوں، مے خانوں اور جوئے کے اڈوں کو سرکاری سرپرستی حاصل نہ ہو، جبکہ سرزمین سعودی عرب ان منکرات کے وجود سے پاک ہے، اگر کچھ بیمار ذہن چوری چھپے ان رزائل میں ملوث ہیں تو وہ اپنے اعمال کے بدنتائج کو بھگتنے کا خطرہ لے کر ہی ایسا کر پاتے ہیں۔

یہاں شاہان سعودیہ کی عالی ظرفی اور علماء کے ساتھ ان کے حسن تعلق کی داد نہ دینا بے انصافی ہوگی کہ چاہے شاہ عبدالعزیز ہوں یا ان کے اخلاف، ہر سلطان نے علماء کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط رکھا، شیخ ابن باز اور ان کے جلو میں دیگر مقتدر علماء کے ساتھ ہفتہ وار نشست کا کاروبار سلطنت کا جزء بن جانا اور اس طرح علماء کی پذیرائی اور وقار میں کمی نہ آنے دینا اس کی سب

Marfat.com

سے بڑی دلیل ہے، شیخ کی اپنی زاہدانہ زندگی کو دیکھتے ہوئے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ وہ سلطان وقت کے ساتھ اخلاص ومؤدت کا تعلق رکھتے رہے، اس لیے نہیں کہ کوئی ذاتی غرض یا آسائش مطلوب تھی بلکہ انہوں نے اس تعلق کو دینی اقدار کی حمایت، عالم اسلام کے مسلمانوں کی نصرت، مساجد ومدارس کے قیام، محتاجین اور ضرورت مند لوگوں کی سفارش وغیرہ کے لیے استعمال کیا۔

وفات سے چند دن قبل جب شیخ طائف کے ملٹری ہسپتال میں زیر علاج تھے تو ایک ثقہ راوی کی روایت کے مطابق شیخ کی خواہش رہتی تھی کہ وہ ہسپتال کی مسجد میں جا کر نماز ادا کریں، احباب نے مشورہ دیا کہ اپنی جان کو کیوں مشقت میں ڈالتے ہیں، اپنے کمرے میں نماز پڑھ لیا کریں تو شیخ نے جواب دیا کہ یہاں نماز کے بعد میں جو نصیحت کے کچھ کلمات کہہ سکتا ہوں کہ دوسرا کوئی شخص اس کی ہمت نہ کر پائے گا، خیال رہے کہ ملٹری ہسپتال ہونے کی بنا پر اس ہسپتال میں فوجی اور سول دونوں شعبوں کے عمائدین اور سرکردہ حضرات ہی داخل ہو سکتے ہیں۔

شیخ پر اللہ کا یہ کرم تھا کہ نواسی سال عمر ہونے کے باوجود زندگی کے آخری دن تک دل ودماغ کا ساتھ رہا، اور اپنی روزانہ مصروفیات ایک حد تک نبھاتے رہے عوام وخواص کا جو گہرا تعلق ان کی ذات کے ساتھ تھا اس کا مظاہرہ شیخ کی وفات کے بعد قابل دید تھا، دیکھنے والوں نے بتایا کہ سعودی عرب کے اطراف واکناف سے لوگ کشاں کشاں مکہ مکرمہ پہنچنے کی فکر میں تھے کہ شیخ کی نماز جنازہ میں شرکت کر سکیں، ریاض سے آنے والی پروازیں تنگ دامنی کا شکار تھیں، لوگ اس کثیر تعداد میں موٹروں اور گاڑیوں سے آئے کہ مکہ مکرمہ تک پہنچنے والے تمام راستے رمضان میں عمرہ کی ادائیگی کے لیے آنے والے زائرین کا سا ہجوم دیکھ رہے تھے، حرم مکی میں جنازہ کے وقت حج کا سا سماں تھا۔

"اللہ تعالیٰ جس بندے کو چاہتے ہیں زمین میں اس کے لیے قبولیت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔"

امید ہے شیخ کی ذات پر اس حدیث نبوی کا پورا اطلاق ہوگا، شیخ سے بارہا ملاقات رہتی، بارہا دور اور قریب سے دیکھا لیکن ان کی ایک خاص دید کا تذکرہ آخر میں کرتا چلوں۔

Marfat.com

اکتوبر 1998ء میں ریاض جانے کا اتفاق ہوا، اس سفر سے قبل ایک رات میں نے خواب میں شیخ کو اس عالم میں دیکھا کہ کھڑے ہیں اور پھر بستر پر دراز ہیں، میں دیکھتا ہوں کہ میں کچھ فاصلہ پر کھڑا ہوں اور پھر میں نے پوری جسارت سے یہ کلمات کہے کہ جن کی گونج جاگنے کے بعد بھی کانوں میں محسوس ہوتی رہی۔

((انا احبك .)) (میں آپ سے محبت رکھتا ہوں)

ریاض پہنچ کر اگلے دن شیخ کی خدمت میں حاضری دی، مسجد توحید کی عمارت اور سرگرمیوں پر مشتمل تعارف نامہ (بروشر) پیش کیا اور پھر یکدم یہ خواب پردہ ذہن پر بجلی کی مانند کوندا اور میں نے ہمت کر کے سرگوشی کے انداز میں شیخ کو یہ خواب سنا دیا، سنت نبوی ہے کہ دین کی خاطر کسی سے محبت ہو تو اسے بتا دو، آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہے تھے اور پھر دمشق کی مسجد میں ابوادریس خولانی (تابعی) حضرت معاذ کو ملنے کے لیے آئے اور یہ کلمات کہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے بفرط مسرت انہیں گلے لگا لیا اور یہ کہتے رہے ''صرف اللہ کی خاطر، صرف اللہ کی خاطر۔''

میرا خواب سن کر شیخ نے اپنے لب ہلائے اور شیخ کے یہ کلمات وانـــا احببتك ، اور میں بھی تم سے محبت رکھتا ہوں، میرے دل و دماغ کو معطر کر گئے۔ شیخ نے اپنے فیاضانہ معمول کے مطابق اگلے دن کھانے کے لیے بلایا، چنانچہ شیخ کے گھر پر دوبارہ ملاقات رہی، کہا جب تک ریاض میں ہو کھانا یہیں پر کھاؤ۔

میں نے جائے قیام کی دوری کی بنا پر معذرت کی، یہ شیخ سے میری آخری ملاقات تھی، کس کی یہ خواہش نہ ہو گی کہ شیخ کا مبارک وجود کچھ اور دیر ہمارے ساتھ رہتا، لیکن اللہ تعالیٰ کی قضا غالب ہے، جمعرات 27 محرم 1420ھ (31 مئی 1999ء) کی صبح چار بجے شیخ خالق حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں، دار بقا میں انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین کی معیت عطا فرمائیں اور جنت کے اعلیٰ درجوں سے نوازیں۔

Marfat.com

علم وفضل کے بے تاج بادشاہ کی رحلت

(از:...... حافظ صلاح الدین یوسف، لاہور)

افسوس ہے کہ 26 محرم الحرام 1420ھ مطابق 13 مئی 1999ء بروز جمعرات عالم اسلام کے عظیم علمی شخصیت اور سعودی عرب کے مفتی اعظم سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز ریاض میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!! دوسرے دن بروز جمعۃ المبارک خانہ کعبہ میں ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور جنۃ المعلیٰ کے مشہور اور تاریخی قبرستان میں ان کی تدفین عمل میں آئی، علاوہ ازیں سعودی عرب سمیت پورے عالم اسلام کے ہر شہر اور ہر قریے میں شیخ مرحوم کی غائبانہ نماز جنازہ ادا ہوئی اور ان کی مغفرت اور رفع درجات کے لیے دعا کی گئی، پاکستان میں بھی ہر جگہ بڑی بڑی مساجد اہل حدیث میں غائبانہ نماز جنازہ کا اہتمام کیا گیا، اس سلسلے میں لاہور میں جامعہ مسجد قدس اہل حدیث چوک دالگراں میں سب سے بڑا اجتماع ہوا، جس میں مولانا حافظ عبدالرحمان مدنی صاحب نے مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی دینی، ملی اور علمی خدمات پر روشنی ڈالی۔

شیخ ابن باز، جو جوانی میں ہی (20 سال کی عمر میں) ظاہری بصارت سے محروم ہو گئے تھے، لیکن اللہ نے ان کی علمی بصیرت اور تفقہ میں اتنا اونچا مقام عطا فرمایا تھا کہ صرف سعودی عرب میں ہی نہیں، بلکہ پورے عالم اسلام میں ان کی علمی عظمت اور فقاہت کا سکہ چلتا تھا، ان کا نام سنتے ہی ہر گردن جھک جاتی اور ہر سر نگوں ہو جاتا تھا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

اس کی وجہ وہ چند خصوصیات تھیں جن میں وہ اپنے اقران وامائل میں نہایت ممتاز تھے، اس اعتبار سے ان کی شخصیت واقعی آیۃ من آیات اللہ کے مصداق اور ایک مثالی اور قابل تقلید نمونے کی حیثیت رکھتی ہے، جس کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے:

Marfat.com

(1) اللہ تعالیٰ نے انہیں فکر ونظر کی اصابت کے ساتھ علم وفضل، استنباط مسائل کی قوت اور ملکہ اجتہاد سے نوازا تھا، آپ علوم ومعارف کا ایک بحر بے کراں تھے اور تفقہ اور علمی استحضار میں نہایت ممتاز، یہی وجہ ہے کہ ان کے فتاویٰ ومقالات (جو گیارہ جلدوں تک پہنچ چکے ہیں) اجتہاد وتفقہ کے بہترین نمونے ہیں، جن میں کسی ایک فقہ کی پابندی کے بجائے کتاب وسنت کی راہنمائی میں توسع سے زیادہ کام لیا گیا ہے، براہ راست قرآن وحدیث سے راہنمائی لی گئی ہے، بڑے بڑے اجتماعات اور مجالس میں شیخ سے ہر قسم کے مختلف سوالات کیے جاتے اور شیخ بروقت ایسے مدلل جواب سے نوازتے کہ آدمی ان کی قوت حافظہ، استحضار، ملکہ استنباط اور پرزور انداز استدلال سے حیران رہ جاتا، چند سال قبل راقم کو بھی جامعہ ام القریٰ (مکہ مکرمہ) میں ان کا ایک خطاب سننے اور اس کے بعد سوال وجواب کی نشست سے استفادہ کی سعادت حاصل ہوئی تھی، راقم نے حضرت الشیخ کی بابت جیسا کچھ سنا تھا اس سے کہیں بڑھ کر پایا، تفقہ واجتہاد کی یہ صلاحیتیں، جن سے شیخ مرحوم متصف تھے، بہت کم لوگوں کو ودیعت ہوتی ہیں، اس اعتبار سے وہ نہ صرف یہ کہ سعودی عرب کے مفتی اعظم تھے بلکہ درحقیقت عالم اسلام کے مفتی اعظم تھے، پورے عالم اسلام میں ان کے فتویٰ اور تحقیقات کو نہایت اہمیت اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، اپنی اسی جلالت علمی کی وجہ سے وہ سعودی عرب کے علمی اداروں کی سربراہی پر فائز رہے، الجامعۃ الاسلامیۃ (مدینہ یونیورسٹی) کے وائس چانسلر رہے رابطہ عالم اسلامی (مکہ مکرمہ) کی مجلس اعلیٰ کے چیئرمین تھے، مکہ مکرمہ کی مساجد کی اعلیٰ عالمی مجلس کے ڈائریکٹر جنرل اور اسلامی فقہی اکیڈمی جدہ کے بھی ڈائریکٹر جنرل رہے، اسی طرح ادارہ بحوث علمیہ، افتاء ودعوت وارشاد (ریاض) اور ہیئت کبار العلماء کے سربراہ تھے۔

(2) علم وفضل کی وسعت کے ساتھ مرحوم دینی غیرت وحمیت اور حق گوئی وبے باکی میں بھی ممتاز تھے، جب بھی اور جہاں بھی کوئی منکر دیکھتے تو شیخ بے قرار ہو جاتے اور اس کے

Marfat.com

خلاف جو ممکن ہوتا کرگزرتے، اگر وہ اسے حکماً روکنے کی طاقت رکھتے تو وہ اپنی علمی حیثیت کو حاکم وقت کے طور پر استعمال کرتے اور اسے ختم کرنے کی تاکید کرتے، ان کی اس دینی غیرت نے سعودی عرب میں اب تک بہت سے منکرات کے فروغ کو روکا ہوا تھا، دنیاوی وسائل کی فراوانی سے پیدا ہونے والی خرابیوں کی راہ میں شیخ کا وجود ایک سنگ گراں، ایک بہت بڑی رکاوٹ اور سد مآرب تھا اور جس کی برکت سے سعودی معاشرہ بہت سی معاشرتی بے راہ رویوں سے محفوظ تھا، اگر وہ کسی منکر کو حکماً روک سکنے کی طاقت نہ رکھتے تو زبان وقلم سے ضرور اس کے خلاف جہاد کرتے لیکن منکر کے مقابلے میں خاموشی یا مداہنت ومصالحت کے وہ قطعاً روادار نہ تھے، آج اہل علم کی اکثریت میں اس دینی غیرت کا فقدان ہے جس کی وجہ سے عالم اسلام میں منکرات وفواحش کا ایک طوفان برپا ہے لیکن کوئی اس کے آگے بند باندھنے والا نہیں حتیٰ کہ علماء قوت اظہار سے بھی محروم ہیں شاید وہ دینی غیرت، جس نے ابوبکر صدیق سے یہ جملہ کہلوایا تھا، اینقص الدین وانا حی، کیا میرے جیتے جی دین میں کمی کردی جائے گی؟ ...... اب وارثان منبر ومحراب اور حاملان علوم نبوت میں ناپید ہے، حالانکہ علمائے دین کا امتیاز ہی دینی غیرت وحمیت میں مضمر ہے، اگر وہ بھی اس امتیازی وصف سے محروم ہو جائیں تو ان میں اور عام آدمیوں میں کیا فرق باقی رہ جاتا ہے؟

(3) تیسری امتیازی خوبی، شیخ کا زہد وورع اور تقویٰ تھا، آج کل کے علماء وداعیان میں اس کی بھی بڑی کمی ہے، وہ تقریریں تو بڑی لچھے دار کرتے ہیں، زبان وبیان کے جوہر تو خوب دکھاتے ہیں اور منبر ومحراب اور اسٹیج پر تو عظیم الشان خطاب فرماتے ہیں، لیکن ان کا دامن عمل سے خالی ہوتا ہے، وہ صرف گفتار کے غازی ہوتے ہیں، کردار کے نہیں اور ......

چوں بہ خلوت می روند کار دیگری می کنند

کا مصداق !...... یہی وجہ ہے کہ ان کی زبانیں قوت تاثیر سے محروم اور ان کے مواعظ وخطبات اصلاح وانقلاب کی صلاحیت سے عاری ہیں، شیخ مرحوم جس طرح علم وفضل کے

Marfat.com

ذروہ علیا (لند چوٹی) پر فائز تھے، اسی طرح عمل کے پیکر اور ورع وتقویٰ میں بھی بے مثال تھے، ان کی شخصیت اصلاح اور خیر کا جو ایک بڑا ذریعہ تھی، اس میں جہاں ان کی جلالت علمی کا دخل تھا وہاں اس میں ان کے کردار کی قوت بھی شامل تھی، علم وعمل کی یہ جامعیت ہی ہمارے اسلاف کا طرۂ امتیاز تھی اور حضرت الشیخ رحمہ اللہ بھی اس دور میں اس کا ایک بہترین نمونہ تھے۔ کثر الله فینا أمثالهم

(4) چوتھی خوبی، ان کے مزاج وطبعیت کی سادگی تھی، اللہ نے انہیں بہت اونچے مقام پر فائز کیا تھا، وہ کروڑوں دلوں پر حکمرانی کرنے والے بے تاج بادشاہ تھے، دنیاوی وسائل کی بھی کوئی کمی ان کے ہاں نہ تھی، لیکن اس کے باوجود لباس سے لے کر طور اطوار تک ہر چیز میں سادگی نمایاں تھی، آج کل کے اہل علم وفضل میں اس خوبی کا بھی فقدان ہے، حالانکہ اہل علم کا سرمایہ افتخار سادگی ہی ہونا چاہیے نہ کہ شاہانہ کروفر، اہل دنیا کی سی بودوباش اور اہل ثروت کے سے طور اطوار۔

(5) ایک بڑی خوبی شیخ کی یہ تھی کہ گوانہوں نے اپنی بابت کبھی کسی مسلک ومکتب فکر سے وابستگی کا اظہار نہیں کیا، حتیٰ کہ حنبلیت سے بھی نہیں، جو سعودی عرب کی اکثریت کا مسلک ہے اور اگر ان کے اندر ایمان وتقویٰ کی کمزوری ہوتی، تو حنبلیت سے وابستگی کا اظہار شاید ان کی منصبی مجبوری بھی ہوتی، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں علمی رسوخ کے ساتھ چونکہ ایمان وتقویٰ کے زیور سے بھی آراستہ کیا تھا، اس لیے انہوں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ حنبلیت کے برعکس کوئی دوسرا مؤقف اور نقطہ نظر اختیار کرنے سے کہیں وہ عتاب شاہی کا مورد نہ بن جائیں، بلکہ انہوں نے جس مسلک اور مؤقف کو سچ سمجھا، اس کا برملا اظہار کیا، اس کے مطابق ہمیشہ فتویٰ دیا اور اسی رائے کو اختیار کیا جو قرآن وحدیث کے مطابق ہوتی، ان کے فتاویٰ اور مقالات میں سارا استدلال قرآن وحدیث سے ہی کیا گیا ہے، کہیں بھی صرف کسی ایک مسلک کے مطابق اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا، ان کے اس طرز عمل نے سعودی عرب میں اہل حدیث مسلک کو بڑا فروغ دیا اور فقہی جمود

Marfat.com

کے خاتمے میں نہایت مؤثر کردار ادا کیا، غالباً اسی کا نتیجہ ہے کہ سعودی عرب بھی اور وہاں کے اکابر علماء میں بھی فقہی جمود نہیں، اساتذہ علماء محققین اور اصحاب فتویٰ وقضاء بالعموم فقہی توسع کے حامل ہیں اور ہر مسئلے میں بالخصوص جدید مسائل میں کسی ایک فقہ کی پابندی کرنے کے بجائے تمام فقہی آراء سے استفادہ کرنے اور قرآنی وحدیثی دلائل کو ترجیح دینے کا رجحان اور طرز عمل عام ہے، کاش! پورے عالم اسلام کے علماء اور اصحاب درس وافتاء میں یہی ذوق ورجحان عام ہو جائے، کیونکہ آج اسی وسعت فکر ونظر اور عدم جمود کی ضرورت ہے، اس کے بغیر جدید مسائل کا حل ممکن ہے نہ فرقہ واریت کا علاج ہی، آج جہاں نئے نئے مسائل حل طلب ہیں وہاں فرقہ وارانہ ذہنیت اور تشدد نے عالم اسلام کو نیم جان رکھا ہے اور ان دونوں کا حل اور علاج اسی طرزِ عمل میں ہے جو سعودی حکومت اور وہاں کے اکابر علماء وشیوخ نے اختیار کیا ہوا ہے اور جس کے فروغ اور ترقی میں شیخ ابن باز کے کردار وعمل اور مساعی حسنہ کا بڑا دخل ہے...... شكر الله سعية وأجزل جزاءه

(6) شیخ کی چھٹی خوبی، ان کا اعتدال وتوازن تھا جس کی ہر جگہ اور ہر معاملے میں شدید ضرورت ہے۔

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے اگرچہ کبھی مداہنت کا راستہ اختیار نہیں کیا اور نہی عن المنکر کا فریضہ نہایت بے خوفی سے ادا کیا، حتیٰ کہ اگر بادشاہ کے روبرو بھی کسی منکر کے خلاف بات کرنے کا مرحلہ آیا تو وہاں بھی اس کے خلاف آواز بلند کرنے میں کوئی کمزوری نہیں دکھائی، لیکن انہوں نے یہ سارے کام اعتدال وتوازن اور ایک خاص حکمت عملی کے تحت کیے، خیر خواہی کے انداز میں کیے اور تصادم اور حریفانہ کشمکش کے بغیر کیے، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ حکومت آپ کے جذبات وافکار کا احترام کرنے پر مجبور ہے اور یوں دونوں کے باہمی تعاون سے، بعض مسائل میں اختلاف کے باوجود نہ صرف سعودی عرب کے اندر بلکہ پورے عالم اسلام بلکہ دنیائے کفر سمیت پوری دنیا میں اسلام کی دعوت وتبلیغ، اس کی نشر واشاعت اور رشد وہدایت کا اتنا عظیم

Marfat.com

کام ہورہا ہے کہ اس کی مثال نہیں ملتی، شیخ رحمہ اللہ کی یہ پالیسی اور حکمت عملی بھی اسلامی ذہن رکھنے والوں کے لیے ایک بہترین نمونہ اور قابل تقلید مثال ہے۔ اسلام کی تعلیمات کا تقاضا بھی یہ ہے کہ حکومت کے مقابل میں باغیانہ روش اور تصادم کا راستہ نہ اپنایا جائے کہ اس سے فساد میں اضافہ ہوتا ہے اور موہوم یا مفروضہ نتائج کبھی حاصل نہیں ہوتے۔

(7) شیخ کی ایک خوبی، عالم اسلام کے مسلمانوں اور ان کے معاملات ومسائل میں بھرپور دلچسپی اور ان کے ساتھ گہری ہمدردی کی تھی، اس اعتبار سے ان کا معاملہ

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیرؔ
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

کا آئینہ دار تھا، یہی وجہ تھی کہ دنیا بھر کے لوگ اپنے دینی اور دنیاوی معاملات لے کر ان کی خدمت میں آتے، شیخ نہ صرف ان سب کی باتیں سنتے بلکہ عملی طور پر جو کچھ کرسکتے تھے، وہ خود بھی کرتے اور جو کچھ حکومت کے دوسرے اداروں سے کرواسکتے تھے ان سے کرواتے، خود سعودی حکومت کی پالیسی بھی مسلمانان عالم کے مفادات کے تحفظ پر ہی مبنی ہے، شیخ کا یہ طرز عمل بھی تھا اور اس محاذ پر دونوں کا باہمی تعاون مسلمانان عالم کے مفادات کے تحفظ اور ان کی فلاح وبہبود کا ضامن تھا۔

(8) شیخ کی ایک خوبی، بدعات ومحدثات سے سخت نفرت تھی، یہی وجہ ہے کہ مختلف بدعات ومحدثات کے رد میں ان کے متعدد مقالے ہیں جن میں سے بعض کتابچے کی شکل میں بھی شائع ہوئے ہیں۔

(9) حضرت الشیخ رحمہ اللہ کی یہ اور اس قسم کی دیگر بہت سی خوبیاں ہی تھیں جنہوں نے انہیں عوام وخواص حتیٰ کہ شاہی دربار تک میں بھی ہردلعزیز اور مقبول بنا رکھا تھا، ہر چھوٹا بڑا، امیر اور غریب حتیٰ کہ ایک پاکباز مومن اور ایک فاسق وفاجر شخص بھی شیخ کا یکساں احترام کرتا تھا، طبقہ علماء میں مقبولیت کی یہ وسعت اور بے پناہی بہت ہی کم دیکھنے میں آئی ہے، پھر مقبولیت کا یہ عالم سعودی عرب تک محدود نہ تھا بلکہ پورے عالم عرب،

Marfat.com

افریقہ، بلکہ پورے عالم اسلام تک وسیع تھا، پوری دنیا سے لوگ کشاں کشاں، والہانہ وارفتگی اور نہایت ذوق وشوق کے ساتھ شیخ کی زیارت کے لے حاضر ہوتے اور ان کی زیارت سے مشرف ہو کر شاداں وفرحاں واپس لوٹتے۔

راقم کو بھی ایک مرتبہ ریاض میں ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کے اس منظر کا مشاہدہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے، اہل علم وفضل کا ایک جم غفیر تھا جو مختلف ملکوں اور علاقوں کے افراد پر مشتمل تھا، حضرت الشیخ نے نہ صرف سب کو شرف زیارت بخشا بلکہ ہر شخص نے فرداً فرداً ملاقات، جبہ بوسی اور مصافحہ کرنے کی سعادت حاصل کی، شیخ ہر ایک سے خیریت اور ملک کا نام پوچھتے، کوئی شناسا ہوتا تو دیگر حالات وکوائف بھی معلوم کرتے، آخر میں سب کی قہوے کے ساتھ ضیافت کی جاتی یا کھانے کے اوقات میں شیخ اپنے ساتھ کھانے کے بڑے دستر خواں پر شرکت فرماتے، افراد وفود کی آمد اور ملاقات کا یہ سلسلہ بھی ایک مستقل سلسلہ تھا، لوگ اتنی کثرت اور ذوق وشوق کے ساتھ بادشاہوں کے پاس بھی نہ جاتے ہوں گے جتنی کثرت اور اپنائیت کے ساتھ لوگ شیخ کی زیارت اور جبہ بوسی کے لیے حاضر ہوتے تھے۔

بہر حال شیخ کی خوبیاں اور کمالات اتنے متنوع اور زیادہ ہیں کہ مجھ جیسا ہیچ مداں انہیں بیان کرنے پر قادر نہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں مجموعہ، خصائل حمیدہ، گنجینۂ گائقہ اور گونا گو مناقب ومحامد کا حامل بنایا......

ولیس للہ بمستنکر
أن یجمع العالم فی واحد

''اللہ کے لیے کوئی مشکل نہیں کہ کسی شخص میں ایک دنیا جلوہ گر فرما دے۔''

ان کی وفات یقیناً عالم اسلام کے لیے ایک سانحہ عظیم ہے، ان کی وفات سے عالم اسلام ایک بطل جلیل، قائد عظیم، فقیہ ومحدث، متکلم ومفکر، مرشد ومربی، مشفق ومہربان باپ اور خیر خواہ عظیم راہنما سے محروم ہو گیا ہے۔

فانا للہ وانا الیہ راجعون

Marfat.com

ایتھا النفس اجملی جزعا

فان ما تحذرین قد وقعا

''اے جان! جس قدر ہو سکے غم واندوہ کا تذکرہ کر لے جس سے تو ڈرتا تھا آج واقع ہو گیا۔''

اللھم اغفر له وارحمه وافسح له فی قبره وارفع درجته فی العلیین...... آمین

❁❁❁❁

Marfat.com

زبدۃ السلف حجۃ الخلف

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کی یاد میں

(از:......مولانا عبدالرؤف رحمانی، جھنڈانگر)

13رمئی 1999ء مطابق 26 محرم، 1420ھ جمعرات کو طائف میں شیخ ابن باز کے انتقال پر ملال کا جانکاہ حادثہ پیش آیا، آپ سعودیہ عربیہ کے صدر مقام ریاض میں 12 ذی الحجہ 1330ھ کو پیدا ہوئے، ولادت کے بعد بیس سال تک آپ کی آنکھیں روشن اور منور تھیں لیکن 1350ھ میں مکمل طور پر آنکھوں کی بینائی سے آپ محروم ہوگئے۔ آپ کے جنازہ میں ایک اندازہ کے مطابق بیس لاکھ لوگوں نے شرکت کی، دنیا کے اکثر ملکوں میں آپ کا نماز جنازہ غائبانہ پڑھا گیا، اللھم اغفرلہ وارحمہ شیخ نے بہت سے علماء سے علم حاصل کیا، چند مشہور اساتذہ کے نام یہ ہیں:

☆ شیخ محمد بن عبداللطیف (قاضی ریاض)

☆ شیخ صالح بن عبدالعزیز

☆ شیخ سعد بن حمد بن عتیق (قاضی ریاض)

☆ سماحۃ الشیخ محمد بن ابراہیم بن عبداللطیف آل الشیخ، آپ نے عرصہ دس سال تک ان کے حلقہ درس کا التزام کیا۔

آپ 1357ھ میں صوبہ خرج کے قاضی کے عہدہ پر فائز ہوئے، اس کے بعد بتدریج مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہوئے، پھر رابطہ عالم اسلامی کے اجلاسات کے صدر ہوتے رہے۔

سماحۃ الشیخ کی علمی حیثیت اور رابطہ کی مجالس کی صدارت:

رابطہ کی مجالس میں آخری تقریر آپ کی ہوتی تھی، جس میں خالص کتاب وسنت سے

Marfat.com

وابستگی اور اس کے مطابق عمل کرنے کی بابت آیات پر آیات اور حدیث پر حدیث پڑھی جاتی تھی، رابطہ کی میٹنگ میں جو کلمات آپ ناپسند فرماتے تھے اس پر فوراً بحثیت صدر ٹو کتے تھے اور کہتے تھے اعداعد یعنی دوبارہ پڑھوا کر مناسب ترمیمات کراتے تھے، اور مجلس سے اس کی پوری بھرپور تائید ہوتی تھی، لیبیا کے صدر کرنل قذافی یا تیونس کے بورقیبہ یا کسی بڑے لیڈر کی زبان سے کوئی ایسی بات نکل جاتی جو اسلام اور اس کی تعلیمات کے خلاف ہوتی تھی تو اس میں بھی شیخ کی طرف سے فوری اقدام ہوتا، مگر اس خط کی تیاری میں پوری حکمت ودانائی کے ساتھ مخاطب کے مقام اور ادب واحترام کے تقاضوں کا پورا لحاظ کر کے دوسرا خط لکھاتے تاکہ مخاطب کے ادب واحترام کا حق بھی پورا ہو سکے۔

میں نے شیخ کو دیکھا کہ رابطہ کی مجلس میں لوگوں کی رائے سنتے اور مخالف وموافق دونوں رائیں سنا کرتے تھے اور پھر بڑے ہی ادب واحترام سے مخالف وموافق رائے میں حق کی مطابقت کرتے ہوئے ایک بہترین فیصلہ کرتے تھے، جس میں کسی قسم کی کوئی تعلّی وتفاخر نہیں ہوتا تھا اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ اپنی جو رائے پیش کرتے تھے لیکن اعضاء مجلس کی دوسری رائے ہوتی تھی تو اپنی رائے کو واپس لے لیتے اور اعضاء مجلس کی رائے کو ترجیح دیتے تھے اور شیخ امر حق کو قبول کر لیتے تھے۔

شیخ کی عالمانہ وفقیہانہ حیثیت:

محترم شیخ عبداللہ عمر نصیف کا بیان ہے کہ سماحۃ الشیخ کی بابت بچپن میں سنا کرتا تھا، شیخ سے ملاقات کا موقع ایک بار اپنے دادا شیخ نصیف کے ساتھ مدینہ منورہ میں ملا جبکہ شیخ عبدالعزیز جامعہ اسلامیہ مدینہ کے رئیس تھے اور میں نے اسی زمانہ میں ان کے بعض دروس اور بعض لکچروں کو سنا تھا، لیکن میں ان کے علم وفقہ سے اس وقت زیادہ متاثر ہوا جبکہ شیخ محمد شعراوی کے ایک لکچر کا مدینہ منورہ میں اہتمام کیا گیا تھا۔ 1392ھ میں ندوۃ الشباب الاسلامی میں ان کا لکچر ہوا، میں بھی اس وقت وہاں حاضر تھا، ان کا لکچر ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا، ان کے لکچر پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا، لیکن شیخ عبدالعزیز بن باز ؒ نے ان کے لکچر پر گیارہ

Marfat.com

اعتراضات کیے، شیخ نے محاضرہ کے ان مسائل پر مناقشہ کیا اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ایسی باتیں کی جنہوں نے حاضرین کو تعجب میں ڈال دیا اور شیخ شعراوی سے ان اعتراضات کا کوئی جواب نہیں بنا اور شیخ بن اباز رحمہ اللہ کے اس ملکہ علمیہ اور مرتبہ عظیم کے سبھی لوگ قائل ہو گئے۔ (الاربعاء جدہ 4 صفر 1420ھ) شیخ ڈاکٹر محمد لقمان سلفی حفظہ اللہ اپنے شیخ و مرشد کے بارے میں لکھتے ہیں: انہی دنوں میرے شیخ علامہ محدث محمد ناصر الدین البانی حفظہ اللہ نے یونیورسٹی ہال میں محدثین کے طریقہ پر ایک لکچر دیا، حاضرین اس لکچر سے بہت مستفید ہوئے اور علم حدیث میں ان کے اونچے مقام کی جو شہرت تھی اس سے متعلق سرگوشیاں کرنے لگے، اتنے میں دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور اپنے سیکرٹری کی مدد سے اسٹیج پر پہنچ گئے اور لکچر میں بیان کیے گئے بعض علمی امور پر محدثانہ تبصرہ کرنے لگے، کافی دیر کے بعد جب ان کی بات ختم ہوئی تو محدث محمد ناصر الدین البانی دوبارہ اسٹیج پر گئے اور حضرت الشیخ کا شکریہ ادا کیا، اور علم حدیث میں ان کی عظمت کا اعتراف کیا، یہ واقعہ اس بات کی قطعی دلیل تھی کہ قرآن وسنت کے علوم میں میرے شیخ اپنے معاصر چوٹی کے علماء کے درمیان بڑی حیثیت کے مالک تھے۔ (ماہنامہ البلاغ، جولائی 99ء)

سیاسی معاملات میں شیخ کا طرز عمل:

ہمارے سماحۃ الشیخ بلا رورعایت کتاب وسنت سے استدلال ایسے انداز سے پیش کرتے تھے کہ اراکین حکومت اور قبائل عرب میں کوئی منافرت اور مخالفت پیدا نہ ہوتی، اس لیے کہنا پڑتا ہے کہ آپ کو تفقہ فی الدین اور اجتہاد میں ایسا درک حاصل ہوا کہ کتاب وسنت کی روشنی میں ہر مسئلہ حل ہوتا چلا گیا۔

آپ ایک ایسے فقیہ اور بالغ النظر مفتی تھے کہ سیاست کے نو بدید (نئے نئے) مسائل کے معاملہ میں کافی گہرائی سے غور کرتے، کافی غور کے بعد دولت سعودیہ کے سامنے ان کا حل پیش کرتے، شیخ عبدالعزیزؒ کے اسی حکیمانہ رویہ کی وجہ سے امت مسلمہ کے تمام افراد ان سے محبت رکھتے تھے۔ (الاربعاء جدہ 4 صفر 1420ھ)

Marfat.com

سیاسی ملکی معاملات میں آپ مرجع کی حیثیت رکھتے تھے:

حکومت کے افراد بہت سے امور میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے اور ملک عبدالعزیز بن عبدالرحمان کے وقت سے آپ معلم وقاضی اور ذمہ دار مسئول کی حیثیت رکھتے تھے اور آپ کی فقہ وسمجھ داری سے مسائل حل ہوجاتے، اطراف عالم کے لوگ آپ کی تعریف کرتے تھے، اور اسلامی مجالس اور محاضرات میں آپ کے لکچر اور کلمہ حق کے بیان سے متاثر ہوتے تھے۔

شیخ کے فتویٰ کے مطابق حکومت کا طرز عمل:

شیخ کا فتویٰ تھا اسلامی حکومتیں ضرورت کے وقت غیر مسلم افواج سے مدد لے سکتی ہیں، یہ فتویٰ حکومت سعودیہ کے منشاء ومراد کے مطابق تھا۔ اسی فتویٰ کی بنا پر حکومت سعودیہ عربیہ نے عراق کے صدر صدام حسین کی جارحیت کے خلاف امریکہ کی فوج سے مدد حاصل کی، وزارۃ الاوقاف وشئون الدعوۃ قسم الامر بالمعروف والنہی عن المنکر اور وزارۃ المعارف سب کے سب آپ کے فتاویٰ کے تحت دینی پالیسی بناتے تھے، کیونکہ محمد بن سعود نے شیخ محمد بن عبدالوہاب سے معاہدہ کیا تھا کہ آپ کتاب وسنت کے مطابق عقیدہ کی حفاظت کریں اور ہم اس دولت سعودیہ کے ساتھ آپ کی مدد کریں گے، شیخ عبدالعزیز بن باز شیخ محمد بن عبدالوہاب کی منظور کردہ بنیاد پر کتاب وسنت کی راہنمائی میں کام کرتے تھے، اور حکومت تک اس کی روشنی پہنچاتے تھے اور مسلمانوں کے معاملات اور ان کی مشکلات کو اسلامی ریاست کی روشنی میں حل کرتے تھے، اور ان کی کوششوں کو حکومت اور عامۃ الناس میں مقبولیت حاصل ہوتی۔ (الاربعاء جدہ 4 صفر 1420ھ)

دینی معاملات میں حکومت کی سرپرستی:

دوسال قبل کی بات ہے کہ سماحۃ الشیخ نے عورتوں کے اس نقاب کو ملک عرب میں داخل ہونے پر پابندی لگوانے کا حکم دیا، جس نقاب سے چہرہ کھلا ہوتا تھا، حکومت نے اس فرمان کو بسروچشم قبول کیا اور حکومتی پیمانہ پر اس کا اعلان ہوا۔ (ماہنامہ صوت الاسلام، بمبئی، ربیع الاول

Marfat.com

1420ھ)

وہ ساٹھ دیوانے جو خانہ کعبہ پر قبضہ کیے ہوئے تھے، اور ہر طرح ہتھیاروں سے لیس ہو کر خانہ کعبہ میں داخل ہو گئے تھے اور وہ اپنے کو مہدی موعود کہتے تھے، ان کا مقابلہ ومقاتلہ حکومت سعودیہ کے لیے مشکل ہو رہا تھا، تو آپ نے اس آیت کی روشنی میں فتویٰ دیا، ''اور جو کوئی اس مسجد میں بے دینی اور ظلم کا طریقہ اختیار کرے گا، ہم اس کو دکھ کی مار کریں گے۔'' (الحج:22)

یعنی اگر وہ لوگ خانہ کعبہ میں جنگ کرتے ہیں تو خانہ کعبہ میں جنگ کرنا پڑے گی اور استدلال میں یہ آیت کریمہ بھی پیش کی تھی۔ یعنی مسجد حرام کے اندر ان سے جنگ نہ کرو، لیکن اگر وہ خانہ کعبہ کے اندر تم سے جنگ کریں تو تم بھی ان سے جنگ کرو۔ (البقرہ:191)

اسی پر حکومت سعودیہ نے عمل کیا اور خانہ کعبہ کے اندر پانی بھرا گیا، جب وہ لوگ ڈوبنے لگے تو ان کو نکالا گیا اور ان کی گردنیں اڑادی گئیں، ان کی تصویر ہمارے پاس موجود ہے۔

یہ تھا شیخ کے تفقہ، اجتہاد اور بصیرت کا وہ معاملہ جس پر حکومت کو بھی کامل درجہ کا اطمینان حاصل تھا۔

دعوت وتبلیغ کے اصول:

جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کی طرف موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا تو انہوں نے اپنے بھائی ہارون کو بھی اپنے ساتھ لے جانے کی درخواست کی، اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی ساتھ جانے کی اجازت دے دی اور فرعون جس سرکشی وکفران نعمت میں مبتلا تھا اور خود اپنے کو انا ربکم الاعلی (میں تمہارا بڑا رب ہوں) کہتا تھا، ایسے شخص کے سلطنت میں جاتے ہوئے اللہ نے تلقین کی تھی ''یعنی تم دونوں اس سے نرمی سے بات کرنا شاید اس کو نصیحت مل جائے اور اللہ سے ڈر جائے'' اور جناب رسول اللہ ﷺ کو بھی اللہ نے حکم دیا کہ آپ دعوت میں نرم رویہ اختیار کریں، تاکہ لوگ دعوت کو قبول کرسکیں۔ چنانچہ ارشاد باری ہے: ''کیونکہ تو اللہ کی رحمت سے ان کے لیے نرم دل پیدا ہوا ہے، اگر تو بد خوسخت دل ہوتا تو تیرے پاس سے بھاگ جاتے، پس تو ان کو معاف کر اور ان کے لیے بخشش مانگ اور ان سے اپنے کام میں

Marfat.com

مشورہ لیا کر، پھر جب کسی کام کا تو قصد کرے تو اللہ پر بھروسہ کیا کر، خدا کو بھروسہ کرنے والے بھلے لگتے ہیں۔ (آل عمران: 159)

رسول اللہ ﷺ بھی دعوت وتبلیغ میں نرمی فرماتے تھے، ایک شخص کا مشاہدہ ہے کہ میں نے گیارہ ممالک کا امریکہ شمالی، امریکہ جنوبی اور دوسرے ملکوں کے مراکز ومدارس کا سفر کیا ہے لیکن میں نے ہر جگہ پر شیخ ابن باز کا ذکر پایا یا ان پر لوگوں کو بھروسا ہے، اور تمام ممالک والے ان کے فتوؤں کو قبول کرتے ہیں، اور بہت سے دعاۃ جو ایشیا وافریقہ کے مختلف مقامات پر گئے ہیں ان لوگوں کا بیان ہے کہ لوگ شیخ کے فتوؤں کو قبول کرتے ہیں اور اپنے دل میں شیخ کا بڑا احترام رکھتے ہیں۔

حکومت سعودیہ عربیہ کے زمانے میں دعوت وتبلیغ کا کام مدارس ومراکز میں ہو رہا ہے، اور نئے نئے دینی اداروں اور جامعات میں دین کا علمی کام بھی جاری ہے، شیخ ابن باز کی شب وروز کی کوششوں سے پوری دنیا میں مبلغین اسلام پہنچے ہوئے ہیں، یہ وہی جذبہ ہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور مبارک میں دیکھا جاتا رہا، چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو وزیر تعلیم بنا کر کوفہ بھیجا، حضرت عمار بن یاسرؓ کو کوفہ کا وزیر مالیات بنایا اور ابوموسیٰ اشعریؓ کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا، اور ابو ہریرہؓ کو بحرین بھیجا، سید العلماء معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجا، عمان، یمامہ اور طائف میں بھی لوگوں کو دعوت وتبلیغ کے لیے روانہ کیا، حضرت معاویہؓ کو شام میں بھیجا، (عبقریت عمر، کتاب الاموال، سیر اعلام النبلاء کتاب الخراج) اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیز نے امام نافع کو مصر بھیجا تا کہ مصر والوں کو کتاب وسنت کی تعلیم دیں۔ (سیر اعلام النبلاء 5/97)

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابو مالک دمشقی اور حارث اشعری کو دیہاتوں میں بھیجا کہ وہ لوگ دیہاتیوں کو تعلیم وتربیت دیں اور ان دونوں کے لیے وظیفہ مقرر کیا۔ (کتاب الاموال ص 262) حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے حکام کو لکھا کہ طالب علموں کا وظیفہ جاری کرو تا کہ ان کو علم حاصل کرنے کے علاوہ روزی تلاش کرنے میں مشغولیت نہ ہو۔ (جامع بیان

Marfat.com

العلم والفضلہ 1/181)

جس طرح تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف میدانوں میں حصہ لیتے تھے، دین کی تعلیم وتبلیغ میں بھر پور حصہ لیتے تھے یہ سب کوشش دینی تعلیم وتبلیغ کے لیے ہر دور میں قائم تھی، اسی کا سلسلہ محدثین وتابعین اور ائمہ دین کی طرف سے بھی قائم تھا، اور امراء وزراء بڑے بڑے مدرسے اور کالج کھولتے تھے، اور بہت سے مبلغین تبلیغ اسلام کے لیے ہر عہد میں مامور تھے، اسی طرح شیخ کی کوششوں سے بے شمار مدارس وجامعات کھلے اور سینکڑوں علماء ودعاۃ کو اسلام کی تبلیغ کے لیے فارغ کیا گیا، شیخ نے اپنی پوری زندگی افتاء وقضا، درس وتدریس، دعوت وارشاد اور مسلمانوں کی خدمت میں گزاردی، یورپ ہو یا ایشیا، افریقہ ہو یا امریکہ، آسٹریلیا ہو یا دنیا کا کوئی خطہ، ایسا نہیں ہے جو ان کی فیض سے محروم رہا ہو، دعوت وتبلیغ درس وتدریس کے میدان میں کام کرنے والے ہزاروں افراد ان کی سفارش کے ذریعے سے دین کی خدمت میں لگے گئے۔

شیخ نے پانچوں بادشاہوں کا زمانہ پایا:

آج سے صدیوں پہلے جس طرح حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو چار بادشاہوں کا زمانہ ملا، اول خلیفہ مامون رشید، دوم خلیفہ معتصم باللہ، سوم خلیفہ واثق باللہ، چہارم خلیفہ متوکل علی اللہ۔

اوپر کے دو خلفاء کے زمانے میں ان پر خلق قرآن کے مسئلہ میں ظلم وزیادتی کی گئی اور خلیفہ معتصم باللہ نے جلادوں کے ذریعہ سے پٹایا، خلیفہ کہتا تھا کہ آپ اگر خلق قرآن کے قائل ہوں جائیں تو میں اپنے ہاتھ سے آپ کی بیڑی کھولوں گا، اور میں آپ پر اسی طرح شفقت کروں گا جس طرح اپنے بیٹے واثق پر کرتا ہوں، تو آپ نے کہا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے کوئی دلیل دو تو میں اس کو مان لوں گا۔ لیکن جب واثق باللہ اور متوکل علی اللہ کا زمانہ آیا تو ان لوگوں نے نرم رویہ اختیار کیا اور احسانات وعطیات کے ذریعہ سے آپ کا اکرام کرنا چاہا لیکن آپ نے ان کے احسانات کو کبھی قبول نہیں کیا۔

ہمارے شیخ ابن باز کی بھی یہی حقیقت تھی، انہوں نے کبھی کسی کا تحفہ قبول نہیں کیا، میں

Marfat.com

نے ایک دفعہ عطر کا ڈبہ ہدیتاً پیش کیا تھا شیخ نے اسے بھی قبول نہیں کیا تھا، امام احمد بن حنبلؒ کی طرح شیخ بھی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے تحت ہی بات کرتے تھے، سعودی حکومت بھی آپ کے مشوروں اور فتوؤں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی اور اس پر عمل درآمد کرتی، سعودی حکومت وعوام میں آپ کو یکساں قدر وقبولیت حاصل تھی، سعودی سلطنت کے مؤسس اول شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمان کے عہد میں ملک سعودیہ عربیہ کے نام سے نامزد ہوا، محترم عبدالمالک مجاہد کا بیان ہے کہ شاہ عبدالعزیز کے دور میں شیخ ابن باز نے لکھنا شروع کیا، اور اللہ کی قسم ہے! آج تک جو کچھ بھی لکھا لکھوایا وہ صرف اللہ کی رضا کے لیے تھا، پھر دوسرے بادشاہ ملک سعودیہ عربیہ کے فرمانرواں ہوا، یہ جلالۃ الملک سعود ہندوستان کے دورہ پر آئے ہوئے تھے اور ان سے ہماری ملاقات جدہ کے شاہی محل میں شیخ نصیفؒ رئیس جدہ کی وساطت سے ہوئی تھی، فللہ الحمد (سفر نامہ حجاز مؤلفہ خاکسار) تیسرے بادشاہ ملک فیصل ہیں، جو سعودیہ عربیہ کے بہت بڑے مدبر بادشاہ تھے، چوتھے بادشاہ ملک خالد ہیں، ان کے بعد خادم الحرمین الشریفین ملک فہد بن عبدالعزیز پانچویں بادشاہ ہیں، آپ ان تمام بڑے بڑے بادشاہوں کے معاصر تھے، اور ان بادشاہوں کے احکام وفیصلوں کو عوام کے منشاء کے خلاف نہیں چاہتے تھے، بلکہ اپنے فتویٰ اور رائے عالی سے باہمی یگانگت پیدا کرتے تھے، عوام اور بادشاہ دونوں محبت والفت کا تعلق رکھتے تھے۔

شاہان سعودیہ شیخ ابن باز کے قدردان تھے:

اس سلسلہ میں علامہ شمس الدین ذہبیؒ کی کتاب تذکرۃ الحفاظ کا ایک واقعہ یاد آیا وہ یہ کہ ایک مرتبہ محمد بن نصر مروزی جو بڑے پایہ کے عالم تھے، اپنی کسی ضرورت کو لے کر والی خراسان کے پاس گئے، اس نے ان کی بڑی عزت کی اور ان کے استقبال کے لیے کھڑا ہو گیا، والی خراسان کے بڑے بھائی نے کہا: ''تم اپنی رعایا کے ادنیٰ شخص کے لیے کھڑے ہوتے ہو اس کی وجہ سے تمہارا رعب ودبدبہ ختم ہوجائے گا۔'' پھر رات میں والی خراسان نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے ہیں اور اسے بشارت دے رہے ہیں کہ

Marfat.com

''یعنی محمد بن نصر مروزی کے جلال وتکریم کی بنا پر تمہاری حکومت اور تمہارے بچوں کی حکومت پائیدار رہے گی، اور تمہارے بھائی کی حکومت ختم ہو جائے گی، جس نے محمد بن نصر مروزی جیسے عالم دین کے جلال واکرام پر تم کو تنبیہ کیا تھا۔ (تذکرة الحفاظ للذهبی)

جس طرح محمد بن نصر مروزی کے تکریم سے خراسان کے سلطان کو خوشخبری ملی کہ ان کا ملک ان کی اولاد در اولاد تک پائیدار رہے گا۔ اسی طرح سلطنت سعودیہ عربیہ ان شاء اللہ ثمر دار پائیدار اور رحمت الٰہی سے برقرار رہے گی، حکومت سعودیہ عربیہ کو اللہ تعالیٰ تا دیر امت مسلمہ پر سلامت با کرامت رکھے۔

شیخ ابن باز بڑے منکسر المزاج اور بہت متواضع تھے:

شیخ کا بیان اور وعظ انفرادی طور پر کم ہوتا تھا، ان کے بیان میں تقریر میں بہت سے طلبہ وعلماء ہوا کرتے تھے اور قاضی حضرات بھی بیٹھے ہوتے تھے لیکن شیخ رحمہ اللہ ان علماء کے درمیان بہت زیادہ ممتاز نظر آتے، اور قضاۃ کی مجلس میں سب سے اچھے قاضی نظر آتے اور مساجد وجوامع میں واعظوں کے درمیان سب سے اچھے واعظ تھے اور نادیات ومحاضرات کی مجالس میں سب سے اچھی تقریر کرتے تھے۔

شیخ ابن باز ہر درخواست کو خاموشی سے سنتے، پھر معقول جواب دیتے:

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز کے بارے میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے تعلیمی وتربیتی امور کے نگراں دکتور عبداللہ عباس ندوی فرماتے ہیں کہ مجھ سے انعام اللہ خاں مؤتمر اسلامی کراچی کے سیکرٹری نے خواہش کی کہ میں اپنے مطالب ومقاصد کو شیخ ابن باز کے سامنے اردو میں بیان کروں گا اور آپ اس کو عربی میں صاف صاف ترجمہ کر کے شیخ کو سنادیں، شیخ کے سامنے اردو میں اپنے مقاصد کو بیان کرتے رہے اور میں ان کا ترجمہ عربی میں کر رہا تھا، آدھے گھنٹے تک ان کا بیان اور میری ترجمانی جاری رہی، شیخ نے کسی طرح کی پریشانی اثناء گفتگو میں ظاہر نہ کی اور مسلسل شیخ آدھے گھنٹے تک خاموشی سے سنتے رہے، اور جب انعام اللہ صاحب اپنی بات پوری کر چکے تو شیخ نے پوچھا کہ آپ نے اپنی بات پوری کہہ دی یا

Marfat.com

اور کچھ بیان کرنا باقی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے اپنی پوری بات آپ کے سامنے رکھ دی ہے تو شیخ نے پہلے نمبر پر غور کر کے جواب دیا، پھر دوسرے نمبر کا جواب دیا، اور اس طرح ان کے تمام سوالوں کے جوابات ترتیب سے دیتے گئے، کیونکہ سارے سوالات ان کے ذہن میں موجود تھے۔ (البعث الاسلامی لکھنؤ، جون 1999ء)

شیخ ابن بازؒ کے اوصاف حمیدہ، ہمدردی، فیاضی اور سخاوت کا جذبہ:

شیخ کے اوصاف حمیدہ اور خدمات جلیلہ کچھ کم نہیں ہیں کہ ان کو قلم بند کیا جا سکے، تعریف وتحسین کرنے والے ہر طرح سے تعریف کرتے رہیں گے، مگر آپ کی خوبیوں کا احاطہ نہیں ہو سکے گا، ازاں جملہ شیخ ابن بازؒ کی سخاوت کا ایک واقعہ پڑھیے:

''آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور اپنی حاجت ظاہر کی، شیخ نے ان کو ایک چیک دو ہزار ریال کا دیا تو اس شخص نے اس میں ایک صفر بڑھا دیا اور بیس ہزار بنا دیا، جب چیک کو بنک میں لے کر گیا تو بنک کے مؤظف کو شبہ ہوا، اس نے فوراً فون کے ذریعہ مبلغ کی صحت کے بارے میں شیخ سے دریافت کیا، کیونکہ مؤظف کو یقین تھا کہ بیس ہزار صحیح نہیں ہے، شیخ رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کو بیس ہزار ہی دے دو، مؤظف نے دوبارہ کہا کہ جعل سازی کر کے ایک نقطہ بڑھا دیا ہے جو ظاہر ہے، آپ نے کہا کہ دے دو شاید اس کو زیادہ کی ضرورت ہو گی...... یہ عالی ظرفی اور حوصلہ مندگی اللہ کے خاص بندے کو حاصل ہوتی ہے، جن کے دل میں محتاجوں اور دردمندوں کا غم ہوتا ہے۔'' (اخبار عالم اسلامی 12-7 جون 99)

ایک اور نادر واقعہ:

شیخ رحمہ اللہ 1389ھ میں رابطہ عالم اسلامی کے دفتر میں تھے، کشادہ دلی اور حسن اخلاق سے لوگوں سے بات کر رہے تھے، اتنے میں ظہر کا وقت آ گیا، ہم لوگ رابطہ سے متصل ایک مسجد میں نماز پڑھنے چلے گئے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو کچھ سعودی حضرات کی جماعت آئی اور انہوں نے اپنے مال کی زکوٰۃ شیخ کے حوالے کر دی، نہ ان کو گنا، نہ شمار بتائی، ثقہ اور اعتماد کی بنا پر آپ نے ریال کی گنتی نہیں کی، کیونکہ طرفین کو باہمی اعتماد تھا، شیخ تھوڑی دیر مسجد

Marfat.com

میں اطمینان سے بیٹھے رہے، نماز کے بعد اصحاب حاجات فقراء ومساکین پہنچ گئے تو جو بھی ان کے ہاتھ میں مال تھا ہر ایک کے حالات اور حاجات کو سن کر حسب ضرورت نقد تقسیم کرتے رہے اور ہر ایک کے ساتھ غمخواری کی یہاں تک کہ جوان کے پاس مال تھا وہ فقراء میں تقسیم ہو گیا، بسا اوقات فقراء ومساکین کی حاجت میں اپنے مال کو بھی تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ (اخبار عالم اسلامی 12-7 جون 1999ء)

فیجی کے ایک عالم کے ساتھ سخاوت ومساعدت:

فیجی جزیرہ سے ایک صاحب حاضر ہوئے جو وہاں دعوت وتبلیغ اور تعلیم دین کا کام کرتے تھے، شیخ نے ان سے ان کی ضروری تعمیرات کا حال معلوم کیا، شیخ نے سردست ان کو آٹھ لاکھ (اصحاب خیر کے نام خط لکھ کر) دلا دیا، وہ شیخ کے ساتھ ظہر کی نماز مسجد میں پڑھنے لگے اور بریف کیس آگے رکھ لیا، پھر شیخ کے ساتھ ہی ان کی واپسی ہوئی، لیکن بریف کیس ہمراہ لے جانا بھول گئے، جب شیخ کے پاس پہنچے تو بریف کیس کا ہوش آیا تو فوراً شیخ کو بتا کر بریف کیس تلاش کرنے مسجد میں آئے، میں بھی اس زمانے میں شیخ کے ساتھ تھا جب وہ مسجد گئے تو بریف کیس ان کو نہیں ملا، کوئی راہ گیر اٹھا لے گیا، شیخ سے جا کر اپنا دردناک معاملہ روتے ہوئے بیان کیا، شیخ نے تسلی دی اور دوسرے خطوط دوسرے اصحاب خیر کے نام لکھ کر پھر اتنی ہی رقم پوری کر دی اور وہ خوش خوش واپس فیجی پہنچے۔

آپ کے بلند اخلاق کا واقعہ:

فلپائن کی ایک عورت آپ کو ڈھونڈتے ہوئے آئی اور اس نے کہا کہ میرے شوہر کو لوگوں نے قتل کر دیا ہے اور کنوئیں میں پھینک دیا ہے، میں نے بہت تلاش کی کہ کسی دردمند آدمی سے اس واقعہ کو بیان کروں، شیخ نے اس کی بات سنی، ادارہ مالیہ میں ایک خط لکھ دیا کہ اس عورت کو کچھ چیزیں مدد کے طور پر دے دی جائیں، ادارہ مالیہ کے ایک آدمی نے اس عورت کو واپس کر دیا کہ ادارہ میں ایسی عورت کی مدد کے لیے کوئی دفعہ نہیں ہے کہ کسی کا شوہر قتل ہو جائے اور کنوئیں میں ڈال دیا جائے تو اس کی مدد کرنے کی کوئی گنجائش ہو، لہٰذا ہم مجبور

Marfat.com

ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ میرے وظیفہ سے دس ہزار ریال اس عورت کو دے دو، چنانچہ عورت وہ مبلغ لے کر خوش خوش واپس ہوگئی۔

ہمدردی اور غم خواری کا ایک اور واقعہ:

ایک شخص کا بیان ہے کہ ہمارے دوستوں میں سے ایک شخص چار لاکھ ستر ہزار کا مقروض تھا، اس کے بیان کی سچائی کا جب شیخ کو یقین ہوگیا تو سماحۃ الشیخ نے صاحب السمو الملکی امیر عبدالعزیز بن فہد کو خط لکھا کہ اس مقروض کے قرضہ کی رقم ادا کردیں اور اگر آپ اس کے ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں تو معاملہ خادم الحرمین الشریفین تک پہنچا دیں گے، چند ایام گزر گئے تو پوری مکمل رقم شیخ عمر فلاتہ مرحوم نے ادا کردی اور اس آدمی پر جو قرض کی باقی رقم تھی اس کی ادائیگی ہوگئی، شیخ عمر فلاتہ مرحوم کے اندر بھی سینے میں کشادگی اور جود وسخا اور فیاضی کی عادت تھی اور ہمارے سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ سے ان کا بہت بڑا گہرا تعلق تھا۔ (الاربعا 4 صفر 1420ھ)

ایک پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک:

آپ کے پڑوس میں ایک صاحب مدت سے آباد تھے، ایک مرتبہ ان کے مکان میں آگ لگنے کا حادثہ ہوا، مکان مع ساز وسامان جل گیا، شیخ کے پاس وہ لوگ روتے ہوئے آئے، شیخ نے موقع پر جا کر حالات کا جائزہ لیا اور غمزدہ لوگوں کو تسلی دی اور ان کو ایک نیا تعمیر شدہ مکان رہائش کے لیے عنایت فرمایا، آپ کے وہ پڑوسی آپ کا ذکر خیر کر کے آپ کے محاسن کو یاد کر کے روتے رہے۔

سخاوت کا ایک اور واقعہ:

شیخ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ ہمارے خاندان کا کوئی پرورش کرنے والا نہیں ہے، چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، ان کے رہنے کے لیے گھر نہیں ہے تو شیخ نے ایک شاندار عمارت خریدی اور ان کو اس میں ٹھہرا دیا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعا (الاربعاء 4 صفر 1420ھ)

Marfat.com

شیخ کی ایک اور اہم مالی خدمات:

مدرسہ جھنڈا نگر کے لیے سون پور گاؤں کا نصف حصہ وقف تھا، جب ہم رابطہ کے ممبر منتخب کیے گئے تو شیخ ابن باز کے پاس گاؤں کے نصف حصہ کی قیمت کے لیے درخواست پیش کی، ہم اس وقت پہلی بار رابطہ کی مجلس میں شریک ہوئے تھے، میرے ساتھ دکتور وصی اللہ محمد عباس ہندی اور دکتور شیخ عبدالقدوس ہندی حفظہما اللہ نے بطور معاون شیخ ابن باز کے پاس تشریف لائے ہوئے تھے، گاؤں کے نصف حصے کے وقف ہونے اور نصف حصہ کے خرید نے کے لیے رقم ملنے کی درخواست کی گئی تو شیخ نے ہماری فائل کا غذات کی وجہ سے کہا کہ یہ بڑی بھاری وزنی درخواست ہے، پھر حکم دیا کہ توصیات فہد کے پاس بھیج دیا جائے، اس زمانے میں خادم الحرمین الشریفین ولی عہد تھے، انہوں نے ہمارا مطالبہ پورا کیا اور سونپور کا آدھا حصہ سماحۃ الشیخ کی نظر التفات کی وجہ سے ہم خرید سکے، اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص وتعاون کے سبب پورا سونپور مدرسہ سراج العلوم جھنڈا نگر کے حق میں مستقل ہو گیا، اس کی تمام پیداوار کو طلبہ اور طالبات کے خرچ میں استعمال کیا جاتا ہے، یہ ان کا دائمی فیض ہے۔

خادم الحرمین الشریفین نے شیخ کی اولاد سے کلمہ تعزیت کہی:

خادم الحرمین الشریفین حفظہ اللہ نے شیخ کی اولاد عبداللہ وغیرہ سے تعزیت کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے والد جو ہم سے جدا ہو چکے ہیں وہ ہمارے والد بھی تھے، اور کبھی کبھی ہم کو والد سے زیادہ شفیق ورحیم نظر آتے، خاص خاص جگہوں پر میری ذات کے لیے زیادہ شفیق وکریم تھے، اوران کی جدائی کا غم جتنا آپ لوگوں کو ہے ہمیں اس سے کچھ کم نہیں ہے، ہمارے لیے بھی ان کی جدائی ایک بڑی مصیبت ہے اور مزید یہ کہا، شیخ کی وفات سے ہم ایک ہردلعزیز انسان اور اپنے لیے سب سے زیادہ خیر خواہ انسان اور لوگوں کو خیر کی طرف دعوت دینے والے انسان سے محروم ہو گئے۔ (مجلّہ الرابطہ شمارہ مئی جون 1999ء)

شہزادہ عبدالعزیز نے شیخ کی تعریف کی:

خادم الحرمین الشریفین ملک فہد کے شہزادے عبدالعزیز نے کہا کہ آج دین کا ستارہ

Marfat.com

ڈوب گیا اور چودھویں رات کا چاند غائب ہو گیا اور سورج نے چہرہ چھپا لیا اور تمام خلق ان کی جدائی میں غمگین ہو گئی، لیکن ہم قضائے الٰہی پر راضی ہیں اور یہی یقین ہے کہ شیخ کو خیر کثیر حاصل ہو گا، میرے والد ان کا ذکر خیر بہت کیا کرتے تھے، ان کے مرتبہ کا بطور خاص ذکر کرتے تھے، ان کے تذکرۂ جمیل سے میرے اندر بھی ان سے تقرب حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا، ان کی مجلس میں بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی، ان کے یہاں حاضری دینے کا جب موقع ملا تو جتنا ان کے بارے میں سنا تھا اس سے زیادہ مرتبے کا ان کو پایا، ان میں ایسی خصوصیات اور صفات تھی جو کم ہی کسی عالم میں موجود ہوں گی اور وہ ایسے حلیم اور بردبار تھے کہ وہ مسائلوں کے سوالات کو برداشت کرتے تھے اور اصرار کے ساتھ مانگنے والوں سے کسی طرح کی بے رخی نہیں کرتے تھے، کسی حاسد کے حسد سے کچھ ملال نہیں کرتے تھے۔

امام حرم شیخ سبیل حفظہ اللہ نے کلمہ خیر میں کہا:

آج پوری امت مسلمہ مصیبت زدہ ہو گئی ہے، کیونکہ شیخ بہت بڑے عالم اہل سنت والجماعت کا امام اور عصر حاضر کے فقیہ وعلامہ تھے، ابھی گزشتہ جمعہ کو مل چکے ہیں جبکہ اچھے خاصے تھے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے، اس کی مشیت میں کسی کا دخل نہیں۔

وزارۃ الاوقاف کے سابق وزیر ڈاکٹر عبداللہ الترکی نے کہا:

شیخ رحمہ اللہ علم کی ایک چٹان اور پہاڑ تھے اور زہد وتقویٰ کے معاملہ میں بہت بلند تھے اور لوگوں تک خیر پہنچانے کی ان کی خصوصی رغبت تھی اور عمل صالح میں بھی منفرد وممتاز تھے۔

مصر کے صدر حسنی مبارک نے کہا:

شیخ عبدالعزیز بن باز دینی اسلامی اشخاص میں سے سب سے بہتر تھے اور علم ومعرفت خدا سے مالا مال تھے اور فقہی مباحث میں وہ یکتا تھے اور اچھے وسیع تجربے کے عالم تھے۔

اردن کے ڈاکٹر کامل شریف نے کہا:

حکومت سعودیہ کی وزارتوں میں شریعت کے مطابق شیخ کی بڑی خواہش تھی کہ شریعت اسلامیہ پر سب کا عمل ہو، اس موقف کے اختیار کرنے میں ان کی مساعی کا بڑا دخل تھا کیونکہ

Marfat.com

وہ مسلم حاکم اور فقیہ عالم کے درمیان مضبوط رابطہ چاہتے تھے، اور حدود اللہ سے قوانین کو جوڑنا چاہتے تھے، انسانی سوسائٹی کی مشکلات کو شریعت کی روشنی میں حل کرنا چاہتے تھے۔

شیخ الازہر محمد سید طنطاوی نے کہا:

ان کی جدائی کا غم صرف مملکت سعودیہ عرب کو نہیں ہے، بلکہ ان کی جدائی کا غم پورے عالم اسلام کو ہے۔ ایک ڈاکٹر کا بیان ہے کہ اس عالم ربانی کی وفات امت کا بڑا خسارہ ہے اور بڑی زبردست مصیبت ہے کیونکہ دین اسلام اور عالم اسلام کے لیے ان کی خدمات بہت ہیں اور ان کے واضح فکر ونظر کی ہمیشہ تعریف کی جائے گی، عقیدۂ اسلامیہ کے دفاع کے موقع پر اور اسلام کی وضاحت سے بیان کرنے کے سلسلے میں بڑی حکمت و دانائی سے کام لیتے تھے اور اطراف عالم میں علمی و دینی موضوعات کے لیے یکتا تھے کیونکہ وہ بہت بڑے فقیہ تھے۔

ندوۃ الشباب الاسلامی کے ڈاکٹر حماد الجہنی کہتے ہیں:

شیخ کے پاس ایک دن میں حاضر تھا، کثرت سے وفود آتے تھے، آپ ان کے احوال سے بخوبی واقفیت رکھتے تھے اور وہ جس شہر کے ہوتے تھے اس شہر کے مسلمانوں کا نام اور علماء کا نام لے کر پوچھتے تھے اور ان کی مشکلات ومسائل کو حل کرتے تھے، یہ ان کا امتیاز تھا جو اس زمانے کے اکثر علماء میں ناپید ہے۔

شیخ نے مسلم ممالک کی حالت جنگ میں مدد کی:

شیخ کی اپنی زندگی میں مسلمانوں کے جو مسائل پیدا ہوئے ان سے ان کو آزاد کرنے کے لیے ان کی ہر طرح مدد کی، چاہے وہ مسئلہ فلسطین کا ہو چاہے بوسنیا وہرسک کا، چاہے وہ حالیہ جنگ کوسودا کا ہو، ہر ایک معاملہ میں مسلمانوں کو دشمنوں سے آزاد کرنے کے لیے مدد کے خواہاں ہوتے تھے، کوسودا میں سربی سپاہی مسلمانوں کو تنگ کر رہے ہیں اور ان کی نسل کو مٹانا چاہتے ہیں، ان کی بابت مسلمانوں سے امداد چاہتے ہیں، اپنے اخیر زمانہ مرض میں طائف کے اندر ایک دن طائف کے مسلمانوں کو کوسودا کے لیے اپیل کی، اس وقت ستر ہزار ریال جمع ہو گئے، یہ ان کی دردمندی اور ان کے کلمات کی تاثیر تھی۔

Marfat.com

شیخ کے ایک رفیق کا بیان:

رفیق کہتے ہیں کہ سماحۃ الشیخ کے ساتھ 37 برس تک رہا ہوں مگر ہمیشہ شیخ کو خیر اور عدل میں مشغول پایا اور وزراء حکومت کے لیے مخلص خیر خواہ پایا اور مبلغین و دعاۃ کے لیے بہترین راہنما پایا، فقراء کے لیے ہمدرد و غمگسار پایا اور یتیموں کے لیے ان کو مثل باپ دیکھا، پوری زندگی انہوں نے خدمت خلق میں گزار دی۔

مصر و قاہرہ کے خطباء اور وزیروں نے کہا:

سماحۃ الشیخ اسلام کے علماء میں ایک نمایاں عالم تھے اور دعوت اسلامی کی نشر و اشاعت میں ایک نمایاں و ممتاز عالم تھے، ایک اور ڈاکٹر وخطیب نے کہا تمام اطراف عالم میں ان کے فتویٰ سے لاکھوں مسلمانوں نے فائدہ اٹھایا اور داعی کبیر کے انتقال سے اسلام کو بڑا خسارہ ہوا۔

رابطہ عالم اسلامی کے ڈاکٹر حسن علی الاھدل کا بیان:

شیخ کی محبت فقراء و یتامیٰ سے بہت تھی اور اطراف عالم میں سے ایسے لوگ ہوتے تھے کہ جن کے پاس زادراہ ختم ہو جاتا تو ان کی مدد کرتے تھے اور ان کی باتوں کو چاہے کتنی طویل ہو سنتے تھے، افریقہ کے طلبہ بھی ہوتے تھے اور ایشیا کے بھی اور امریکہ کے بھی، یہ تمام لوگ شیخ کی رعایت سے فائدہ اٹھاتے تھے اور مملکہ سے جاتے وقت بھی شیخ سے اپنی حاجات وضروریات میں مدد لیتے تھے، چاہے شیخ مکہ میں ہوں یا ریاض یا طائف میں ہوں، ان کا دروازہ تمام لوگوں کے لیے کھلا ہوتا تھا، ان کی مجلس میں کھاتے بھی تھے اور وہیں سو بھی جاتے تھے اور وہ لوگ شیخ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بھی تھے۔

اسلامی ممالک کے لیے شیخ کی دعا:

شیخ اسلامی ممالک بالخصوص سعودی عرب کے لیے دعا کرتے تھے کہ ان کے حکمران ملک میں اسلام کی بالادستی قائم رکھیں، اسلامی شریعت کو نافذ کریں اور مسلمانوں کی صلاح وفلاح کے لیے کام کریں۔

Marfat.com

شیخ عبدالعزیز کے محاسن ومکارم کے لیے ایک عالمی کمیٹی قائم کی جائے گی:

شیخ عبداللہ بن عبدالرحمان الفسان کا بیان ہے کہ شیخ ابن باز کا شہرہ تمام عالم اسلام میں ہے اور اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں کے دلوں میں آپ کی محبت ہے، لوگ آپ کے حالات وحسنات بیان کریں گے، ضرورت ہے کہ تمام مقالات جمع کیے جائیں اور ایک کمیٹی کے ذریعے انہیں ترتیب دے کر شائع کیا جائے تا کہ سلف صالح کے نمونے پر چلنے والی ہستی کی پیروی علماء کرسکیں۔ (مجلّہ الرابطہ مئی جون 1999ء)

شیخ کی تالیفات وتصنیفات:

ایک رسالہ زکاۃ وصیام پر، ایک رسالہ حج وعمرہ پر، ایک رسالہ بدعت سے دور رہنے پر، ایک رسالہ عقیدہ صحیحہ پر، ایک رسالہ سنت رسول اللہ (ﷺ) کے مطابق عمل کے وجوب پر لکھا، ایک رسالہ دعوۃ الی اللہ پر، ایک رسالہ شریعت الٰہی کی بالادستی پر، ایک رسالہ تصویر سازی پر، ایک رسالہ شیخ محمد بن عبدالوہاب پر، اسی طرح فتح الباری پر کتاب الحج تک مفید حواشی جس کے چند نمونے محدث بنارس جولائی اگست 99 کے شمارے میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

ایک رسالہ جہاد فی سبیل اللہ پر، ایک رسالہ سنت کے مطابق عمل اور بدعت سے پرہیز اور ایک رسالہ کمیونسٹ کے خیالات کی تردید پر، ان رسالوں میں ہر چیز پر اس کے نام کے مطابق بحث کی گئی ہے، یہ سب رسالے قابل دید اور نہایت مفید ہیں۔

(الاربعاء 4 صفر 1420ھ)

اور جب عرب قوم پرستی کا نعرہ بلند کیا گیا تو اس کی تردید میں ''نقد القومیۃ العربیۃ'' کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی، اسی طرح چاند پر انسانی رسائی کا مسئلہ اٹھا تو کتاب وسنت کی روشنی میں اس کے جواز کو واضح کیا، رسالہ الادلۃ التقلیہ والعقلیہ علی جریان الشمس وامکان الصود الی الکوکب، نامی کتاب اس موضوع سے متعلق ہے۔

(بحوالہ محدث بنارس جولائی اگست 1999ء)

گویا ہمارے شیخ ابن باز رحمہ اللہ سائنس جدید کی نئی ترقیات واکتشافات کے فوائد کے

Marfat.com

قائل تھے اور لوگوں کو سمجھاتے تھے کہ خدا کی قدرت سے یہ نئے نئے امکانات اکتشافات بعید از عقل نہیں ہیں، وہ گویا اکبرالہ آبادی کے لفظوں میں کہتے تھے:

تم شوق سے کالج میں پڑھو اور پارک میں پھولو
جائز ہے غباروں میں اڑو چرخ پہ جھولو
بس ایک سخن بندہ عاجز کی رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

شیخ ابن باز نے بڑی تعداد میں چھوٹی بڑی کتابیں تصنیف کی ہیں اور ان کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، اور فتاویٰ کی کئی جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے چھوٹے بڑے علمی ذخیرے سے مستفید ہونے کی توفیق بخشے اور شیخ کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا کرے، آمین:

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا
آسماں ان کی لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

❀❀❀❀

Marfat.com

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز...... ایک ربانی عالم

(از: ......عبدالمالک مجاہد/ڈائریکٹر مکتبہ دارالسلام، ریاض)

13/مئی جمعرات کی صبح میں نیویارک میں تھا، ایک دن پہلے ہی میں لندن سے امریکہ پہنچا تھا، لمبے سفر کی تھکان تھی، فجر کی نماز پڑھ کر سوگیا، ٹیلی فون کی گھنٹی نے میزبانوں کو جگا دیا، برادرم عبدالخالق بات کر رہے تھے، مجاہد صاحب کو اطلاع کر دیں کہ شیخ ابن باز اس دارفانی سے رخصت ہو گئے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ابھی ایک دن قبل ہی میں ان سے شیخ ابن باز کے بارے میں عرض کر رہا تھا کہ میرے ناقص علم کی حد تک روئے زمین پر ان سے بڑا کوئی عالم دین نہیں ہے اور عصر حاضر میں اسلام کو جتنا فائدہ شیخ ابن باز کی ذات سے پہنچا ہے شاید کسی اور شخصیت سے اتنا فائدہ حاصل نہ ہوا ہو، میرے میزبان جناب منصور احمد نے مجھے یہ دلخراش خبر بستر پر ہی دی، میں آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا، شیخ ابن باز وفات پاگئے، واقعی...... خبر پر یقین نہ آیا، کیسے ہوگیا، کہاں سے خبر ملی ہے، اور پھر منصور صاحب تفصیلات بتا رہے تھے، زبان پر بار بار انا للہ وانا الیہ

عبدالمالک مجاہدکا تعارف:

یہ مضمون جناب عبدالمالک مجاہد صاحب کا ہے۔ آپ کی ولادت نومبر 1955ء میں پاکستان کے صوبہ پنجاب میں ضلع حافظ آباد کی بستی حضرت کیلیانوالہ میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام محمد یونس ہے۔ مکتبہ دارالسلام کے حوالے سے یہ نام غیر مانوس نہیں۔ دنیا کے طول وعرض میں کون سا ایسا ملک ہے جہاں دارالسلام کی کتابیں نہیں پہنچی ہوں گی۔ آپ خاص کر سعودی عرب کے شمال سے لے کر جنوب تک اور مشرق سے لے کر مغرب تک کسی بھی شہر میں چلے جائیں۔ آپ چھوٹی بڑی جس مسجد میں بھی نماز کے لیے داخل ہوں گے آپ کو عبدالمالک مجاہد کے ادارے کی چھپی ہوئی کوئی کتاب یا قرآن کریم کی تفسیر وترجمہ کا کوئی نسخہ ضرور نظر آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر فرد کی خواہش ہوتی ہے کہ دارالسلام کے مینیجنگ ڈائرکٹر جناب عبدالمالک مجاہد کے بارے میں جانے۔

عبدالمالک مجاہد سن 1980ء میں سعودی عرب وزارت دفاع میں سروس کی غرض سے آئے۔ آپ نے سعودی عرب کے ماحول کا بہت ہی اچھی طرح سے مطالعہ کیا اور یہ ضرورت محسوس کی کہ اجنبی زبانوں میں دینی ⇦⇦⇦

Marfat.com

راجعون کا ورد تھا اور میں گلوگیر نگاہوں سے احباب سے کہہ رہا تھا کہ آج دنیا میں لوگ شیخ کی وفات پر رو رہے ہیں اور ان شاء اللہ آسمانوں والے خوشیاں منا رہے ہوں گے کہ ایک نیک اور پاک روح ہمارے پاس آئی ہے۔

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز سعودی عرب کے مفتی اعظم ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے مفتی اعظم تھے، ان کے فتاوی دنیا بھر میں مستند ہیں۔لوگ عرب میں ہوں یا عجم میں ان ہی کے فتاویٰ کو مستند مانتے تھے، بلاشبہ شیخ کی وفات سے دنیا ایک بہت بڑے عالم دین سے محروم ہوگئی، موت العالم کے مطابق ایسی شخصیات پر ایک زمانہ روتا ہے، دنیا بھر میں لوگوں نے ان کی موت پر ان کے دکھ اور رنج والم کا اظہار کیا، سعودی عرب کے عوام ہی نہیں بلکہ خواص نے بھی شاہی خاندان کے افراد بلکہ شاہ فہد بن عبدالعزیز، ولی عہد امیر عبداللہ بن عبدالعزیز، وزیر دفاع امیر سلطان بن عبدالعزیز نے ان کی وفات پر دلی کرب کا اظہار کیا اور ان کے جنازے میں شرکت کی سعادت حاصل کی اور پھر اگلے دن حرم پاک میں ان کی تاریخی نماز جنازہ ہوئی، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنے مخالفین سے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ ہماری مقبولیت کا

⇦⇦ کتابوں کے تراجم کی یہاں اشد ضرورت ہے۔ چنانچہ اس کے لیے آپ نے اپنے چند مخلص ساتھیوں سے مشورہ کیا اور اس راہ پر چل پڑے۔آپ نے پہلے پہل چھوٹی چھوٹی کتابوں کا عربی سے اردو زبان میں ترجمہ کروایا اور اسے مارکیٹ میں لا کر طبع آزمائی کی۔ آپ نے دیکھا کہ مارکیٹ میں ایسی دینی کتابوں کی سخت ضرورت ہے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ نے کئی ایک کتابوں کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کروایا اور مارکیٹ میں اتارا۔ قارئین کی طرف سے [illegible]ت افزا نتیجہ سامنے آیا اور اس کے بعد باضابطہ آپ نے سن 1990ء میں مکتبہ دار السلام کی بنیاد سعودی عرب کے دار الحکومت ریاض میں رکھ دی۔آپ کو مکتبہ دار السلام کے لیے ایک مخلص کفیل کی ضرورت تھی جو شیخ عبد اللہ بن محمد المعتاز حفظہ اللہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے پوری کر دی۔اور پھر مختلف زبانوں میں دینی کتابوں کی نشر واشاعت میں آپ کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی گئی اور اس میدان میں آپ ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے بین الاقوامی سطح پر ایک مثالی مکتبہ بنانے میں کامیاب ہو گئے۔

عبدالمالک مجاہد علم اور اہل علم سے بے حد لگاؤ رکھتے ہیں اور ان کے قدر شناس بھی ہیں۔آپ کو جب کسی عالم کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ اس سے تصنیف وتالیف یا ترجمہ وتحقیق کے حوالے سے کام لیا جا سکتا ہے، تو بلا جھجک اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کی پوشیدہ صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ کسی بھی انسان کی ایسی صفت ہے جس کا مالک کبھی بھی فائدے سے محروم نہیں رہ سکتا۔سنن ترمذی میں جو حدیث آئی ہے:

⇦⇦⇦

Marfat.com

اندازہ ہمارے جنازے سے لگانا اور پھر تاریخ نے دیکھا کہ امام احمد بن حنبل کا جنازہ تاریخی تھا، اس دن پورا دمشق روتا ہوا جنازے میں شرکت کے لیے امڈ آیا تھا اور یہی عالم شیخ ابن باز کے جنازے کے ساتھ ہوا، حرم پاک میں جمعہ کی نماز کے بعد امام سبیل نے جنازہ پڑھایا، سعودی عرب ہی نہیں بلکہ خلیجی ممالک سے علماء کرام اور دین کے طالب علم کشاں کشاں مکہ

⇦⇦⇦ "الحكمة ضالة المؤمن، فحيث وجدها فهو أحق بها"
''حکمت و دانائی مؤمن کا گمشدہ مال ہے، اسے جہاں ملتی ہے وہ اس کا زیادہ مستحق ہے۔''
[یہ حدیث ضعیف ہے البتہ اس معنی کے کئی ایک اثر صحیح وارد ہوئے ہیں]

تو اس پر عمل کرنے والے بہت ہی کم ہوتے ہیں، اور میں سمجھتا ہوں کہ جناب عبدالمالک مجاہد اس حدیث پر عمل کرنے والوں میں سے ایک ہیں؛ بلکہ اس گروہ کے صف اول میں سے ہیں۔

عبدالمالک مجاہد کی ستودہ صفات میں سے یہ بھی ایک ہے کہ آپ مہمان نواز اور کرم فرما ہیں۔ اپنی زبان سے خاص کر کبھی بھی ہلکی بات نہیں نکالتے؛ بلکہ اپنے خلاف بات کرنے والوں کے ساتھ بھی آپ کا نرم رویہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی زندگی ایک کامیاب انسان کی زندگی ہے۔ آپ بار بار فرماتے ہیں کہ ''جہاں تک ممکن ہو سکے، کم سے کم دشمن بنانے کی کوشش کرو۔'' خاص کر یہ نصیحت آپ نے مجھے بار بار فرمائی ہے۔

عبدالمالک مجاہد دراصل اس صدی میں ایک ایسی شخصیت کا نام ہے جو امت مسلمہ کے لیے بلاشبہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ انھوں نے اپنے کام سے جس طرح محبت کی ہے ویسی محبت شاید ہی کوئی کرتا ہو۔ انھوں نے اپنی زندگی مکتبہ دار السلام کو سنوارنے اور سجانے میں لگا دی ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج مختلف ممالک میں تقریباً اس مکتبہ کی تیس سے زائد شاخیں ہیں۔ بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اس وقت مختلف زبانوں میں دینی کتابیں شائع کرنے والا دنیا کا سب سے بڑا مکتبہ ہے۔ اس ادارے نے اسلام اور صحیح عقیدے کی جس قدر خدمت کی ہے اس کی مثال اس دور میں نہیں ملتی۔

میں نے عبدالمالک مجاہد کے ساتھ تقریباً چار سالوں تک کام کیا ہے اور آج بھی جبکہ میں دار السلام کی کفالت میں نہیں ہوں، ان سے تعلقات بہت اچھے ہیں اور بسا اوقات ان کی کتابوں کے ترجمہ اور ایڈیٹ کے لیے جاتا رہتا ہوں، میرا ذاتی مشاہدہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میری باتوں سے اکثر لوگ اتفاق رکھیں گے کہ عبدالمالک مجاہد جیسی ہستیاں اس دنیا میں بہت ہی کم پیدا ہوتی ہیں، اگر امت میں ایسے چند درجن افراد پیدا ہو جائیں تو پھر طباعت اور اس سے متعلقہ ابواب میں کسی غیر قوم کا مسلمانوں کی عظمت رفتہ سے مقابلہ محال ہوگا۔ میری زندگی میں چند ہی اشخاص ایسے آئے ہیں جن سے میں متاثر ہوا ہوں یا جن سے فائدہ اٹھایا ہے جبکہ میں نے کبھی بھی چھوٹے لوگوں کے ساتھ کام نہیں کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں جن افراد سے زیادہ متاثر ہوا ہوں ان میں عبدالمالک مجاہد کا نام صف اول میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے تاکہ ان کے ذریعے زیادہ سے زیادہ اسلام اور صحیح عقیدے کی خدمت ہو سکے۔

Marfat.com

پہنچ گئے، اپنے شیخ کے جنازے میں شرکت کرنے کے لیے ان کے ساتھ اپنی محبت کے اظہار کے لیے اور صرف حرم مکی میں نہیں، مسجد نبوی شریف میں ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا ہوئی اور پھر اس دن سعودی عرب کے ہر شہر، ہر بستی اور ہر گاؤں میں شیخ کی غائبانہ نماز جنازہ ہوئی، سعودی عرب میں ہی نہیں بلکہ کم وبیش دنیا کے تمام ممالک میں شیخ کی غائبانہ نماز جنازہ ادا ہوئی، امام نے اپنے خطبوں میں شیخ کے حالات زندگی اور مناقب بیان کیے، آخر یہ محبت یہ الفت یہ عقیدت، اس کے اسباب کیا تھے؟ وہ بلاشبہ علم کا آفتاب تھے آپ کی شہرت دنیا کے ہر کونے میں تھی، یہ شہرت ذرائع اعلام کے ذریعے نہیں کہ اخبارات نے، جرائد نے، عصر حاضر کے الیکٹرانک میڈیا نے ان کو شہرت دلوائی ہو، بلکہ وہ ایک زاہد تھا وہ شہرت سے نام ونمود سے کوسوں دور بھاگتا تھا اور شہرت اس کا پیچھا کرتی تھی مگر جتنا صدمہ ان کی وفات پر لوگوں نے کیا، تعزیت، ہر شخص ایک دوسرے سے ان کا ہی تذکرہ، ان کے ہی مناقب، اس میں کوئی شک نہیں کہ امت محمدیہ کے افراد مخلص علماء سے محبت کرتے ہیں، ان کی موت سے غم زدہ ہوتے ہیں کہ ایک علمی شخصیت اٹھ جائے تو اس کا بدل مشکل ہی نہیں ناممکن ہوتا ہے، کہ یہ قحط الرجال کا دور ہے۔ مگر سوال اپنی جگہ موجود ہے کہ کیا لوگ ان سے متبحر عالم دین ہونے کی وجہ سے محبت کرتے تھے یا ان کی حق گوئی پر ان سے محبت کرتے ہیں یا ان کی انکساری اور تواضع کی بنا پر ان سے محبت کرتے ہیں یا دنیا بھر میں اسلامی تحریکوں کو امداد اور تعاون کرانے پر اور لوگوں کے انفرادی مسائل حل کرنے کی بنا پر ان سے محبت کرتے ہیں یا ان کے حسن اخلاق کی وجہ سے کہ ان کے گھر میں، ان کے دفتر میں، ان کے مکتبہ میں، مسجد میں ہر جگہ حاجت مند ہوتے، کوئی مدد کا خواہاں ہے تو کوئی فتویٰ حاصل کرنا چاہتا ہے، یا دنیا میں اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو پھیلانے کے لیے مساجد اور اسلامی ادارے بنانے پر لوگ ان سے محبت کرتے ہیں، پھر ان میں سبھی لوگ خواہ وہ مرد ہو یا عورتیں، بوڑھے، بچے، علماء، فقہاء، محدثین، طلباء، امراء، تاجر، مزدور عام شخص، لاکھوں میں نہیں کروڑوں کی تعداد میں شیخ کی محبت کا دم بھرتے ہیں، ان کا رشتہ خون، رنگ، نسل یا زبان سے نہیں تھا بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس

Marfat.com

بندے سے محبت کرتا ہے اور جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو اس کے مومن بندے اس سے محبت کرتے ہیں، بلاشبہ معاملہ ایسا ہی ہے۔

یہ کم وبیش 12 سال قبل کی بات ہے، میں وزارت دفاع والطیر ان کے مذہبی امور کے وفد کے ساتھ بطور مترجم حج میں ڈیوٹی پر تھا، منیٰ اور عرفات میں ان کا بڑا کیمپ تھا، اس حج وفد کے سربراہ جنرل عبدالمحسن آل الشیخ تھے، میدان عرفات میں غروب آفتاب سے تھوڑا پہلے حجاج اپنے ہاتھوں کو بارگاہ الٰہی میں پھیلائے ہوئے دعائیں مانگ رہے تھے، میرے بائیں ہاتھ جنرل عبدالمحسن دعا مانگ رہے تھے، اچانک کانوں میں ایک عجیب دعا کی آواز آئی، اے اللہ! میری باقی زندگی شیخ عبدالعزیز بن باز کو عطا فرما دے، کانوں پر اعتبار نہ آیا، ذرا قریب ہو کر سنا جنرل عبدالمحسن آل الشیخ یہی دعا بار بار دہرا رہے تھے۔

شیخ ابن باز...... ایک عبقری شخصیت:

پورا نام عبدالعزیز بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ آل باز تھا، کنیت ابوعبداللہ تھی، آپ ریاض شہر میں 12 ذی الحجہ 1330ہجری میں پیدا ہوئے، آپ کے خاندان میں بعض افراد صنعت وحرفت اور بعض زراعت اور بعض تعلیم قضاء کے عہدوں پر فائز رہے، آپ کی بصارت بچپن میں بالکل درست تھی، مگر 1346ھ میں آنکھوں کو مرض لاحق ہوا اور نظر کمزور ہوگئی، حتیٰ 1350ھ میں مکمل طور پر نظر آنا بند ہوگیا، وہ ہر چند کہ آنکھوں سے نابینا تھے مگر دل کی آنکھوں سے بینا تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ودماغ اور سینے کو علم سے روشن کر دیا اور عجب کمال حافظہ عطا فرمایا، نہایت ذہین اور نکتہ فہم تھے، بلوغت سے پہلے ہی قرآن پاک کو اپنے سینے میں محفوظ کر لیا علم دین سیکھنا شروع کیا تو صبح وشام علم کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا، علم حدیث سے گہرا تعلق تھا، حدیث کے ساتھ سند کو بھی دل ودماغ میں محفوظ کر لیتے۔

شیخ ابن باز کے اساتذہ:

شیخ عبدالعزیز بن باز نے جس ماحول میں آنکھ کھولی اس میں شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ

Marfat.com

کی دعوت وتحریک کا خاصا اثر تھا، نجد کے علاقہ میں علمائے کرام کے درس وتدریس کے حلقے چل رہے تھے، آپ کو جن بڑے علمائے کرام سے علمی استفادے اور شاگردی اختیار کرنے کا موقع ملا ان میں سرفہرست آل الشیخ کا گھرانہ ہے جن کے علم وفضل کا ایک زمانہ معترف ہے، جن علماء سے استفادہ کرنے کا موقع ملا ان کی فہرست خاصی طویل ہے مگر خاص علماء درج ذیل ہیں:

☆ سماحۃ الشیخ محمد بن عبداللطیف بن عبدالرحمٰن بن حسن بن الشیخ محمد بن عبدالوہاب

☆ الشیخ صالح بن عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن حسن بن الشیخ محمد بن عبدالوہاب

☆ الشیخ حمد بن فارس الریاض، الشیخ سعد وقاص البخاری مکہ مکرمہ ان سے علم تجوید سیکھا

☆ الشیخ سعد بن حمد بن آل عتیق ریاض

سماحۃ الشیخ مفتی دیار السعودیہ علامہ محمد بن ابراہیم بن عبداللطیف آل الشیخ کے حلقہ دروس میں دس سال تک حاضری دیتے رہے، یہ سلسلہ 1347ھ سے شروع ہوا اور 1357ھ تک جاری رہا، جہاں تک شیخ ابن باز کے شاگردوں کا تعلق ہے جنہوں نے بالواسطہ یا بلا واسطہ آپ سے علم سیکھا تو بلاشبہ ان کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے، آپ کے علمی حلقہ دروس میں شرکت کرنے والوں کی تعداد سینکڑوں ہوتی تھی۔

1357ھ میں الخرج میں قاضی مقرر ہوئے، تیرہ چودہ سال کے بعد ریاض میں واپس تشریف لائے، پہلے معہد العلمی میں اور پھر شریعت کالج میں فقہ، توحید اور حدیث کے استاذ رہے۔

1372ھ میں ریاض معہد العلمی میں ایک سال کے لیے بطور استاذ کام کیا اور بعد ازاں ریاض کے شریعت کالج میں فقہ، توحید اور حدیث کے استاذ کے طور پر سات سال تک کام کرتے رہے۔

1381 سے 1390ھ تک وہ مدینہ یونیورسٹی مدینہ منورہ کے وائس چانسلر رہے اور بعد میں علامہ الشیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ کی وفات کے بعد اس کے چانسلر مقرر ہوئے اور 1395ھ

Marfat.com

کے آخر تک اس ذمہ داری کو نبھاتے رہے، مدینہ یونیورسٹی کے اس دور میں یہاں سے بڑے بڑے علمائے کرام فارغ ہوئے ،آپ نے اپنے وقت میں دنیا بھر سے تمام بڑے بڑے علماء اور مفکرین کو یونیورسٹی میں جمع کیا، پاکستان وہندوستان کے کئی بڑے علماء یہاں بطور استاذ کام کرتے رہے، عالم اسلام کے نامور عالم دین علامہ احسان الٰہی ظہیر انہی کے شاگرد رشید تھے اوراسی زمانہ میں وہ یہاں کے طالب علم تھے۔

پاکستان کے علمائے اہل حدیث کے ساتھ ان کی محبت اور وابستگی بڑی گہری تھی، شیخ کے اساتذہ کی فہرست پر نظر ڈالیں تو آپ کو شیخ سعد بن حمد بن آل عتیق کا نام نظر آئے گا، ان کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ علم کے حصول کے لیے دہلی میں شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے مدرسہ رحیمیہ میں تشریف لے گئے اور وہاں سے حدیث کی سند حاصل کی شاید یہی وجہ ہے کہ اپنے استاد کے تعلق کی بنا پر ان کا برصغیر کے علماء کرام کے ساتھ بڑا گہرا تعلق تھا، ان سے محبت کرتے، ان کی خاطر داری کرتے، ان سے تعاون کرتے اور یہی وجہ ہے کہ جامعہ اسلامیہ میں بہت سارے برصغیر کے اہل حدیث طالب علموں نے فیض حاصل کیا۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کا انتقال ریاض میں ہی ہوا تھا، علامہ صاحب جو شیخ ابن باز کے شاگرد رشید تھے، ان کی نماز جنازہ شیخ ابن باز نے پڑھائی تھی، میں اس کا عینی شاہد ہوں کہ شیخ ابن باز نے اپنے شاگرد کو زبردست خراج تحسین پیش کیا، شہادت کے دودن بعد ہم ایک وفد کی صورت میں ان کے گھر ان سے ملے، ہمیں اپنے کمرہ خاص میں لے گئے اور کم وبیش آدھ گھنٹہ تک اس حادثہ کے بارے میں معلومات لیتے رہے اور سوال کرتے رہے، ان کے چہرے کا کرب آج بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔

14 شوال 1395ھ کو انہیں ادارہ البحوث العلمیہ والافتاء والدعوۃ والارشاد کا رئیس بنا دیا گیا، جس کا مرتبہ وزیر کے برابر تھا، بعد ازاں وہ آخری دم تک مفتی اعظم سعودی عرب کے عہدہ پر فائز رہے، اس کے علاوہ وہ رابطہ عالم اسلامی کی کئی کمیٹیوں کے

Marfat.com

صدر اور اعزازی ممبر اور رکن رہے، سعودی عرب کی متعدد اصلاحی اور خیراتی کمیٹیوں کے سرپرست اور رکن تھے، شیخ ابن باز کی زندگی ایک ایسے انسان کی تھی جس کا ایک ایک لمحہ امت کی بھلائی اور خیر خواہی میں گزرتا تھا، ان کے شب و روز کے معمولات پر نظر دوڑائی جائے تو حیرت ہوتی تھی، ان کو گھر، دفتر، مسجد، حتی کہ گاڑی میں بھی مصروف دیکھا، یہ بات کہنے اور لکھنے کی نہیں ہے کہ وہ شب زندہ دار تھے، فجر سے کہیں پہلے اٹھ جاتے اور دیر تک مناجات میں مشغول رہتے، ان کے بیٹے احمد بن عبدالعزیز کا کہنا ہے کہ جس رات وفات پائی اس رات بھی آدھی رات کے بعد نماز اور مناجات میں دیر تک مشغول رہے، گھر کے قریب کی مسجد میں صبح کی نماز ادا کرتے، متعدد مرتبہ ایسا ہوا کہ میں نے دیکھا کہ نماز فجر کے دوران اگر امام قراءت کے دوران ایسی آیات کی تلاوت کرتے جن کے مفہوم کو سمجھانا ضروری ہوتا تو نماز کے فوراً بعد ان کی تشریح شروع کر دیتے، پھر سنت کے مطابق مسجد میں ہی سورج نکلنے تک مشغول ذکر واذکار رہتے۔

ہفتہ میں کئی روز مسجد سارا اور دیرہ والی مسجد میں ان کے دروس ہوتے، دیرہ والی مسجد میں ان کے دروس میں متعدد بار شرکت کا موقع ملا، ذرا مسجد جامع الامام ترکی (دیرہ والی مسجد) میں جمعرات کے روز کے درس کی مختصر تفصیل اور جھلک دیکھتے ہیں۔

فجر کے درس میں ریاض شہر کے کونے کونے سے طلباء اور علماء مسجد کے دروازوں سے یوں کشاں کشاں داخل ہوتے جیسے پروانے شمع کی تلاش میں آتے ہیں، گروہ در گروہ کتابیں اٹھائے ہوئے۔ فجر کی نماز کے فوراً بعد شیخ نے درس دیا ہے اور پھر اپنی مسند سنبھال لی ہے، حاضرین پر سناٹا طاری ہے، سامنے صحیح بخاری ہے، ایک طالب علم نے حدیث پڑھنا شروع کی، شیخ سماعت فرما رہے ہیں، حاضرین کی نگاہیں بدستور کتاب پر ہیں، کہیں کوئی مشکل لفظ آ گیا، زیر وزبر کی غلطی ہوگئی، آپ نے فوراً سر اٹھایا، طالب علم نے حدیث پڑھنا بند کر دی، پہلے اصلاح پھر اس کی شرح بیان ہونا شروع ہوگئی، شیخ علم کے دریا بہا رہے ہیں، طلباء کی تعداد اب ہزار سے متجاوز ہے، یہ طلباء دراصل استاد، مدرس، پروفیسر، یونیورسٹی کے اساتذہ

Marfat.com

ہیں، ہاتھوں میں قلم، سامنے کتب اور کاغذ ہیں، دھڑا دھڑ نوٹ لیے جا رہے ہیں، پندرہ بیس منٹ تک بخاری شریف اور مسلم شریف کا درس ہوتا رہا، مائیک دوسرے طالب علم نے سنبھال لیا ہے، مسلم شریف کے بعد تفسیر ابن کثیر، اب سنن ترمذی کا درس شروع ہو گیا ہے شاگرد بدل رہے ہیں مگر استاذ وہی ہے، اپنی جگہ پر، اپنی مسند پر براجمان اور میں ورطہ حیرت میں ڈوبا ہوا، میں نے تاریخ میں امام ابن تیمیہ، امام احمد بن حنبل اور دیگر ائمہ کی سیرت اور تاریخ پڑھی، آج وہی منظر خود دیکھ رہا ہوں، یہ سلسلہ بعض اوقات تین تین گھنٹے چلتا، ان کے کئی دروس اور تقاریر میں شرکت کا موقع ملا، ان کی کیسٹیں سنیں، اپنی زندگی میں قرآن پاک کا عالم ان سے بڑا کوئی نہ دیکھا، بار بار آیات کی تلاوت فرماتے، حیرت ہوتی کہ قرآن پاک پر اتنا عبور، علمائے سلف صالحین کا یہی طریقہ رہا کہ وہ علم کی مجالس میں بڑی لذت محسوس کرتے، اور سارا دن احادیث پڑھتے پڑھاتے گزر جاتا، وہ بیک وقت عالم دین، مفتی، محدث اور محقق تھے، ان کی مجالس میں شرکت کر کے قرون اولیٰ کے لوگوں کی مجالس یاد آ جاتیں۔

شیخ ابن باز نے اپنی بے شمار مصروفیات کے باوجود بہت ساری کتابیں لکھیں، ان کی کتاب حج عمرہ اور زیارت سب سے زیادہ مقبول اور مفید ہوئی، اس کتاب کے تراجم متعدد زبانوں میں ہوئے، کتب اور چھوٹے بڑے رسالوں کی تعداد کم و بیش 21 سے زائد ہے، بخاری شریف کی مشہور شرح فتح الباری پر کتاب الحج تک مفید حاشیے لکھے، میرے لیے یہ شرف ہے کہ ہمارے ادارہ نے جو فتح الباری شائع کی ہے اس میں ان تعلیقات کو بھی شامل کیا گیا ہے، جو کتب انہوں نے لکھیں ان کے بھی تراجم مختلف زبانوں میں ہوئے، حکومت سعودی عرب نے اور مختلف فاعل الخیر افراد اور خیراتی اداروں نے ان کتب اور رسالوں کو لاکھوں کی تعداد میں شائع کیا، جو کتب زیادہ مشہور ہوئیں ان کے نام درج ذیل ہیں:

☆ التحذیر من البدع (یہ چار مقالات پر شامل مختصر کتاب ہے)

☆ زکوٰۃ اور روزوں کے مسائل

☆ صحیح اسلامی عقیدہ

Marfat.com

☆ سنت رسول ﷺ پر عمل واجب ہے اور جو اس کا انکار کرے وہ کافر ہے

☆ امت کے عام افراد کے لیے ضروری اسباق

☆ کاہنوں اور نجومیوں کے رد میں ایک کتاب

☆ جہاد فی سبیل اللہ

☆ داعی کے اوصاف

☆ اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا واجب ہے

☆ پردہ، بے حجابی اور وٹے سٹے کے نکاح کا حکم

☆ عربی قومیت پر نقد

☆ محمد بن عبدالوہاب، ان کی دعوت وسیرت

☆ نماز کے بارے میں تین رسالے

☆ تصویر کے بارے میں احکام

☆ سنت کو لازم پکڑنا اور بدعت سے بچنا

☆ الفوائد الجلیلہ فی المباحث الفرضیہ وغیرہم شامل ہے۔

الحمدللہ ان میں سے بہت ساری کتب کے تراجم اردو میں شائع ہو چکے ہیں، خود متعدد کتب ہمارے ادارے دارالسلام کی طرف سے انگلش اور اردو میں شائع ہوئی ہیں شیخ ابن باز کی نمایاں خوبیوں میں ان کا قرآن وسنت کے ساتھ گہرا تعلق تھا، انہوں نے کبھی بھی اپنے آپ کو کسی مسلک اور مکتبہ فکر سے منسلک نہیں کیا، نہ ہی وہ کسی مخصوص فقہ کے قائل تھے، براہ راست قرآن وحدیث سے دلیل دیتے، ان کے ایک شاگرد کا کہنا ہے کہ میں ایک مرتبہ مغرب کے بعد ان کے درس میں شریک تھا، لوگوں نے سوال کرنے شروع کر دیے اتفاق سے میں نے ان کو گننا شروع کر دیا، ایک ہی مجلس میں 50 سے زائد سوال پوچھے گئے اور تمام کے تمام جوابات قرآن وسنت کے احکامات پر مبنی تھے، وہ جوابات میں دلائل قرآن سے دیتے اور وضاحت کے لیے صحیح حدیث کا حوالہ دیتے، راقم الحروف کے نزدیک ان کا سب سے بڑا

Marfat.com

کارنامہ امت کو قیل وقال کی راہ سے نکال کر سنت کی راہ پر لگانا ہے۔

شیخ کے ایک شاگرد رشید عبداللہ العتیبی سے جو ایک مدت دراز تک ان کے حلقہ دروس میں شامل ہوتے رہے، سوال کیا گیا کہ شیخ ناراض کب ہوتے تھے کہ بشری تقاضوں کے مطابق انسان غصے میں بھی آتا ہے، خصوصاً ایک معلم بعض اوقات اصلاح کے لیے یا تربیت کے نقطہ نظر سے ناراض بھی ہوتا ہے، تو انہوں نے کہا کہ ہاں شیخ عموماً اپنے غصے کو ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے، مگر جب لوگ کتاب اللہ یا سنت رسول کو رد کر دیتے اور لوگوں کے اقوال کا حوالہ دیتے تو سخت ناراض ہوتے۔

مسلم شریف میں ایک حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ ان ابی واباک فی النار کہ میرا اور تمہارا باپ جہنم میں ہیں، اس کی شرح میں بعض طلباء نے کہا کہ آپؐ نے اس شخص سے بطیّب نفس (خاطر داری) کے لیے ایسا فرمایا تھا تو شیخ نے غصہ کے عالم میں فرمایا:

((یطیب نفسه بعذاب ابیه .))

کتابیات کے ساتھ نکاح کے سلسلہ میں شروط پر گفتگو ہو رہی تھی، بعض طلبا نے کہا کہ یا شیخ بعض صحابہ کرام اس سے منع کرتے تھے، شیخ طلباء کی طرف متوجہ ہوئے، چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور فرمایا:

((هل قول الصحابی یضادبه الکتاب والسنه .))

اس طرح شیخ سے کسی نے مسئلہ دریافت کیا تو شیخ نے اس کا جواب قرآن وسنت سے دیا، اس نے کہا کہ شیخ فلاں نے اس طرح کہا ہے تو آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا:

((لیس للحد قول بعد کلام الله وکلام رسوله .))

یعنی ...... "اللہ اور اس کے رسولؐ کے فرامین مل جانے کے بعد کسی کی بات نہیں چلے گی۔"

دراصل مومن کا عقیدہ یہی ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی بات آ جائے تو پھر کسی کا اختیار باقی نہیں رہتا، اسی فقہی جمود کو شیخ نے اپنے کم وبیش 80 سالہ علمی دور (جو پڑھنے

Marfat.com

پڑھانے میں گزرا) میں توڑا، چنانچہ آپ کے بے شمار ایسے شاگرد ہیں جو کسی مخصوص فقہ کے قائل نہیں، بلاشبہ وہ امام السلفیین اور امام اہل الحدیث تھے۔ ان کی کتب اوران کے 11 جلدوں پر مشتمل فتاویٰ کو دیکھئے آپ کو قرآن وحدیث ہی ملے گا، ان کے اس منہج نے امت اسلامیہ پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں اور لوگ فقہی موشگافیوں کو چھوڑ کر براہ راست کتاب وسنت سے رجوع کرنے لگے ہیں۔

تواضع وانکساری ان میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی، زبان پر نہیں کا لفظ شاید ہی کبھی آیا ہو، ان کا دفتر ملاقاتیوں سے بھرا رہتا، کسی کو مسئلہ دریافت کرنا ہے، کسی کو مالی مدد کی ضرورت ہے، کوئی نوکری کے لیے سفارش چاہتا ہے، کوئی علاج کے لیے ہسپتال میں داخلہ کا خواہاں ہے، کوئی مسجد بنوانا چاہتا ہے، شیخ کے کئی ایک سیکرٹری، دائیں بائیں ان کے مستشار، معاملہ پیش ہوتا، سیکرٹری متعلقہ لیڈر پڑھتا، آپ سماعت فرماتے پھر فوراً ہی اس کا جواب لکھواتے اور پھر اس خط کو ٹائپ کرنے کے لیے بھجوادیا جاتا، دن بھر میں سینکڑوں لیٹر دنیا بھر سے آتے، شیخ ان کو سنتے اوراحکام صادر ہوتے، ٹیلی فون پر فتاوی لینے والوں کے لیے کبھی وقت مقرر نہ تھا، ہر وقت لوگ فون کر کے فتاویٰ لیتے رہتے، گھر جاتے تو گھر کا دالان ملاقاتیوں سے بھرا ہوتا، دنیا بھر کے علماء، معززین طلباء ان سے ملاقات کے لیے آتے، سلام عرض ہوتا، پوچھتے کون ہو، تعارف ہوا کون سے ملک سے ہو، اور پھر عموماً اس ملک کے کسی بڑے عالم دین کا حال احوال پوچھتے، حافظہ بلا کا تھا، ایک مرتبہ تعارف ہو جاتا تو پھر دوسری مرتبہ ضرورت کم ہی پڑتی، وہ اپنے وقت کے حاتم طائی تھے۔ ملاقاتیوں کو دوپہر اور رات کے کھانے کی عموماً دعوت دیتے اور اس پر اصرار کرتے، کھانے کی دعوت عام ہوتی تھی، دوپہر اور رات کو دومرتبہ بڑے کمرے میں کھانا لگتا، بڑے بڑے تھالوں میں چاول اور سعودی سٹائل میں گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے، چھوٹی چھوٹی کٹوریوں میں سالن، ساتھ روٹی، سلاد اور کبھی کبھار موسم کے مطابق پھل ہوتا، شیخ ریاض میں ہوں یا طائف میں، جتنے بھی مہمان ہوتے وہ سب کے سب کھانا کھاتے، کوئی پوچھنے والا روکنے والا نہیں، جو بھی آیا، شیخ کا دسترخوان کھلا ہے، کئی بار کھانے کا

Marfat.com

موقع ملا۔

مہمانوں کی تعداد چالیس پچاس تو عموماً ہوتی، بعض اوقات وفود آجاتے، تو تعداد بڑھ جاتی، کھانے کے دوران بھی مہمانوں سے دعوت اسلامی کے بارے میں سوال وجواب چلتے رہتے اور معلومات لیتے۔

بعض اوقات معمولی باتیں بھی پوچھتے، حیرت ہوئی کہ شیخ صاحب کو ان مسائل کا بھی علم ہے، 1413ہجری کی بات ہے کہ راقم الحروف نے قرآن پاک کا مترجم انگلش نسخہ پیش کیا جو کہ ہمارے ادارے کی طرف سے شائع ہوا تھا، ڈاکٹر محسن خان بھی ہمراہ تھے، بڑی تحسین کی، اور پھر کھانے کی دعوت دی، اصرار سے کہا کہ عبدالمالک تم نے بھی ضرور آنا ہے، انکار کون کرتا، اگلے دن حسب پروگرام دو بجے دن ان کے گھر جا پہنچے، بیرون ملک سے وفود آئے ہوئے تھے، مگر اس دن قدرت میرے اوپر زیادہ مہربان تھی، دستر خواں پر بیٹھے، کھانا شروع ہوا تو اچانک شیخ صاحب نے مجھ سے نشر واشاعت کے بارے میں سوال شروع کر دیے، اب کھانا کس کو سوجھے، امام وقت، ولی کامل مجھ جیسے گنہگار سے مخاطب ہیں، حیرت انگیز خوشی ہو رہی تھی کہ شیخ کو نشر واشاعت کی تمام تر جزئیات کا علم ہے، کاغذ کے بارے میں سوال، تجلید، پرنٹنگ، پروف ریڈنگ، کون کون سی کتاب شائع کی ہے، ترجمہ کس کس کتاب کا کیا ہے، میں آہستہ آہستہ جواب دیتا رہا، کون کون مترجم ہے، کس کس زبان میں شائع کی ہیں۔ شیخ صاحب تحسین کے ساتھ دعائیں دیتے رہے، وہ خود کھانا بہت کم کھاتے تھے، ہمیں حکم دیا کہ تم کھانا مکمل کرو اور خود اٹھ گئے، میں نے کھانا شروع کیا تھا کہ ان کا خادم خاص دوڑتا ہوا آیا، وہ آواز لگا رہا تھا یا عبدالمالک یا عبدالمالک، میں نے اس کی طرف دیکھا، شیخ تمہیں یاد کر رہے ہیں، میں پلک جھپکنے میں شیخ کے پاس پہنچ گیا، ڈاکٹر محمد محسن خان نے اشارہ کیا کہ ایسے مواقع بار بار نہیں آتے، اور پھر میں شیخ کے قدموں میں بیٹھ گیا اور اب اس ولی کامل نے مجھے نشر واشاعت کے حوالے سے نصیحتیں شروع کیں، فلاں فلاں کتاب شائع کرنا، فلاں کتاب کا ترجمہ، ابن تیمیہ کی کتب، ابن القیم کی کتب، محمد بن عبدالوہاب کی کتب، تفسیر حدیث کی کتب،

Marfat.com

عقیدہ واسطیہ کے بارے میں فرمایا کہ نہایت عمدہ کتاب ہے، لمحات گزرتے جارہے ہیں، میں اپنی قسمت پر رشک کررہا ہوں کہ شیخ براہ راست مجھ سے مخاطب ہیں اور پھر میں نے شیخ سے دعا کی درخواست کردی۔ اب ان کا دست شفقت میرے سر پر ہے، اللہ تمہیں اخلاص دے، بار بار اللّٰہ ینفع بك المسلمین ، اللہ تجھ سے عالم اسلام کو فائدہ پہنچائے، اللہ تمہیں صحیح کتب نشر کرنے کی توفیق دے۔

میری آنکھوں میں آنسو ہیں، تشکر کے آنسو، اور واقعی اس ولی کامل کی دعاؤں سے استجابت کے آثار نظر آتے ہیں۔ واقعات کا ایک تسلسل ہے، ملاقاتوں میں کتنے ہی ان سے فائدے حاصل ہوئے، ایک اطمینان، سکون، لذت، جو عالم دین کی قربت سے، ملاقات سے حاصل ہوتی ہے، میری خوش قسمتی کہ اپنی تمام کتابوں کی، دنیا کی کسی بھی زبان میں شائع کرنے کی تحریری اجازت مرحمت فرمائی۔ اے ابوعبداللہ، اللہ آپ کی تربت پر لاکھوں رحمتیں نازل فرمائے، آپ کے درجات بلند فرمائے، آپ نے امت اسلامیہ پر بے پناہ احسان کیے ہیں، کتنے ہی داعی ہیں، کتنے ہی علماء ہیں جو دنیا بھر میں آپ کے خرچ پر دین کی دعوت کو پھیلا رہے ہیں، کتنے مدارس اور مساجد ہیں، کتنے اسلامی مراکز ہیں، جن کو بنانے میں آپ نے تعاون کیا، تو بلاشبہ اپنے وقت کا امام تھا، تو مجدد دین تھا، دنیا بھر کے جہادی مراکز میں آپ کا تعاون اور مشورے شامل ہوتے تھے، افغانستان کے بارے میں جہاد کا فتویٰ دیا تھا، آپ نے تو باقاعدہ سیل قائم کی، پشاور میں آپ کے معتمد ساتھی مقیم تھے، جو پل پل کی خبریں آپ کو بھجواتے تھے اور آپ کی راہنمائی لیتے تھے، اہل کشمیر آپ کی محبتوں اور تعاون کو کیسے بھول سکتے ہیں، اس کا تو میں خود گواہ ہوں کہ آپ نے کشمیریوں کے جہاد میں حصہ لینے کی ترغیب دی، آپ کا دیا ہوا فتویٰ جس پر آپ کی مہر لگی ہے وہ ہمارے پاس محفوظ ہے۔

ابوعبداللہ! ہمیں اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ آپ کے ساتھ اپنے خاص بندوں کا سلوک کرے گا، آپ دنیا میں بھی محبوب تھے، لاکھوں لوگ آپ کے اخلاق کریم سے فیض

Marfat.com

یاب ہوئے، آپ نے دنیا میں علم کی، صحیح عقیدہ کی جو آبیاری کی ہے وہ علم، وہ عقیدہ اسلام پوری دنیا میں پھیل رہا ہے، ہم آپ کے روحانی فرزند اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتے ہیں کہ جو درس، جو سبق آپ نے ہمیں دیا تھا، عالم اسلام کو دیا تھا، اس کو دنیا کے کونے کونے تک پھیلانے میں اپنی زندگیاں وقف کر دیں گے، ہمارا ہر قدم، ہمارا ہر پلان صرف اور صرف اسلام کے لیے ہوگا، عقیدہ توحید کی سر بلندی کے لیے ہوگا، اللہ کے نبی کریم ﷺ کی شان ان کے مقام کو بلند کرنے میں وقف ہوگا، اللہ ہمیں اخلاص دے، آپ نے ہم کو یہی سبق اور درس دیا تھا۔

❀❀❀❀

Marfat.com

علامہ شیخ عبدالعزیز بن بازؒ، مفتی اعظم سعودی عرب

(از:......ابوالبیان حمّاد عمری، جامعہ دارالسلام، عمرآباد، انڈیا)

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے بے شمار مظاہر ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں جن سے اس کی الوہیت اور بوبیت کے کرشمے ظاہر ہوتے رہتے ہیں، جیسا کہ ارشاد باری ہے، ''اللہ تعالیٰ کی بہت سی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر تم جیتے جاگتے انسان بن کر چلنے پھرنے لگتے ہو'' (سورہ روم) کائنات میں انسان کی حیثیت اشرف المخلوقات کی ہے، پھر خلافت ارضی کا بارگراں بھی اس کے دوش ناتواں پر رکھا گیا ہے، نوع انسانی میں اس اہم ذمہ داری کو بہ حسن وخوبی انجام دینے کی صلاحیت بندگان حق میں خوف خدا اور خشیت الٰہی کے ذریعہ ہوسکتی ہے اور خشیت الٰہی کے لیے علم دین کی تحصیل ضروری ہے، جیسا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کی خشیت اللہ تعالیٰ کے ان سعادت مند بندوں میں پائی جاتی ہے جن کو علم دین کی دولت لازوال کے ساتھ معرفت الٰہی کی نعمت عظمیٰ بھی حاصل ہوچکی ہے۔ ہر دور میں اور ہر مقام پر علمائے حق پائے جاتے رہے ہیں، عالم اسلام ربانی علمائے کرام سے کبھی خالی نہیں رہا۔

بیسویں صدی میں ہر چند کہ قحط الرجال رہا ہے، لیکن اس دور میں بھی اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم شامل حال رہنے پر گنے چنے باکمال افراد پیدا ہوتے رہے ہیں بیسویں صدی کے دوران عرب ممالک میں دو عظیم شخصیتیں پیدا ہوئیں جن میں ہر ایک کو آیۃ من آیات اللّٰہ، کہا جا سکتا ہے، یعنی ان دونوں کا شمار قدرت الٰہی کی نشانیوں میں ہوتا ہے، ان دونوں کو من جانب اللہ علم وفضل کا جو عروج واقبال حاصل ہوا اس کے پیش نظر ان دونوں حضرات کو میں ''جبال علم'' کہا کرتا ہوں، ان میں سے ایک بزرگ بقید حیات ہیں جو شیخ ناصر الدین البانی کے نام

Marfat.com

نامی اسم گرامی سے معروف ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا ظل ہمایونی دیر تک قائم رکھے اور ارباب دین ودانش کو ان کے علم وفضل سے بہرہ ور فرمائے، دوسری جلیل القدر شخصیت شیخ عبدالعزیز بن باز کی ہے جن کے چشمہ فیض سے عالم اسلام کے بہت سے تشنگان علم آسودہ وسیراب ہو رہے تھے، ابھی حال میں ان کی وفات بمقام طائف ہوئی ہے، وفات حسرت آیات کے وقت ان کی عمر اٹھاسی سال کی تھی، نجد کے ایک مردم خیز خطے میں ان کی ولادت ہوئی تھی، علم دین کی طلب صادق ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، جیسے ہی آپ نے ہوش سنبھالا علم دین کی تلاش وجستجو میں نکل کھڑے ہوئے اور جہاں جہاں چشمہ ہائے علم موجود تھے وہاں پہنچ کر اکتساب فیض کیا، عہد طفولیت ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور عنفوان شباب کو پہنچنے تک تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، افتاء اور سارے علوم شرعیہ حاصل کر لیے، یہ مشیت ایزدی اور مصلحت الٰہی تھی کہ ایک حادثے کے نتیجہ میں بیس سال کی عمر میں آپ بصارت سے محروم ہو گئے، بصارت سے محروم ہونے پر نہ آپ پریشان ہوئے نہ پچھتائے، نہ مایوس ودل فگار ہوئے، نہ گلہ گزار یزداں بنے اور نہ شکوہ سنج دوراں ہوئے کیونکہ آپ کے فکر وذہن میں یہ حدیث قدسی محفوظ تھی:

> ''میں اپنے جس بندے کی دو پیاری چیزیں یعنی آنکھیں چھین کر اسے بینائی سے محروم کر دوں اور وہ حرف شکایت اپنی زبان پر لائے بغیر صبر وضبط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے تو میرے پاس اس کا بدلہ جنت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔''

بصارت کا خاتمہ بصیرت میں اضافے کا سبب بن گیا، جہاں آپ مجسمہ علم وفضل تھے وہیں آپ پیکر کردار وعمل بھی تھے، علم وعمل کے حسین وجمیل امتزاج نے آپ کو وہ رعب وجلال عطا کیا تھا کہ بڑی سے بڑی شخصیت کو بھی شریعت محمدی کی خلاف ورزی پر ٹوک دیا کرتے تھے، درس وتدریس، تقریر وتحریر اور مواعظ حسنہ میں فقہی جزئیات کا استقصاء اور کتاب وسنت کے نصوص کا غیر معمولی استحضار آپ کو حاصل تھا، قرآن حکیم کی کوئی آیت کریمہ پڑھتے تو معارف وحقائق کے دریا بہا دیتے، کسی مسئلہ کے سلسلے میں کوئی حدیث پیش کرتے تو اس کی پوری سند بیان کر دیتے، حتیٰ کہ اس کے رجال کی توثیق وتخریج کے سلسلہ میں ائمہ کرام کی آراء

Marfat.com

پیش کر دیتے تھے، تدین وتقویٰ اور اتباع سنت میں سب سے آگے رہنے کی کوشش کرتے تھے، ہمیشہ بلند مناصب پر فائز ہوتے رہے، سعودی مملکت میں وہ کون سا اعزاز وامتیاز تھا جو آپ کو حاصل نہ ہوا ہو، رابطہ عالم اسلامی کی مجلس تاسیسی کے صدر رہے، جامعہ اسلامیہ کا قیام عمل میں آیا تو اس کے وائس چانسلر بنائے گئے، ادارۃ البحوث الاسلامیہ والافتاء والدعوۃ والارشاد کے رئیس بھی رہے، سعودی حکومت کی ھیئۃ کبار العلماء کے سربراہ بنائے گئے، سعودی عرب کے مفتی اعظم بھی وہی تھے، دولت علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں دولت مال سے بھی نوازا تھا، جس طرح علم کی دولت تقسیم کرتے تھے اسی طرح مال کی دولت بھی بے دریغ لٹاتے تھے، عالم اسلام کے بہت سے ادارے آپ کے مالی تعاون سے چلتے تھے اور بے شمار افراد تھے جو علی حساب الشیخ کے طور پر آپ سے وظیفہ حاصل کر کے مختلف دیار وامصار میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے تھے، جود وسخاء اور داد ودہش کے جذبہ بے پایاں اور سیل رواں کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات شیخ محترم مقروض ہو جایا کرتے تھے۔

شیخ ابن باز کی دینی خدمات کے سلسلہ میں ان کا آخری کارنامہ (جو ان شاء اللہ ان کے لیے ذخیرہ آخرت ہی نہیں بلکہ ان کے رفع درجات کا بھی سبب بنے گا) یہ تھا کہ شیخ کا انتقال 13 مئی 99ء کو ہوا ہے، انتقال پر ملال سے صرف ایک دن قبل یعنی 12 مئی 99ء کو سعودی گزٹ میں اس کے نامہ نگار عمر الکاملی کے حوالے سے یہ ایمان افروز اعلان شائع ہوا کہ شیخ دعوت دین اور اشاعت اسلام کا مہتمم بالشان کام ان شاء اللہ انٹرنیٹ کے ذریعہ کریں گے، اور اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت کے لیے جدید وسائل وذرائع استعمال کریں گے۔ 12 مئی کو سعودی گزٹ میں جب یہ بیان شائع ہوا تو ظاہر ہے کہ اس سے ایک دن قبل یعنی 11 مئی کو صرف دو دن کا وقفہ باقی رہ گیا ہے، اور عالم الغیب کے سوا کسی کو خبر نہیں کہ شیخ ابن باز دو دن کے بعد سفر آخرت پر روانہ ہونے والے ہیں، تصور کیجئے، ایک ایسی عظیم الشان اور جلیل القدر شخصیت کا، جس کی عمر تقریباً نوے سال ہے، بینائی سے محروم ہیں، بے حد ضعیف وعلیل ہیں، اس صورت حال کے باوجود اس پیر دردمند کا خیال ہے کہ ساری دنیا میں اللہ کا پیغام اللہ

Marfat.com

کے بندوں تک ویب سائٹ اور انٹرنیٹ کے ذریعے پہنچانا ہے۔ کیونکہ حالات حاضرہ کا یہی تقاضا ہے، پیر دانا اور اس پر نابینا کا یہ خیال محض کوئی تمنا و خواہش نہیں اور بزرگ محترم کسی ادارے کو اس امر کا مشورہ نہیں دے رہے ہیں بلکہ جذبہ شوق یہ ہے کہ وہ خود ہی یہ کار خیر انجام دیں گے، البتہ دوسرے اصحاب خیر سے اس کام میں تعاون حاصل کریں گے، عزم وارادہ یہ کہ انٹرنیٹ اور ویب سائٹ پر اسلامی تعلیمات کو عام فہم انداز میں پیش کریں گے، مختلف امور پر جاری کیے جانے والے فتاویٰ اور مختلف موضوعات پر لکھے گئے مقالات کو محفوظ کریں گے، عقائد واعمال اور احکام شریعت سے متعلق سوالات کے جوابات دیں گے، شیخ کے اعلان وبیان سے یہ حقیقت عیاں ہو رہی ہے کہ شیخ کو اللہ تعالیٰ نے دل دردمند اور فکر ارجمند سے بہرہ ور کیا تھا اور شیخ غیر معمولی حوصلہ رکھنے والے بزرگ تھے، پیرانہ سالی میں بھی دعوت اسلامی کی نشر واشاعت کے لیے اپنے دل میں زبردست تڑپ رکھتے تھے، اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے بے چین وبے قرار رہتے تھے، اس سلسلہ میں غور وفکر کرتے رہتے تھے، شیخ نے دعوت وتبلیغ اور اصلاح امت کے بارے میں جو سوچا تھا اور اپنی بساط ووسعت سے زیادہ جو کرنا چاہا تھا وقت موعود آجانے کی وجہ سے اگرچہ وہ کام شیخ نہیں کر سکے لیکن حسنات وخیرات سے لبریز اعمال نامے کے ساتھ اپنی آخری خواہش وتمنا کے اجر وثواب سے بھی وہ محروم نہیں رہیں گے، کیونکہ فیصلہ تو وہ کر ہی چکے تھے، عمل درآمد کا موقع انہیں نہیں مل سکا۔ ایسی ہی صورت حال کے بارے میں کہا گیا ہے:

”بعض حالات میں آدمی کی نیت ہی اس کے عمل سے زیادہ بہتر ثابت ہوتی ہے۔“

شیخ ابن باز کے اس عزم وارادے سے نبی کریم ﷺ کا ایک ارشاد بھی ذہن میں تازہ ہو گیا کہ کسی کو اندازہ ہو جائے کہ اس کا آخری وقت آگیا ہے یا کسی کو معلوم ہو جائے کہ اب قیامت آنے والی ہے، ایسی نازک گھڑی میں اسے زمین میں ایک پودا بونے کا موقع مل رہا ہے تو اسے موقع سے فائدہ اٹھا کر پودا زمین میں بو دینا چاہیے، شیخ کے طرز عمل سے شاہ نوشیرواں کا ایک واقعہ بھی یاد آگیا کہ بادشاہ اپنے خدام وحشم کے ساتھ کہیں سفر پر جا رہا تھا کہ

Marfat.com

اس نے راستے میں ایک کھوسٹ بوڑھے کو دیکھا جس کی عمر سو سال سے متجاوز تھی اور وہ پیر فرتوت اپنے باغ میں زیتون کے بیج بو رہا تھا، رواں حال یہ کہ رعشے کی وجہ سے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور پیر لڑکھڑا رہے تھے، بادشاہ اپنے قافلے کے ساتھ وہیں ٹھہر گیا اور بوڑھے سے اس نے دریافت کیا، بوڑھے میاں! زیتون کا درخت اگتا بھی دیر سے ہے اور پھل بھی کئی سال کے بعد دیتا ہے، تم دو دن کے مہمان لگتے ہو، ارے چل چلاؤ کا وقت ہے، اس درخت کا پھل تم نہیں کھا سکو گے، پھر یہ زحمت بے جا کیوں گوارا کر رہے ہو، بوڑھے نے جواب دیا، ہمارے آباء واجداد نے جو درخت بوئے تھے، اس کے پھل ہم نے کھائے، میں اس لیے تخم ریزی کر رہا ہوں کہ میری اولاد واحفاد پھل کھائے گی، بوڑھے کے جواب سے خوش ہو کر بادشاہ نے ایک اشرفی اسے بطور انعام دے دی، اشرفی ملتے ہی بوڑھے نے کہا، حضور والا، آپ نے دیکھا کہ تخم ریزی ہونے بھی نہیں پائی تھی کہ میرے درخت نے پھل دے دیا، پھر مزید خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بادشاہ نے ایک اور اشرفی دے دی، اور رخصت ہونے ہی والا تھا کہ بوڑھے نے بادشاہ کو روکتے ہوئے کہا، جناب عالی! ہر درخت سال بھر میں صرف ایک مرتبہ پھل دیتا ہے، مگر میرے درخت نے ایک لمحے میں دو مرتبہ پھل دیا ہے، یہ سن کر اظہار مسرت کے طور پر بادشاہ نے اسے تیسری اشرفی دے دی اور اپنے درباریوں کو ساتھ لے کر یہ کہتے ہوئے فوراً وہاں سے چل پڑا کہ اگر ہم مزید یہاں ٹھہرے رہے تو بوڑھا اسی طرح بات چیت سے ہمارا خزانہ خالی کر دے گا۔

بہر کیف، شیخ ابن باز زندگی بھر دین وملت کی شاندار خدمات انجام دے کر رحمت الٰہی کی آغوش شفقت میں پہنچ گئے اور جاتے ہوئے امت مسلمہ کو یہ پیغام دے گئے کہ مرد مومن، بوڑھا ہو، بیمار ہو اور معذور ہو، ایسی حالت میں بھی دعوت دین کا سلسلہ برابر جاری رہنا چاہیے، نیز دعوت دین کے لیے پرانے طور طریقوں کے ساتھ جدید وسائل اور مؤثر ذرائع کے استعمال میں دریغ نہیں کرنا چاہیے، یہ میری خوش قسمتی ہے کہ 1988ء میں جب مجھے سفر حج پر جانے کا موقع ملا تھا اس وقت میری خواہش اور تمنا تھی کہ شیخ ابن باز سے ملاقات کا

Marfat.com

شرف حاصل ہو جائے، اللہ جزائے خیر عطا فرمائے، عزیز القدر مولانا سعید احمد صاحب عمری (سیکرٹری جامعہ) کو کہ میری خواہش ملاقات ان کے علم واطلاع میں آئی تو وہ مجھے شیخ کی قیام گاہ پر لے گئے، اجازت طلب کرنے پر شیخ نے بڑی خوشی سے ہم دونوں کو شرف باریابی بخشا، شیخ سے ملاقات کی سعادت حاصل ہو گئی، کافی دیر تک ہم شیخ کی مجلس میں بیٹھے رہے، ان کے ارشادات عالیہ سے مستفیض ہوتے رہے، شیخ نے نہ صرف یہ کہ ہمیں قہوہ پلایا بلکہ بڑے خلوص کے ساتھ دعوت بھی دی کہ شام کو ہم دونوں شیخ کے ساتھ کھانا بھی کھائیں، لیکن چونکہ شام کو کسی دوسرے مقام پر ہمارا پروگرام طے ہو چکا تھا اسی لیے شکریہ کے ساتھ ہم نے معذرت کر دی اور واپس چلے آئے۔ رب کریم شیخ ابن باز کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں ارفع واعلیٰ مقام سے انہیں نوازے اور امت مسلمہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین۔

❀❀❀❀

Marfat.com

شیخ ابن باز کے بیش قیمت جوہر
حکیمانہ اسلوب اور مثبت سوچ

(از:...... محمد عبدالہادی العمری، برمنگھم)

مدینہ یونیورسٹی کے ہاسٹل میں طلبہ اپنے اپنے کمروں میں محو مطالعہ تھے کہ اچانک ایک شور سا اٹھا کہ شیخ ابن باز جامعہ کی مسجد میں تشریف لائے ہیں، یہ سنتے ہی اکثر نو وارد طلبہ اپنی کتابوں کو چھوڑ کر جامعہ کی مسجد کی طرف دوڑے جارہے تھے کہ شیخ ابن باز سے ملاقات ہو جائے ان بھاگنے والوں میں ہم ہندو پاک کے علاوہ افریقی طلبہ کی تعداد بہت زیادہ تھی، چونکہ نماز ہو چکی تھی، اس لیے مسجد کے دروازے پر طلبہ دور تک کھڑے ہو گئے، اتنے میں مختلف اساتذہ اور مشائخ کے ساتھ شیخ محترم نمودار ہوئے، ہاتھ میں ہلکی سی چھڑی، جسم پر عربی لباس جو عربوں کی عادت کے برخلاف ٹخنوں سے اوپر اٹھا ہوا، اتباع سنت کی غمازی کر رہا تھا، سر پر سرخ رومال، مسکراتا ہوا چہرہ اور ہونٹوں پر دعائیہ کلمات، یہ تھے شیخ ابن باز جن کے دیدار کی تمنا کئی برس سے دل میں مچل رہی تھی، اب اکثر طلبہ منتظر تھے کہ مصافحہ کا موقع مل جائے لیکن نئے طلبہ کے لیے بڑے اساتذہ اور شیوخ کی موجودگی میں یہ جرات قدرے مشکل تھی، لیکن

محمد عبدالہادی العمری کا تعارف:

یہ مضمون جناب مولانا محمد عبدالہادی عمری مدنی حفظہ اللہ کا ہے۔ آپ کی ولادت حیدرآباد میں سن 1956ء میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم کا نام محمد افضل ہے۔ آپ کا گھرانہ نہایت صاف ستھرا اور اسلامی ماحول کا دلدادہ تھا۔ دین اور دینی ماحول سے شدید لگاؤ کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ تین بھائی ہیں اور تینوں ہی مدینہ یونیورسٹی کے فارغ ہیں۔ سب سے بڑے بھائی مولانا عبدالرحمٰن مدنی، دوسرے بھائی عبداللہ مدنی اور تیسرے آپ خود ہیں یعنی محمد عبدالہادی مدنی۔

آپ کے بڑے بھائی جناب مولانا عبداللہ مدنی حفظہ اللہ میرے مشفق اساتذہ میں سے ہیں۔ انھوں نے مجھے جامعہ دارالسلام عمرآباد میں دوسری اور تیسری جماعت میں پڑھایا ہے۔ مولانا عبداللہ مدنی حفظہ اللہ ایک ⇦⇦⇦

Marfat.com

کچھ سینئر قدیم افریقی طلبہ نے یہ حصار توڑ کر شیخ سے مصافحہ اور پیشانی کا بوسہ لینا شروع کیا۔ اب کیا تھا کہ طلبہ گویا ٹوٹ پڑے اور اساتذہ کرام ایک طرف کھسکنے میں عافیت سمجھنے لگے، ہجوم کو دیکھ کر شیخ محترم صرف مصافحہ کی تلقین کرتے کہ مصافحہ کافی ہے لیکن ہر طالب علم شیخ سے معانقہ یا پیشانی کا بوسہ لینے کی بھی کوشش کرتا، اس وقت شیخ صاحب کی زبان سے طلبہ کی تعلیمی ترقی اور مستقبل کی بھلائی کے لیے ڈھیر ساری دعائیں نکل رہی تھیں، ملاقات کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک کہ شیخ کو کار میں نہ بٹھا دیا گیا، جو طلبہ ملاقات کر چکے تھے وہ بھی ساتھ ہی چل رہے تھے اور جنہوں نے ملاقات نہیں کی وہ بھی آگے بڑھنے کی کوشش میں تھے، یہ تھی میری شیخ محترم سے پہلی ملاقات، اس کے بعد شیخ محترم کے ساتھ کئی ملاقاتیں

⇦⇦ خطیب بے مثال اور انتہائی اخلاق مند ہیں۔ جو اُن کی مجلس میں بیٹھتا ہے محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

مولانا محمد عبد الہادی عمری مدنی حفظہ اللہ شروع ہی سے پڑھنے لکھنے میں بہت تیز تھے اور ہمیشہ اپنے دوستوں میں اعلیٰ اقدار کے حامل رہے۔ آپ نے جامعہ دار السلام عمر آباد سے سن 1977ء میں سند فراغت حاصل کی اور اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے مدینہ یونیورسٹی چلے آئے۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ سے آپ نے سن 1981ء میں تعلیم مکمل کی اور سن 1982ء میں دعوت وتبلیغ کے لیے برطانیہ چلے گئے۔ وہاں آپ نے اپنا رشتہ جمعیت اہلحدیث برمنگھم سے جوڑ لیا اور اپنی خداداد صلاحیتوں اور اعلیٰ اخلاق کے باعث سن 1987ء میں جمعیت اہلحدیث برمنگھم کے جنرل سکریٹری مقرر کیے گئے اور سن 1993ء تک اسی عہدے پر فائز رہے۔ اس کے بعد دو مرتبہ لگاتار جمعیت کے امیر بھی منتخب ہوئے۔ فی الحال برطانیہ ہی میں مجلس القضاء کے صدر ہیں۔ اس سے آپ کی قومی سربراہی کے حوالے سے آپ کی عمدہ صلاحیتوں کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

آپ عمدہ اخلاق وکردار کے مالک اور انتہائی ملنسار انسان ہیں۔ جو لوگ آپ سے ملتے ہیں آپ کی گفتگو اور اخلاق کریمانہ سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ میں نے غائبانہ طور پر بہت سارے لوگوں سے آپ کے بارے میں سنا ہے اور ہر ایک نے آپ کی تعریف کی ہے۔ آپ نے برطانیہ کے علاوہ ہندستان کی مختلف دینی واجتماعی پروگراموں اور کانفرنسوں میں بارہا شرکت کی ہے اور آپ کے خطابات سے عوام الناس مستفید ہوتے رہے ہیں۔

آپ کی علمی صلاحیت اور قلمی قابلیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ برطانیہ سے شائع ہونے والے اردو ماہنامہ اور جمعیت اہلحدیث برطانیہ کے آرگن ماہنامہ ''صراط مستقیم'' کے ایڈیٹر ہیں۔ جو لوگ اس میگزین کا پابندی سے مطالعہ کرتے ہیں انھیں موصوف کی صلاحیت کا بخوبی اندازہ ہوگا۔

میں ان کا بے حد ممنون ہوں کہ انھوں نے میری فرمائش اور اصرار پر اپنے بارے میں کچھ معلومات فراہم کیں اور انتہائی محبت آمیز اور تشجیع آمیز کلمات کہے جس کا تذکرہ میں نے اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں بھی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے زیادہ سے زیادہ خدمت لے۔ آمین

Marfat.com

ہوتی رہیں، کبھی آفس میں، کبھی درس میں، کبھی مسجد میں، کبھی کانفرنس میں اور کبھی موصوف کے گھر پر بلکہ مجھے ان کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھانے کا موقع بھی ملا لیکن میں سوچتا ہوں کہ مختلف براعظموں سے تعلق رکھنے والے طلبہ کے لیے شیخ کی شخصیت میں کون سی کشش تھی، کیوں سب اپنی مصروفیات چھوڑ کر اس طرح دوڑ پڑے جیسے پروانے شمع کے گرد کھنچے چلے جاتے ہیں، اور ان بھاگنے والوں میں مجھ جیسے بیشتر طلبہ ایسے تھے جن کا شیخ کے ساتھ کوئی قریب کا تعلق نہ تھا بلکہ جنہوں نے شیخ محترم کو دیکھا ہی آج تھا، یہاں قرآن مجید کی ایک آیت میری پریشانی کو دور کرنے کا سبب بنی:

﴿ان الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات سیجعل لهم الرحمن ودا.﴾

"جو دولت ایمان وعمل سے مالا مال ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کی محبت بندوں کے دل میں ڈال دیتے ہیں۔"

غالباً میں اس آیت کی عملی تفسیر شیخ اور طلبہ کی ملاقات کے موقع پر دیکھ رہا تھا، بلکہ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں دیکھا کہ شیخ نماز کے بعد نکل رہے ہیں، مختلف عرب نمازی اپنی جگہوں سے اٹھ کر شیخ سے ملاقات کے لیے دوڑے جا رہے ہیں، اور میں نے مکہ مکرمہ میں دیکھا کہ پولیس شیخ کو طواف کروا رہی ہے، اس لیے نہیں کہ انہیں کسی سے خطرہ تھا بلکہ محبت کرنے والوں کے ہجوم کا اندیشہ ہوا کرتا اور پولیس کا وہاں کام یہ ہوتا کہ شیخ کے اطراف دوڑنے والوں کو تھوڑا سا کنٹرول کرے، بعض اوقات ایسی ملاقاتوں سے کسی سیاسی یا ذاتی مفادات کا بھی شبہ ہوتا ہے کہ شاید اس لیے آمد و رفت اور ملاقات ہے کہ کوئی اغراض پوشیدہ ہوں لیکن شیخ محترم کے ساتھ یہ بات بھی نہیں تھی کیونکہ شیخ صاحب مصافحہ کرنے والوں یا پیشانی چومنے والوں کو دیکھ ہی نہیں سکتے تھے، تو غرض کس بات کی اور بعض اوقات شیخ کے ساتھ بڑے بڑے لوگ بھی ہوا کرتے لیکن ملاقات کرنے والے ان بڑوں کی موجودگی میں اس درویش ہی پر اپنی توجہ رکھتے، کیونکہ جو علم وعمل میں بڑا ہو آج کے اس گئے گزرے دور میں بھی لوگ اسی کو بڑا سمجھتے ہیں، اسی کی قرآن میں تصدیق کی گئی:

Marfat.com

﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾

اللہ تعالیٰ اہل ایمان وعلم کے درجات کو بلند فرماتے ہیں، اس آیت کی عملی تفسیر کے واقعات تو سلف صالحین کی زندگیوں میں بہت ملتے ہیں جیسے ایک مرتبہ مشہور محدث حضرت عبداللہ بن مبارک کی جب شہر رقہ میں آمد ہوئی تو خلیفہ وقت ہارون الرشید کی لونڈی کو کہنا پڑا کہ حقیقی بادشاہ تو وہ ہیں جن کے ساتھ پولیس اور پہرہ دار نہ ہونے کے باوجود ان کے دیدار کے لیے شہر کا ہر چھوٹا بڑا امنڈ پڑا ہے، یہ بات اس خلیفہ کے سامنے کہی جا رہی تھی جس کی اس وقت دنیا کے نصف سے زیادہ حصہ پر حکمرانی تھی، امام حسن بصری کا جب جنازہ اٹھا تو بصرہ مردوں سے خالی ہو گیا، حتی کہ بصرہ جو اس وقت سلطنت اسلامیہ کا دوسرا بڑا شہر سمجھا جاتا تھا، وہاں کی جامع مسجد میں عصر کی اذان دینے والا تک نہ رہا، جب امام ابن تیمیہ کا جنازہ اٹھا تو شہر میں ایسے معلوم ہوتا تھا کہ ہر گھر سے ان کے عزیز ترین فرد کا جنازہ اٹھ رہا ہے، حالانکہ اس مرد مجاہد کی وفات قید خانہ میں ہوئی تھی۔ اور امام احمد بن حنبل کا جنازہ تو کئی لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بن گیا جب انہوں نے زندگی کے بیشتر ایام تنگدستی سے گزارے بلکہ زندگی کے آخری ایام میں ایک مرتبہ سخت بھوک کے باعث رات میں آنکھ کھلی تو بیٹے سے کچھ کھانے کے لیے طلب کیا، جو تلاش بسیار کے بعد نصف روٹی کا ٹکڑا ہی گھر میں پا سکے جسے امام وقت تناول کر کے بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہو گئے لیکن اس عالم باعمل کے جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد اس قدر تھی کہ تاریخ میں اس کی مثال ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی، لیکن یہ واقعات اب ہم تاریخی کتابوں ہی میں پڑھتے ہیں اور جی چاہتا ہے کہ کہیں اس کی عملی تصویر بھی دکھائی دے اور بڑی حد تک شیخ بن باز کی شکل میں یہ چیز دکھائی دیتی تھی کہ نابینا ہونے کے باوجود ہر وقت عقیدتمندوں کا ہالہ اطراف لگا رہتا اور عقیدت مندوں میں ہر طبقہ کے لوگ بشمول بادشاہوں اور حکمرانوں کے ہوا کرتے، بظاہر علم وعمل کو اگر نکال دیا جائے تو شیخ کے پاس تھا ہی کیا، نہ دولت کی فراوانی اور نہ ہی اقتدار کی شوکت، دولت کا یہ عالم کہ کئی مرتبہ تو وہ مقروض

Marfat.com

پائے گئے اور خود ان کا اپنا ذاتی گھر نہیں تھا۔

اگر حکومت نہ دیتی تو کرایہ پر رہنے کے سوا چارہ نہیں لیکن وہ دنیا کے کروڑوں انسانوں کے دلوں پر حکومت کرتے رہے، زندگی میں انہوں نے بیرون سعودیہ کا سفر تک نہ کیا لیکن دنیا کے ہر براعظم میں ان کے عقیدت مندوں کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے جس کی مثال موصوف کی وفات کی خبر سے لگائی جاسکتی ہے، دنیا کے ہر براعظم میں لوگوں نے یوں محسوس کیا کہ گویا ایک سہارا تھا گر گیا، ایک دیوار تھی ڈھے گئی، ایک آسرا تھا جو نہ رہا، دنیا میں پھیلی ہوئی سینکڑوں دینی تنظمیں، ہزاروں طلبہ، متعدد مبلغین براہ راست یا بالواسطہ شیخ سے مستفید ہوتے رہے، بلکہ شیخ محترم نے کئی مرتبہ ضرورت مندوں کی حاجت پوری کرنے کے لیے اپنے ہی دفتر کے بنائے ہوئے اصول اور ضابطے توڑے، شیخ کا یہ مقولہ عام تھا کہ ہم نے دفتر کے قوانین اس لیے بنائے ہیں تاکہ نظام بہتر چل سکے لیکن اگر نظام کے برخلاف بھی کسی کی مدد کی جاسکتی ہو تو اس پر عمل کرنا چاہیے کیونکہ مقصد ضرورت مندوں کی مدد ہے نہ کہ خود ساختہ نظام کی پاسداری اور ویسے بھی یہ اصول کسی وحی کی روشنی میں نہیں بنائے گئے کہ ان کو توڑنے سے کفر لازم آتا ہو، گویا مخلوق میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کی زندگی کا مقصد ہی دوسروں کی مدد کرنا ہوتا ہے اور یقیناً یہ لوگ قیامت کے دن بلند درجات کے مستحق ہوں گے، ورنہ آج کتنے لوگ ہیں جو صاحب اختیار واقتدار ہونے کے باوجود معمولی عذر کی بنیاد پر جواب دے بیٹھتے ہیں۔

اب ہم چاہتے ہیں کہ ان کی زندگی کے اس پہلو پر روشنی ڈالی جائے جس کے باعث وہ سخت حالات اور مختلف آزمائشوں کے باجود اپنا کام جاری رکھنے میں کامیاب رہے، دراصل شیخ کا اصول ایجابی اور طرز حکیمانہ تھا، کسی انسان کی بلندی علم وعمل کے ساتھ یہ دونہایت بیش قیمت جوہر ہیں، مزاج اگر ایجابی ہو تو آدمی ردعمل کو منفی اسلوب میں ظاہر کرنے کے بجائے اس میں پائے جانے والے فائدوں پر نظر رکھتا ہے اور ان سے استفادہ کی کوشش کرتا ہے اور اگر نظر حکیمانہ ہو تو بیرونی دنیا میں پائی جانے والی کمزوریوں پر تنقید بھی حکمت سے بھر پور ہوگی، غالباً یہی وجہ ہے کہ شیخ نے مختلف دور دیکھے مگر کسی حکمران کو ان کے خلاف براہ راست انتقامی

Marfat.com

کاروائی کی جرات نہ ہوئی، کیونکہ وہ کسی حکومت یا شخصیت میں پائی جانے والی کمزوریوں پر صرف تنقید ہی نہیں بلکہ ان کی خوبیوں کا کھلے دل سے اعتراف کرنے کے عادی تھے اور اس حکمت کا فائدہ یہ ہوتا کہ کسی خلاف طبیعت واقعہ پر فوری ردعمل کے بجائے اس کے مختلف پہلوؤں پر غور کر کے اپنی رائے کا اظہار فرماتے اور اس کا ایک فائدہ یہ ہوتا کہ ذمہ داران آپ کو اپنا مخالف سمجھنے کے بجائے ہمدرد اور ناصح سمجھا کرتے، شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ شیخ صاحب کسی ذاتی غرض اور لالچ کے بغیر یہ کام کیا کرتے جو آج کل لوگوں میں عموماً نایاب ہے، اور یہ وہ وصف ہے جو علماء اور قائدین میں آج کل شاذ و نادر ہی دکھائی دیتا ہے، اگر کوئی ناپسندیدہ بات ہو جائے یا اپنی مرضی کے خلاف کوئی واقعہ ہو جائے تو اس کے ردعمل میں گویا پھٹ پڑتے ہیں اور اگر کبھی تنقید کی ضرورت پیش آ جائے تو اصول وضوابط اور آداب وشرافت کو پامال کر ڈالتے ہیں، اور کبھی کسی کی گرفت کرتے ہیں تو اس طرح کہ گویا اس میں کوئی خیر وبھلائی کا پہلو ہے ہی نہیں، لیکن شیخ محترم نے حکومت کی بعض پالیسیوں پر اعتراض اور تنقید کے باوجود حکومت کی خوبیوں کا اعتراف اور حتی الامکان اس کی اصلاح کی کوشش کی، جس کا براہ راست یا بالواسطہ نتیجہ یہ نکلا کہ سعودی حکومت نے عالم اسلام کے لیے جو گرانقدر خدمات انجام دیں اس کی دور حاضر میں کوئی مثال نہیں پیش کی جا سکتی اور شیخ محترم خود کئی ایسے اداروں کی سرپرستی کرتے رہے جن کا فائدہ دنیا کے مختلف مسلمانوں کو پہنچتا رہا، یقیناً اگر شیخ حکومت پر صرف تنقید کی پالیسی اپناتے یا اس کے حریف بن جاتے تو اس کا فائدہ تو شاید ہی ہوتا البتہ عالم اسلام ان مذکورہ فائدوں سے محروم رہتا، شیخ کے اس طرز عمل میں ان راہنماؤں کے لیے زبردست نمونہ ہے جو مختلف ممالک میں ہر دور حکومت میں اعتراض، تنقید اور حریفانہ پالیسی اپنائے رہتے ہیں اور سالہا سال کے تجربات شاہد ہیں کہ ان کا یہ عمل کسی بھی طور پر مفید نہیں، اگر اس کے بجائے وہ حکومت کے مفید پروگراموں میں شامل ہوتے اور اپنے طرز عمل کو اصلاحی بناتے تو نسبتاً وہ اپنے ملک کے لیے اسلامی اعتبار سے کچھ کر سکتے، لیکن اس کے لیے غیر معمولی اخلاص، سنجیدگی اور بردباری کی ضرورت ہے، اللہ کی بے پایاں رحمتیں ہوں ان پر......

Marfat.com

علمی دنیا کا ایک بلند مینار

(از:......مولانا فضل کریم عاصم ربانی مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ)

علامہ شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ اس جہاں فانی سے رخصت ہو گئے، ان کی وفات سے امت مسلمہ ایک عظیم سکالر اور پوری اسلامی دنیا کے ہمدرد سے محروم ہو گئی ہے، شیخ محترم نے اپنی تمام زندگی دین اسلام کی سربلندی اور تمام دنیا میں اسلامی تنظیموں کی اخلاقی اور مالی امداد، قرآن وسنت کی تعلیمات کو عام کرنے اور ان کی دعوت وتبلیغ میں اور مسلمانوں کو سلف صالحین کے اصولوں اور طریقہ سے آگاہ کرنے کے لیے وقف کی ہوئی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے متعدد بار ان کی خدمت میں حاضری اور ملاقات کا شرف بخشا، شیخ اپنی شخصیت کے لحاظ سے انتہائی بلند پایہ شخصیت تھے، بلکہ آپ کی شخصیت ہمہ صفت موصوف اور نابغہء روزگار تھی اور آپ علمی دنیا کے ایک بلند مینار تھے، جب بھی شیخ سے ملاقات ہوئی نہایت ہی ہمدردانہ طور پر برطانیہ کے مسلمانوں کے حالات دریافت فرماتے اور ہمیں نصیحت فرماتے کہ تم اللہ کی کتاب اور نبی پاک ؐ کی سنت کے داعی ہو، یورپ میں تمہیں انتہائی اخلاص اور محنت سے کام کرنا چاہیے، دیگر تنظیموں کے متعلق اور ان کے دینی کام کے متعلق بھی دریافت فرماتے، وہ تمام مسلمانوں کے دینی ومعاشی حالات سے پوری طرح آگاہ تھے، وہ ہمیشہ یہ آرزو اور تمنا کرتے کہ کب وہ دن آجائے کہ اللہ تعالیٰ اپنی امداد سے نوازتے ہوئے مظلوم مسلمانوں کو کامیابی اور فتح سے ہمکنار فرمائے گا۔

یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قرآن وسنت کا وسیع علم عطا فرمایا تھا، علمی زندگی کے آغاز میں جب وہ دنیا کی سب سے بڑی دینی یونیورسٹی جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے وائس چانسلر مقرر ہوئے تو آپ نے دنیا کے بیشتر مسلم طلباء کو جامعہ میں داخلہ دیا اور ان کے بڑے

Marfat.com

بڑے وظائف مقرر فرمائے، اکثر غریب ممالک کے علماء کو بھی اتنی تنخواہ نہیں ملتی تھی، آپ قرآن وسنت کی تعلیم کے ایک سورج تھے، جو جزیرہ عرب میں طلوع ہوا اور پورے عالم کو اپنے علم وعمل سے منور کر گیا، شیخ رحمہ اللہ حرمین کے ایک ایسے علمی چشمہ تھے جس سے نہ صرف حرمین کے عوام بلکہ پوری دنیا سے آنے والے قرآن وسنت کے شیدائی فیض یاب ہوتے رہے، شیخ ایک قائد تھے جنہوں نے دور حاضر میں مسلمانوں کی دینی قیادت کرتے ہوئے ان کو دینی علوم کی اہمیت اور ان کے ثمرات سے آشنا کرایا، بلکہ وہ ایک غازی بھی تھے، کیونکہ انہوں نے اخلاص، فہم وفراست اور اپنی وسعت قلبی سے مسلمانان عالم کے دل فتح کیے ہوئے تھے، اگر چہ شیخ مرحوم اب ہم میں نہیں ہیں لیکن ان کے علم نافع اور کار خیر کے ثمرات سے ہم ہمیشہ سیراب ہوتے رہیں گے، یہ حقیقت ہے کہ شیخ کی وفات پر صرف عرب قوم ہی غمزدہ نہیں ہے بلکہ پوری امت مسلمہ شیخ علیہ الرحمۃ کی جدائی میں مغموم ہے اور خاص طور پر طلباء کا وہ طبقہ جن کو شیخ محترم اپنی جیب خاص سے علمی وظائف دیا کرتے تھے اور وہ علم کی دولت حاصل کر رہے تھے، ایسے بے شمار طلباء تھے جو ان کے مالی تعاون سے پوری دنیا میں عام طور پر اور سعودیہ میں خاص طور پر مختلف یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔

اللہ کرے شیخ کی وفات کے بعد سعودی عرب ان وظائف کو جاری رکھے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شیخ مرحوم کو اپنی وسیع رحمت میں لے اور ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کو اجر عظیم عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور امت مسلمہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔

Marfat.com

شیخ عبدالعزیز بن بازؒ ایک عالم ربانی

(از:.....ڈاکٹر خالد علوی، صدر اسلامک انسٹی ٹیوٹ، برمنگھم)

شیخ عبدالعزیزؒ کی وفات عالم اسلام کے لیے ایک گہرا صدمہ ہے، شیخ کی شخصیت کے کئی پہلو ہیں اور ان سے ملنے والے ان سے فیض حاصل کرنے اور ان کی فیاضی سے متمتع ہونے والے انہیں ان حوالوں سے یاد کریں گے، میں ذاتی طور پر ان کے فیض سے مستفیض ہوں، اس لیے مجھے احسان مندی کے جذبات کے ساتھ انہیں خراج عقیدت پیش کرنا ہے، شیخ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے میں مسلمانوں کی تاریخ کا حوالہ دینا ضروری سمجھتا ہوں، مسلمانوں کی تاریخ کئی اعتبارات سے روشن ہے اور اسے اقوام عالم کی تاریخ میں ایک امتیاز حاصل ہے، ہماری تاریخ کا سنہری دور تاریخ عالم میں اپنی نظیر آپ ہے، یہ وہ دور ہے جس میں علم، تقویٰ، تدبر اور تنظیم کے اوصاف صاحب اقتدار شخصیت میں جمع تھے، حضور اکرمؐ کی ذات اس کا مثالی نمونہ تھی اور خلفائے راشدین اس مثالی نمونہ کے قابل رشک متبع تھے، خلافت راشدہ کے بعد علم وتقویٰ اور تدبر و تنظیم دو دائروں میں تقسیم ہو گئے، حضرت حسینؓ کی کوشش ان اوصاف کو یکجا کرنے کے لیے تھی جو بدقسمتی سے کامیاب نہ ہو سکی، اس کے بعد ایک کاوش ہمیں محمد بن نفس الذکیہ کی تحریک میں نظر آتی ہے جس کا انجام بھی حسینؓ کے انجام سے مختلف نہ تھا، اہل اقتدار کی ترجیحات بدل گئی تھیں اس لیے ان کے اوصاف وخصائل میں بھی علم وتقویٰ کو وہ مقام حاصل نہ تھا جو مطلوب تھا۔

یہ تھے وہ حالات جن میں اہل علم وتقویٰ نے استحکام دین اور اصلاح امت کے لیے منصوبہ بندی کی، علماء امت اور صلحاء ملت نے دو مختلف طریقوں پر کام کیا، ایک گروہ نے اہل اقتدار سے قطع تعلق کر کے انتہائی بے غرضی اور بے لوثی سے دین وملت کی بقا وصلاح کے لیے

Marfat.com

کام کیا، معاشرے کی اصلاح، انفرادی اخلاق کے استحکام اور اجتماعی تربیت کے ذریعہ مسلمانوں کو اللہ کے دین سے وابستہ رکھا، ان کے روحانی اور علمی اثرات کو تاریخ اسلامی میں دیکھا جا سکتا ہے، ان حضرات نے دکھ اٹھا کر تکالیف برداشت کر کے اور ظلم سہہ کر بھی حق بات کہی اور جادہء حق پر قائم رہے، دوسرے گروہ نے اہل اقتدار کے ساتھ سازگاری پیدا کی اور ان کے ساتھ شامل ہو کر اپنا کام کیا، اس گروہ میں دو قسم کے لوگ تھے، ایک وہ تھے جو اہل اقتدار کی خواہشات کے مقابلے میں قائم نہ رہ سکے اور عافیت کی راہ اختیار کی جبکہ کچھ اہل عزیمت ایسے بھی تھے جو اہل اقتدار کے ساتھ شامل ہو کے بھی دینی معاملات میں کسی مفاہمت کے لیے تیار نہ تھے، امام احمد بن حنبلؒ جیسی شخصیتیں ہماری تاریخ کی روشن مثالیں ہیں۔

شیخ عبدالعزیز ابن بازؒ کا تعلق علماء کے اس گروہ سے ہے جنہوں نے اقتدار کے ساتھ تعلق رکھتے ہوئے بھی دینی معاملات پر مفاہمت سے گریز کیا، وہ علماء حق کے اس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں، جنہیں حق گوئی سے کوئی شے نہ روک سکی جو لوگ آل سعود کی تاریخ سے واقفیت رکھتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ ان کی تحریک دراصل اس مفاہمت کی مرہون منت ہے جو شیخ محمد بن عبدالوہاب اور آل سعود کے درمیان قرار پائی، اس کی بنیاد دین کا خالص تصور ہے جو قرآن وسنت پر مبنی ہے، آل شیخ اور آل سعود کی مفاہمت دراصل علم وتقویٰ کو اقتدار پر غالب کرنے کی کامیاب کوشش تھی، دین کا یہ غلبہ علم واقتدار کی کشمکش اور تصادم سے نہیں بلکہ باہمی مفاہمت سے قائم ہوا، یہی وجہ ہے علماء نے اقتدار پر قبضہ کرنے کی بجائے اس کی اصلاح کو اپنا شعار بنایا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ علماء نے کلمہ حق کہنے اور اصلاح کی کوشش سے کنارہ کشی اختیار کر لی، علماء کی صفوں میں ایسے لوگ ہمیشہ رہے جو یہ فریضہ ادا کرتے رہے۔

شیخ عبدالعزیز ابن بازؒ حق گوئی، استقامت اور عزیمت کی درخشاں مثال تھے، اس موقف کا بڑا فائدہ امت مسلمہ کو پہنچا، اس کی وجہ سے معاشرہ میں کام کرنے کا موقعہ ملا، سعودی عرب کا نظام عدل علماء کے دم سے قائم ہے، میرے علم میں ہے کہ اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد ججوں اور وکیلوں کے لیے جو تربیتی کورس منعقد کرتی ہے انہیں خصوصی طور پر سعودیہ

Marfat.com

کے محکمہ قضاء اور ان کے عدالتی نظام کا مطالعاتی دورہ کراتی ہے، اسی طرح سعودیہ کے نظام تعلیم کو دیکھیں تو حیرت ہوتی ہے، تھوڑے سے عرصے میں جس طرح تعلیمی انقلاب بپا ہوا ہے اس میں علماء کا خصوصی کردار ہے، اسلامی علوم کی تعلیم اور اسلامی موضوعات پر تحقیق وتصنیف کے حوالے سے جس پیمانے پر کام ہو رہا ہے اس نے بڑے بڑے مسلمان ملکوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے سعودی یونیورسٹیوں میں طلبہ کی دینی واخلاقی زندگی اور ان کے مذہبی رجحانات کا جائزہ لینے سے واضح ہوتا ہے کہ وہاں اب بھی ایسے نوجوانوں کی بڑی تعداد موجود ہے جو علم کی پیاس بجھانے کے لیے سب کچھ خرچ کرنے کے لیے تیار ہیں، یہ علماء ہی کی کاوش ہے کہ دین واخلاق اور عقیدہ ومروت کو زندگی کے تمام شعبوں میں دخل حاصل ہے۔

شیخ عبدالعزیز بن باز سرخیل علماء تھے اور اس حکمت عملی کی ترتیب وتنفیذ میں انہیں بنیادی حیثیت حاصل تھی مدینہ یونیورسٹی اور دار الافتاء کے ذریعہ ان کا فیض ہمیشہ جاری رہے گا۔ ایک اور پہلو معاشرتی اصلاح ہے، غالباً پورے عالم اسلام میں سعودی عرب واحد ملک ہے جہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انتظام ہے، اس ادارے کے تحت معاشرہ میں لادینی رجحانات کا سد باب ہوتا ہے اور معاشرہ بحیثیت مجموعی دینی روح پر قائم ہے، انفرادی طور پر انحراف ہوسکتا ہے لیکن مجموعی طور پر سعودی معاشرے پر خیر غالب ہے، یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نافذ کرنے کی برکات ہیں، اسے قائم رکھنے میں بھی اہم کردار علماء کا ہے، شیخ عبدالعزیزؒ نے لمبی عمر پائی اللہ تعالیٰ نے ان کے کام میں برکت ڈالی اور وہ سعودی معاشرے کے لیے ایک مربی کی حیثیت سے زندہ رہے، تعلیم، نظام عدل اور اصلاح معاشرہ کے میدانوں میں ان کا قائدانہ رول تھا، شیخ سعودی معاشرے کے لیے تو خصوصی حیثیت کے حامل تھے لیکن ان کی عالمی حیثیت بھی مسلم تھی، وہ عالم اسلام کے مفتی تھے اور ہر دینی وعلمی مسئلہ پر انہوں نے مسلمانوں کی راہنمائی کی، عالمی دعوت کے سلسلے میں ان کی کوششیں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی، مسلم اقلیتوں کے لیے دار الافتاء اور رابطہ عالم اسلامی نے جتنی مساعی کی ہیں ان میں قائدانہ راہنمائی اور علمی سرپرستی شیخ عبدالعزیز بن باز ہی کی تھی، کرہ ارض پر پھیلے ہوئے داعی اور سرگرم اسلامی تنظیمیں شیخ کی باقیات الصالحات ہیں۔ الھم اغفرہ وارحمہ۔

Marfat.com

علم وعمل کا آفتاب غروب ہو گیا

(از:......محمد حفیظ اللہ العمری)

یہ دنیا حادثات سے مرکب ہے، چھوٹے بڑے حادثات روزمرہ کا معمول ہیں، انسان کی فطرت میں یہ عنصر داخل ہے کہ وہ روزمرہ پیش آنے والے واقعات کو بآسانی انگیخت کر لیتا ہے مگر بعض اوقات ایسے حادثات بھی رونما ہوجاتے ہیں جن کے وجود سے ساری زمین کانپ جاتی ہے، نظام زندگی تہس نہس ہوجاتا ہے، اللہ کی ایک بڑی مخلوق اس سے متاثر ومغموم ہوجاتی ہے۔

حضرت الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کی وفات کا سانحہ بھی کم وبیش اسی کیفیت کا حامل رہا ہے، آپ کی وفات سے اپنے ہی نہیں غیر بھی متاثر نظر آتے ہیں، جنہوں نے شیخ رحمہ اللہ کا زندگی میں نہ کبھی دیدار کیا اور نہ ہی آپ سے ملاقات کی اگر وہ بھی غم کی تصویر بن جائیں تو پھر ان لوگوں کے رنج وافسوس کا کیا عالم ہوگا جنہوں نے شیخ رحمہ اللہ کی صحبت سے فیض اٹھایا ہو، شیخ رحمہ اللہ کی جوتیاں سیدھی کی ہوں، جو لمحہ شیخ کے لطف وکرم، شفقت ومہربانی اور اخلاق عالیہ کا مشاہدہ کر چکے ہوں، راقم کو عرف عام میں شیخ کی شاگردی کی ساعت تو حاصل نہ ہوسکی مگر مدینہ منورہ میں طالبعلمی کے دور میں پھر برطانیہ آنے کے بعد مختلف اوقات میں جب بھی ریاض یا طائف جانا ہوتا تو ہمارا اولین مقصود شیخ رحمہ اللہ کی خدمت عالیہ میں حاضری ہوا کرتا، اس بہانے شیخ رحمہ اللہ کو آپ کی مجلس عمومی اور خصوصی میں، درس کے دوران، دارالافتاء کی مسند صدارت پر، ہر شکل میں اور ہر پوزیشن میں دیکھنے، سننے اور دیکھتے ہی دیکھتے رہنے کے کئی بار مواقع نصیب ہوئے:

حاصل رہا ہے مجھ کو ملاقات کا شرف
مٹی کا ایک دیا تھا سورج سے فیض یاب

Marfat.com

جب بھی شیخ رحمہ اللہ کی مجلس میں حاضری کی سعادت نصیب ہوتی اور جب تک ہم آپ کی مجلس میں بیٹھے رہتے، تو اپنے نصیب پر فخر کا احساس ہونے لگتا، اور اگر شیخ سے ہم کلام ہونے کی سعادت نصیب ہو جاتی تو پھر محسوس ہوتا کہ:

کلاہ دہقان بآفتاب رسید

شیخ رحمہ اللہ کی نابغہء روزگار شخصیت قطعاً کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ کی تابندہ حیات کے روشن کارنامے موجودہ صدی کے ہر سال، ہر ماہ اور ہر دن کے ہر لمحے پر پھیلے ہوئے ہیں، موجودہ دور میں جبکہ امت کا دامن ایسے علماء سے تقریباً خالی ہے جن میں علم کی گہرائی کے ساتھ تقوی اور للہیت، اخلاص ومحبت، حق گوئی، بے باکی زہد واستغناء کا عنصر پایا جاتا ہے، شیخ رحمہ اللہ کا انتقال اس امت کے حق میں ایسا عظیم خسارہ بن جاتا ہے جس کی تلافی موجودہ دور میں ناممکن دکھائی دیتی ہے، آپ کے انتقال سے جہاں سارا عالم اسلام ایک عظیم دینی راہنما، امت کے تمام مسائل میں مرجع خلائق ہمدرد وغمگسار شخصیت سے محروم ہو گیا، وہیں دنیا کے نقشے پر پائی جانے والی سلفی فکر کی حامل تمام جماعتیں، تحریکیں، ادارے اور مدارس اپنے سچے خیر خواہ سے محروم ہو گئے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت رکھتا ہے تو جبرئیل کو بلاتا ہے اور ان سے فرماتا ہے کہ میں فلاں آدمی سے محبت رکھتا ہوں، لہٰذا تم بھی اس کو محبوب رکھو، جبرئیل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت رکھتا ہے، سو تم سب بھی اس سے محبت رکھو، چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت رکھنے لگتے ہیں، پھر اس بندے کے لیے زمین میں بھی مقبولیت عطا کر دی جاتی ہے۔

شیخ رحمہ اللہ کی مقبولیت کا اندازہ مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں بآسانی کیا جاسکتا ہے، بظاہر آپ سعودی عرب میں رہتے تھے مگر دنیا جہان کے مسلمانوں کے دلوں پر آپ کی محبت، قدر ومنزلت اور علمیت کا سکہ چلتا تھا، دنیا کے کسی بھی گوشے میں آباد مسلمانوں پر کوئی مصیبت

Marfat.com

نازل ہوجاتی، آپ تڑپ جاتے اور حتی المقدور ان کی مادی اور معنوی امداد کرتے چلے جاتے، افغانستان، بوسنیا، چیچنیا، سوڈان، فلسطین، کشمیر، کوسوو کے مظلوم مسلمانوں کا آپ نے بھرپور ساتھ دیا، آپ کی آواز پر سعودی عرب کی حکومت اور عوام لبیک کہتے اور بھرپور تعاون کرتے، سعودی عرب کے شاہی خاندان سے آپ کے نہ صرف ذاتی مراسم تھے بلکہ آپ ملک عبدالعزیز سے شاہ فہد بن عبدالعزیز تک ہر بادشاہ کی نگاہوں میں انتہائی قابل احترام وتحسین سمجھے جاتے تھے، شاہی قربت نے آپ میں کسی بھی قسم کے غرور، تکبر یا تعلي کو جگہ نہیں دی بلکہ اس کے برعکس آپ کی طبیعت میں انتہائی سادگی، عجز وانکساری نمایاں رہی اور عوام کے ساتھ بھی آپ کا تعلق انتہائی مضبوط اور مخلصانہ رہا۔ آپ سعودی عرب میں سب سے اہم ترین دینی منصب پر فائز تھے، اور تقریباً ساری زندگی آپ نے سعودی عرب میں ہی گزاردی مگر آپ کے علم وعمل اور فیاضی کا شہرہ دنیا کے تمام علمی اور دینی حلقوں میں سنا جانے لگا، انبیاء کرام کا ورثہ اگر کسی کو دیکھنا ہوتا تو وہ شیخ رحمہ اللہ کی مجلس میں جا بیٹھتا۔

جہاں شیخ رحمہ اللہ بیک وقت دنیا کے مختلف گوشوں سے آنے والے امیر وغریب، بادشاہ وفقیر کو حسب طلب نوازتے، سعودی حکومت ہو یا عوام کو ان میں یکساں قدر ومقبولیت حاصل تھی، حکومت آپ کے مشوروں اور فتاویٰ کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتی اور ان کی تعمیل کرواتی، بادشاہ بھی آپ کو والدنا سے مخاطب کرتے اور سعودی عوام کے علاوہ دنیا کے اکثر مسلمان خصوصاً علماء کرام آپ کو والدنا کہنے میں انتہائی فخر محسوس کرتے، آپ کے تقویٰ، للّٰہیت اور زہد وتقویٰ کہ یہ عالم تھا کہ جو شخص آپ سے جس قدر قریب ہوتا آپ کی صحبت میں جس قدر زیادہ وقت گزارتا، وہ اسی قدر آپ کا گرویدہ ہوجاتا، جود وسخا میں آپ اپنی مثال آپ تھے، مدت دراز سے قریب رہنے والوں کا کہنا ہے کہ ہم نے سماحۃ الشیخ کو کبھی اپنے اہل خانہ کے ساتھ کھانا کھاتے نہیں دیکھا، دوپہر ہو یا شام آپ کے گھر عام دسترخوان بچھایا جاتا، جس پر بیک وقت ساٹھ ستر کے قریب مہمان ہوتے، ان میں امیر غریب، مسافر ومالدار سبھی شامل ہوتے اور آپ ہمیشہ ان مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔

Marfat.com

شیخ رحمہ اللہ 1330ھ میں ریاض میں پیدا ہوئے اور حفظ قرآن کریم کے علاوہ وقت کے معروف علماء کرام سے شرعی علوم میں مہارت حاصل کی، علوم شرعیہ سے فراغت کے بعد تقریباً 14 سال تک آپ الخرج میں قاضی کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے رہے، بعد ازاں تدریس کی جانب آپ کا رجحان ہوگیا، چنانچہ ریاض کلیۃ الشریعہ میں فقہ، عقائد اور حدیث کی تدریس میں کچھ عرصہ مشغول رہے، 1381ھ میں حکومت کی جانب سے آپ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے رئیس عام کے منصب پر فائز کیے گئے، بعد ازاں 1395ھ میں آپ کو ادارۃ بحوث علمیہ والافتاء والدعوۃ والارشاد کے رئیس عام کی حیثیت سے ریاض منتقل ہونا پڑا اور 1414ھ میں آپ ملک کے مفتی اعظم بنا دیے گئے، اس کے علاوہ آپ کبار علماء کمیٹی کے رکن، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی ہائی کمان کے رکن، رابطہ عالم اسلامی کی مجلس تاسیسی کے صدر، مساجد کی عالمی مجلس اعلیٰ کے رئیس، مجمع الفقہی الاسلامی کے رئیس کی حیثیت سے بھی اسلامی دعوت کا فریضہ انجام دیتے رہے، شیخ رحمہ اللہ کی علمی گہرائی کا یہ عالم تھا کہ صحاح ستہ کی تقریباً اکثر احادیث کے متون مع سند آپ کو مستحضر رہتے، رجال حدیث پر بے دریغ گفتگو فرماتے، علم حدیث کے علاوہ فقہی امور پر آپ کو بے پناہ عبور حاصل تھا۔

اگر کسی شخصیت کے مقام ومرتبہ کا اندازہ اس کے علم سے کیا جاتا ہو تو بلاشبہ سماحۃ الشیخ اس دور کے یقیناً سب سے بڑے عالم تھے اور اگر کسی کی فضیلت عوام میں اس کی مقبولیت سے دیکھی جاتی ہو تو بلاشبہ سماحۃ الشیخ کو نہ صرف عربی معاشرے میں بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں میں سب سے زیادہ مقبولیت حاصل رہی، اور اگر کسی کی قدر ومنزلت کا معیار ہم اس کی بے لوثی اور بے باکی کو قرار دیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ سماحۃ الشیخ کی شخصیت اس دور کی سب سے زیادہ بے باک اور بے لوث قرار دی جائے گی، سماحۃ الشیخ نے ہمیشہ امت کی فلاح وبہبود اور کتاب وسنت کی اتباع میں لگی لپٹی رکھے بغیر بات کی، کسی فتوی کے موقع پر انہوں نے کبھی نہیں سوچا کہ اس سے کسی کی حمایت یا مخالفت ہوگی، فتوی کے معاملے میں وہ تمام تحفظات کو بالائے طاق رکھ کر حمایت یا مخالفت کے تمام خدشات کو ذہن سے جھٹک کر نفع

Marfat.com

ونقصان سے بالاتر ہو کر محض تقوی کی بنیاد پر اپنا فتوی صادر فرماتے۔

علم کی اس گہرائی نے آپ میں اعتدال جیسی نایاب صفت پیدا کر دی تھی۔ چنانچہ امت کے اتحاد کو آپ ہمیشہ اولیت دیتے، جزوی مسائل میں انتہاء پسندانہ جواب سے گریز کرتے، کسی کام کو شرک اور بدعت سے تعبیر کرنے میں انتہائی محتاط رویہ اختیار فرماتے، دن رات شدید مصروفیت کے باوجود آپ نے متعدد انتہائی علمی کتب تصنیف فرمائیں، جن میں آپ کے فتاوی جواب کئی ضخیم جلدوں میں مرتب ہو چکے ہیں شامل ہیں،

اللهم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده

❀❀❀❀

Marfat.com

دورِ حاضر کی ایک سب سے منفرد شخصیت
شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ

(از:......حافظ محمد عبدالاعلیٰ، مڈلز برو، برطانیہ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ ایمان اور علم کے حاملین کو بلندیاں عطا کرتا ہے:

﴿یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾

(فاطر)

کیونکہ جس طرح اللہ کا دین سب سے اونچا ہے اسی طرح اس سے وابستہ لوگ بھی عظیم شمار ہوتے ہیں، اس لیے جو لوگ توحید وسنت کے مبلغ ہوں وہی اس دین کے محافظ اور خادم ہیں، انہی کا کام اور انہی کا نام زندہ وجاوید رہتا ہے، وہی اہل اسلام کے اسلاف شمار ہوتے ہیں، چنانچہ دیکھ لیجئے کہ تاریخ کو ابن حنبل، ابن تیمیہ، شاہ ولی اللہ، شاہ اسماعیل شہید، سید نذیر حسین جیسے ائمہ اہل سنت کے کارنامے تو یاد ہیں، لیکن اہل بدعات کے آئمہ ضلالت کا نام تک بھی یاد نہیں ہے، کیونکہ جو شرک وبدعات وخرافات کی آلودگیوں سے لتھڑے ہوئے ہیں وہ اہل اسلام کے اسلاف نہیں ہو سکتے، خواہ وہ کتنے ہی القابات وخطابات سے لادے جائیں، قرآن کریم نے سچ فرمایا کہ نفع مند چیزیں زمین میں برقرار رہتی ہیں اور جھاگ ایک جھونکا بھی برداشت نہیں کر سکتی، فوراً تحلیل ہو جاتی ہے:

﴿فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْهَبُ جُفَآءً وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْكُثُ فِی الْاَرْضِ﴾ (الرعد)

چنانچہ بدعات وخرافات کے مبلغ ہمیشہ سے وقت کی گرد میں تحلیل ہوتے رہے ہیں اور آج بھی باوجود لاکھ کوشش کے انہیں اپنا وجود برقرار رکھنا مشکل نظر آرہا ہے۔ آج جن کے نام

Marfat.com

سے محفل سجائی جا رہی ہے وہ ہستی بھی کئی لحاظ سے تاریخ کی منفرد ہستی ہے، میری مراد شیخ الاسلام، مفتی اعظم، ولی کامل، مجتہد العصر علامہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے ہے، جو 13 مئی کی صبح اللہ کے جوار رحمت میں پہنچ گئے ہیں اور ان کے داغ مفارقت دے جانے سے عالم اسلام اپنے کو یتیم سمجھ رہا ہے۔

ایک ہمہ گیر شخصیت:

شیخ رحمہ اللہ کی ذات اتنی جامع الصفات تھی کہ اس کا صحیح احاطہ ممکن ہی نہیں ہے، رہی ان کی خدمات تو ان کا حساب بھی رب کائنات ہی کر سکتا ہے اور وہی انہیں ان کا پورا اجر دینے پر قادر ہے، شیخ ابن باز صحیح معنوں میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے، ان کی ذات شمع ہدایت تھی جس سے ہر وقت علم وعمل کی روشنیاں بکھرتی تھیں۔

حاتم وقت ہستی:

شیخ رحمہ اللہ جود وسخاوت کا سرچشمہ تھے وہ ایسے درویش تھے کہ جس کے حضور دنیا کے حکمران بھی عقیدت سے بیٹھنا سعادت سمجھتے تھے، علم کے ساتھ ساتھ وہ عمل کا بھی مجسمہ تھے، تقویٰ وخشیت الٰہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا، وہ دنیا داری اور مال وزر کی ہوس سے کوسوں میل دور تھے، ان کی دریا دلی، سخاوت وہمدردی اور حسن اخلاق کی کئی کہانیاں مشہور ہیں، کیونکہ ان کی جود وسخا کے دروازے ہر کہہ ومہ کے لیے ہر وقت کھلے رہتے تھے، وہ بلا شبہ وقت کے حاتم طائی تھے، لاتعداد ادارے شیخ رحمہ اللہ کے ذاتی خرچ سے چل رہے تھے، بے شمار مبلغین کے ماہانہ وظائف کا انتظام کر رکھا تھا، شیخ کے ملاقاتیوں میں سے بہت سے ضرورتمند لوگ بھی ہوتے تھے، جن کی ضروریات سن کر سیکرٹری کو اسی وقت چیک جاری کرنے کی ہدایت دے دیا کرتے تھے۔

کتب اسلامیہ کی وسیع پیمانے پر اشاعت کا اہتمام:

دینی کتب کی اشاعت پر بھی آپ نے بے پناہ پیسہ خرچ کیا، جس طرح برصغیر میں علمائے اہل حدیث اور خاص طور پر خاندان غزنوی نے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اور امام ابن

Marfat.com

قیم کی کتب کی وسیع پیمانے پر اشاعت کا بیڑہ اٹھایا تھا اور علم و عمل کے ان سمندروں سے سیرابی کا موقع فراہم کیا، عالم عرب میں یہ سہرا حکومت سعودی عرب کے سر سجتا ہے، خاص طور پر شیخ رحمہ اللہ اس پہلو پر خصوصی توجہ فرماتے تھے، بالخصوص فتاویٰ شیخ الاسلام کی تدوین واشاعت شیخ کا بہت بڑا صدقہ جاریہ ہے۔

دسترخواں کی وسعت:

شیخ رحمہ اللہ بالعموم ریاض تشریف رکھتے تھے، وہاں بھی آپ کی رہائش گاہ اور دفتر مہمانوں سے بھرا رہتا تھا، دوپہر کا کھانا اجتماعی ہوتا تھا، یہی حال ان کی طائف والی رہائش گاہ کا تھا، مکہ مکرمہ میں آپ کی العزیزیہ میں کوٹھی پر بھی بڑا وسیع دستر خوان ہوتا تھا، وہاں ایک دو دفعہ جانے کا اتفاق بھی ہوا، ایک دن حرم مکی میں عصر کی نماز میں شیخ سے ملاقات ہوئی، تعارف کے ساتھ ہی فرمایا تغد معنا یعنی کل ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہو جائیں، وہاں باتیں ہوں گی، اگلے دن دوپہر کو شیخ کی رہائش گاہ پر پہنچا تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ بے شمار دنیا وہاں موجود ہے، کوٹھی کا لان ظہر سے پہلے ہی بھرا ہوا ہے اور دل میں یہ بات آئی کہ شیخ نے اتنے زیادہ لوگوں کو بھی بلا رکھا ہے تو ہماری باری کب آئے گی، نماز کی ادائیگی کے بعد دستر خواں لگا تو بے شمار لوگ دستر خواں پر جمع ہو گئے، جوں جوں کھانا کھاتے گئے لوگ نکلتے گئے، آخر میں یہ دیکھ کر بہت خوشی بھی ہوئی اور حیرت بھی کہ صرف چند گنے چنے لوگ رہ گئے، اس طرح شیخ کے ساتھ کھانا کھانے اور گفتگو کرنے کے لیے خاصا وقت مل گیا، بعد میں پتہ چلا کہ یہ سارے لوگ صرف کھانے کے وقت آتے ہیں اور فارغ ہو کر چپکے سے رخصت ہو جاتے ہیں، کیونکہ ان میں اکثریت غریب الدیار لوگوں کی ہوتی ہے، جو یہاں کسی کفیل کے ہاں کام کرتے ہیں یا حج کے لیے آئے ہوتے ہیں، خاص طور پر ایام حج میں شیخ کی کوٹھی پر حجاج کا قبضہ ہوتا ہے اور وہ بڑی دریا دلی سے حق مہمان نوازی وصول کرتے ہیں، اگر کوئی شیخ کا ملازم کسی پر سختی کرتا تو شیخ اسے روک دیتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ کے مہمان ہیں، ان کی مہمان نوازی سے اللہ خوش ہوتا ہے، جو بھی شیخ سے ملاقات کرتا اسے بوقت رخصت (اتقوا اللہ فی السر

Marfat.com

والعلانیة) اللہ سے ہر حالت میں ڈرنے کی مسنون وصیت ضرور فرماتے۔

فضائل ومزیات کا مجسمہ:

شیخ رحمہ اللہ میں اسلاف کی وہ ساری خصوصیات پائی جاتی تھیں، جن کا تذکرہ ہم کتابوں میں پاتے ہیں، حسد وعداوت، تنگ دلی، غیبت، پیٹھ پیچھے برائی، مخالف کے بارے میں غیر محتاط ہو جانا وغیرہ، الحمد للہ شیخ اس قسم کی عادات سیئہ سے کوسوں دور تھے، ہم بیس برس سے شیخ کا ذکر سنتے چلے آرہے ہیں، اتنی ہی مدت سے ان سے ذاتی تعارف بھی حاصل رہا ہے، لیکن ہم نے ان کے بارے میں یہ نہیں سنا کہ انہوں نے کسی مسلمان کو اپنی زبان سے یا قلم سے دکھ پہنچایا ہو، حق بات کو بغیر کسی مداہنت کے بیان کرنا تو اہل علم کا فرض ہے، لیکن ذاتی مخاصمت یا حسد وعداوت کو علمی لبادہ اڑھانا شیخ کی عادت ہرگز نہ تھی، حالانکہ جس مقام رفیع پر شیخ رحمہ اللہ فائز تھے اس کے باعث معاصرانہ چشمک، علمی وجاہت، منصبی رفعتیں اور اس طرح کے بے شمار حسد وعداوت کے اسباب موجود ہوتے ہیں، لیکن یہ اللہ کا درویش بندہ کبھی بھی راہ راست سے نہیں بھٹکا، ہمیشہ حق بات کہی، حق ہی کا دفاع کیا، اپنی ذات ومنصب کو کچھ حیثیت نہیں دی، صرف اللہ کی رضا اس کے پیش نظر رہی، اس نے کبھی کسی کی مخالفت کی پرواہ نہیں کی اور نہ ہی کسی کو انتقام کا نشانہ بنایا، وہ اس آیت کریمہ کی سچی تصویر تھے، اور جو لوگ اللہ کی خوشنودی کی خاطر صبر کرتے ہیں، نماز کی پابندی کرتے ہیں، اللہ کے رزق سے چھپا کر یا ظاہر کر کے خرچ کرتے ہیں اور برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتے ہیں، ان کا انجام بہت قابل رشک ہوگا۔

تواضع وانکساری:

شیخ ابن بازؒ اپنی علمی وجاہت، تقویٰ وطہارت، خدا پرسی وخدا ترسی، سخاوت ودریا دلی، بے مثال حافظے، عالمانہ وجاہت کی وجہ سے سعودی عرب کی سب سے بڑی علمی شخصیت تھے، منصبی لحاظ سے دیکھا جائے تو پوری تاریخ میں شاید ہی کوئی ایسا عالم ربانی ملے گا جسے تمام مناصب حاصل ہوئے ہوں، آپ ایک نظر دیکھیں تو محسوس ہوگا کہ پچھلے پچاس سال سے

Marfat.com

سعودی عرب میں چار بادشاہوں کے دور میں جب بھی کوئی علمی منصوبہ تشکیل پایا، سب سے پہلے شیخ ابن باز ہی کو اس کا رئیس بنایا گیا، وہ منصبی لحاظ سے بھی سب سے اونچی اور کلیدی شخصیت تھے، ذرا ایک نظر ان کے مناصب پر ڈالیے اور پھر شیخ کی عالمانہ وجاہت کا حساب لگائیے، شیخ کی عمر ستائیس سال تھی جب آپ کو خرج کا قاضی بنایا گیا، مسلسل چودہ سال تک آپ اس منصب جلیلہ پر فائز رہے۔ 1351 سے 1381ھ تیس سال تک مختلف کالجوں میں لیکچرار رہے، جہاں آپ علوم شرعیہ، حدیث وفقہ اور عقائد وتوحید جیسے مضامین پڑھاتے رہے۔ 1381ھ میں جب مدینہ یونیورسٹی کی تشکیل ہوئی تو آپ اس کے وائس چانسلر مقرر ہوئے، جہاں 1390ھ دس سال تک آپ اس عہدے پر فائز رہے، اسی سال آپ کو مدینہ یونیورسٹی کا چانسلر بنا دیا گیا، پانچ سال تک آپ چانسلر رہے۔ 1395ھ میں سعودی عرب میں ادارات بحوث علمیہ، افتاء دعوت وارشاد کی تشکیل کی گئی تو شیخ ابن باز اس کے پہلے رئیس مقرر کیے گئے، جن کا مرتبہ حکومت میں وزیر کے برابر تھا۔ 1414ھ میں آپ کو سعودی عرب کا مفتی اعظم بھی مقرر کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ علماء کبار کی تنظیم کا سیکرٹری بھی بنا دیا گیا۔ آخر دم تک آپ مدینہ یونیورسٹی کی ورکنگ کمیٹی کے رکن بھی رہے۔ دعوت اسلامی کی نشر واشاعت کے لیے ترتیب دی گئی کمیٹی کے بھی آپ رکن تھے۔ رابطہ عالم اسلامی کی مجلس اعلیٰ کے بھی آپ سربراہ تھے۔ رابطہ کی ذیلی تنظیم المجمع الفقہ الاسلامی کے بھی آپ سربراہ تھے۔ غرضیکہ سعودی عرب میں حکومتی سطح پر یا غیر سرکاری سطح پر جب بھی کوئی مجلس تشکیل دی گئی شیخ ابن باز اس کے سربراہ مقرر کیے جاتے، اس طرح مسلسل 50 سال تک آپ نے شب وروز علم کا نور پھیلایا، تاریخ میں ایسی جامع صفات ہستی کوئی اور نظر نہیں آتی۔ آپ کی اسی علمی وجاہت کی وجہ سے 1404ھ میں آپ کو شاہ فیصل ایوارڈ دیا گیا۔

انہی خصوصیات کی وجہ سے آپ صرف سعودی عرب ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کی قابل احترام شخصیت تھے، ان کی ذات مرجع خلائق تھی، اتنے بڑے مناصب پر فائز ہونے کے باوجود ان کے ہاں تکبر نام ونمود اور خواہشات کا ان کی کتاب زندگی میں کوئی ورق ہی نہ

Marfat.com

تھا، یہ چیزیں ان کی لغت میں شامل ہی نہ تھیں۔

حق کے علمبردار صاحب مناصب:

سب سے زیادہ حیرت کی بات کہہ لیں یا انہیں ان کی کرامت شمار کریں کہ ہمارے علم کی حد تک سعودی عرب کے پانچ بادشاہوں یعنی (1) ملک عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل سعود ملک المملکۃ السعودیہ جو عدل وانصاف، عقیدہ توحید کی نشر واشاعت اور بے مثال جرأت وبہادری کی وجہ سے اس صدی کے عمر بن عبدالعزیز تھے۔ (2) ان کے بعد ان کے بڑے بیٹے ملک سعود بن عبدالعزیز (3) پھر ان کے بعد ملک فیصل بن عبدالعزیز وما ادراک ما فیصل، عالم اسلام کی آنکھوں کا تارا، ایک نڈر لیڈر، ایک بہادر امام المسلمین (4) پھر ان کی شہادت کے بعد ولی صفت ملک خالد بن عبدالعزیز جو تحمل، بردباری، ذہانت اور شجاعت میں اپنے بات کی تصویر تھے۔ (5) ان کی وفات کے بعد سعودی عرب کو ایک پسماندہ ملک سے دنیا کی ایک ترقی یافتہ مملکت کا روپ دینے والے امام الموحدین ملک فہد بن عبدالعزیز، اللہ ان کی عمر دراز فرمائے۔

ان مذکورہ پانچ بادشاہوں کے ساتھ شیخ ابن بازؒ کو رفاقت کا موقع ملا، لیکن نہ انہوں نے حق کا دامن چھوڑا اور نہ ہی بادشاہوں کی نازک مزاجی پر ہاتھ ڈالا، بادشاہوں کے ساتھ اہل علم کا مستقل ساتھ بہت مشکل ہوتا ہے، کیونکہ بادشاہوں کی مصلحتیں اور مجبوریاں عام لوگ نہیں جان سکتے، جبکہ علماء کا اپنا فرض ہوتا ہے، یعنی کسی بھی مرحلے پر حق کا علم جھکنے نہ پائے، انہیں صرف اللہ ہی کا خوف ہوتا ہے، اسی کی رضا اور دین مصطفوی سے وفا مطلوب ہوتی ہے، وہ سیاسی مجبوریوں کی بنا پر حق وصداقت کی قربانی نہیں دیا کرتے، یہی علماء ربانی کی نشانی اور علمبرداران حق کا مشن ہوتا ہے، اگر وہ اس پہلو میں کوتاہی کر جائیں تو وہ علماء ربانی شمار نہیں ہوتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سعودی حکمران پوری دنیا کے اسلامی حکمرانوں میں اپنا ایک دینی تشخص رکھتے ہیں، سخاوت وتبلیغ دین میں کوئی ان کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتا، وہ اپنی ذاتی زندگیوں میں بھی ان شاء اللہ صالح لوگ ہیں، ان کا سب سے بڑا اعزاز ان کا حرمین شریفین

Marfat.com

کا خادم ہونا ہے، دنیا کے کونے کونے میں دعوت الی اللہ، سعودی حکمرانوں کی سخاوت و دریا دلی کا مظہر ہے، وہ دین حقہ کی نشر و اشاعت میں بلا خوف لومۃ لائم پوری دلجمعی کے ساتھ مشغول ہیں، اس کے ساتھ ساتھ وہ عالمی سیاست سے بھی غافل نہیں رہ سکتے، ہر فیصلے کے عواقب پر ان کی نظر عام حکمرانوں کی نسبت بہت وسیع ہوتی ہے، ملک سطح پر امن و امان قائم رکھنا بھی ان کی ذمہ داری ہے، ظاہر ہے ان الدرونی و بیرونی محاذوں پر بیک وقت انہیں اپنا وقار برقرار رکھنا ہوتا، ان سارے معاملات میں یکسانیت نہیں رہ سکتی، یہاں دو چار نہیں بے شمار مشکل مقامات آتے ہیں جن کا انہیں تو لحاظ رکھنا پڑتا ہے، لیکن علماء ربانی پر کوئی جبر نہیں اس لیے ضروری نہیں کہ وہ ہر بات میں حکومت کی ہاں میں ہاں ملائیں اور وہ ایسا نہیں کر سکتے اور شیخ بن باز نے ایسا کیا بھی نہیں، اس کے باوجود بادشاہ انہیں اپنے والد کی طرح جانتے تھے، انہیں والدمفعال کہتے تھے، ہر منگل کو ظہر کی نماز ان کی معیت و امامت میں ادا کرتے تھے، اپنے فیصلوں سے شیخ کو مطلع کرتے اور ان کی رائے لیتے تھے، کیونکہ سعودی حکمرانوں کے دستور العمل میں اہل علم کی شمولیت اور لحاظ موجود ہے، کسی بھی بڑے منصب پر تقرری کے لیے جہاں شاہی فیملی کا اتفاق ضروری ہے وہاں علماء کی تصدیق بھی ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ سعودی مملکت ایک بابرکت سلطنت ہے، کیونکہ اس کے حکمران محض حکمران ہی نہیں دین اسلام کے خادم بھی ہیں، دنیا میں امامت کا سب سے بڑا منصب انہی کے پاس ہے، اس مملکت میں قیصر اور کلیسا یعنی مذہب و سیاست جدا جدا نہیں ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں، بلکہ یہاں سیاست دین کے تابع ہے، الحمدللہ یہی وجہ ہے کہ شیخ کے انتقال پر ملک فہد کا سب سے پہلے ردعمل سامنے آیا۔

حیرت انگیز حافظہ:

ہم نے اسلام کے تذکروں میں قوت حافظہ کی حیرت انگیز کہانیاں پڑھی تھیں، شیخ رحمہ اللہ کو دیکھ کر ان روایات کی تصدیق ہوگئی، یہ حافظے کی ہمہ گیری ہی تھی کہ ایک نابینا شخص پورے پچاس سال تک علمی دنیا کا بے تاج بادشاہ بنا رہا، مدینہ یونیورسٹی کا چانسلر بنا، پوری مملکت کے

Marfat.com

دار الافتاء کا رئیس بنا، علم و عمل کی وجاہت کا عالم یہ کہ بادشاہ انہیں اپنا والد کہہ کر مخاطب ہوتے، انہیں اپنے والد کی جگہ سمجھ کر غایت درجہ احترام دیتے، جب بھی کوئی مسئلہ پوچھتا تو ہر سوال کے جواب میں قرآنی آیات اور احادیث کا انبار لگا دیتے، شریعت کے ان چشموں پر استحضار کا عالم یہ کہ جیسے ہر صفحہ ان کے سامنے کھلا ہوا ہے۔ شیخ کا حافظہ اتنا بے مثال تھا کہ کسی زمانے میں فتح الباری کی تخریج بھی شروع کی تھی، ابتدائی جلدیں مصر سے شائع ہوئیں، لیکن یہ بات ان کی ذکاوت کی دلیل ہے کہ نابینا ہونے کے باوجود تخریج احادیث جو علمی دنیا کا سب سے مشکل اور جان جوکھوں کا کام ہے، جو صرف وہی عالم کر سکتا ہے جس کا حافظہ اتنا قوی ہو کہ ایک بار ماخذوں پر مطلع ہو جانے کے بعد کبھی نہ بھول پائے، صرف مطالعے کے زور سے تخریج کے کام کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس کے لیے قوت استحضار اور فہم و ذکاء بہت ضروری چیز ہے، شیخ رحمہ اللہ اس پہلو میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

مجھے یاد ہے کہ مدینہ یونیورسٹی میں دوران تعلیم خیال ہوا کہ شیخ کے فتاویٰ کو اگر فقہی ترتیب سے جمع کر دیا جائے تو صدقہ جاریہ بھی ہوگا اور علمی دنیا میں یادگار کام بھی، چنانچہ اس غرض سے میں نے چھ ماہ تک محنت کی، مختلف رسائل جن میں فتاویٰ چھپتے تھے جمع کیے، اتنی جانکاہی کے بعد جب میں نے انہیں فقہی ترتیب سے جمع کیا تو بڑی مایوسی ہوئی، کیونکہ بہت سارے ابواب خالی نظر آئے، میں نے شیخ کو خط بھیجا کہ مجھے کچھ ریکارڈ چاہیے، جس کا جواب انہوں نے دیتے ہوئے کہا کہ جتنا کام ہو چکا ہے وہ بھیجو، پھر دیکھوں گا کہ میں اس سلسلے میں کیا مدد کر سکتا ہوں، میں نے وہ سارا مواد ارسال کر دیا، اتنی دیر میں گرمیوں کی تعطیلات کی وجہ سے وطن جانا پڑ گیا، پاکستان کا ایڈریس اسی خیال سے لکھ دیا کہ بوقت ضرورت مجھے شیخ کا خط مل سکے، تین ماہ گزار کر واپس مدینہ منورہ پہنچا تو تعلیمی مصروفیات کی وجہ سے فتاویٰ کا کام ذہن ہی نکل گیا، سال بعد حرم میں عصر کی نماز کے لیے بیٹھا ہوا تھا کہ شیخ بھی نماز کے لیے پہنچ گئے، میں شیخ سے ملا، بڑی اپنائیت سے نام پوچھا، جب بتایا تو فرمایا تم نے ہمارے خط کا جواب نہیں دیا، میں نے حیران ہو کر پوچھا تو کہا کہ وہ جو فتاویٰ ترتیب دینے کے بارے میں

Marfat.com

لکھا تھا، اس کا جواب ہم نے پاکستان کے پتے پر بھیجا تھا، میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ایک پرانی بات شیخ کے حافظے میں کس طرح محفوظ اور تازہ ہے، حالانکہ اس کے بعد شیخ کو روزانہ سینکڑوں خطوط ملتے ہیں اور ان سب کا جواب بھی عنایت فرماتے ہوں گے، حیرانی کی بات تو یہ ہے شیخ کو سب کے نام اور خطوط کے موضوع بھی یاد ہیں، بلکہ یہ بھی پتا ہے کہ کس خط کا جواب کس پتے پر بھیجا، اللہ اللہ قرون اولیٰ کے علماء کی یاد تازہ ہوگئی، اسی دوران میں نماز کھڑی ہوگئی، مجھے دائیں پہلو کھڑا ہو کر نماز ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا، اس کی لذت وحلاوت ابھی تک محسوس ہوتی ہے۔

تحمل مزاجی و بردباری:

جس کے دن کے چوبیس میں سے اٹھارہ گھنٹے تبلیغ دین میں صرف ہوتے تھے، اٹھتے بیٹھتے وہ سائلین کی علمی پیاس بجھاتے تھے، فون کی ساری لائنیں ہمیشہ مصروف ہوتی تھیں، ایک ریسیور دائیں کان پر لگا ہوا ہے اور دوسرا بائیں پر، دونوں کو ایک ساتھ جواب دیتے جا رہے ہیں، ہر وقت افتاء میں مشغول ہیں، کبھی تنگ دل نہیں ہوتے دیکھا، کبھی تلخی کے ساتھ بات نہیں کی، کسی کو جھڑکتے نہیں سنا، یعنی ہر لحاظ سے وہ اخلاق فاضلہ اور خلق حسنہ کی صفات سے متصف تھے۔

وفات کی رات دعوت کا کام:

شیخ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک دعوت کے کام میں مشغول رہے، مرض وفات میں آپ کو طائف کے ہسپتال میں داخل کیا گیا تو وہاں آپ کے بیڈ کے قریب ایک عیسائی مریض زیر علاج تھا، شیخ اسے بار بار اسلام قبول کرنے کی نصیحت کرتے رہے۔

شیخ رحمہ اللہ مختصر حالات:

شیخ رحمہ اللہ کی ولادت ریاض میں 1330ھ میں 12 ذی الحجہ کے دن ہوئی، بلوغت سے پہلے قرآن کے حافظ ہو چکے تھے، دینی علوم بڑے بڑے فاضل مشائخ سے حاصل کیا، ان میں شیخ محمد بن عبداللطیف آل شیخ، شیخ صالح بن عبدالعزیز آل شیخ، شیخ سعد بن حمد العتیق، شیخ حمد

Marfat.com

بن فارس، شیخ سعد وقاص بخاری، مفتی اعظم سعودیہ شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، آخر الذکر سے تو شیخ نے دس سال تک علم حاصل کیا، انہوں نے اپنے اس ہونہار شاگرد کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے 1357 میں خرج شہر کا قاضی مقرر کردیا، جب شیخ ابن باز ستائیس سال کے تھے۔

سولہ سال کی عمر میں آپ کی آنکھوں کی تکلیف شروع ہوئی، چار سال تک یہ تکلیف رہی جس سے آہستہ آہستہ آپ کی بینائی ختم ہوگئی، بیس سال کی عمر میں میری آنکھیں جاتی رہیں اللہ کا اس پر بھی شکر ادا کرتا ہوں اور اس سے سوال کرتا ہوں کہ ظاہر بصارت کے عوض اللہ مجھے دین کی بصیرت عطا فرمائے اور آخرت میں بہتر جزادے، جیسا کہ اپنے حبیب ﷺ کی زبان اقدس سے وعدہ فرمایا ہے، اللہ دنیا وآخرت میں انجام بخیر فرمائے۔

آپ کے چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں، بڑے بیٹے عبداللہ کی عمر اس وقت پچپن سال ہے، دوسرا بیٹا عبدالرحمٰن تیسرا احمد، یہ تینوں بھائی امام محمد بن سعود یونیورسٹی میں لیکچرار ہیں، احمد شیخ کے سفر وحضر میں ساتھ رہتا تھا، چوتھا بیٹا خالد ابھی ریاض یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہے، سب سے چھوٹی بیٹی نداء جس کی عمر دس سال ہے، آپ کی دو بیویاں موجود ہیں اور یہ سارا خاندان ریاض میں ایک ہی مکان میں مل جل کر رہتا ہے۔

تعلق باللہ اور شیخ کے دیگر امتیازات:

شیخ ابن باز نے پچاس سال متواتر حج کیے اور کبھی ناغہ نہیں کیا، کبھی آپ سعودی عرب سے باہر نہیں گئے۔

تبسم برلب آید:

شیخ کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ آخری لمحات میں ہم نے آپ کی زبان سے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ کا ذکر سنا، پھر آپ متبسم ہوئے اور روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی......

﴿يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً﴾

Marfat.com

اگلے دن بیت اللہ شریف میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد امام کعبہ شیخ ابن السبیل نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، شاہ فہد اپنی پوری کابینہ کے ساتھ حرم شریف میں موجود تھے، سعودی عرب کے کونے کونے سے علماء وطلباء حاضر تھے، پڑوسی عرب ممالک سے لاکھوں شمع ہدایت کے پروانے بیت اللہ میں نماز جنازہ میں شرکت کی، اس کے علاوہ سعودی عرب کی تمام مساجد میں نماز جنازہ غائبانہ ادا کرنے کا شاہی فرمان جاری کیا جاچکا تھا، عرب ممالک کے علاوہ پوری دنیا میں جمعہ کی نماز کے بعد شیخ کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی، اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ بیک وقت دنیا کے تمام کونوں میں شیخ ابن باز کی نماز جنازہ ادا کی گئی، یہ شرف بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا ہوگا، نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد ایک بج کر بیس منٹ پر آپ کا جسد خاکی مقبرۃ العدل لے جایا گیا، جہاں امیر متعب بن عبدالعزیز، گورنر مکہ امیر ماجد بن عبدالعزیز اور کثیر تعداد میں اہم شخصیتیں موجود تھیں، امیر متعب اور شیخ محمد بن صالح العثیمین نے جنازے کو قبر تک کندھا دیا، آنسوؤں کی بارش اور دعاؤں کی فضا میں دور حاضر کے شیخ الاسلام والمسلمین کو جوار رحمت میں پہنچا دیا گیا۔

آپ کی وفات پر دنیا بھر کے اہل علم، محدثین اولیاء اللہ اور علم وعمل کے ورثاء نے اپنے درد وکرب کے جذبات کا مظاہرہ کیا اور عالم اسلام کا ناقابل تلافی نقصان قرار دیا، خاص طور پر ملک فہد نے تو اپنی منصبی روایات کو بالائے طاق رکھ کر شیخ کی موت پر جس طرز عمل کا مظاہرہ کیا وہ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ایک بوریا نشین درویش کی رخصتی نہیں بلکہ ایک مشفق باپ کی جدائی کا مرحلہ تھا اور اس میں کیا شک ہے کہ سعودی عرب کا شاہی خاندان تمام علماء و مشائخ شیخ ابن باز کا احترام صرف ایک عالم ربانی ہی کی طرح نہیں، بلکہ ایک باپ کی طرح کرتے تھے۔

چند ملاقاتوں کی یادیں:

مدینہ یونیورسٹی میں آخری تعلیم سال یعنی 1985ء میں فراغت کے بعد وطن جانے سے پہلے شیخ کی زیارت کا ارادہ ہوا، اس غرض سے طائف جانا تھا، کیونکہ گرمیوں کی وجہ سے شیخ

Marfat.com

طائف تشریف رکھتے تھے، اپنے ساتھیوں کو اس ارادے سے آگاہ کیا تو وہ بھی تیار ہو گئے، اس طرح میرے ساتھ میرے چند رفقاء حافظ محمد شریف، عبدالرشید راشد اور دیگر دو دوستوں کے علاوہ جامعہ ابی بکر کراچی کے بانی پروفیسر ظفر اللہ مرحوم بھی تھے، افسوس کہ دو سال پہلے پروفیسر صاحب بھی ایک ٹریفک حادثے میں اللہ کو پیارے ہو گئے، جب اس حادثے کی خبر ملی تو مجھے پروفیسر صاحب کی وہ گفتگو یاد آ گئی جو انہوں نے سفر طائف کے دوران کی تھی، بات یوں تھی کہ جون کا مہینا تھا اور وقت ظہر کے بعد کا، طائف کو دو راستے جاتے ہیں، طریق سیل جو بیس تیس کلو میٹر لمبا ہے، لیکن کافی ہموار ہے، دوسرا پہاڑی راستہ ہے جو بہت خوفناک ہے، میں طریق سیل سے جا رہا تھا، ایک تو مکے کی گرمی کہ اللہ کی پناہ اور پھر وقت بھی سخت دوپہر کا، گاڑی کی رفتار نوے کلو میٹر تھی، پروفیسر صاحب زور دیتے تھے کہ ایکسلیٹر اور دباؤ، میں نے کہا گرمی سخت ہے اور سفر ابھی کافی ہے، بہتر ہے تھوڑا سا لیٹ پہنچ جائیں، یہ رفتار ٹھیک ہے، گاڑی بار بار گرم ہوئے جا رہی تھی اگر اسے تیز کیا گیا تو بند کرنی پڑے گی، مگر مرحوم کا اصرار تھا پھر انہوں نے اپنا واقعہ سنایا کہ ریاض سے مکہ مکرمہ آتے ہوئے ڈیڑھ سو کلو میٹر پر گاڑی دوڑائی تو باری باری چاروں ٹائر پھٹ گئے تھے، میں نے کہا ایسی تیزی کس کام کی جو اتنا نقصان کرے، عربی کا محاورہ ہے "السیارۃ آلۃ النقل لا للقتل" گاڑی نقل و حرکت کے لیے ہے نہ کہ قتل کے لیے، پروفیسر صاحب کے حادثے پر خیال ہوا کہ احباب کو احتیاط سے گاڑی چلانی چاہیے، اللہ کی حفاظت بھی اسی کے ساتھ ہوتی ہے جو اپنی حفاظت کرے، اللہ سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔

دوران سفر دعائے مستضعفین بھی میں نے ساتھیوں کو سنائی، جو رسول کائنات ﷺ نے طائف سے واپسی پر مانگی تھی، طائف پہنچے تو کچھ ساتھ شیخ حامد فقی کی زیارت کے لیے چلے گئے، وہ بہت بڑے عالم ربانی تھے، جمال عبدالناصر کی انسانیت کش مظالم کی وجہ سے مصر سے مہاجر ہو کر یہاں بیٹھے تھے، بہت بڑی علمی شخصیت تھے، ان کا بھی کافی سال ہوئے انتقال ہو چکا ہے، شام کو شیخ ابن باز سے دلچسپ اور یادگاری ملاقات ہوئی، شیخ کے ایک صاحبزادے صحیح بخاری کا سبق بھی

Marfat.com

پڑھتے جاتے تھے اور دوسروں کے ساتھ بھی شیخ کی بات چیت جاری تھی۔

آخری ملاقات ریاض میں ہوئی، دراصل امیر متعب بن عبدالعزیز سے ملاقات طے تھی لیکن مجھے ٹیلی گرام ایک دن کی تاخیر سے ملا، میں سیدھا ریاض چلا گیا، امیر کے آفس پہنچا تو ان کے سیکرٹری عبدالعزیز الدوخی نے بتایا کہ امیر آج صبح دو دن کے لیے بیرون ملک چلے گئے ہیں، میں وہاں سے دار الافتاء آ گیا اور ایک دن شیخ کا مہمان رہا، ان کی رفاقت میں گزرنے والا ہر لمحہ دل پہ نقش ہو جاتا تھا، جی چاہتا کہ کاش وقت تھم جائے اور یہ سنہری لمحات کبھی ختم نہ ہوں۔

خبر وفات ملتی ہے:

آخر وہ وقت موعود آ گیا جس کا سامنا ہر کہہ ومہہ نے کرنا ہے۔ 13 فروری ظہر کے وقت مولانا صہیب حسن صاحب کا فون آ گیا، ایک دن پہلے لندن میں شریعت کونسل کے اجلاس کی وجہ سے سارا دن ان کے ساتھ گزرا تھا، اتنی جلدی کیا آ پڑی، جب انہوں نے شیخ کے انتقال کی خبر سنائی تو سکتہ طاری ہو گیا، حواس بحال ہوئے تو جنگ لندن ظہور نیازی سے پوچھا کہ خبر مل گئی ہے، انہوں نے کہا معمولی سی ہے تفصیل کا انتظار ہے، میں نے جو کچھ ذہن میں تھا اس گزارش کے ساتھ فیکس کر دیا کہ عالم اسلام کے سب سے بڑے دینی راہنما کی خبر نمایاں چھپنی چاہیے، کیونکہ اخبار والوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ کوئی ناچنے گانے والا مر جائے تو بڑی بڑی ماتمی سرخیاں اور کئی دن تک تعزیتی خبریں چھپتی رہتی ہیں لیکن کوئی سید بدیع الدین محدث جیسا انسان فوت ہو جائے تو چار دن کے بعد ایک سطری خبر چھپتی ہے، مجھے اسی کا ڈر تھا، اسی لیے برقت تفصیل تیار کی، انٹرنیٹ کے ذریعے اس المناک سانحہ کی خبر سنتے ہی ساری دنیا کے مسلما ایسے افسردہ ہو گئے جیسے یہ سانحہ کی خبر سنتے ہی ساری دنیا کے مسلمان ایسے افسردہ ہو گئے جیسے سانحہ عین ان کے ساتھ پیش آیا ہو، اور اس میں شک بھی کیا ہے شیخ عبداللہ بن عبدالعزیز بن باز کا سانحہ ارتحال ایک شخصیت کی موت کا نہیں صحیح معنوں میں جہان علم وعمل کی موت کا ہے، اسی لیے عالم ربانی کی موت سارے جہان کی موت کے مترادف سمجھی جاتی ہے، اہل

Marfat.com

توحید کا سب سے محبوب اور معیاری مجلّہ ''صراط مستقیم'' اپنی ایک مستقل اشاعت شیخ رحمہ اللہ کے حالات کے لیے وقف کر کے وقت کے اس عالم ربانی کو خراج تحسین پیش کر رہا ہے، تاکہ آنے والی نسل شیخ ابن باز کے نام اور کام سے واقف رہے، اللہ کریم عالم اسلام کے شیخ ابن باز کا نعم البدل عطا فرمائے، کیونکہ علم وعمل کی مسندیں آئے دن خالی ہو رہی ہیں، لیکن انہیں پر کرنے والے نظر نہیں آ رہے۔

اللھم اغفر له وارحمه واعف عنه

❁❁❁❁

Marfat.com

امام عصر کی ہمہ جہتی خدمات اور عظیم خوبیاں

(از:......مولانا عبدالمعید سلفی مدنی)

امام ابن باز اور امام البانی کا جب نام آتا ہے تو فوراً ذہن اس طرف جاتا ہے کہ دونوں آیتان من آیات اللہ تھے اور فرمان رسول (لَا تَـزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِیْ......) کی مکمل تصویر اور اس کے صحیح مصداق اور اس سچائی کی دلیل کہ طائفہ منصورہ قیامت تک سرو سبز شاداب رہے گا، اعداء اسلام کی دشمنی سے وہ کمہلا نہیں سکتا۔ نہ حاسد سے کسی طرح کا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

امام ابن باز کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی سچائی کی دلیل بنا دیا تھا۔ اور اوصاف انسانی کا بہترین مرقع۔ انسانی کے خصائص وکمالات اور اخلاق حسنہ کا جو سچا تصور انسان کے پاس ہے اور جس کا خواب ہمیشہ لوگوں نے دیکھا ہے اور چاہا ہے کہ وہ بنی آدم کو حاصل ہو جائیں اور پھر ایک مثالی فرد اور ایک مثالی معاشرہ بن جائے اس کی زندہ تصویر اگر کسی کو دیکھنی ہو تو امام ابن باز کو دیکھ لے۔

چشم فلک نے برسہا برس کے بعد ایسا انسان دیکھا ہوگا اور سورج کی شعاعیں زمانے

مولانا عبد المعید سلفی کا تعارف:

یہ مضمون مولانا عبد المعید بن عبد الجلیل سلفی مدنی حفظہ اللہ کا یہ ہے۔ آپ کی شخصیت برصغیر ہند وپاک میں محتاج تعارف نہیں۔ اس وقت علمائے اہلحدیث میں جو چند لوگ قلم وقرطاس کے بے تاج بادشاہ ہیں ان میں آپ کا نام سرفہرست ہے؛ بلکہ آپ کا شمار صف اول میں ہے۔ آپ کا ماہنامہ میگزین ''الاحسان'' جو کہ علی گڑھ سے نکلتا ہے، آپ کے ادبی شوق وذوق کا بیّن ثبوت ہے۔

مولانا عبد المعید سلفی حفظہ اللہ کی ولادت اتر پردیس کے ضلع بلرامپور میں سن 1957ء میں ہوئی۔ آپ نے دار العلوم جامعہ سلفیہ بنارس سے سن 1977ء میں سند فراغت حاصل کی۔ سن 1978ء میں آپ کا داخلہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں ہو گیا۔ وہاں آپ نے فیکلٹی آف لغت (کلیہ لغہ) میں چار سال تعلیم حاصل کی اور سن 1982ء میں فارغ ہو گئے۔

اس کے بعد سن 1983ء سے 1985ء تک آپ نے جامعہ سلفیہ بنارس ہی میں تعلیمی وتدریسی ⇦⇦⇦

Marfat.com

بعد ایسے انسان پر عکس زیر ہو کر مستنیر و مسعود ہوئی ہوں گی عربی میں جو کہا جاتا ہے کہ فلاں نے نہ اپنے جیسا دیکھا نہ لوگوں نے اس جیسا دیکھا شیخ اس کا مکمل نمونہ تھے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ لوگوں کو ہمیشہ اس کا اعتراف رہا لیکن جب ایسا کچھ کہا گیا تو اللہ وحدہ لاشریک کے اس مؤمن بندے نے انکسار کا مظاہرہ کیا۔ کبھی کسی ناحیے سے اپنی تعریف پسند نہ کی۔ اپنی زندگی میں اپنی حیات پر تیار کتاب کو چھپنے نہ دیا۔

امام ابن باز کون تھے؟ وہ جس کے چہرے سے معصومیت ہویدا تھی۔ جس کے رخ منور پر اس کے اندرون کا نور نمایاں نظر آتا تھا جس کو دیکھ کر دلوں کے اندر انابت پیدا ہوتی تھی۔ اور چاہت ہوتی تھی کہ بس مصلی بچھا کر اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر رونا شروع کر دیا جائے

⇦⇦ خدمات انجام دیں اور سن 1986ء میں دعوت وتبلیغ کی غرض سے فیجی تشریف لے گئے۔ فیجی میں آپ نے تقریباً دس سال یعنی سن 1996ء تک دعوتی وتبلیغی مشن میں گزارا۔ اس دس سالہ مدت میں آپ نے وہاں کے مختلف مدارس میں تدریسی خدمات بھی انجام دیں۔

اس کے بعد آپ ہندستان چلے آئے اور اِس وقت آپ ہندستان ہی میں علمی ودعوتی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مرکزی جمعیت اہلحدیث دہلی سے نکلنے والے عربی جریدہ ''الاستقامۃ'' کے ایڈیٹر بھی آپ ہی ہیں۔ آپ کی چھوٹی بڑی تالیفات اور شعری مجموعے کی تعداد کوئی سو سے زائد ہے اور مضامین ومقالات کی تعداد تو لاتعداد ہے۔

آپ کے پانچ بچے اور تین بچیاں ہیں۔

آپ انتہائی ملنسار ہیں۔ 8، 9 مارچ 2008ء میں علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ پر آپ نے جمعیت اہلحدیث کے کمپلیکس اوکھلا دہلی میں ایک سیمینار کرایا تھا۔ اسی موقعے سے میری آپ سے پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ ویسے آپ کی تحریروں سے غائبانہ تعارف تو ایک زمانے سے تھا۔ آپ سے بات کر کے اور آپ کی مجلس میں بیٹھ کر بڑا لطف آیا۔

انھیں دنوں 611 صفحات پر مشتمل میری تحقیق شدہ کتاب "فتاوي للمسلمات لشيخ الإسلام ابن تيمية والعلامة الألباني، وتليها فتاوي الإمام النووي" انڈیا سے شائع ہوئی تھی۔ عرب وعجم میں یہ کتاب پہلی دفعہ شائع ہوئی تھی جس میں امام ابن تیمیہ اور علامہ البانی رحمہما اللہ کے وہ فتاوے تھے جن کا تعلق خواتین اسلام سے تھا اور ساتھ ہی امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوے بھی شامل کیے گئے تھے۔ میں نے سیمینار میں حاضرین علمائے کرام اور باذوق حضرات کے درمیان اپنی یہ کتاب مولانا عبد المعید مدنی حفظہ اللہ اور مولانا صلاح الدین مقبول حفظہ اللہ کے ہاتھوں تقسیم کرائی تھی۔

ابھی مولانا عبد المعید مدنی حفظہ اللہ کے بارے میں یہ کلمات لکھ رہا ہوں؛ جبکہ وہ کرناٹک کے ایک پروگرام میں شرکت کے لیے گئے ہوئے ہیں۔ میں نے سعودی عرب سے انھیں فون کر کے ان سے یہ مختصری معلومات لی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ موصوف کو اور ہمارے علمائے کرام کو صحت کامل سے نوازے تاکہ وہ آسانی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ دین کی خدمت کر سکیں۔

Marfat.com

اوراس شجر سایہ دار کو ہمیشہ قائم رہنے کی دعا کی جائے۔ جن کی گفتگو میں خوشبو تھی، جن کے برتاؤ میں تلطف اور ہمدردی کی وہ پھوار کہ دلوں کو چھولے۔ جو ساری دنیا میں بے حدا حساب انسانوں کے دلوں میں بستے تھے۔ جن کے لیے علماء امراء یکساں طور پر دعا گو رہتے تھے۔ جن کے علماء اور جہلاء سبھی ثنا خواں تھے۔ جن کی پہچان تھی تواضع اس نے کبھی کسی کے سامنے اپنے کو بڑا نہیں جتلایا لیکن ان سے مل کر ہر شخص نے خود کو چھوٹا محسوس کیا۔ یہ ہے اصل تواضع اور حدیث رسول کی تشریح من تواضع الله رفعه الله۔ جس کے انکسار اور عجز سے تواضع کو جامع مفہوم ملا۔ جس نے تواضع اور حلم کو نئے معانی دیے۔ ابن باز اپنے وقت کا سب سے بڑا انسان۔ سب سے بڑا بابصیرت انسان۔ سب سے زیادہ مشغول اور سرگرم کار انسان۔ انسانیت کا سب سے بڑا دوست۔ غریبوں کا سب سے بڑا ہمدرد یتیموں کا سب سے بڑا سہارا، بیواؤں کا سب سے بڑا آسرا اور مجبوروں بے کسوں کا سب سے بڑا مددگار، انسانی اخلاقی اور دینی اقدار کل کے کل ان کے اندر موجود۔ ان کے فیض کا دریا کہاں نہیں بہے۔ ان کے رشد ہدایت کے انوار کہاں نہیں پہنچے۔ اوران کے دور میں کون دوسرا فرد تھا جس کا فیض اس کی طرح ہر جگہ پہنچا۔

اس کے فیوض متنوع تھے اس کے مالی فیوض کی برکھا ہوئی اور ہر براعظم پر ہوئی۔ اس کے علم کی فیوض کی برکھا ہوئی اور چھینٹے چہار جانب پہنچے۔ ان کی بصیرت نے ایک عالم کو تابناک بنایا۔ ان کی تشفیعات سے ایک زمانہ سیراب ہوا۔ ان کی حمایتوں اور نصرتوں سے اقلیات اور مظلوموں کو سہارا اور حوصلہ ملا۔ بلکہ توانائی بھی ملی اور بسا اوقات ظالموں کی سرکوبی بھی ہوئی۔

ان کی حکمتوں اور دانشوں کے موتی کس کو نہیں ملے۔ اس کی کتاب وسنت کی دعوت براعظم سے براعظم تک پہنچی۔ اس نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کو ایک پہچان دی اور دنیا کتاب وسنت کی دعوت کی آواز سے گونج اٹھی۔ اس نے رابطہ عالم اسلامی اور اس کی متعدد شاخوں کو اعتبار استناد اور عالمیت بخشا اور اس کے ثمرات دور ونزدیک لوگوں کو ملے۔ اس نے

Marfat.com

ہیئت کبار علماء کے حوالے سے حکومت کو دینی سیاسی روشنی دی اور مشکلات کا حل نکالا اور سب سے بڑی بات عہدے اور مناصب کو اس کی ذات سے شرف حاصل ہوا۔ اور سب سے اہم بات یہ کہ اس کی شخصیت کی کشش نے اپنی طرف سارے عالم کے علماء اور مسلم تنظیموں کو کھینچا۔ اس نے شجر حق کی آب یاری کی۔ خدمت اسلام کا عظیم شرف حاصل کیا۔ مسلم زعماء وقائدین نے اس سے شرف زیارت اور راہنمائی حاصل کی۔ طلاب علم کا وہ مسیحا بن گیا۔ علماء کی عزت وشرف کا رکھوالا کہلایا۔ دعوت دین کا قافلہ سالار ٹھہرا۔ مسلمانوں کی تکلیف پر تڑپ اٹھا۔ ان کی آہ پر وہ دوڑ پڑا۔ مظلوموں کی فریاد رسی کی، بپتا پر مدد کی، مصطہدین کی حریت کے لیے ان کے جہاد میں حصہ لیا۔ روٹھوں کو منایا، لڑنے والوں میں صلح کرائی افغانستان بوسینا چیچنیا اریڑیا صومال، برما کشمیر فلپائن ہندوستان، ایران، لبنان مصر عراق ہر جگہ مظلوموں کو ہر طرح کا تعاون دیا اور دلایا۔

ان کا دل سارے جہان کا درد رکھتا تھا۔ سارے مسلمانوں کے مسائل اور ان کے خیر نصح اور تعاون کے لیے اس میں جگہ تھی۔ ان کا ہاتھ اتنا کشادہ تھا کہ کسی کو نہ نہ کہا۔ جس نے جو چاہا ان کی طلب پوری کرنے کی کوشش کی گئی۔ ان کا دستر خوان اتنا وسیع تھا اور روز کی ضیافت کا مسئلہ تھا کہ کسی امیر وکبیر کو اس کی توفیق نہ ہوئی ہوگی۔ ان کی زندگی کا لمحہ لمحہ اللہ کی عبادت، دین کی خدمت اور خلق الٰہی کی مدد میں گزرتا تھا اس کی زندگی میں منفی خانہ تھا ہی نہیں۔

امام عصر کی زندگی کے لیے عنوان طے کیا جائے تو مختصر الفاظ میں یہ عنوان بن سکتے ہیں۔ خشیت، تقوی، تواضع، حلم، تفقہ اور بصیرت دین کے لیے فداکاری منہجیت، آفاقیت، قناعت، ملت وانسانیت کے لیے نصح وخیر خواہی اور اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کے بہبود کے لیے ہر ممکن جدوجہد اور انضباط وقت۔

ان عناوین کے گرد روزمرہ ان کی زندگی کے واقعات وحکایات اتنے زیادہ ہیں کہ اگر انھیں ریکارڈ میں لایا جائے تو ان کی کمیت اور کیفیت اتنی بھاری ہوگی کہ امام عصر کی دینی وملی خدمات اپنے دور کی ساری دینی اور ملی خدمات سے بلند تر نظر آئیں گی۔ امام عصر کی ایک

Marfat.com

دن کی دینی وملی کارگزاری بسا اوقات بہت سے علماء کی کل زندگی کی کارگزاری پر بھاری ہوسکتی ہے۔ امام عصر کی تنہا دعوتی ملی اور علمی ودینی خدمات اتنی زیادہ ہیں کہ اگر انھیں میزان کے ایک پلڑے پر رکھا جائے اور ان کی معاصر کل تحریکوں تنظیموں اور علماء کی خدمات دینیہ وملیہ کو دوسرے پلڑے پر رکھا جائے تو ان شاء اللہ امام عصر کی خدمات کا پلڑا بھاری ہوگا۔ اور اگر ان کی منہجیت اخلاص فداکاری جاں سوزی اور بے نفسی کو بھی موازنے میں شامل کرلیا جائے تو پھر امام عصر کی یکتائی کا حال ہی نہ پوچھئے اللہ سب کی جہود کو قبول فرمائے۔

اس کی عظمت کی بات کیا کہیے اور اس سے لگاؤ اور محبت کی کہانی کیا بیان کیجئے لاتعداد انسانوں علماء اور زعماء کی تمنا بھی رہی اور دعا بھی کہ اللہ ان کی عمر کا کچھ حصہ لے لے اور اپنے زمانے کے ولی امام عصر ابن باز کی عمر میں جوڑے اور تادیر اسے اس دنیا میں باقی رکھے اور اس کے فیض کو جاری رکھے۔ میدان عرفات میں دعا کرنے والوں نے رو رو کر دعا کی کہ اللہ ان کی عمر کے دس سال لے لے اور ابن باز کی عمر میں اسے جوڑ دے اور دس سال مزید انھیں زندگی عطا کردے۔

زندگی کے کن کن پہلوؤں کو اجاگر کیجیے
کرشمہ دامن دل می کشد کی جا ایں جاست

انسان کے پاس اساس ہوتی ہے علم کی! منہجیت کی، تقویٰ کی، بصیرت کی، اخلاص اور للّٰہیت کی اور صلاحیت ہوتی ہے خدمت دین کی، اور خدمت خلق کی، انھیں صلاحیتوں اور اساس پر اس دنیا میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیتا ہے۔

رب کریم نے امام عصر کو وافر مقدار میں ان تمام صلاحیتوں سے نوازا تھا جو کسی انسان کو درجہ کمال تک پہنچادیں، اور اہم ترین بات تو یہ ہے کہ یہ خدشہ لگا رہتا ہے کہ انسان درجہ کمال تک پہنچتے پہنچتے ساری صلاحیتوں کے باوجود بگاڑ کا شکار نہ ہونے لگے یا مقام ارفع تک پہنچ کر اس کے اندر تغیر نہ آجائے۔ ایسا ہوا ہے اور ہوتا آیا ہے درجہ کمال تک پہنچنے کے لیے کتنوں نے چوکڑیاں بھریں اور سب کچھ بھول گئے، یا اس کی خاطر ایسا انداز اختیار کیا کہ بہروپیے بن

Marfat.com

گئے۔ کمال تک پہنچنے کے لیے راہ میں استقامت ضروری ہے اور استقامت سب کو نہیں ملا کرتی۔ امام عصر کو اللہ تعالیٰ نے استقامت سے بھی نوازا تھا اور امامت سے بھی اور ان دونوں موہبتوں سے انھیں دن بدن عروج وکمال ہی ملتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے خالق سے جا ملے۔ اور ساری دنیا میں وہ خیر کے جو پودے لگا گئے ہیں وہ بھی برگ وبار دے رہے ہیں۔

حور بعد الکور ایک بڑی بلا ہے اس فتنے سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگا کرتے تھے۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ مستقلاً انسان کی کارکردگی نیک نامی میں وسعت وپھیلاؤ ہوتا رہے اور اس میں تسلسل قائم رہے اور زندگی کے آخری لمحات تک یہ سلسلہ برقرار رہے۔ یہ انفرادیت اللہ تعالی نے امام عصر کو عطا کی تھی۔ ایسا نہیں ہے کہ اس تسلسل کو ختم کرنے کی ناپاک کوششیں نہیں ہوئیں۔ تحریکیت اور عصرانیت زدہ ایک لابی نے ایسا کرنے کی کوشش ضرور کی لیکن امام عصر اپنی اثر پذیریوں میں اتنا آگے جا چکے تھے کہ ایسی ناروا کوششیں بے اثر ہو کر رہ گئیں۔ شیخ کی وسعتیں اور پہنائیاں اتنا بڑھ چکی تھیں کہ ان کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی ہی نہیں جا سکیں اور رکاوٹ کھڑی کرنے کی ہر کوشش ناکام ہو کر رہ گئی۔

شیخ کو جو عصر ملا۔ وہ عصر زبردست تغیر پذیریوں کا عصر تھا۔ دنیا کی ساری بلائیں انسان پر ٹوٹ پڑی تھیں جس ملک اور خطے میں حضرت الشیخ کو کام کا موقع ملا وہ ملک اور خطہ بھی سب سے زیادہ ناپاک عزائم کی زد میں تھا۔ ایسے دور اور ایسے علاقے میں کام کرنا اور پورے عصر اور پورے عالم میں مؤثر بن جانا بذات خود اپنے میں ایک معنی رکھتا ہے۔ بذات خود یہ چیز ہی ایسے فرد کی عظمت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

حضرت شیخ نے اپنی زندگی کے وقفہ عمل میں پانچ ملوک کو دیکھا شاہ عبدالعزیز شاہ سعود، شاہ فیصل، شاہ خالد اور شاہ فہد ان کے سوا آل سعود کے امراء اور خصوصاً شاہ عبدالعزیز کے ابناء کے ساتھ رسم وراہ رہی اور حکومت کی تفویض کردہ ذمہ داریاں بھی رہیں۔ ساری ذمہ داریاں کس حسن خوبی سے ادا ہوئیں اور کس طرح ولاء کا تعلق برقرار رہا یہ بھی ایک نمایاں قابل عمل نمونہ ہے، دوطرفہ ولاء ومحبت کا عزت واحترام کا تعلق، حد درجہ تناصح اور فدائیت کا تعلق اور اس

Marfat.com

تعلق، کے نتیجے میں سارا عالم سرفراز، اسلامی حکومت مضبوط اور فساد زدہ دنیا میں اسلامی خدمات انجام دینے اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں بالعموم کامیاب، آل سعود کی طرف سے انتہائی درجے کی عزت واحترام کہ اکثر ابناء عبدالعزیز انھیں والد گرامی کا درجہ دیتے۔ باپ کا سا ان کے ساتھ برتاؤ کرتے۔ اور پھر پوری مملکت میں بلکہ بیرون مملکت میں بھی محبت کرنے والے علماء کا ایک بہت بڑا گروہ انھیں احترام وجذبہ محبت میں ابوت کے مقام پر فائز گردانتا تھا اور اپنے جذبہ محبت کے اظہار کے لیے انھیں والدنا کہا کرتا تھا۔

یہاں حکومت کے ساتھ تعاون ہے اور وہ بھی باہمی جذبہ محبت واحترام اور اپنائیت کے ساتھ۔ اور ایک مشن کی تکمیل کے لیے امام عصر کو رہبر وراہنما تسلیم کیا گیا اور اسلامی برتاؤ وسلوک کے ساتھ، اور امام عصر کی طرف سے کوئی کوتاہی بھی نہیں حکمرانوں کو سمجھانے بجھانے میں، اور ان کو تنبیہ کرنے میں نہ ہی ان کی لغزشوں کو کبھی جائز ٹھہرایا گیا۔

دوسری طرف سارے عالم اسلام میں عصرانی علماء اور تنظیمیں حکمرانوں کے خلاف بغاوت کا جھنڈا اٹھائے ہوئی تھیں اور حکومت الٰہیہ کے قیام کے کھوکھلے نعرے پر مگن تھیں۔ اس ٹکراؤ کے نتیجے میں اصلاح وتربیت کا کام پس پشت چلا گیا، اور حرث ونسل کی وہ تباہی ہوئی کہ الامان والحفیظ اور خود یہ علماء اور تنظیمیں بھی غارت ہوگئیں اور مسلم معاشرے میں الحاد، رفض سنت تخفیف دین، تخفیف عقیدہ، خلفشار وانتشار، اور آوارہ فکری کا سبب بن گئیں۔ یہ تنظیمیں اوران کے زعماء وافراد جو اپنی غلط سوچ اور غلط رویے کے سبب اپنے کیفر کردار کو پہنچ گئے انھیں باز دید کی توفیق نہیں ملتی۔ انھیں اپنے انحراف کے سبب اپنی اور ملت کی تباہی پر پچھتاوا نہیں ہے۔ اس کے برعکس یہ امام عصر کو طعنے دیتے پھرتے تھے اور انھیں حکومت کا آلہ کار اور ناسمجھ گردانتے رہے جبکہ خود سارے عالم میں ان تحریکوں اور ان کی ذریت کو ان کے دائرے سے باہر جن سے سب سے زیادہ فیض پہنچا وہ یہی شیخ ابن باز تھے۔ لیکن جن کے اندر انقلابی شورا شوری کے سبب غیرت مروت اور شہامت ہی مرگئی ہو، ان سے احسان شناسی اور جذبہ تشکر کی امید رکھنا عبث ہے۔

Marfat.com

اسلامی تاریخ کا یہ سنہرا باب ہے اور اس کی مثال قرون خیر کے بعد دوسرے عصور میں ملنی محال ہے سوائے چند ایک کے۔نظام حکومت میں شمولیت حاصل ہو پورے شاہی گھرانے میں علماء کو مکمل ادب واحترام حاصل ہو اور شیخ وقت کو رہبر وراہنما مانا جائے اور اس کی زیارت کو دینداری ثواب اور عزوشرف تسلیم کیا جائے۔ ایسی مثال قرون خیر کے بعد پوری تاریخ اسلام میں عنقا ہے۔لیکن جو انسانیت کی سطح سے اتر کر بندر صفت بن گئے۔ان کے لیے سب کچھ بس اچھل کود ہے۔سب کچھ یکساں ہے۔

ہندوستان کی پوری تاریخ میں ایک مثال بھی ایسی نظر نہیں آتی جس طرح کے تعلقات آل سعود اور علماء سعودیہ خصوصاً اور عام علماء کے درمیان عموماً ہیں لیکن اس کے باوجود برصغیر کے اکثر مولوی تعنت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور جب آل سعود کی بات آئے تو کانھم حمر مستنفرہ فرت من قسورہ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جب کہ ہندوستانی مولویوں کی ذہنیت یہ ہے کہ جو ان پر مسلط ہو گیا چاہے کسی مذہب کا ہو کسی ذات کا ہو نیچ ہو ذلیل ہو کمین ہو اس کو کندھے پر اٹھائے پھرتے ہیں ایک تھے۔ میر عثمان علی خان آصف جاہ سابع دولت حیدر آباد کے فرماں روا۔ایک طوائف زادہ تشیع زدہ بدترین کمترین حسن کی تلاش میں طوائف کے کوٹھوں پر چڑھنے والا اور غیروں کی حسین جوروؤں کو اٹھوا لینے والا مگر برصغیر کے بڑے بڑے مولوی اس کی بارگاہ میں لائن لگائے رہے۔ اشرفی چڑھا کر رکوع کی حالت میں غلامی کا پٹہ باندھ کو حاضری دیتے رہے اور چند سکوں کے لیے گھگھیاتے رہے وہ بھی اور ان کی ذریت بھی جو غیر مسلم لیڈروں کی جوتی سیدھی کرتی ہے اور ان کے مرنے پر قرآن خوانی کرتی ہے آل سعود کا نام آنے پر مسخنانے لگتی ہے۔

بہرحال کسی کے منمانے اور ہنہنانے سے حقیقت بدل نہیں سکتی ہے نہ تاریخ بدل سکتی ہے۔ وقت کا پہیا چلتا رہتا ہے۔کام کرنے والے کام کرتے رہتے ہیں۔اور ممنانے ہنہنانے والے منمانے اور ہنہناتے رہتے ہیں۔

یہ امام عصر کا کمال تھا کہ آل سعود نے ان پر اعتماد کیا اور انہوں نے آل سعود پر اعتماد کیا

Marfat.com

اوردونوں کے تعاون سے خدمت دین، خدمت علم خدمت خلق، خدمت ملت اور خدمت انسانیت کا وہ کام ہوگیا کہ وہ تاریخ اسلام کا خصوصاً اور تاریخ انسانیت کا عموماً ایک سنہرا باب ہے۔ اور اس اشتراک سے وہ کام انجام پایا کہ تمام علماء تنظیمیں اور مسلم ممالک اور مسلم اقلیتیں مل کر اس کا عشر عشیر نہ انجام دے سکیں بلکہ سب کی کل کارکردگی میں ان کے تعاون کی حصہ رسدی رہی۔

امام عصر کی عظمت قابل دید ہے انہوں نے عالمی اسٹیج پر مسلمانوں کی سربراہی کی۔ پہلے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں عالمی اسٹیج ملا اور پوری دنیا سے آئے ہوئے طلباء کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری لی اور ایسی ذمہ داری نبھائی کہ طلباء اساتذہ اور عملہ کے لیے ایک نمونہ بن گئے اور ان کی ایسی پرورش کی کہ سب کے لیے ایک شفیق باپ بن گئے اور گرویدگی کا یہ عالم کہ دنیا عش عش کرا ٹھے۔ ایسا منظر شاذ ونادر دیکھنے کو ملتا ہے اور پھر اسے ایسا اسٹیج بنا دیا کہ اس وقت دنیا کا سب سے زیادہ فعال اسلامی ادارہ بن گیا اور ساری دنیا میں ہر طبقے میں اس کے اثرات پہنچ رہے ہیں اور کتاب وسنت کی تعلیمات کی اشاعت کا ہر طرف چرچا ہورہا ہے۔ 1962ء میں اس ادارے کی تشکیل کے موقع پر بہت سے تعقل پسند خچر نصاب تعلیم لے کر پہنچے تھے۔ مودودی صاحب کی بھی ایک پیشکش تھی ندوۃ، علی گڑھ اور دیگر اداروں کے نصاب تعلیم کا ایک خلاصہ۔ ان کی اپنی سوچ کے ڈھانچے میں تیار شدہ۔ جس میں دانشوری زیادہ تھی اسے کل کا کل رد کردیا گیا تھا جس کا انھیں بہت دکھ تھا ڈاکٹر اسرار احمد نے یہ واقعہ بیان کیا ہے منیٰ میں ان کی غم کی صورت حال انہوں نے دیکھی تھی۔ اگر یہ دانشورانہ نصاب تعلیم ہوتا تو جامعہ اسلامیہ سے دانشوروں مادہ پرستوں اور ہڑ بونگیوں کی کھیپ پیدا ہوتی، اللہ کا شکر ہے کہ ارباب جامعہ نے اس وقت نہایت دوراندیشی کا ثبوت دیا اور منہج سلف کو تعلیمی نصاب میں ترجیح دی جس کے اچھے ثمرات سب کے سامنے ہیں۔ اس وقت جامعہ اسلامیہ کے فارغین سارے عالم میں سب سے یادہ متحرک نشیط اور سرگرم ہیں اور ہمہ جہتی طور پر دین کا کام کررہے ہیں اللہ اسے پائیدار بنائے۔ آمین

Marfat.com

جامعہ اسلامیہ کے سارے فارغین شیخ ابن باز سے دلی وابستگی رکھتے تھے اور آج بھی انھیں اپنے دل میں بسائے ہوئے ہیں اور ان کا تذکار علم وتقویٰ اور خدمت دین وخدمت ملت ہوتا رہتا ہے۔ اور جامعہ ہی کے فارغین کو ملک وبیرون ملک دعوت وتبلیغ تعلیم وتدریس اور تربیت کے لیے چنا گیا اور اب تک یہ سلسلہ چل رہا ہے۔

عالمی اسٹیج پر انھیں رابطہ عالم اسلامی کی مجلس تاسیس کی صدارت ملی، اس کی فقہ اکیڈمی کی صدارت ملی، المجلس الاعلی للمساجد کی صدارت ملی۔ اور شیخ نے اس کا حق ادا کیا عالمی مسائل کو حل کرنے کے لیے جس قدر دوراندیشی بصیرت بے تعصبی حق پسندی اور خیر خواہی کی ضرورت تھی ان سب سے حضرت الشیخ کو حصہ وافر ملا تھا۔ بڑے سے بڑے گمبھیر مسائل کی عقدہ کشائی بھی امام عصر کے ذریعہ ہوئی تھی اور اگر کہیں گتھی لاینحل ہو تو معمول یہ تھا کہ دو رکعت نماز ادا کرتے اور رب کریم سے اس کے حل کے لیے دعا کرتے اور رب کریم انھیں مسئلے کا حل سمجھا دیتا۔ دنیا کے فقہاء دانشور اور متخصصین اکٹھا ہوتے ان کے محاضرات ہوتے اور شیخ کی صدارت ہوتی شیخ کی بابصیرت علمی تعلیق ہوتی اور لغزش پر تنبیہ ہوتی۔ حق کی وضاحت ہوتی اور علماء کی قدر وقیمت بیان ہوتی اور عزت افزائی ہوتی۔

رابطہ کے اسٹیج سے انہوں نے دعوتی علمی فقہی مسائل کو عالمی پیمانہ پر بڑھایا، صحیح جہت میں صحیح ڈھنگ سے اور صحیح اصول پر پیش کیا اور ایک جہان کو ان سے راہنمائی حاصل ہوئی۔ اس کے ساتھ انہوں نے اس کے ذریعے سے سارے عالم میں دعوتی کام کو پھیلایا اور خدمت خلق کا سامان مہیا کیا۔ ان کے ہوتے رابطہ کے امور صحیح رخ پر چلتے اور انھیں صحیح جہت ملتی رہی تفصیلات اس قدر ہیں اور ریکارڈ اتنے کثیر ہیں کہ انھیں پیش کرنے والے مجلدات میں پیش کرسکتے ہیں۔ تمام براعظم سے آئے ہوئے لوگ رابطہ کے اسٹیج پر شیخ سے مالی اخلاقی دینی ہر اعتبار سے مستفید ہوتے تھے۔

شیخ کو بحوث علمی افتاء دعوۃ اور ارشاد کے اداروں کی صدارت ملی ہوئی تھی تقریباً دو دہے تک شیخ کی نگرانی میں یہ سارے کام ہوتے رہے۔ اور اس ادارے کے تحت اور علی حساب

Marfat.com

الشیخ کی نگرانی میں شیخ علیہ الرحمہ نے سارے عالم میں ہزاروں داعی مفتی مدرس خطیب دینی اداروں کے مدیر متعین کر رکھے تھے ان اداروں کے تحت اور شیخ کے نجی اشراف میں دعوت وتبلیغ کے سوا مساجد کی تعمیر، مدارس کی تعمیر، کتابوں کی طباعت اور مفت تقسیم مصاحف اور تراجم قرآن کی طباعت وتوزیع ہوتی رہی اور سارے عالم میں یہ فیض پہنچتا رہا۔ اس کے ساتھ غریبوں، بیواؤں محتاجوں اور یتامیٰ کی کفالت کرتے رہے۔ پھر حکومت نے دعوت وارشاد اور اوقاف کو ملا کر ایک منسٹری بنادی اور افتاء کا شعبہ الگ کر کے شیخ ابن باز کو مفتی عام بنادیا گیا لیکن شیخ کی دعوتی سرگرمی میں کوئی کمی نہ آئی نہ ان کی مرجعیت میں کوئی کمی واقع ہوئی اور جو وزارت کی کرسی پر بیٹھنے کے لیے بے تاب تھے تھوڑے ہی دنوں کے بعد الگ کیے گئے۔

وزارت بننے کے بعد بھی شیخ کی ہمہ جہتی خدمات میں کمی نہ آئی بلکہ دن بدن ان میں اضافہ ہوتا ہی رہا اور آخر تک ان میں اضافہ ہوا۔ اور علماء عوام طلباء امراء اور اغنیاء کی ان سے وابستگی بڑھتی ہی رہی اور ان کے اوپر لوگوں کا اعتماد پختہ ہی ہوتا گیا۔ ملک اور بیرون ملک ہر جگہ انھیں مراجعیت حاصل ہوئی۔

ایک طویل وقفے میں ایسی ادارے سے جس کی حیثیت بھی عالمی تھی اور جس کا حجم رابطہ سے کہیں زیادہ بڑا تھا اور جس کی مرجعیت بھی بہت زیادہ تھی۔ لاکھوں کروڑوں انسانوں کو اس کا فیض پہنچا۔ اور شیخ نے اس کا فیض لوگوں تک پہنچایا اور تمام براعظم میں اس کے دعاۃ اس کے نمائندے گئے اور اقلیات کو نیز عام مسلمانوں کو اور لوگوں کو ان کا فریضہ یاد دلایا غریبوں کی خبرگیری کی محتاجوں کی ضرورت پوری کی لوگوں کو تعلیم کی طرف راغب کیا۔ یہ ادارے علمی، دعوتی، تعلیمی اور خدمت خلق کے اعتبار سے اتنے مؤثر رہے کہ عالمی طور پر اس کے زبردست گہرے اثرات محسوس کیے گئے۔

شیخ ابن باز ھیئۃ کبار علماء کے بھی صدر رہے اور نوازل میں انہوں نے حکومت کی راہنمائی کی حکومت کو درپیش نئے حالات اور نئے مشکلات کا اس ادارے نے حل تلاش کیا سماجی سیاسی، اقتصادی اور علمی ترقیوں اور تبدیلیوں کے سبب مسلم فرد اور سماج کے سامنے جو

Marfat.com

مسائل کھڑے ہوئے اس ادارے سے وابستہ محققین اور مجتہدین نے انھیں حل کیا۔ اس ادارے کے فقہی بحوث ومقالات حدرجہ وقیع اور معتدل ہوتے ہیں۔ سعودی حکومت تمام نئے مسائل میں اس ادارے کی طرف رجوع کرتی ہے اور اس کے مطابق عمل کرتی ہے۔ یہ سعودی حکومت کا دینی تھنک ٹینک ہے۔

شیخ ابن باز کی صدارت میں اس ادارے نے کتاب وسنت کی روشنی میں تمام نو پدید مسائل کا حل تلاش کیا ہے سعودی عرب کے ممتاز بابصیرت اور فقہ واستنباط بحث ونظر کی صلاحیت سے آراستہ علماء اس کے رکن ہوا کرتے ہیں اس ادارے کی حیثیت ملی ہے لیکن اس کی افادیت عالمی ہے اور اس کے معزز اراکین شیخ ابن باز اور شیخ ابن عثیمین کی عالمی حیثیت نے اسے عالمی بنا دیا۔

شیخ ابن باز ایک عظیم فقیہ تھے ان کی فقہی بصیرت بالکل نمایاں رہی ہے، مفتی عام بھی رابطہ کی فقہ اکیڈمی کے صدر بھی، اور ھیئۃ کبار علماء کے بھی صدر، تین تین فقہی ذمہ داریاں ان ذمہ داریاں سے عہدہ برآ ہونا کھیل نہیں۔ ان کا علمی وفقہی مقام اس قدر بلند تھا کہ پورے عالم میں لوگ ان کے طرف فتوی حاصل کرنے کے لیے رجوع کرتے تھے اور ان پر اعتبار بھی کرتے تھے۔ انھیں فقہی جہود کا نتیجہ ہے کہ اب تک شیخ کے فتاویٰ کی 32 بتیس جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ اللجنة الدائمة کی طرف سے صادر فتاویٰ میں مشترکہ فتاوی ان کے سوا ہیں۔

شیخ کی فقاہت ہمیشہ مسلم رہی اللہ تعالیٰ نے انھیں بصیرت وفقاہت عطا کی تھی۔ وہ اللہ کے نیک بندے تھے اس لیے انھیں یہ عطائے خاص حاصل تھی۔ فرمان رسول ﷺ ہے:

((من يرد الله به خيرا يفقهه فى الدين .))

''اللہ تعالیٰ جس کے لیے خیر چاہتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے۔''

اور شیخ کی فقاہت روایتی فقاہت نہ تھی انھیں اللہ تعالیٰ نے کل دین کا فقیہ بنایا تھا اس کا نتیجہ تھا کہ علوم اسلامیہ میں بھی انھیں بصیرت حاصل تھی۔

تفقہ فی الدین نے امام عصر کے فتاویٰ کو جو روپ رنگ دیا تھا اور جس طرح ان کی تشکیل

Marfat.com

کی تھی وہ اپنے آپ میں بالکل نمایاں خصائص کے حامل ہیں۔ فتاویٰ کی خوبیوں کی بنیاد پر انھیں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی مختلف موضوعات پر رسائل کی شکل میں بھی فتاویٰ شائع ہوئے اور دنیا کے جرائد ومجلّات میں لاتعداد زبانوں میں انھیں شائع کیا گیا اور پڑھا گیا۔ دنیا کے ہر خطے میں مختلف زبانو ں میں انھیں پہنچایا گیا اوران سے استفادہ کیا گیا۔ ''نور علی الارب'' ٹی وی پروگرام میں ان کے فتاویٰ کو عالمی مقبویت حاصل ہوئی۔

شیخ کے فتاویٰ میں یسر وسہولت بالکل نمایاں نظر آتی ہے۔ فتاویٰ چونکہ عقیدہ وعمل کے لیے ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کا آسان اور سہل ہونا بہت ضروری ہے۔ فتاویٰ کی تاریخ میں شیخ ابن باز کے فتاویٰ آسانی اور سہولت میں ممتاز ہیں۔ ایک عام پڑھا لکھا آدمی بھی ان سے استفادہ کرسکتا ہے اورانھیں سمجھ سکتا ہے فتاویٰ کی پر پیچ روکھی بے رونق اور قانونی زبان کو شیخ نے ارشاد وہدایت کی زبان میں بدل دیا۔ دراصل ان کا کمال یہی ہے کہ ہر حیثیت سے ان کی شخصیت اوریجنل ہے۔ عام مفتیان کرام فتویٰ کے پرچلت اور متداول اسلوب اورزبان کی بندھن سے خودکوآزادنہیں کراپاتے۔ لیکن شیخ کی بات ہی اور ہے۔ ان کی علمی اصالت، ان کی شخصی اصالت، ان کی اجتہادی اصالت، ان کی فقہی اصالت بالکل اپنا الگ رنگ رکھتی ہے وہ کسی بندھن میں انہیں پڑتے۔ تواضع اور حلم ایسا کہ کہیں ذرہ برابرانا اور شخص شیخ کی اپنی تعبیر وتشریح میں نمایاں نہیں ہوتا ہے ہضم ذات اور بے نفسی ہر ہر جنبش لب اور جنبش قلم میں نمایاں ہے اور دینی دعوتی تقاضے کے مطابق ان کی ہر تحریر وتقریر بالکل نمایاں رنگ کی بھی حامل ہے۔

دراصل یہی وہ خوبی ہے مشائخ سعودیہ میں شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب سے لے کر امام عصر ابن بازوابن عثیمین تک رحمہم اللہ اجمعین جوکہیں بھی دیگر مشائخ میں زیادہ نمایاں نہیں ہے۔ سلفی علماء جہاں بھی ہوں ان کے اندر یہ خوبی نمایاں رہنی چاہیے اور بڑی حدتک رہتی ہے۔ لیکن غیروں کے ہاں تحریروں میں ہضم ذات مشکل سے ملے گی۔ بات یہ ہے کہ دوسرے تصوف یاتفلسف کے حوالے سے بات کرنے کے عادی ہوتے ہیں اور دونوں میں ادعا اور اظہار ذات لابدی ہے اور سلفیت میں ادعا اوراظہار ذات کی گنجائش نہیں یہاں دین کی خاطر

Marfat.com

خود کو فنا کرنا پڑتا ہے مستند اور معتبر سلفی علماء اکثر اپنی دینی تحریروں میں اظہار ذات اور حب الظہور کے مظاہرے سے بچتے ہیں۔

شیخ کے فتاویٰ کی دوسری گراں قدر خوبی یہ ہے کہ ان کے فتاوی میں مسائل کو صحیح نوعیت میں پیش کیا جاتا ہے اور مختلف عصور میں مذہبی کھینچ تان اور مسلکی تعصّبات کی بناء پر تاویل باطل کا جو چکر چلا آیا ہے اس سے قطعاً احتراز کیا جاتا ہے، اس لیے مسائل کو ارشاد الٰہی اور فرمان نبوی کی روشنی میں بتادیا جاتا ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے قلوب واذہان اسوۂ رسول سے جڑ جاتے ہیں اور انھیں دینی مسائل منطق فلسفہ کے مسائل نہیں معلوم ہوتے۔ نہ صدیوں کے قیل وقال کے پشتاروں کو انھیں ڈھونا پڑتا ہے۔ اور نہ تعصّبات کی الجھنوں سے انھیں دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ہوا یہ ہے کہ دینی مسئلے کی صحیح نوعیت مسلکی ضد بازیوں کی نذر ہوگئی ہے اور مسئلے آسان ہونے کے بجائے مشکل بن گئے ہیں اور ایک صحیح مسئلہ بھانت بھانت کی شکل اختیار کرگیا ہے پھر جبر یہ اسے عوام پر لاد دیا گیا اور اسے فقہ وفقاہت سے جوڑ دیا گیا اور پھر اس کے تحفظ کے لیے مسلکی تعصب اور حزبیت کا پہرہ بٹھا دیا گیا۔ امام عصر کی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے دینی مسائل کو وقتی وزمانی حدبندیوں، شخصی فکر وفہم کی چھاپ، اور تقلیدی تعصب اور جبر کے جہنم زار سے باہر نکالا۔ اور ان کو ان کی صحیح نوعیت میں پیش کیا اس سے ان کے تربیتی تعلیمی اور اصلاحی پہلو نمایاں ہوگئے اور انھیں جو نزاعی مسائل کی حیثیت ملی ہوئی تھی ختم ہوگئی۔ پورے عالم میں اس نبوی سلسلے کو پھیلانا اور علماء وعوام میں اس کی ترویج واشاعت کرنا ایک تجدیدی عمل ہے۔ امام عصر نے افتاء سے تجدیدی عمل کا کام لیا۔ اور سارے عالم کے مسلمانوں کو اس سے متاثر کیا اور ان کی اصلاح کی۔

شیخ کے فتاوی کا ایک تیسرا پہلو یہ ہے کہ انہوں نے جدید معاشی سیاسی سماجی... مسائل پر بھی فتاوے دیے یہ فتاوے بھی اپنی ممتاز نوعیت کے ہیں۔ ان کے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک قلب مطمئن الحادی نظریات اور مغربی افکار کے دباؤ میں ذرہ برابر نہیں ہے اس نے ان مسائل کو بھی کتاب وسنت کی روشنی میں حل کیا ہے اور دینی واسلامی روح ان کے اندر

Marfat.com

ہو بدا ہے۔ اور نئے سے نئے مسائل کے اندر اس کی پارکھ بصیرت حقیقت کو دیکھ لیتی ہے اور حق کو تلاش کر لیتی ہے۔ اس کی ایمانی قوت کے سامنے سب ڈھیر ہو جاتے ہیں ان کے اوپر نہ کسی کی دانشوری کا دباؤ بنتا ہے نہ کسی ترقی وعروج کی دہائی کا نہ کسی مشرق کا نہ کسی مغرب کا۔ ان کا قلب مطمئن کتاب وسنت کے فرامین اور دلائل پر مطمئن ہے اور رضائے الٰہی کے لیے جہد پیہم میں لگا ہے۔ مزاج عصر یہ بن گیا ہے کہ نوازل پر لب کشائی دانشوری اور خیال آرائی کے لیے وہ بزم سجی ہے اور وہ بھانت بھانت کی بولیاں ہیں کہ ایک سنجیدہ مسلمان حیرانی میں پڑ جائے۔

امام عصر کا یہ حال تھا کہ جس کام پر وہ لگتے تھے تو ایسا لگتا وہ اس کے امام ہیں۔ جب دعوت دین پر گفتگو کرتے تھے اور اس میں انھیں انہماک ہوتا تھا تو ایسا لگتا تھا ہر پہلو سے وہ امام دعوت ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ وہ اپنے فتاوی تقاریر تحریر بیانات ردود نقاش اخلاق عمل ہر ایک کے ذریعہ داعی تھے۔ اپنی ساری سرگرمیوں سے داعی تھے ان کی اصلی پہچان دعوت سے تھی۔ اگر احصاء کیا جائے تو بواسطہ یا بلا واسطہ لاکھوں انسانوں نے ان کی داعیانہ مساعی کے ذریعہ اسلام قبول کیا ہوگا۔ رات دن دعوت ان کا شغل شاغل تھا۔ شیخ رحمہ اللہ 18 گھنٹے یومیہ کام کرتے تھے اور زندگی میں انہوں نے کبھی چھٹی نہ لی متواتر کام میں جٹے رہے اور اپنی ساری صلاحیت وقت دولت منصب مرجعیت اور حیثیت سب کچھ فروغ دین اور خدمت ملت میں لگا دیا۔

دعوت دین کے لیے امام الہدی فی العصر کے اندر اتنی تڑپ تھی کہ انہوں نے زندگی کا ہر لمحہ جو میسر تھا اسے دعوت دین میں لگا دیا۔ مساجد میں محاضرات ایام حج میں توعیہ میں محاضرات۔ عشاء بعد درس، عصر بعد درس، مغرب بعد درس، فجر بعد امہات کتب کے دروس اور اس کی تشریح وتوضیح، علوم الحدیث کا درس، عقیدے کا درس، قرآن کریم کا درس۔ ان منضبط دروس میں باقاعدہ شرکت کرنے والے سینکڑوں لوگ ہوا کرتے تھے اور مختلف میدان ہائے عمل کے ہوا کرتے تھے۔ یہ دروس زندگی میں کبھی نہ بند ہوئے، ہر جگہ یہ سلسلہ جاری رہا۔

Marfat.com

دعوت و تبلیغ میں انہماک کا یہ عالم کہ جب بھی جہاں بھی موقع ملا یہ سلسلہ جاری ہوگیا۔ ٹیلیفون کے ذریعے لوگ سوال پوچھ رہے جواب مل رہا ہے کئی کئی ٹیلیفون کام کر رہے ہیں۔ مرد بھی پوچھ رہے ہیں، عورتیں بھی پوچھ رہی ہیں۔ جوان بھی اور بوڑھے بھی۔ شہر سے بھی سوال آرہے ہیں اور ملک و بیرون ملک سے بھی، اور محفل میں حاضر لوگ بھی سوال پوچھ رہے ہیں۔ خطوط کے جوابات بھی لکھائے جارہے ہیں۔ اور لوگوں کی طلب پر سفارشی خطوط بھی تیار ہورہے ہیں۔ تزکیہ و توصیہ بھی دیا جارہا ہے۔ اور اگر بیچ میں موقع مل گیا تو مراجع اسلامیہ کا مطالعہ ہورہا ہے۔

خلق الٰہی کی ہدایت کے لیے وہ تڑپ، احیاء دین اور اماتت بدعت کے لیے وہ لگن، ملحدوں گمراہوں اور منکرین حق کی اصلاح کی وہ خواہش کہ پائے ثبات میں لغزش کے بغیر ہمت و حوصلہ میں سستی آئے بغیر ہمہ آن رواں دواں۔ کیا فولادی حوصلہ تھا امام عصر کا اور کیا عزیمت تھی ان کے اندر۔ کہیں بھی گمراہی پھیلے، انسان پر بلا آئے، دین کے خلاف گفتگو ہو امام عصر بے تاب، اس کا نوٹس۔ دعوت کا ایک بڑا ذریعہ شیخ نے مراسلت کو بنا رکھا تھا اور اس سے متعدد کام لیتے تھے انہوں نے حکمرانوں کو خطوط لکھے، اور ان کی لغزشوں پر انھیں ٹوکا اور راہ حق پر آنے کی انھیں تلقین کی تونس کے صدر جیب بورقیبہ، قذافی، خمینی اور صدام وغیرہم کو انہوں نے راہ راست پر لانے کی کوشش کی، اور بہت سے امراء حکمرانوں کو ملک میں اسلام کے نفاذ کے لیے لکھا۔ بعض ظالم غیر مسلم حکمرانوں کو سرکشی سے باز رہنے کو کہا اور مسلمانوں کو ستانے سے روکا، اسلامی تنظیمات کے ذمہ داروں کو خطوط کے ذریعہ راہنمائی کی۔ پریشانیوں میں ان کی دلبستگی کی اداروں کے ذمہ داروں کو دعائیں دیں اور دین کی ترقی کے لیے کوشش کرنے کو کہا۔ کامیابی پر انھیں مبارک باد دی۔ منکرات پر اخبارات مجلّات اور ٹی وی پر بیان اور رد روزمرہ کا معمول۔

شیخ نے حاجت مندوں کی حاجت برآری کے لیے سفارش کو ایک اہم ذریعہ بنایا۔ انہوں نے سفارشی خطوط مختلف جہات میں لکھے یونیورسٹیوں کالجوں اداروں سے لے کر

Marfat.com

مدیروں اور ذمہ داروں کو سفارشی خطوط لکھے۔ ملک سے لے کر امراء تک سفارشی خطوط لکھے، مختلف وزارتوں سے لے کر مختلف سکریٹریٹ تک سفارشی خطوط لکھے، نجی طور پر اصحاب ثروت اور ذی وجاہت لوگوں کو سفارشی خطوط لکھے۔ نہ حاجت مندوں کی کمی، نہ سفارشی خطوط کی، روزانہ حاجت مندوں کا جمگھٹا اور روزانہ سفارشی خطوط کا صدور، دل کو مسرت یہ ملتی کہ ضرورت مند کا کام بن جائے۔ اس کی پروانہیں کہ سفارشی خطوط کی کثرت پر لوگ کیا کہیں گے۔ اور بے نفس اپنے ذات کے لیے کہاں کام کرتا ہے وہ تو چاہتا ہے بس دوسرے کا بھلا ہوجائے۔ ان سفارشی خطوط نے لاکھوں انسانوں کا بھلا کیا ہوگا۔ اکثر بڑے لوگ اس کو زحمت تصور کرتے ہیں اور اگر کبھی مجبور ہوں تو بڑے ہیص بیص کے ساتھ یہ کام کرتے ہیں۔ امام عصر کے سفارشی خطوط کا لب ولہجہ ہمدردی کا ہوتا سائل ومسئول کے حق میں دعائیں ونصیحت ہوتی تھی اور حاجت مند کی حاجت کا تذکرہ اور حاجت پورا کرنے والے کے لیے اجر وثواب کا ذکر۔ خطوط کو پڑھ کر مشفوع کے اندر اسلامی حمیت جاگ جانا طے تھا اور شیخ کی وقعت بھی اس پر واضح ہوجاتی۔ ان خطوط کا ہمیشہ یکساں اثر نہیں ہوتا نہ اس کا امکان ہے لیکن عموماً سفارش اپنا کام کرجاتی۔

شیخ زندگی بھر غریبوں اور محتاجوں کے لیے تڑپتے رہے اور ان کے لیے ہر ممکن انتظام کرتے رہے۔ حکومت نے انھیں جو بجٹ دے رکھا تھا، یا جو اپنے جیب سے خرچ کرتے تھے اس سے کہیں زیادہ ان کے محبین شیخ کے مشروعات میں رقمیں جمع کرتے تھے اور شیخ کے پاس بیواؤں، یتیموں کے لیے پروجیکٹ تھا غریبوں حاجت مندوں کے لیے پروجیکٹ تھا، تعمیر مساجد، مدارس مراکز اور اداروں کے لیے بجٹ تھا طباعت کتب وتقسیم کتب کے لیے بجٹ تھا، مجاہدین کے لیے بجٹ تھا اور حکومت کے متعین کردہ تبرعات جمع کرنے والے لجان کے ساتھ تعاون تھا فتوؤں سے مشوروں سے اپیلوں سے منکوبین وحوادث کے شکار لوگوں کے لیے بجٹ تھا، نوجوان جو شادی نہیں کرسکتے تھے ان کے تعاون کے لیے بجٹ تھا۔ مقروض ومسافر کے لیے بجٹ تھا۔ دعوت وتبلیغ کے لیے تعلیم کے لیے علماء اور طلباء کے لیے بجٹ تھا۔

Marfat.com

نومسلموں کے لیے مشروع تھا غرضیکہ مسلم سماج ومعاشرہ میں احتیاج، پریشانی، الجھن، مصیبت، جبر، تعلیمی ترقی، دینی فروغ، اکرام علماء وطلباء وغیرہ کے مدوں میں جو جائز شکلیں ہوسکتی تھیں تعاون حاصل کرنے کی اور دینے کی ان تمام صورتوں میں شیخ نے معاونت کی اور دل کھول کر کی۔ للہ فی اللہ کی دلی مسرت کے ساتھ، اور رضائے الٰہی کے لیے۔

شیخ کے اس طریقہ کار کو دیکھ کر گلف میں خدمت دین، خدمت علم اور خدمت خلق کا ایسا ماحول بنا کہ ہر صاحب حیثیت نے کچھ نہ کچھ کرنے کا مزاج بنالیا اور بہت سے ادارے بھی وجود میں گئے اور ان سارے کاموں کی انجام دہی کے خواہش مند ہوئے جو شیخ ابن باز کرتے تھے۔ ایک عام تنخواہ دار بھی خواہش مند ہوتا ہے کہ غریب ممالک میں کوئی مسجد بنوادے اور اس کے حق میں صدقہ جاریہ کا انتظام ہوجائے۔

شیخ نے خلق الٰہی کے تعاون میں وہ کارنامے انجام دیے ہیں اور عالمی پیمانے پر کہ اس سے پہلے مسلم تاریخ میں اس کی مثال مشکل ہے دنیا کے ہر کونے میں شیخ کا علمی ومالی فیض پہنچا۔ خود ہندوستان کی مثال سامنے رکھیں۔ یہاں جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت دیوبندی ندوی اوراہل حدیث ادارے اور علماء جن کا تعلق باہر سے بن گیا سب بلاواسطہ یا بالواسطہ شیخ ابن باز کے فیض سے بہرہ یاب ہیں۔ اس پر قیاس کر لیجیے دوسرے ملکوں کو اور اگر دیکھا جائے تو برصغیر کے سوا دیگر ممالک میں علی الاطلاق تمام مسلمانوں نے ان کا فیض حاصل کیا ہے۔ علمی بھی اور تعاونی بھی۔

پوری زندگی میں امام عصر کی علمی دعوتی اور تعلیمی رفاہی کارکردگی کتنی ہے اسے کوئی ریکارڈ نہیں کرسکتا ہے اگر ایک ٹیم مل کر آپ کے فیوض مآثر اور کارناموں کو جمع کرنا چاہے تو اس کے بس کی بات نہیں۔ اگر کوئی شیخ کی روزمرہ کارکردگی کے ایک مہینہ کا ریکارڈ بنانا چاہے تو وہ بھی مجلدات میں آئے گا۔ مثلاً اگر شیخ نے روزانہ سو آدمیوں کا کام نمٹایا ہے 20 آدمیوں نے آپ کے دسترخوان پر بیٹھنے کا شرف حاصل کیا ہے 50 لوگوں نے آپ سے فتویٰ پوچھا ہے 50 آدمیوں نے آپ سے ملاقات کی ہے 4 گھنٹہ آپ نے پڑھایا اور درس دیا ہے مہینے میں

Marfat.com

کئی محاضرات دیے ہیں۔ معمول کے مطابق اپنا آفس ورک کیا ہے تو ان روزمرہ کے اوسط کے کاموں کا ایک ماہ رکا ریکارڈ کیا ہوگا۔ حسب ضرورت تفصیل میں جائیں تو ان کا مجموعی ضخمہ کافی بڑا ہوگا۔ شیخ کے کاموں اور سخاوت کی ہزاروں نہیں لاکھوں مثالیں ہیں چند ایک ملاحظہ کریں:

مکے میں ایک بیوہ بے گھر تھیں۔ انہوں نے امام عصر سے گزارش کی کہ ان کے لیے گھر مہیا کر دیا جائے شیخ نے ان کے لیے تین لاکھ ریال کا ایک گھر خرید دیا۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ ان کے پاس کوئی ذریعہ آمدنی نہیں ہے۔ شیخ نے ان کے لیے ایک ہزار ریال ماہانہ وظیفہ جاری کر دیا۔

شرق بعید سے ایک مولوی صاحب کو پچاس ہزار ریال ان کی جمعیت کے لیے ملے صحیح یا غلط انہوں نے یہ باور کرایا کہ حرم میں ان کا بیگ گم ہو گیا اور ساتھ ہی مبلغ بھی چلا گیا۔ شیخ نے پھر دوسرے مساوی مبلغ کا آرڈر کر دیا۔ مولوی صاحب نے دوسری بار یہ باور کرایا کہ وہ بھی راستے میں ٹرین میں گم ہو گیا۔

فلپائن کی ایک مسلم خاتون نے فریاد کی کہ عیسائیوں نے ان کے شوہر کو کنویں میں پھینک دیا وہ اللہ کو پیارے ہو گئے اب اس کی اور اس کے بچوں کی کفالت کا کوئی ذریعہ نہیں۔ شیخ نے اپنے ادارے کو تعاون کے لیے لکھا جواب آیا ایسے تعاون کا ادارے میں کوئی خانہ نہیں ہے حکم ہوا 10 ہزار ریال ادھار دے دیا جائے اور میری تنخواہ سے وضع کر لیا جائے دس ہزار ریال فلپائن کی مسلم خاتون کو بھیج دیے گئے۔

افریقہ کے پچھڑے دور دراز علاقوں میں بھی غریب محتاج کو شیخ یاد آتے ہیں اور اسے بھی مسلسل تعاون مل رہا ہے۔ اور بعض عربی وفود نے جب ان علاقوں کا دورہ کیا تو کسی بوڑھی خاتون نے شیخ کا حال چال پوچھا؟ اور شیخ کو سلام بھیجا؟ ان سے پوچھا گیا تمہیں شیخ کے متعلق کیسے معلوم ہوا جواب تھا۔ شیخ کا تعاون اسے برابر مل رہا ہے۔

امام عصر نے نہ گھر بنایا نہ دولت جمع کی نہ سرمایہ اکٹھا کیا۔ نہ اس کے متعلق سوچا ہی جو ملا

Marfat.com

اللہ کی راہ میں لٹا دیا۔ تنخواہ ملی اسے اپنے اوپر اور بچوں پر سادگی سے خرچ کیا، بقیہ غریبوں محتاجوں اور مہمانوں پر خرچ کر دیا۔ اور کبھی تنخواہ سے روزمرہ ضرورت پوری نہ ہوئی تو ادھار لے لیا۔ محتاجوں کی حاجت پوری کرنے کے لیے پاس کچھ نہ رہا تو مقروض ہو گئے۔

امام عصر، زہد، حب فی اللہ، دین کے لیے فدائیت، خدمت خلق میں یکہ تازی تواضع حلم اور تناصح میں اس مقام ارفع پر فائز تھے جہاں خال خال محبوبان الٰہی پہنچ سکتے ہیں۔ اس مقام ارفع پر پہنچنے کے بعد ایسے لوگوں کو کائنات میں محبوبیت حاصل ہو جاتی ہے۔ امام عصر کو محبوبیت حاصل تھی۔ سلطان امیر غریب وزیر سفیر پروفیسر طالب علم تاجر بیوروکریٹ مرد عورت سب کے پیارے تھے اور ساری دنیا میں پیارے تھے۔ شیخ کے انتقال کے موقع پر ہر میدان کار اور ہر طبقے اور ہر جنس اور دنیا کے ہر خطے سے جو تاثرات و بیانات آئے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں بستے تھے۔ چند باتوں میں سب متفق ہیں۔ وہ وقت کے سب سے بڑے زاہد تھے سب سے بڑے حلیم و متواضع تھے سب کے لیے باپ کا درجہ رکھتے تھے۔ سب سے بڑے مفتی فقیہ اور عالم تھے دنیا میں سب سے بڑی شخصیت تھے۔ بیسویں صدی کے نصف اخیر اور پندرہویں صدی کے ربع اول میں ان جیسا دنیا میں کوئی نہیں تھا سب سے بڑے فیاض مہمان نواز اور ہمدرد خلائق تھے۔

امام عصر علماء طلباء او رحاجت مندوں کے لیے محبت شفقت اور ہمدردی کا منبع تھے اور لوگ ان کے لیے محبت کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے۔ آدمی جتنا اپنی ماں باپ سے جذباتی محبت رکھتا ہے لوگ اس سے بڑھ کر امام عصر سے محبت رکھتے تھے اور شیخ نے زندگی بھر لوگوں کے لیے اپنے دل کو کھلا رکھا اپنے در کو کھلا رکھا اور اپنا بازو پھیلائے رکھا۔ دنیا سے آئے ہر قسم اور ہر طبقے کے لوگوں کو گلے لگایا کبھی نہ ہٹو بچو کا ماحول رکھا، نہ کسی کو اجازت تھی کہ کسی آنے جانے والے کے لیے کوئی منفی رویہ اپنائے۔ ایک بار کوئی مصری طالب علم شیخ کے یہاں چار ماہ ٹھہرا رہا طباخ نے اس سے پوچھ لیا، اتنے دن سے تم کیوں یہاں ٹھہرے ہوئے ہو شیخ کو پتہ چلا، شیخ نے طباخ کو نکال دیا۔ شیخ نے شدت سے محسوس کیا کہ اس طالب علم کی توہین ہوئی

Marfat.com

ہے۔ آج کے ڈھیٹ بے وفا اور بے مروت ماحول میں کوئی کسی کو گنتا نہیں۔ ایسے ماحول میں شیخ کے لیے جذبہ محبت اور جذبہ احترام میں سماحۃ والدنا کا خطاب عظیم معنی رکھتا ہے۔ ماحول یہ تھا کہ آدمی شوق سے آئے اور خوش ہو کر جائے اور ہر ایک کو یکساں محبت ملے، یکساں توجہ ملے اور ہر ایک کے ساتھ یکساں سلوک ہو۔ امام عصر کی محفل سے کوئی یہ درد لے کر نہ جائے کہ مجھے حقیر گردانا گیا یا مجھے دوسرے تیسرے درجے پر رکھا گیا۔ چاہنے والے ہر دم شیخ کو گھیرے ہوئے، مسجد میں ہیں گھیرے میں۔ مسجد کے دروازے پر گھیرے میں، جوتا پہن رہے ہیں مخلصین گھیرے ہوئے ہیں، گاڑی میں بیٹھ رہے ہیں چاہنے والے دونوں طرف گھیرے ہوئے ہیں گاڑی چلنے کو تیار ہے لوگوں کا جماوڑا ختم نہیں ہوتا۔ ہر ایک اپنے شفیق باپ سے عرض کر رہا ہے پوچھ رہا ہے فریاد کر رہا ہے اپنی حاجت پیش کر رہا ہے سب کی سنی جا رہی ہے۔ سب کی طلب پوری ہو رہی ہے۔ گھر میں ہیں آفس میں ہیں تب بھی بھیڑ۔ بیٹے باپ سے التجائیں کر رہے ہیں اور ان کی التجائیں پوری ہو رہی ہیں۔ امام عصر جہاں بھی جائیں ہر جگہ فدا کاروں کی بھیڑ۔ وہ شفقت وہ ہمدردی وہ تڑپ کہ سارے عالم میں مسلمانوں کے لیے ان کی شبیہ باپ کی بن گئی تھی۔ سارے امراء بھی والدنا المفضال کہتے ہیں وزراء بھی کہتے ہیں طلباء بھی کہتے ہیں پروفیسر بھی کہتے ہیں اور بیوروکریٹ بھی کہتے ہیں۔ خواتین بھی کہتی ہیں اور مرد بھی کہتے ہیں۔ اور خادم الحرمین بھی کہتے ہیں۔

آدمی جب بے پناہ ہو جاتا ہے اور اس کی محبتیں بے پناہ ہو جاتی ہیں اور اس کی زندگی کا ہر لمحہ خشیت عبودیت خدمت دین اور خدمت خلق میں گزرنے لگتا ہے رات دن اسے اشاعت دین کی فکر ستاتی رہتی ہے اور غم امت میں تڑپتا رہتا ہے تب وہ پوری امت کے لیے فادرلی فیگر بن جاتا ہے کافروں کی چالو زبان میں نہیں۔ حقیقی زبان اور مفہوم میں۔ شیخ نے اپنی بے پناہ ہمدردی شفقت اپنائیت حلم اور تواضع کے ذریعہ لوگوں کے لیے باپ ہونے کا ثبوت دیا اور لوگ بے جھجک کہنے لگے والدنا سماحۃ والدنا والدنا المفضال۔ امام عصر کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ مسلم عوام میں یا تنظیمات میں اختلاف ہوتا یا شخصی طور پر کسی کے اندر کسی مسئلے میں تعنت

Marfat.com

ہوتا اور شیخ کی رائے آجاتی تو لوگ اپنی رائے سے تنازل اختیار کر لیتے اور شیخ کی بات مان لیتے۔ اگر کسی جگہ کئی آراء ہوں تو شیخ کی رائے پر سب متفق ہو جاتے۔ لوگ اختلافات سے پریشان ہوتے تو شیخ کی طرف رجوع کرتے۔ شیخ کا مشورہ اطمینان قلب کا باعث بن جاتا۔ شیخ کا فتویٰ لوگوں کے لیے ہدایت کا سامان ہوتا۔

امام عصر کو سارے عالم میں مقبولیت اور محبوبیت حاصل تھی شیخ کے ایک کارکن کا بیان ہے انہوں نے یورپ کا دورہ کیا کسی یورپی ملک میں لوگوں نے ان سے مطالبہ کیا شیخ ابن باز کے حالات بیان کیجئے انہوں نے شیخ کا حال بیان کرنا شروع کیا تھوڑی دیر بعد یہ منظر تھا کہ لوگ بلند آواز سے رو رہے ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

شیخ نے نہایت مشغول زندگی گزاری۔ کبھی زندگی میں اپنا وقت ضائع نہیں کیا۔ شیخ کے روزمرہ معمولات یہ تھے کہ فجر کی نماز سے ایک گھنٹہ قبل اٹھتے تھے تہجد کی نماز ادا کرتے تھے وقت پر فجر کی نماز ادا کرتے تھے ذکر واذکار کے بعد 2 گھنٹہ امہات کتب کا درس دیتے تھے۔ یہ دروس مستقبل تعلیم وتدریس کی صورت میں ہوتے تھے اور ایک طرح سے امہات کتب نصاب میں ہوتی تھیں جن میں تفسیر حدیث فقہ اصول فقہ وغیرہ شامل تھے۔ اس میں مستقلاً لوگ سینکڑوں کی تعداد میں شریک ہوتے تھے اور اتنے استقلال کے ساتھ دروس ہوتے تھے کہ بشری مجبوریوں اور انتہائی اضطرار میں شاذ ونادر ناغہ ہوتا تھا۔ ان دروس میں زندگی کے ہر میدان کے لوگ شریک ہوتے تھے اور جمعرات یعنی ہفتے کی چھٹی میں ان دروس کا دورانیہ تین چار گھنٹے کا ہوتا تھا اور پانچ کتابوں سے زیادہ کا درس ہوتا۔ سورج طلوع ہونے کے بعد نفل کی چند رکعتیں پڑھنے کے بعد شیخ گھر آتے ذکر واذکار ہر دم لب پر جاری۔ گاڑی میں بھی چلتے پھرتے سوال جواب کا سلسلہ جاری رہتا۔ گھر پہنچتے مہمانوں کے ساتھ ناشتہ کرتے اور دفتر چلے جائے۔ وہاں دنیا بھر سے آئے ہوئے استفتاءت، استفسارات حوائج اور طلبات کا جواب لکھواتے لوگوں کی ضروریات کی تکمیل کرتے لوگوں کے مسائل حل کرتے۔ اور آئے ہوئے لوگوں سے ملتے اور ان کی ضروریات سنتے اسلام قبول کرنے والوں کو کلمہ پڑھاتے او

Marfat.com

دین کی تشریح کرتے۔ اللجنۃ الدائمۃ للافتاء کی میٹنگوں کی صدارت کرتے۔ وفود سے ملاقات کرتے۔ 2 بجے کے بعد آفس سے گھر آتے، گھر پر ایک بھیڑ ہوتی ان کا استقبال کرتے چائے قہوئ اور کھجور کا دور چلتا عود کی خوشبو سے حاضرین کو معطر کیا جاتا۔ دنیا کے ہر خطے سے آئے ہوئے لوگوں کے حالات سنتے۔ مراکز مدارس تنظیمات کی سرگرمیوں کا حال معلوم کرتے ان کے اہل وعیال صحت معاش کے متعلق پوچھتے حسب حال ہر ایک کے کام آتے دو دو محرر لکھتے جاتے انھیں املا کرتے اور دو دو ٹیلیفون کی گھنٹیاں بجتیں ان کے جوابات بھی دیے جاتے۔ خواتین بھی حاضر ہوتیں ان کے مسائل حل ہوتے۔ دوپہر کا کھانا حاضر ہوتا شیخ سب کو کھانے پر بلاتے اور باصرار لوگوں کو کھلاتے جس قدر لوگ زیادہ ہوتے اسی کے بقدر خوش ہوتے اور اہل کاروں کو خصوصی ہدایت ہوتی کہ کسی کمی کی شکایت نہ ہونے پائے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اہل کاروں سے پوچھتے برتن کی کمی تو نہیں ہوئی، کھانے میں کمی تو نہیں ہوئی۔ لوگوں کے ساتھ یکساں سلوک ہوتا، کھانے اور بیٹھنے میں کسی کے لیے کوئی امتیاز نہ ہوتا جس کو جہاں ملے ایک طبق میں گروپ کی حیثیت سے کھانا کھائیں اور ایک بڑے کٹورے سے سب پانی پئیں۔ بسا اوقات وزیر کے ساتھ ایک مزدور کھاتا اور ایک عالم کے ساتھ ایک جاہل لیکن سب وقار اور ادب کے ساتھ کھانے سے فارغ ہوتے۔ اور اگر روزے سے ہوتے تو دوسروں کو کھلاتے خود معذرت کر لیتے پھر عصر کا وقت ہوتا اور نماز پڑھنے کے لیے مسجد چلے جاتے۔ نماز بعد مختصر درس دیتے حدیث یا عقیدے پر۔

عصر بعد گھر تشریف لے جاتے اور تھوڑی دیر آرام کرتے مغرب کی اذان ہوتی نماز ادا کرتے درس دیتے اور اپنی مجلس میں آجاتے اور اپنے معمولات میں لگ جاتے وفود، حاجت مندوں، طلباء اور علماء کا جمگھٹا، ملنے والوں، سلام کے لیے آنے والوں کی بھیڑ، سفارش کے طلب گاروں کا جمگھٹا ملتے ملاتے، مسائل حل کرتے عشاء کا وقت ہو جاتا، عشاء کی نماز ادا ہوتی، عموماً شیخ اپنی مجلس میں آتے اور پھر وہی بھیڑ اور مسائل کا اژدحام انھیں نمٹاتے۔ کچھ مہمانوں کے ساتھ کھانا کھاتے۔ پھر شیخ کے اوقات طے ہوتے۔ اللجنۃ الدائمۃ للافتہ

Marfat.com

اور دوسرے لجان کے لیے۔ شیخ ان کے ساتھ لگ جاتے عشاء بعد شیخ کے اوقات طے ہوتے میڈیا کے لیے پروگرام ریکارڈ کرانے کے لیے۔ اور اہم شخصیات سے ملاقات کرنے کے لیے۔ اسی طرح بعض اہم معاشرتی مسائل اور رنزاعات کو حل کرنے کے لیے۔ شیخ تین گھنٹے عشاء بعد کام کرتے اس کے بعد زنان خانے میں تشریف لے جاتے اور اہل وعیال سے ملتے اور پھر راحت کے لیے بستر پر تشریف لے جاتے، یہ شیخ کا روزمرہ کا معمول تھا۔ عشاء بعد ہفتے کی تعطیل میں ریاض کی جامع کبیر میں محاضرات دینے اور صدارت کرنے تشریف لے جاتے یا اگر مدعو ہوتے تو دوست احباب کے گھر جاتے یا شادی کی تقریب میں شریک ہوتے لیکن ایسا کبھی ہوتا۔ اور احباب اور محبین کا جی رکھنے کے لیے ہوتا، طبعاً ایسی دعوت ان کے کام میں حارج ہوتی۔

جمعرات کے دن دروس اور تعلیم وتربیت کا کام بڑھ جاتا۔ یہ معمول سفر حضر ہر جگہ تقریباً جاری رہتا اس میں تبدیلی نہ آتی۔ شیخ ادارات البحوث العلمیۃ والافتاء والدعوۃ والارشاد کے تحت جو کام کرتے تھے اور عالمی طور پر دعوتی تعلیمی رفاہی کام کرتے تھے شیخ نے ان کاموں کی بنیاد رکھ دی۔ بعد میں جب حجم بڑھ گیا تو انھیں کاموں کو بڑے پیمانے پر انجام دینے کے لیے وزارة الشئون الاسلامية ، هيئة الاغاثة العالمية ، منظمة الدعوة العالمية ، مجمع الملك فهد لطباعة القرآن الكريم ، المجلس الاعلى للمساجد ، مجمع الفقه الاسلامی وغیرہ ادارے وجود میں آئے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو ان کے وجود میں آنے کی راہ شیخ ہی سے ملی اور یہ حکمرانوں کے اخلاص اور ژرف نگاہی اور شوق وجذبے کی بات ہے کہ انہوں نے شیخ کے کاموں میں تعاون دیا اور انھیں ہر طرح کی سہولت دی کہ عظیم کارنامے انجام دیں اور ساتھ ہی ان کی دکھلائی راہ پر وہ چلے بھی۔ یا ان سے انھیں حوصلہ اور جذبہ ملا دیگر تفصیلات مخلصین اور اصحاب الرائے کے ذریعہ طے ہوئیں۔

شیخ نے تواضع کا وہ اعلی معیار قائم کیا تھا کہ ان کا ساتھ دینے کے لیے بڑے بڑے

Marfat.com

کو پسینہ آجائے۔ شیخ کی عالمی شخصیت تھی، دنیا کے ہر خطے سے اور ہر طبقے کے لوگ آپ سے ملنے آتے تھے۔ ملک سے لے کر وزیر سفیر تک اور علماء سے لے کر عوام تک لیکن کبھی شیخ کے دروازے پر دربان نہیں رہا نہ کسی کو ملنے پر پابندی تھی، نہ مریدوں کا جتھا متعین تھا کہ ہٹو بچو کرتا اور نخرے دکھلاتا، نہ آپ کی شخصیت کے کم وکیف کو مبالغہ آرائی کے ساتھ بتانے کے لیے عقیدت مند اپنے طور پر مقرر تھے۔ کسی کو ان جعلسازیوں کا تانا بانا بننے کی جرأت نہ تھی۔ نہ بگار میں لگنے والے خدام کا لشکر تھا کہ شیخ کو چھوئی موئی بنائے رکھیں جیسا کہ تصوف زدہ معمولی معمولی مشائخ اور مرشدوں کی دکانوں میں ہوتا ہے۔ شیخ کا دل بھی کھلا تھا دروازہ بھی کھلا اور ہاتھ بھی کھلا تھا۔ لوگ آتے تھے اور مستفید ہوکر جاتے تھے۔ ہرایک اکثر توقع سے انھیں اونچا پاتا تھا، محبت بھی پاتا تھا۔ احترام انسانیت بھی پاتا تھا اور برتاؤ میں یکسانیت ومساوات بھی۔ بات چیت نشست وبرخاست، خورد ونوش توجہ والتفات ہرایک میں یکسانیت اور مجلس ذکر الٰہی سے معطر۔ نہ کسی کی غیبت وہجو۔ نہ اس کی اجازت، وقار واعتبار کا بول بالا۔

شیخ نے ہر حرکت ونشاط میں ایسا اسلامی وقار قائم کر رکھا تھا اور لوگوں پر ایسی شفقتیں تھیں کہ محسوس کرتے تھے کہ ان پر شفقت پدری کا سایہ ہے کبھی کسی نے کسی شے میں رعونت کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ دیکھا نہ محسوس کیا۔ دراصل یہی اصل تواضع ہے جس کو دیکھ کر لوگ شیخ کے گرویدہ ہوجاتے تھے اور یہ تواضع مظہر تھا شیخ کے تقویٰ اخلاص اتباع سنت اور ہمدردی خلائق کا۔ تواضع ذہن ودماغ حرکت وعمل سے اس وقت عکس ریز ہوتا ہے اور اس کی خنکی اور تابانی اس وقت محسوس ہوتی ہے جب انسان کا باطن مجلی ومصفی ہو اور اس کے اندر محبت الٰہی اور محبت رسول بھرچکی ہو اور انسان کا شعور تعبدی کامل ہوچکا ہو۔ اور انسان تقوی اخلاص توکل خوف ورجا اور اطاعت پذیری میں اس مقام بلند پر پہنچ گیا ہو جہاں انسان اپنی ذات سے اوپر اٹھ جاتا ہے اور ہمہ آن تضحیہ وقربانی کے لیے تیار رہتا ہے۔

شیخ نے اپنے تواضع سے دلوں پر حکومت کی، ساری دنیا کے لیے پرکشش بن گئے۔ شیخ کا تواضع اتنا مضبوط اور توانا تھا کہ مخالفوں کے ہتھیار کند ہوگئے منافقین ہاتھ ملتے رہ گئے،

Marfat.com

حاسد تڑپتے رہے۔ اللہ تعالی نے شیخ کو حلم وتانی اور تواضع خصوصی طور پر بطور انعام دیا تھا تاکہ فتنوں بھری دنیا میں ان سے اپنا بچاؤ کرسکیں۔ لوگوں کا اعتبار حاصل رہے۔ اور خدمت دین اور خدمت خلق تسلسل کے ساتھ ہوتی رہے۔ ان کی راہ میں رکاوٹ نہ ہو شیخ حالات واقعات اور احداث کا محور تھے ساری دنیا میں مسلمانوں پر جو بیتتی تھی اور اسلام کے خلاف جو سازشیں ہوتی تھیں شیخ سب سے باخبر تھے اور بچاؤ کی تدبیریں بھی سب سے زیادہ اور سب سے پہلے وہی کرتے تھے۔ ولی الأمر سے بھی قریب تھے، علماء امراء حکام بھی آپ کے قریب تھے۔ منکرات وسیئات کے خلاف بولتے اور لکھتے بھی تھے۔ باطل پرستوں کی تردید بھی کرتے تھے۔ ایسے ماحول میں کیسے کیسے مخالفین حاسد اور منافقین پیدا ہوسکتے تھے واضح ہے لیکن شیخ کے تواضع، وقار حلم اور تدبر نے کبھی ایسا ماحول بننے ہی نہ دیا کہ ایسے ظاہر ہوسکیں اور ڈنک مارسکیں ایسے لوگ اگر اور کچھ رہے بھی ہوں تو انھیں اس عظمت کے ہمالیہ کے سامنے حرکت ونشاط میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ تواضع کی عظمت اور وقار کی ہیبت دیکھئے کہ مخالفت کو پھولنے پھلنے کا موقع ہی نہ ملا۔ تمام ترجھمیلوں کے باوجود شیخ اس دنیا سے ایسے گئے کہ ساری دنیا چلا اٹھی کہ اپنے زمانے میں ہر خیر کے امام تھے۔ فتنوں بھری دنیا میں ولی الأمر کے قریب اور ہزاروں جھمیلے، مگر طہارت وتقویٰ کے دامن پر ایک داغ بھی نہیں، ایک طویل عمر لیکن کہیں جھول نہیں، کہیں حور بعد الکور نہیں محبوبیت مقبولیت مرجعیت کا قافلہ ساتھ ساتھ اور جب دنیا سے کوچ کیا تو کروڑوں انسان اس کی امامت کے گواہ اور اس کی جدائی پر آنکھیں نم۔ اور بارگاہ الٰہی میں اس کی مغفرت کے لیے دست بدعا کئی صدیوں میں کیا کسی نے ایسا دیکھا پڑھا یا سنا ہوگا۔

ایک کامل مسلمان کی تمام تر خوبیاں شیخ ابن باز میں تھیں۔ علم عمل کردار اخلاق خدمت دین اور خدمت خلق کی خوبیوں کا ایک انسان جس امکانی حد تک مالک ہوسکتا ہے وہ خوبیاں شیخ ابن باز کو حاصل تھیں۔

آج کے معاشرے میں دینی خوبیاں اور کمالات اجنبی اور غیر مانوس بن جاتی ہیں معاشرے میں پنپنے کے لیے اور اپنی جھولی بھرنے کے لیے لوگ تلون مزاجی اختیار کرلیتے ہیں

Marfat.com

کم حوصلگی انھیں دین کا لبادہ پہنا دیتی ہے اور مفاد پرستی نفاق سکھلا دیتی ہے اور اس طرح لوگ سمجھتے ہیں دین دنیا دونوں بن گئی یہی اس وقت دینی قیادتوں کی پہچان بنی جا رہی ہے۔ ڈھیلے ڈھالے عقیدے اور غلط عقائد و تصورات نے بھی ایسے تلون مزاجوں کو سہارا دیا ہے کہ وہ اپنی دورخی روش پر قائم رہیں اور مسلم سماج میں مغربی الحاد افکار تصورات اس طرح نتیجہ خیز بن گئے ہیں کہ مادیت کا ہی ہر طرف بول بالا ہے اور اذہان وقلوب پر اس کا بری طرح یلغار ہے۔ مگر شیخ ابن باز امام البانی اور ان کے طریقہ پر چلنے والے جہاں اور جس جگہ ہیں دینی خوبیوں اور کمالات کو وجہ امتیاز بنائے رہے، ان کی پوری زندگی دین کے محور پر گھومتی رہی افسوس تو اس کا ہے کہ شیخین سے وابستگی کے بہت سے دعویداروں کے پاس شیخی کم ظرفی اور چھل کپٹ کے سوا کچھ نہیں ہے ان کا نام آنے پر مگر مچھ کے آنسو بہا سکتے ہیں مگر کردار نہایت افسوسناک رکھتے ہیں۔

شیخ انتہائی رقیق القلب آدمی تھے۔ رقت قلب انسان کی سب سے بڑی دولت ہے۔ رقیق القلب انسان یاد الٰہی اور عذاب الٰہی پر رو پڑتا ہے اپنی گناہوں پر روتا ہے جذبہ محبت میں روتا ہے نیکیوں کو یاد کر کے روتا ہے انسان کی تکلیف پر روتا ہے۔ شیخ کی رقت قلب کا مشاہدہ لوگوں نے روز کیا ہے دروس میں اکثر شیخ رو دیتے تھے۔ جب آدمی رقیق القلب ہو اور رقت قلب اس کی خوبی بن جائے تو وہ اذیت پسند، ڈھٹیٹ بہروپیا، کنیہ پرور اور منافق نہیں رہ سکتا، جب رقت قلب اس کی پہچان بن جاتی ہے تو اس کی ہمدردی مناصحت درمندی اور دلسوزی کا مظہر بن جاتی ہے رقیق القلب انسان صحت مند فکر و خیال اور صحت مند کردار کا مالک ہوتا ہے۔

اکثر ایسا ہوا ہے کہ وعید کا ذکر آیا ہے شیخ رو پڑے، صحابہ کے فاقہ کا ذکر آیا شیخ رو پڑے نبی کریم ﷺ پر آنے والی مشکلات کا ذکر آیا شیخ رو پڑے، ترغیب و ترہیب کی بات آئی شیخ رو پڑے اسلاف کرام کی مشقتوں محنتوں کا ذکر آیا، استاذ گرامی کا ذکر آیا شیخ رو پڑے۔ رقت قلب ایک چشمہ صافی ہے جب دل کے آئینے میں شکست و ریخت ہوتی ہے اور آب چشم بہتا

Marfat.com

ہے تو انسان کی شخصیت میں عمق اور گہرائی پیدا ہوتی ہے۔ وقار اور متانت سے نکھرتی ہے۔ کردار کے گرد وغبار اور گندگیاں ڈھل جاتی ہیں۔ انسان کے فکر وخیال کو نشاط اور تازگی ملتی ہے۔

رقت قلب کے بغیر انسان روتا ہے مگر یہ رونا مختلف ڈھنگ کا ہوتا ہے انسان خود پرست ہوتا ہے مفاد پرست ہوتا ہے خود پرستی یا مفاد کو ٹھیس لگتی ہے انسان رو پڑتا ہے۔ بے ہوش ہو جاتا ہے اسے رقت لقب نہیں کہا جاتا نہ اس کا بہت زیادہ اعتبار ہوتا ہے، انسان مظلومیت کے احساس کے تحت زندگی گزارتا ہے ذرا آنچ لگی رونے لگتا ہے اور رونے کی سی صورت بنالیتا ہے یہ رقت قلب کی علامت نہیں ہے۔ رقت قلب وہ معتبر ہے جو اسلامی کاز کی بناء پر ہو۔ دین کی محبت ودینداروں کی محبت کی بناء پر ہو انسان کی ہمدردی کی بناء پر ہو۔

بیسویں صدی میں حالات انفجاری، مغربی الحادی افکار مسلم معاشرے میں مقبول، احداث کثرت سے وقوع پذیر، ساری دنیا سمٹ کر ایک بستی ہر طرز ہر روش ہر فکر ہر منکر ہر فحش کو عالمی بننے میں دیر نہیں لگتی، معاشی پیچیدگیاں بڑھ گئیں، لوگوں کے ترجیحات بدل گئے فکر وخیال مادی بن گئے ظلم وطغیان میں اضافہ ہو گیا اور اس کا ردعمل بھی بڑھ گیا۔ فکر وخیال میں ثبات اور قلب ونظر میں سکون ووسعت نہیں رہ گئی۔ وفاداریاں ختم ہوئیں اقدار وکردار کے بجائے سر او رزر گنا جانے لگا۔ خود غرضیاں اور مفاد پرستیاں ڈھنگ ڈھنگ سے روپ بدل بدل کر سامنے آنے لگیں۔ ایسے ماحول میں تحریکیں وتنظیمیں بگڑ گئیں مشروعات وانجازات متاثر ہونے لگے۔ دینی ادارے بگڑنے لگے، علماء وصلحاء خوف زدہ ہو گئے اور بکھرنے لگے۔ صبر وبرداشت کم ہو گئی، مروت وشرافت گہنانے لگی۔ دعوت وتبلیغ کے اثرات متاثر ہو گئے۔ باطل افکار سے تاثر پذیری بڑھنے لگی، جذباتیت انتہاپسندی ہر رطب ویابس پر چھا جانے پر تیار ہو گئی۔ خارجیت اور جارحیت کو بڑھاوا ملنے لگا۔

ایسے ماحول میں شیخ علیہ الرحمہ نے کام کیا۔ منارہ نور بن گئے مشعل ہدایت اٹھائے بڑھتے رہے اور تادم آخریں استقامت کی راہ پر قائم رہے اور خلق الٰہی کے لیے ہدایت تسلی دلجوئی حوصلے اور ہمت کا سامان بنے رہے۔ شیخ نے ہر فتنے کا مقابلہ کیا اور کسی طرح باطل کا

Marfat.com

دباؤ نہیں محسوس کیا اور یہ سب کام بصیرت تقویٰ تواضع عفو درگذر دینی صلابت حق پسندی مشاورت مناصحت عمیق علم اتباع سنت کے ذریعے سے انجام پائے۔

اللہ تعالیٰ نے عالمی فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے عالی حوصلہ عالمی شخصیت شیخ ابن باز کو پیدا کیا۔آپ کی عالمی شخصیت جغرافی حدود کو پار کر گئی، وطنی وقومی عصبیاتی حدود کو پامال کر گئی۔ حزبیاتی ومسلکی حدبندیوں کو توڑ گئی، روایت پرستی اور شخصیت پرستی کے بندھنوں کو کاٹ گئی، طبقاتی تفاوت اونچ نیچ غریب امیر شیخ مسٹر کی الگ صفوں کو جوڑ گئی۔ پوری دنیا میں یہ کمال کس کو حاصل ہوا۔ اگر کسی کو یہ عالمیت ملی تو اللہ کے محبوب بندے ابن باز کو ملی اور پھر جس کو کچھ ملی اس کے راستے سے ملی۔ کون تھا اتنے حوصلہ اور اتنی صلاحیت والا۔ نام پھیلنے سے آدمی عالمی نہیں بنتا، نام تو ٹیلیویژن اخبارات اور ریڈیو کے ذریعہ کسی جھوپڑپٹی میں بیٹھے کسی ننگے بھوکے کا بھی دنیا میں پھیل جاتا ہے لیکن عالمی اثرات عالمی فائدے عالمی آثر علمی دعوتی رفاہی افتاقی نتائج وغیرہ صرف اس کے بس کی بات ہے جس کی شخصیت عالمی عمل اور عالمی کردار کی حامل ہو۔ امام عصر کے دور میں تحریکات وتنظیمات کے قائدین تھے اور ان کے رفقاء اور مستشرشدین تھے ان کی تنظیمی اجتماعی سرگرمیاں اور اعضاء وارکان تھے، متنوع بھاگ دوڑتھی کنونسنگ تھی رفاہی کام اور عوامی سرگرمیاں تھیں۔ مگر کسی سے یہ نہ ہو سکا کہ مسلکی تنظیمی جغرافیائی بندھنوں کو توڑ سکے۔ مالک کون ومکان نے یہ مقام امام عصر کے لیے ہی رکھا تھا کہ حدبندیاں، بندھنیں اور رکاوٹیں سب اس کی آفاقیت اور عظمت کے سامنے ٹوٹ کر بکھر گئیں۔ دینے والا نوازنے والا کسی کو کیا دے دے اور کسی کو کیا نواز دے اس پر کچھ مشکل نہیں۔ اس کا ایک محبوب بندہ نابینا، سعودی عرب کے حدود سے باہر گیا نہیں اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے میں جٹا ہوا۔ اس نے نہ تنظیم بنائی نہ کوئی جتھا قائم کیا۔ پھر بھی مرجع خلائق بن گیا۔ اور عالمی وآفاقی۔

دراصل رب کریم نے اس کی آفاقیت اور عالمیت کے سارے اسباب مہیا کر دیے تھے (1) اس کا علم وعقیدہ آفاقی (2) اس کا تقویٰ ہمہ گیر (3) اس کا تواضع اپنے سائے تلے سارے عالم کو جمع کرنے کے قابل (4) اس کی بصیرت حقائق میں اتر جانے والی اور عالمیت

Marfat.com

کو اپنے اندر سمو لینے والی (5) اس کی منہجیت قدیم رواسب اور مغربی مفاسد کو رد کرنے والی اور قرون اولیٰ سلف صالحین کی راہ پر لگانے والی (6) اس کی امانت سارے عالم کو اعتماد عطا کرنے والی (7) اس کا اخلاق موافق مخالف سب کو گرویدہ بنا لینے والا۔ (8) اس کا عفو وکرم جہالتوں اور جاہلوں کو نظر انداز کرنے والا اور اس کے لیے عالمی راہ بنانے والا (9) اس کی انابت ہردم اسے اللہ سے جوڑے رہنے والا (10) اس کی اطاعت رسول اور اتباع سنت رحمت کا باعث اور ہزاروں برائیوں سے بچانے والی اور بالکل صحیح اور کامل سنیت کی اتباع نہ کہ بدعت اور تعصّبات مسلکی کے ساتھ۔ ایسی اتباع سنت کہ تقلیدی بندھنوں سے مکمل آزادی (11) زہد وقناعت اور توکل علی اللہ ایسا کہ تقدیر الٰہی پر راضی برضا تصوف کے منکرات سے بالکل دور اور شجاعت ودلیری کہ کلمہ حق کہنے میں کبھی کہیں پیچھے نہیں۔ (12) توازن اور اعتدال کہ کسی بھی مسئلے میں کبھی حد اعتدال سے باہر نہیں نہ تعبدی امور میں نہ سنی امور میں نہ سماجی امور میں نہ سماجی وسیاسی امور میں (13) انصاف پسندی ایسی کہ دشمن اس سے کبھی حق کے سلسلے میں مایوس نہیں ہوسکتے (14) حزبیت مسلکیت قومیت نے کبھی اس کے قریب پھٹکنے کی جرأت نہ کی۔ (15) حکومت اس کے ساتھ کہ وہ حکومت کے ساتھ وہ بھی تنفیذ اسلام اور خدمت دین وخدمت خلق سے مطمئن۔ اور کلمہ حق میں آزاد بھی اور جری بھی اور حکومت بھی اس سے متعاون اور اس میں خوش کہ سیاست میں سلف کے منہج پر قائم حکومت بھی قابل تعاون اور وہ لائق احترام، اسے حکومت کا اعتماد حاصل اور حکومت کو اس کا اعتماد حاصل (16) بے نفسی اور خدمت خلق اور احترام مسلم میں اتنا آگے کہ سب کے لیے مقام ابوت پر فائز (17) امراء بھی اس کے ساتھ اور اصحاب ثروت بھی ساتھ، وزراء بھی اس کے ساتھ اور غرباء بھی ساتھ، علماء بھی اس کے ساتھ اور ان پڑھ بھی اس کے ساتھ (18) سارے عالم میں معتقدوں شاگردوں اور مستفیدین کا اژدحام بھی اس کے ساتھ (19) وہ ساری دنیا میں مضطہدین کے ساتھ، مظلوموں کے ساتھ جہاد میں ساتھ بھکمری میں ساتھ حوادث اور مشکلات میں ساتھ (20) دعوت دین واصلاح کے کام میں ساتھ، (21) تعلیم وتربیت کے کاموں میں ساتھ

Marfat.com

(22) تعمیر مساجد میں ساتھ (23) مدارس تحفیظ القرآن دارالایتام ارامل اور محتاجوں کے ساتھ (24) امت کے مسائل پر نظر رکھنے والا اوران پر باخبر اور باخبر ہونے کے ذرائع بھی مہیا (25) نوازل میں امت کو راہ دکھلانے والا (26) روحانی اخلاقی اور مادی سارے ذرائع اس کے پاس مہیا (27) میڈیا کو مفید طور پر استعمال کرنے وکرانے میں ماہر (28) انفارمیشن، ٹیکنالوجی سے بھرپور استفادہ (29) سارے ذرائع کو استعمال کر کے اس نے راہ وسط اختیار کیا اور بغیر کسی افراط وتفریط کے تمام مسلمانوں کے لیے قابل اعتبار بن گیا (30) اپنے تعاون علم افتاء محاضرات کتب دروس رد باطل سفارشات اور اپنے عہدوں اور مناصب سے اس نے امت کو بھرپور فائدہ پہنچایا۔ (31) اور سب سے اہم بات کہ شیخ کو اللہ کی نصرت حاصل تھی ان کی کل زندگی اور زندگی کا ہر لمحہ نصرت دین میں لگا تھا اور اللہ کی نصرت انھیں حاصل تھی۔ (32) مہمان نواز اور سخی تھے اور لوگوں کا دل جیتنا جانتے تھے (33) احترام آدمیت کا پورا شرعی التزام کرتے تھے۔ (34) آداب خلاف سے کماحقہ واقف تھے۔ مخالف انسان بھی اور انھیں عزت وتوقیر بخشی اور پردے کے ساتھ جائز نوکری کرنے کی اجازت دی۔ (35) عورتوں کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی اوران کے لیے آخری حد تک تعلیم مفید کے حصول کے لیے آمادہ کیا۔ ان کی سن کر، اوران کے ساتھ بیٹھ کران کا ہمنوا بن جاتا تھا۔ غزالی اور دوسرے اخوانی مشائخ کے ساتھ ایسے واقعات رونما ہوئے۔

شیخ کو یہ اور اس طرح کے سارے اسباب حاصل تھے اس بناء پر ان کی دینی وملی خدمات عالمی بن گئیں اور ان کی شخصیت بھی عالمی بن گئی، پھر یہ کہ شیخ کے کام کا طریقہ بھی بالکل اسلامی تھا کام کے جو قواعد وضوابط طے تھے شیخ بھرپور طور پر ان کے مطابق کام کرتے تھے۔ راہ عمل متعین تھی ان کے سوا دیگر امور میں اپنی صلاحیت بصیرت اور اجتہادی قوت کا استعمال کرتے تھے اور مشورہ اور استخارہ کو کام میں لاتے تھے۔ بصیرت ذاتی، استخارہ اللہ سے طلب ہدایت وتوفیق اور مشورہ دوسروں کے نقطہ نظر سے آگاہی اور اصابت رائے کے لیے اجتماعی جدوجہد۔ جب کسی کام کی انجام دہی میں اخلاص موجود ہو اور درکار صلاحیت بھی

Marfat.com

میسر ہو اللہ سے صحیح رائے معلوم کرنے کے لیے استخارہ کا اہتمام ہو اور جتماعی جدوجہد مشورہ کے تحت جاری ہو تو پھر کام کی انجام دہی میں آسانی ہوگی اور تکمیل بھی آسانی ہو جائے گی۔

اگر جائزہ لیا جائے تو یہ سارے اسباب کسی عالم میں میسر نہ تھے نہ یہ صلاحیت کسی میں تھی، اسی طرح ان کا طریقہ کار بھی شیخ کی مانند نہ تھا۔ اور حق تو ہے کہ لوگ کسی معنی میں بھی ان کی مانند تھے نہ تقویٰ وطہارت میں نہ تواضع میں نہ علم میں نہ اجتہاد و بصیرت میں نہ دین وملت کے لیے فدائیت میں نہ انھیں شیخ کے مقابلے میں بشری ومادی وسائل حاصل تھے۔ نہ انھیں ان کی مانند میڈیا اور انفارمیشن کی سہولت حاصل تھی۔ نہ ہی ان کی مانند ان کے پاس جذبہ تھا۔ لوگ جغرافیائی حزبیاتی تنظیمی بندھنوں میں بند۔ اور علی العموم تحریکی علماء اپنی حکومتوں اور اپنی عوام سے لڑتے رہے اور لڑلڑ کر تباہ ہوتے رہے۔ لیکن شیخ کے یہاں سلفی بصیرت کام کرتی رہی اور اللہ کی نصرت ساتھ دیتی رہی۔ دیگر یہ کہ شیخ کے یہاں تنظیمی اختلاف نہیں۔ امام متعین ہے اصول وضابطے ہیں اس کے مطابق کام ہو رہا ہے اور ہر شخص ایک متعین ہدف کے لیے کام کر رہا ہے، ہدف کی تکمیل اور ذمہ داری نبھانے کی سب کو فکر ہے۔ نہ استبداد نہ سیاست بازی، نہ کھینچ تان، نہ اٹھا پٹخ، نہ کسی کو تقدس مآبی کا سودا نہ کسی کو طبقہ اشرافیہ میں داخل ہونے یا داخلہ لینے کا دھن نہ ملی اداروں کو ذاتی ملکیت بنانے کا شوق۔ ساری سلبیاتی مصیبتوں سے شیخ محفوظ تھے اس لیے ان کے کام میں برکت تھی اور ان کو اللہ کی نصرت حاصل تھی۔ بہت سے ان سے تعلق جتلاتے ہیں کیا بہتر ہو اگر وہ زبانی جمع خرچ کے بجائے ان کو پیمانہ بنائیں اور اپنی سیرت عادت اور تصرفات کا جائزہ لیں۔

شیخ کی ایک بہت بڑی خوبی یہ بھی تھی کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے بصیرت عطا کی تھی۔ ایسی دینی بصیرت کہ سارے مسائل مشکلات اور نوازل کا حل تلاش کرتے تھے اور عموماً شیخ کا نقطہ نظر درست ثابت ہوتا تھا۔ ان کے حین حیات جس قدر بھی مسلمانوں کے سامنے مشکلات آئے۔ پوری دلسوزی سے ان کو حل کرنا چاہا۔ دنیا میں کہیں بھی اور کسی بھی جگہ مسلمانوں پر آفت آئی۔ یا امت راہ راست سے بھٹکی انہوں نے راہنمائی کی۔ مسئلہ اخوانیوں پر مظالم کا ہو۔ یا

Marfat.com

ان کی مصارعت اور مصادمت کا ہو مسئلہ انتہا پسندی یا عنف کا ہو۔ مسئلہ پورے عالم میں ظالموں کے خلاف مسلمانوں کا ہو، مسئلہ شریعت کی تنقید کا ہو، بے شرمی فیشن فضول خرچی غربت کا ہو، تعلیم کا دعوت وارشاد کا ہو، غرباء پروری کا ہو، مسئلہ ایران عراق کا ہو، مسئلہ پورے عالم میں ظالموں کے خلاف مسلمانوں کے جہاد کا ہو، مسئلہ ایران عراق جنگ کا ہو، صدام کا کویت پر حملے کا ہو، شرک بدعات اور بے پردگی کا ہو۔ تجدد پسندی الحاد اور دہریت کا ہو، ہر ایک مسئلہ پر کتاب وسنت کی روشنی میں ان کی جچی تلی رائے تھی۔ اور اصابت رائے سے وہ سرفراز تھے۔

یہی حال ان کے رد باطل کا تھا۔ باطل کہیں سر نکالے منکرات کہیں بھی رونما ہو، ملک میں ہو، بیرون ملک ہو۔ اس کا ارتکاب عورت کرے، مرد کرے، عالم کرے، حکمران ولیڈر کرے اس پر نکیر کرتے تھے۔ لیکن اس میں حسب حال شدت کی ضرورت ہو شدت اختیار کرتے نرمی کی ضرورت ہو نرمی کرتے، لیکن رد باطل سے کبھی چوکتے نہیں تھے۔ رد باطل کا تعلق کلمہ حق عند سلطان جائر سے ہے۔ رد باطل جہاد ہے اور اسلامی غیرت وحمیت کا ترجمان، جاھد الکفار والمنافقین و غلظ علیھم کے حکم کی تعمیل ہے۔ رد باطل تاریکی میں ٹارچ دکھانے کا کام ہے۔ رد باطل بے حسی بے غیرتی خود پرستی اور مفاد پرستی کے ماحول میں سخت ناپسندیدہ کام ہوتا ہے۔ رد باطل سے وہ لوگ اول وہلہ میں متنفر ہوتے ہیں جن پر زد پڑتی ہے، لیکن دوسروں کے لیے مفید تر ہوتا ہے اور خود باطل ضرور سوچتا پچھتاتا اور جھجکتا ہے اور باطل کی جرأت مندی میں کمی آتی ہے۔ رد کرنے والا رد باطل میں جس قدر حق بجانب مضبوط اور نزیہ ہوگا اسی کے بقدر رد باطل کا فائدہ ہوگا۔ بہر حال شیخ رد باطل میں موفق بھی تھے اور مسدد ومصوب بھی تھے اور اس کے آداب بھی جانتے تھے۔ شیخ نے ہمیشہ منکر کو رد کیا۔ ان کی زندگی کا یہ بھی ایک خاص پہلو ہے اور اہم ترین پہلو ہے۔ رد باطل کے ناتے سے بہت سے علمانی اور منافقین آپ کے شدید مخالف بھی ہوئے۔ گالیاں بھی دیں پھر آپ کی عظمت ماننے پر مجبور ہوئے اور آپ سے معذرت خواہ بھی ہوئے اور عفو ودرگزر کی گزارش بھی کی۔ اور شیخ نے سارے مخالفین کو معذرت اور بلا معذرت معاف بھی کر دیا۔ اور جو آپ کے فتاویٰ کی مخالفت

Marfat.com

کرتے اور بلاوجہ، انھیں کچھ نہ کہتے۔ شیخ کل کام اللہ کے لیے کرتے تھے اور اس کی رضا کے طلب گار رہتے تھے اس لیے حق اور دین کے لیے جٹے رہتے تھے اور اس لیے انھیں کسی کی بے جا خوشی ناخوشی کی پروا نہیں ہوتی تھی۔ نہ ان کے سامنے شہرت ومنصب کی مجبوری تھی کہ لیپ پوت کا کام کریں۔

توازن دیکھئے کہ حق کی حق تلفی کر کے کسی کے ساتھ صلح جوئی کی کوشش نہیں۔ اور فرد کے خلاف تنظیموں کے خلاف کوئی تعصب نہیں الا یہ کہ دین کا حق بنے اور اس سے دین کے لیے بدلہ لینا پڑے۔ اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔ ایک مثال علی میاں ندوی کی ہے انہوں نے جو ماحول بنا رکھا تھا اور جس طرح اپنے کو مفید اور مفکر ثابت کر رکھا تھا۔ شیخ ان کو ان کے قدوقامت کے حساب سے عزت واحترام بھی دیتے تھے لیکن ان کی غلطیوں اور انحرافات پر اغماض بھی نہیں کرتے تھے اور اخیر میں جب ان کے صوفیانہ افکار سے انھیں آگاہی ملی تو ان پر نکیر بھی کرتے تھے۔ ان کی تاریخ دعوت وعزیمت جلد چہارم کا عربی ترجمہ شائع ہوا۔ اس میں صوفیانہ انحراف کی انھیں اطلاع ہوئی تو اس کو گمراہ کن کتابوں میں شمار کیا اور اس کا اعلان بھی ''الرابطہ'' میں کیا۔ ان کی کتابیں دارالافتاء نے خریدیں۔ جب پتہ چلا کہ بعض میں انحراف ہے تو اسے جلا دینے کا حکم دیا گیا۔ مودودی صاحب کی بڑی قدروقیمت تھی لیکن جب ان کے سنگین انحرافات کی خبر ملی تو ان پر نکیر کرتے تھے ایک سائل نے ان کے متعلق سوال کیا تو فرمایا:

"عندہ اخطاء کثیرۃ لا تعدو ولا تحصی"

''ان سے بے شمار غلطیاں سرزد ہوئیں جنھیں شمار نہیں کیا جا سکتا۔''

شیخ کی زندگی اور کاموں میں اللہ تعالیٰ نے وہ برکت دی تھی کہ عالمی جھمیلوں اور ذمہ داریوں کے باوجود وہ ایک متوازن زندگی نظام اوقات کے تحت گزارتے تھے وقت کی پابندی بڑے لوگوں کی زندگی کی پہچان ہے۔ سارے کام وقت پر اور ہر کام کا وقت متعین ان میں کسی طرح کا کوئی تغیر وتبدل نہیں، مستقل نظام کار اور نظام وقت موجود ہے وقتی پروگرام یا موسمی

Marfat.com

پروگرام میں مستقل پروگرام کچھ متاثر ہوتا تھا لیکن عموماً نظام کار اور اوقات کار میں فرق نہیں ہوتا تھا۔ کسی بھی بڑے انسان کی زندگی کو پڑھیں اس کے کام کے اوقات طے پائیں گے جو لوگ تنظیم اوقات کے قائل نہیں ہوتے ہیں۔ وہ کوئی بڑا کام نہیں کر پاتے جب کام متعین ہو اصول وضابطے متعین ہوں اور کام کے اوقات بھی متعین ہوں اس وقت انسان بہت بڑے اہداف حاصل کر سکتا ہے شیخ کی خوبی یہی تھی کہ انہوں نے اپنی زندگی کے لمحہ لمحہ کو اپنے اہداف کے حصول کے لیے استعمال کیا۔ اور عظیم مقصد کو بڑی آسانی کے ساتھ حاصل بھی کر لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے کام اوقات اور مقاصد میں بڑی برکت عطا کی۔

اوقات کی پابندی کے ساتھ محنت اور جفاکشی بھی آپ کی پہچان تھی نہ ہجوم کار سے کبھی گھبرائے نہ مشغولیات سے پریشان ہوئے شیخ روزانہ قریباً 18 گھنٹے کام کرتے تھے اور کبھی چھٹی نہ لیتے تھے۔ صبر وضبط کا یہ عالم تھا کہ چار چار گھنٹے کرسی پر ایک پہلو پر بیٹھے درس دیتے رہتے اور اپنے تحریری افتائی کاموں کے لیے اپنی لائبریری میں بخوبی تیاری کرتے تھے۔ اور درس ومحاضرات کے لیے بھی تیاری کرتے تھے۔ آپ نے لائبریری میں مراجع کی دس ہزار کتابیں جمع کر رکھی تھیں۔ علمی استحضار کے باوجود تیاری کرتے تھے تاکہ مسئلہ کی ساری صورت حال سامنے ہو اور علی وجہ البصیرت گفتگو کر سکیں۔ اشغال کار کے باوجود سنن ونوافل اور تہجد کی ادائیگی کا اہتمام رہا۔ ذکر واذکار کا بھی اہتمام رہا۔ اہل وعیال کے حقوق کی ادائیگی میں بھی کمی نہیں رہی۔ رشتہ داروں کی خبر گیری ہوتی رہی۔ اور سب کے ساتھ انصاف محبت اور چاہت بھرپور طور پر رہی اور ہر ایک کا اعتماد اور عزت واحترام بھی حاصل رہا۔

شیخ کا اجتماعی شعور اتنا پختہ تھا کہ انہوں نے ملک ملت سماج وطن علماء حکمران طلباء سب کے حقوق کو باحسن وجوہ ادا کیا اور تمام مسلمانوں کو خواہ اقلیت میں ہوں یا اکثریت میں ہوں سیکولر حکومت ہو یا مستبد حکومت ہر ایک حالت میں اسلامی نقطہ نظر سے مسلم عوام اور علماء کو کیا صحیح رویہ اختیار کرنا چاہیے اسے بصراحت ووضاحت بتایا۔ اور حرث ونسل کی تباہی سے بچانے کی کوشش کی۔ اور ہر جگہ لوگوں کے اندر اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی۔ لڑنے والوں کو ملانے

Marfat.com

جھگڑنے والوں کو جوڑنے کی کوشش کی۔ افغانستان میں تمام جہات کو ملانے اور متحد کرنے کی کوشش کی۔ اسی طرح ہر جگہ فرق مجاہدہ کو متحد کرنے کی کوشش کی۔ شاید کوئی ایسا ملک نہ ہوگا جہاں علماء اور جماعتوں کو باہم متعاون رہنے کی تلقین نہ فرمائی ہو اور اتحاد وائتلاف کی راہ نہ سجھائی ہو۔ خود ہندستان کی جماعت اہل حدیث پر خاص نظر عنایت تھی اور ہر طرح کا تعاون تھا لیکن مولویوں نے اس تعاون اور نظر عنایت کی۔ کما حقہ قدر نہ کی۔ نہ ان کے جذبات اور احساسات کو پوری طرح نگاہ میں رکھا۔ البتہ ان سے عقیدت ومحبت کا مظاہرہ ضرور کیا۔ جس کے وہ مستحق تھے۔ شیخ ابن باز کو اہل حدیث منزل خریدنے کا پتہ چلا۔ انہوں نے فوراً جمعیۃ کے حق میں بھرپور مدد کردی۔ مگر آج تک التوا ہو رہا ہے اور کتاب وسنت کے عامل، اصلی مسلمان اور جماعت وجمعیۃ کے ذمہ دار تیس سال بیت جانے پر بھی اپنے دل ودماغ کی کھڑکیوں کو بند کیے اپنی برتری کی دنیا ٹال مٹول میں جی رہے ہیں۔ جو لوگ روشن دن کی طرح کھلی حقیقت کو تسلیم نہیں کر پا رہے ہیں اور جماعت کے ساتھ تیس سال سے ٹال مٹول کر رہے ہیں اور وہ بھی خیرات وصدقات کے پیسوں پر نہ کہ اپنی حلال کمائی پر، ان کے احساسات اور ذہنی وقلبی حالت کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے۔ کیا ان کی سوچ پر دنیا داری کا پہرہ نہیں لگا ہے۔ اور اس صریح زیادتی اور دنیاداری پر تیس سال سے جمعیۃ کے لوگ عموماً گونگے پن کے شکار ہیں۔ اور جس نے گفتگو کی کوشش کی اسے رسوا کیا گیا۔ اب کچھ شعور جاگ رہا ہے شیخ عطا رسوا ہوئے، خلجی رسوا ہوئے، اصغر رسوا ہوئے امیر جمعیۃ حافظ محمد یحییٰ کو رسوا کیا گیا۔ پھر بھی ایسے لوگ خود کو سمجھ دار اور جمعیۃ کے ذمہ دار سمجھتے ہیں اور آئیں گے تو صدر نشین بننا چاہیں گے اور بہت سے عقل مند قسم کے لوگ ایسے لوگوں کو بڑی اہمیت بھی دیں گے۔ چند گز زمین اور چند لاکھ خیرات کے روپیوں کی خاطر ایسے لوگ تاریخ میں خود کو رسوا کر رہے ہیں اور اپنی زشت نامی ثبت کر رہے ہیں۔ اللہ ان کو عقل دے کہ اپنے ہاتھوں سے اپنا چہرہ نہ بگاڑیں اور تاریخ میں ان کا نام یوں نہ آئے کہ تیس سالوں تک کچھ لوگوں کی دونسلوں نے جمعیۃ کو یرغمال بنائے رکھنے کی کوشش کی۔ چار سو گز زمین کا ایک ٹکڑا کوئی معنی نہیں رکھتا لیکن افسوس

Marfat.com

اس کی خاطر دو امیر اور ان کے جانشین تاریخ میں ایک بری مثال بننے جا رہے ہیں مورخ انھیں معاف نہیں کرے گا اب بھی سجدہ سہو کا وقت ہے۔ اس پر بھی کہہ دیا جائے گا دورہ کر لکھے جاتے ہیں مسئلے کو سمجھتے نہیں ہیں۔ اللہ والوں کو اتنی سمجھ نہیں کہ بدیہی حقائق اور ان کے مٹنے والوں کو سمجھنے کے لیے قرب مکانی کی ضرورت نہیں۔ دراصل جب انسان کو شرح صدر نہ حاصل ہو تو اسے دانشوری زیادہ سوجھتی ہے۔ ہزار بہانے ڈھونڈھتا ہے پکڑ سے بچنے کے لیے غلطیوں کی نشاندہی کرنے والا کوئی آڈیٹر نہیں ہوتا کہ حساب چک کرے اور آنہ پائی کا حساب بتلائے۔ اشارہ کر دیا جاتا ہے کہ خود انسان کا ضمیر زندہ ہو جائے اور راہ راست پر آ جائے وہ کوئی فریق نہیں ہوتا کہ ہر شے میں آ کر کرید کرے۔

شیخ کی ایک بڑی خوبی تھی سادگی۔ سادگی لباس میں، کھانے پینے میں، رہن سہن میں کروفر کا کوئی مظاہرہ نہیں دنیا کا سب سے عظیم اور بڑا مومن مگر انکسار اور تواضع کا یہ حال کہ یک مزدور بھی وہاں پہنچ کر خود کو حقیر نہ سمجھے اور بڑا سے بڑا طنطنے باز بھی وہاں اپنے کو اونچا نہ بھجے۔ ایسا شخص جس کے پاس غریبی امیری وجاہت وثروت غربت وفقر کی ساری دشائیں ب ساتھ جڑ جائیں، سادگی فطری شے ہے اور فطری شے میں سب یکساں ہوا کرتے ہیں۔ ادگی تکلف بناوٹ تصنع اور مظاہرہ کروفر کے حصار سے نکال کر انسانوں کو ایک سطح پر جمع ردیتی ہے۔ اور اونچ نیچ کی مرتفع ومنخفض سطحوں کو برابر کر دیتی ہے۔ جس قدر سادگی زیادہ گی اسی کے بقدر انسان کے اندر موجود خیر کی صلاحیتیں ابھریں گی اس کے برعکس انسانی مدگی میں تصنع بناوٹ اور تکلف در آنے سے انسانی صلاحیتیں پنہاں ہوتی جائیں گی۔ سادگی ں زندگی آسان ہوتی ہے اور مسائل کا گھیرا نہیں ہوتا۔ اگر انسان تکلفات کو اپنے اوپر لادلے اس کے قیمتی اوقات آئینہ دیکھنے اور رخ وزلف اور کاکل سنوارنے میں قتل ہو جاتے ہیں۔ شیخ نے جو سادگی اختیار کی تھی وہ مثالی تھی۔ ہندوستانی خانقاہی مولویوں کی طرح نہیں کہ فقر کا دعویٰ ہے اور خادموں کا پرا ہے۔ نذرانوں کی ریل پیل، سطوت وحکمرانی ہے اور بسا اوقات عجز وفقر کے لفافے میں اکڑ اور مکر ہے۔ شیخ کی سادگی ظاہر داری نہیں تھی۔ ان کے ہاں سادگی ایک

Marfat.com

رویہ ایک طرز فکر ایک سوچ اور اختیار و پسند تھی انسان جب اپنے عقیدہ وعمل کے مطابق اپنی ایک سادہ روش اور طرز حیات بنالیتا ہے تو یہ اس کے آداب زندگی اور سلیقہ زندگی کی حیثیت سے نمایاں ہوتی ہے اور اس کی زندگی کی تصویر بن جاتی ہے اس حقیقت کو پکی اور سچی سادگی کہیں گے۔ شیخ کی سادگی ان کی سچی اسلامی زندگی کی تصویر تھی اور ہر شے میں سادگی جھلکتی تھی۔ شیخ کی سادگی پرکاری سے آراستہ تھی۔ شیخ کی سادگی بھی قلوب واذہان کے لیے کشش کا باعث تھی۔ اور دلوں کو موہ لینے والی۔ اس سادگی نے بھی لوگوں کو ان کے قریب کردیا تھا۔ سادگی انسیت کا باعث ہوتی ہے اور دوریوں کو مٹاتی ہے قربتوں کو بڑھاتی ہے۔ سادگی انسان کو ہلکا رکھتی ہے زیر بار نہیں بناتی فضول خرچی سے بچاتی ہے۔ سادگی انسانی طبائع کو پیچیدہ نہیں بناتی فکر وخیال میں آراستگی اور شائستگی لاتی ہے۔ شیخ سادگی کے ان تمام فوائد سے باحسن وجوہ شادکام تھے۔

شیخ کا تقویٰ مثالی تھا۔ تقویٰ بہت نازک اور لطیف خوبی ہے۔ تقویٰ ایک نور ہے جو معمولی گرد وغبار دھندلا ہونے لگتا ہے تقویٰ اللہ کے سامنے کامل سپردگی سے پیدا ہوتا ہے اور پوری توانائی کے ساتھ انسان کو راہ استقامت پر قائم رکھتا ہے۔ اگر عبودیت میں کمی آئی توکل علی اللہ دھندلا ہوا۔ رجا وخوف کی کیفیت بگڑی اتباع سنت میں بال آیا۔ محبت الٰہی ومحبت رسول دگرگوں ہوئی تو پھر تقویٰ کمزور ہوتا ہے اور اگر غفلتیں بڑھتی گئیں تو معصیت اس کی جگہ لینے لگتی ہے۔ اگر تصوف کے خرخشے نے شہوات وشبہات کی گندگی انڈیلی، تقلید نے اتباع رسول کو سبوتاژ کیا، محبت الٰہی کو برباد کیا۔ تو تقویٰ نہیں رہ جاتا ہے۔ اس کی جگہ فتنہ آتا ہے۔ شیخ کا تقویٰ کتاب وسنت کی تعلیمات کے مطابق تھا۔ شیخ کا تقویٰ تسبیح ہلانے، یا ہو ہا کرنے اور پیری مریدی کرنے کا نہیں تھا۔ شیخ کے تقویٰ کی بنیاد توکل، محبت الٰہی ومحبت رسول، رجاء وخوف اور اطاعت تھی اور ان بنیادوں کو تصوف تقلید تعقل پرستی مادیت تجدد پسندی سے کبھی متزلزل ہونے نہ دیا ان کی پوری زندگی میں تقویٰ نمایاں رہا۔ اسی لیے انھیں اس کی توفیق ملی کہ صحیح طریقے سے عظیم کارنامے انجام دیں اور سارے عالم میں ان کا فیض پہنچے۔ اور شیخ کی

Marfat.com

شخصیت پر محبوبیت و مرجعیت کے منفی اثرات نہ پڑیں۔نہ شہرت و دولت منصب و عالمیت کسی طرح ان کے اصولوں اور کاموں پر منفی اثر ڈالیں۔تقویٰ اس کا نام نہیں ہے کہ ہاتھ میں تسبیح لے کر جبہ پہن کر مصلّٰی پر بیٹھ جائیں اور چند مریدوں کا پہرہ ہو،خدمت جاری رہے، لطف حیات اور سطوت کا مزہ ملتا رہے اور تسبیح چلتی رہے گردن دائیں بائیں جھکے اور جھٹکا کھائے اور نذرانوں کی بارش ہو، یہ سب کرتب اور دکانداری ہے حقیقی تقویٰ کے مظاہر ہیں انابت، خشیت، ذکرالٰہی کا دوام، اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی، تواضع،حق پرستی اور ادنی سے ادنیٰ کام اور فکر میں حدود شریعت سے تجاوز نہ کرنا اور بے نفسی کے ساتھ ساری صلاحیتوں کو خدمت دین اور خدمت خلق میں لگا دینا، تقویٰ کی علامتیں دیکھنی ہوں تو شیخ ابن باز کے روزمرہ کاموں سرگرمیوں اور ان کی سیرت اور اخلاق واطوار میں دیکھا جا سکتا ہے۔

شیخ نے بھرپور اور مشغول زندگی گذاری۔ پھر بھی علمی کاموں کے لیے وقت نکال لیا۔شیخ کے بیٹے احمد کے بیان کے مطابق شیخ کے ویب سائٹ پر شیخ کے سارے انتاجات 25 تا 30 ہزار صفحات میں آسکتے ہیں۔ اتنی مشغولیت ہو اور بندگان الٰہی سے تعلق جڑا ہو پھر بھی علوم اسلامیہ پر دسترس اور اس میں مہارت اور اس مہارت کے ساتھ روزانہ امہات کتب کی تدریس ایک معجزے سے کم نہیں ہے۔عموماً جب انسان عوامی زندگی سے جڑتا ہے تو اس کا رشتہ قلم وقرطاس سے ٹوٹ جاتا ہے۔اور کتابوں سے وہ بیگانہ ہو جاتا ہے،لیکن شیخ تمام جھمیلوں میں رہ کر تفسیر، احادیث، علوم حدیث، فقہ کی اہم کتابوں کا مطالعہ جاری رکھتے تھے۔شیخ نے اپنے ایک انٹرویو میں بتایا کہ انہوں نے بخاری و مسلم کو کئی بار پڑھا ہے۔اسی طرح دیگر حدیث کی کتابیں بھی مکمل طور پر یا تھوڑی بہت پڑھی گئیں اس کا نتیجہ تھا کہ آپ کا علم تازہ رہتا تھا۔

دنیا کے بڑے سے بڑے علماء سعودیہ حاضر ہوتے تھے اور بسا اوقات انھیں یہ گمان ہوتا تھا کہ سعودی عرب کے علماء علم میں ہیٹے ہیں لیکن ان کے لکچر کے بعد جب شیخ کی تعلیق ہوتی تھی تب لوگوں کی آنکھیں کھلتی تھیں، شیخ صادق عرجون شیخ متولی شعراوی، د۔یوسف قرضاوی، شیخ غزالی وغیرہم کے ساتھ ایسے واقعات پیش آئے اور سبھوں نے شیخ کی بصیرت علمی گہرائی کو

Marfat.com

تسلیم کیا اور ان کی آراء کے آگے سرنگوں ہو گئے۔ امام البانی شیخ رحمہ اللہ کو مجتہد گردانتے تھے۔
رابطہ عالم اسلامی کے اسٹیج پر اور اس کی فقہ اکیڈمی کے اسٹیج پر دنیا کے چوٹی کے علماء اکٹھے ہوتے تھے اور مختلف مسائل پر جب بحث ہوتی تھی اور اختلاف ہوتا تھا تو عموماً شیخ کی رائے فیصلہ کن بن جاتی تھی اور سب اسے تسلیم کر لیتے تھے۔

شیخ کے خصائص کی تفصیل اور ان کے کارناموں کا بیان ممکن کہاں اگر ان کی ستر سالہ جہود کا تفصیلی ریکارڈ سامنے لانا ہو تو ایک ٹیم کی ضرورت ہوگی۔ اور ساری تفصیلات درجنوں مجلدات میں آئیں گی۔ ان سرسری باتوں کے بعد اب کچھ ان کے گوشہ حیات کا ابھارا جائے۔

☆ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کے گھرانے آل باز کا تعلق ریاض سے ہے ان کے آباء اجداد زمانے سے ریاض میں آباد تھے۔ اس کے کچھ گھرانے حوطہ، احساء، اور حجاز میں پائے جاتے ہیں آل باز سے نسبت کے دعویٰ دار کچھ گھرانے اردن مصر اور بلاد عجم میں بھی ہیں۔
اردن میں موجود کچھ لوگ اہل بیت سے ہونے کے مدعی ہیں لیکن ان کی اصلیت کے بارے میں کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ آپ کا گھرانہ علمی تجارتی اور زراعتی گھرانہ تھا۔

☆ شیخ ابن باز 12 ذی الحجہ 1330 مطابق 1912 میں ریاض میں پیدا ہوئے۔ آپ کا گھرانہ علمی ودینی گھرانہ تھا۔ بچپن ہی میں آپ نے قرآن کریم حفظ کر لیا تھا۔

1346 ھ میں شیخ کی بینائی کسی روگ کے سبب متاثر ہوئی اور آہستہ آہستہ بینائی جاتی رہی اس وقت شیخ کی عمر 20 سال تھی۔

شیخ نے مشائخ وقت سے تعلیم حاصل کی۔ ان میں سے اہم نام یہ ہیں۔

شیخ محمد بن عبداللطیف آل الشیخ، شیخ صالح بن عبدالعزیز آل الشیخ، اور شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ، شیخ سعد بن محمد بن عتیق قاضی ریاض، شیخ نے ان تمام اساتذہ سے ریاض میں تعلیم حاصل کی۔ شیخ سعد بن قاسم سے مکہ میں تجوید کا درس لیا۔

شیخ ابن باز شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ مفتی عام سعودی عرب سے 1347 تا 1357 دس

Marfat.com

سال تک تعلیم حاصل کی اور تمام علوم دینیہ کی تکمیل ان سے کی۔

ذمہ داریاں:

* قاضی خرج ۱۳۵۷تا ۱۳۷۱۔
* مدرس المعهد العالی ریاض ۱۳۷۲۔
* استاذ شریعت کالج ریاض ۱۳۷۳ تا ۱۳۸۱ استاذ فقه توحید حدیث۔
* نائب رئیس جامعة اسلامية مدينة منوره ۱۳۸۱ تا ۱۳۹۵۔
* رئیس جامعة اسلامية مدينة منوره ۱۳۹۰۔تا۱۳۹۵۔
* رئيس ادارات البحوث العلمية والافتاء والدعوة والارشاد رياض ۱۳۹۵ تاعمر۔
* مفتی عام سعودی عرب ورئيس هيئة كبار علماء رياض ١٤١٤ درجه وزیر۔
* رئیس مجلس تاسیسی رابطه عالم اسلامی مكة مكرمة تاعمر۔
* رئیس عالمی مجلس اعلی برائے مساجد مکه مکرمه تاعمر۔
* رئیس فقه اکیڈمی رابطه عالم اسلامی مکه مکرمه تاعمر۔
* ممبر مجلس اعلی مدینه جامعه اسلامیه منوره تا عمر۔
* ممبر هيئة عليا للاغاثه مكه مكرمه۔
* ممبر صندوق دائم للتنمية الشبابية رياض۔
* رکن مجلس استشاری ندوة الشباب الاسلامی ریاض

تصنیفات:

شیخ کی تصنیفات کی مختلف صورتیں ہیں۔ کچھ مستقل تصنیفات ہیں کچھ تعلیقات ہیں۔ اور بہت سے کتابچے ہیں اور بہت سے فتاویٰ ہیں اور بہت سے ایسے رسالے ہیں جو بے شمار

Marfat.com

اداروں نے چھاپے ہیں۔

شیخ کی یہ تصنیفات بارہا چھپی ہیں اور مختلف زمانوں میں۔ شیخ کے کئی کتابوں پر حواشی ہیں؛ بلکہ رسائل اور کتابچوں کو ملایا جائے تو ان کی تعداد سو سے اوپر ہو سکتی ہے۔ یہ سارے رسائل شیخ کے مجموعہ ہائے مقالات میں شائع ہوئے۔

مقالات:

مجلة الجامعة الاسلامية مجلة البحوث الاسلامية اور دیگر مجلات میں شیخ کے بہت سے مقالات شائع ہوئے ہیں۔ انھیں بھی ڈاکٹر شویعر ہائے نے شیخ کے مجموہائے مقالات و خطابات میں شامل کر دیا ہے۔

رد باطل

اسی طرح مجلّات اخبار و جرائد میں شیخ کے بیانات بہت کثرت سے شائع ہوئے ہیں ساتھ ہی بہت سے خطوط سفارشی توجیہی افتائی تربیتی مناقشاتی تحریریں شائع ہوئی ہیں۔ زندگی بھر کے ردود مناقشات نیز توجیہی تردیدی اور سفارشی خطوط کو ملک و بیرون جو بھیجے گئے ہیں اگر ان سب کا احصاء ہو اور ان کو ریکارڈ پر لایا جائے تو یہی خطوط اور نقاش کئی مجلدات کے حامل بن جائیں گے۔

حوارات

ٹی وی، ریڈیو اور جرائد و مجلّات کو بہت سے انٹرویو بھی شیخ نے دیے ہیں ان کی بھی لمبی فہرست بن سکتی ہے۔ نور علی الرب آپ کا مشہور نشریاتی پروگرام تھا جسے سارے عالم میں عربی داں حضرات سنتے تھے۔ اذا تمہ القرآن الکریم مکہ سے یہ پروگرام خاص کر نشر ہوتا تھا۔ اسی طرح ٹی وی پر بھی آپ کا ایک ہفتہ واری پروگرام ہوتا تھا۔

ندوات ومحاضرات

قومی بین الاقوامی اور مقامی محاضرات جو مختلف لقاءات کانفرنسوں اسبوعی پروگراموں اور موسم میں دیے گئے ان کا احصاء بھی مشکل ہوگا۔

Marfat.com

دروس

شیخ کا معمول تھا کہ ہمیشہ عصر مغرب عشاء اور فجر کے بعد دروس کا اہتمام کرتے اور وقت و برنامج کے مطابق دروس مختصر و مطول و منظم ہوا کرتے تھے۔ان دروس کا حجم اور اس کی افادیت از حد تھی اور ان دروس سے بے شمار لوگوں نے استفادہ کیا۔تو یہ سب دروس ہمیشہ بالالتزام جاری رہے۔اگر ان دروس کے کیسٹ تیار ہوتے اور ہزاروں کیسٹوں پر آتے۔ان دروس میں آخر حیات میں حاضری چار پانچ سو تک پہنچ جاتی تھی۔شیخ کے دروس خرج مکہ مدینہ طائف ریاض ہر جگہ جاری رہے۔

شیخ نے تدریس کا کام کیا اور مستقلاً معلّمی کے فرائض بھی انجام دیے ہیں۔شیخ نے 1373 تا1381 نو سال تک کلیۃ الشریعۃ ریاض میں فقہ حدیث اور عقیدہ کے مادے پڑھائے ہیں۔

شیخ خرج میں 14 سال قاضی رہے۔قضا کی ذمہ داری نبھانے کے ساتھ وہاں کی جامع مسجد تعمیر کروائی اور اس میں باضابطہ درس دینا شروع کیا۔شیخ کے درس کا شہرہ سن کر دور دور سے طلباء وہاں پہنچنے لگے۔یمن فلسطین اور عراق اور اندرون ملک سے طلباء آئے۔شیخ کی درخواست پر شاہ عبدالعزیز نے ان کی رہائش کا انتظام کردیا۔

اور ان کے لیے ماہانہ وظیفہ بھی جاری ہوگیا۔ذہین طلباء کو تشجیعی انعامات بھی دیے جاتے تھے۔خرج میں شیخ عقیدہ فقہ فرائض حدیث تفسیر اور نحو پڑھاتے تھے۔قضا کی ذمہ داری نبھانے کے بعد شیخ کے اوقات طلباء کی تدریس میں صرف ہوتے تھے۔آپ کی تدریس کے اوقات یہ ہوا کرتے تھے۔فجر کی نماز کے بعد عقیدہ تفسیر حدیث فقہ نحو نماز عصر کے بعد بھی یہی سارے قواعد عشاء کے بعد کے بعد تفسیر ابن کثیر عمومی دروس میں شیخ نے جن کتابوں کو مختلف اوقات شامل رکھا ان کی تفصیل اس طرح ہے:

(١) كتاب التوحيد	(٢) الاصول الثلاثة
(٣) العقيدة الطحاويه	(٤) العقيدة الواسطية
(٥) كتب الصحاح السته	(٦) مسند امام احمد

Marfat.com

(۷) تفسیر ابن کثیر
(۸) سنن الدارمی
(۹) صحیح ابن حبان
(۱۰) مؤطا امام مالك
(۱۱) بلوغ المرام
(۱۲) اصول الاحکام
(۱۳) ریاض الصالحین
(۱۴) سنن الکبری نسائی
(۱۵) الدرر السنية
(۱۶) منتقی الأخبار
(۱۷) الفرائض
(۱۸) زاد المعاد
(۱۸) النخبه
(۲۰) الرحبیه
(۲۱) اغاثة اللهفان
(۲۲) الحمویه
(۲۳) نخبه الفکر
(۲۴) الاستقامه
(۲۵) جلاء الافهام
(۲۶) الصارم المسلول علی شاتم الرسول
(۲۷) فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیه
(۳۸) منار السبیل مع ارواء الغلیل

شیخ علیہ الرحمہ نے ہر کام میں سلف صالحین کا تتبع کیا۔ اور ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے روشن دلیل بن گئے کہ سلفیت یا منہج سلف کے اندر کتنی برکت ہے اور تمام مخالفتوں کے باوجود اسے کامیابی ضرور ملتی ہے۔ انہوں نے تقلید کی روش کو بالکل رد کر دیا تھا اور کہا کرتے تھے تقلید علم نہیں ہے۔ ابھی تک ان کے مواقف منہج اعمال اور نشاطات اور ان کے اثرات اور نتائج کا صحیح اندازہ نہیں لگایا گیا ہے۔ ان کی کوششوں سے کتاب سنت کی دعوت کو قبول عام ملا ہے اور ساری دنیا میں ان کے طرز عمل پر چل کر اتنا کار خیر ہوا کہ اس سے پہلے سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ شیخ نے خرج میں منصب قضا پر فائز ہونے کے بعد طلباء کی تدریس کا، ان کے لیے رہائش کا اور ماہانہ وظیفے کا تعمیر مساجد اور کفالت طلاب کا جو سلسلہ شروع کیا بعد میں چل کر وہی ملک اور بیرون ملک لوگوں کے لیے نمونہ بن گیا۔

Marfat.com

اگر شیخ کے فضائل ومحامد گنائے جائیں تو اس کی طویل فہرست بنے گی۔ اور ان فضائل ومحامد اور طریقہ دعوت وتبلیغ کی بناء پر وہ بجا طور پر اس دور کے مجدد ہیں۔ تجدید کے جو مفاہیم شبلی اور مودودی نے بیان کیے ہیں وہ لایعنی اور محض ذہنی زرخیزی ہے۔ تجدید کا سادہ اور واضح مفہوم یہ ہے کہ عالم دین کو بالکل اس شکل میں پیش کردے جس شکل میں وہ قرآن وسنت میں موجود ہے۔ لوگوں کے اضافہ کردہ مفاہیم۔ ذہنی زرخیزی تاویلات، انحرافات، شرک وبدعات الحاد اور تفسلف کے دلدل سے دین کو نکال دے۔ امام عصر نے دین کو سہل واضح اور نمایاں شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کردیا۔ عقیدے کا مسئلہ ہو یا سنت کا عبادت کی بات ہو یا معاملات کی فقہ وفتاویٰ کے مسائل ہوں یا سیاست اور معیشت کے معاشرت کی بات ہو یا فرد وعائلہ کی ہر باب میں شیخ نے کتاب وسنت پر مبنی دلائل سے مسائل کو واضح کیا۔ اور لوگوں کے لیے دین کو آسان تر کردیا۔ عقیدہ فقہ اور سیاست میں جو پیچیدگیاں پیدا ہوگئی تھیں ان سب کو شیخ نے دور کردیا۔ اور ساری دنیا میں مسلمانوں نے اسے قبول بھی کیا۔ فتنوں کا دور تحریکیوں کا ہنگامہ وشور الھڑ نوجوان تحریکیوں کا کبر وغرور اور تشدد خمینیت کا فتنہ اور نشہ اباحیت کا دور دورہ، کمیونسٹوں کی خون آسامی، سیکولرزم کی تخریب کاری، سرمایہ داری کا لوٹ کھسوٹ، انسانیت کے خلافت صہیونیت اور صیہونیت زدہ عیسائیت کی سازش، شرک وکفر کا طوفان، بدعات کی زور آزمائی اور مسلم دانشوری اور تعقل پسندی کی ڈھٹائی، عالمیت کا استبداد ننگے پن کا یلغار، سب مملکت توحید کی سرحدوں پر حملہ آور، اور بہت سے دین کے نام پر اندرون مملکت زور آمائی پر کمر کسے، لیکن اس مرد مجاہد نے سب کا مقابلہ کیا اور دنیا کے ہر کونے میں مقابلہ کیا اور بہتوں کو شکست فاش دی اور اس کے ناخن تدبیر سے بہت سے گمبھیر مسائل کی گرہیں کھلیں۔ اور اس کا ہتھیار بھی کیا تھا۔ دعوت کتاب وسنت، تنفید شریعت کا پیغام، تعلیم وتعلم، ہمدردی وغمگساری، نصح وتعاون اور اس کے شاگردان کرام، اس کے مشن اور منہج سے انتساب رکھنے والے اور اس کے تیار کردہ علماء نے سارے عالم میں سلفیت کے لیے وہ کام کیا کہ دور امام سے قبل سلفیت کے ماننے والے دنیا میں جس قدر تھے اس سے سینکڑوں گنا بڑھ گئے اور انہوں نے بھی

Marfat.com

سارے فتنوں کی سرکوبی کی کوشش کی۔ مشکلات ومسائل کو صحیح رخ دینا انھیں حل کرنا اورلوگوں کو دین کی راہ پر لگانا اور انھیں آسان بنانا سب کے بس کا کام نہیں ہے۔ مشکلات میں ہمتیں پست ہوجاتی ہیں۔ حوصلے ٹوٹ جاتے ہیں قلوب واذہان انتشار کا شکار ہوجاتے ہیں۔ غلط افکار اور غلط کاروں کے چنگل میں پھنس جاتے ہیں اور مذکورہ فتنوں میں مسلمان پست حوصلگی یا انتشار کا شکار تھے لیکن امام وقت نے اپنے تجدیدی کارناموں کے ذریعے ہر جگہ مسلمانوں کو حوصلہ دیا ان کی راہنمائی کی۔ ان کے اندر دینی فکر اجاگر کیا۔ اور مسئلے کی نوعیت کو سمجھا اور سمجھایا۔ حالت یہ تھی کہ اسلام کے چیمپین ہر جگہ دین کو اور مسلمانوں کو اپنے حزبیاتی مفادات کے لیے استعمال کرتے تھے۔ افغانستان کا پر پیچ مسئلہ ہمارے سامنے ہے۔ ساری دنیا کے تحریکیوں نے اسے یرغمال بنایا اور مقامی تحریکیوں نے اسے شہرت اور دولت حاصل کرنے اور پھر کرسی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا اور اسے برباد کر کے رکھ دیا۔ 1972 سے اس کی تباہی جاری ہے۔ اور اب تک بربادی اس پر مسلط ہے۔ اس کے اندر جو خیر تھا اور جو نتیجہ خیزی تھی بڑی حد تک شیخ ابن باز اور ان کی مملکت توحید کی جہود کا ثمرہ تھا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جو بھی بہترین شکل اس وقت دنیا میں موجود ہے اس کا سرا کسی نہ کسی شکل میں شیخ ابن باز سے ضرور جاملے گا۔ تعمیر مساجد، یتامی ارامل اور محتاجوں کی کفالت، علماء وطلباء کی عزت افزائی، دعوت وتبلیغ کا جاری سلسلہ، رفاہی کاموں کی شکلیں مشکلات حوادث نوازل میں دست تعاون بڑھانے کی منظم وبہتر شکل تعلیم وتدریس کے لیے مدارس ومعاہد کے قیام، کتابوں کی نشر واشاعت کی بہترین صورتیں سب کے سب کسی نہ کسی شکل میں شیخ ابن باز سے فیض یاب ضرور ہیں۔ کتاب وسنت کی تعلیمات کی نشر واشاعت آسان زبان میں انھیں سے شروع ہوئی اور اس کا سلسلہ جاری ہے۔ رد باطل کا سلسلہ عالمی پیمانے پر انھیں نے شروع کیا اور اس کی شکلیں جاری ہیں۔

ان کے دور میں سارے علماء ستارے تھے وہ سورج تھا جو نہ کبھی گہنایا نہ روپوش ہوا ہر ایک کو روشنی دیتا رہا اور سب کو فیض یاب کرتا رہا۔ اور آخری لمحے تک اپنے علم کی روشنی بکھیرتا

Marfat.com

رہا۔ تغمده الله ثراه وجعل الجنة مثواه

زندگی کا آخری لمحہ بھی خوب تھا۔ انتقال سے دو گھنٹہ قبل تک شیخ دعوت دین کا کام کرتے رہے۔ 89 سال کی عمر میں 27 محرم 1420ھ بروز جمعرات طائف میں شیخ کا انتقال ہوا اور مقبرۃ العدل مکہ مکرمہ میں تدفین ہوئی۔

امام عصر کے انتقال کے موقع پر شاہ فہد بن عبدالعزیز کا شاہی فرمان جاری ہوا کہ جمعہ کی نماز کے بعد حرم مکی میں شیخ کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نماز جنازہ غائبانہ مسجد نبوی اور سعودی عرب کی تمام مساجد میں پڑھی جائے گی۔

شیخ کے جنازے میں بنفس نفیس شاہ فہد شامل ہوئے۔ ان کے سوا امیر عبداللہ ولی عہد، امیر سعود بن محمد بن عبدالعزیز امیر سلطان بن عبدالعزیز وزیر دفاع، امیر نائف بن عبدالعزیز وزیر داخلہ، امیر متعب بن عبدالعزیز وزیر محنت امیر عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز، امیر نواف بن عبدالعزیز امیر سلمان بن عبدالعزیز گورنر منطقہ ریاض امیر ماجد بن عبدالعزیز گورنر منطقہ مکہ مکرمہ، امیر عبدالالہ بن عبدالعزیز گورنر منطقہ جوف، نیز دیگر امراء وزراء اصحاب مناصب علماء اور مشائخ نے جنازے میں شرکت کی۔ شیخ ابن عثیمین د۔ عبدالمحسن بن عبداللہ الترکی، د۔ عمر عبداللہ نصیف بھی نماز جنازہ میں شریک تھے۔

احمد بن خالد الکلیب وزیر عدل کویت، احمد بن عبداللہ المری وزیر اوقاف ودینی امور قطر، جابر خالد الصباح سفیر کویت، ہانی خلیفہ سفیر اردن، د۔ یوسف قرضاوی بھی نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔

شدید گرمی کے باوجود (45 ڈگری سیلسیس) تقریباً دس لاکھ لوگوں نے شیخ کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ اور سعودی عرب کی تمام مساجد میں نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی اور مساجد میں شیخ کی دینی خدمات اور آپ کی عظیم اسلامی شخصیت کو خطبے کا موضوع بنایا گیا۔ اور ساری دنیا میں آپ کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی اور آپ کے لیے دعا کی گئی۔

سعودی عرب اور ساری دنیا میں آپ کے چاہنے والے بلک اٹھے اور لوگوں نے ایک

Marfat.com

دوسرے کی تعزیت کی۔ شیخ کی وفات کا یہ سانحہ آل باز کے لیے ایک عظیم سانحہ تھا لیکن یہ سانحہ آل سعود، فرماں روائے مملکت نائبین وزراء علماء مشائخ اور شیخ کے عام منسوبین محبین اور متعلقین کے لیے کچھ کم غمناک نہ تھا۔

فرماں روائے مملکت شاہ فہد نے ابناء شیخ کی تعزیت کی اور فرمایا جس طرح آپ تعزیت کے مستحق ہیں اسی طرح ہم بھی ہیں۔ یہ غم سب کا مشترکہ غم ہے۔ عالم اسلام کے صدور وزراء اعظم اور علماء ومشائخ کی طرف سے شاہ فہد کو تعزیت کے پیغام موصول ہوئے اور تمام عالم سے مسلم قائدین علماء مشائخ اور تنظیموں کے ذمہ داروں کی طرف سے بھی دکھ کا اظہار کیا گیا اور سعودی حکمرانوں اور ذمہ داروں کے نام تعزیت کے پیغامات ارسال کیے گئے۔

اس سانحے پر دنیا کے مسلمان رو پڑے اور شدید دکھ اور غم کا اظہار کیا۔ فرمان روائے مملکت شاہ فہد نے کیبنٹ میٹنگ کی صدارت کرتے ہوئے شیخ ابن باز کی سیرت بیان کی ان کی خدمات جلیلہ کو خراج عقیدت پیش کیا اور آپ کی وفات کو امت اسلامیہ کے لیے بہت بڑا سانحہ قرار دیا۔

اس موقع پر اخبارات میں لوگوں کے جو تاثرات اور فیچر شائع ہوئے ہیں، ریڈیو اور ٹی وی ٹاک نشر ہوئے ہیں جرائد ومجلّات میں مضامین شائع ہیں اور ان کے محبین اور منتسبین نے جو نظمیں ہیں اگر انھیں جمع کر دیا جائے تو ساری تحریریں اور بیانات کئی جلدوں میں آئیں گے۔ شیخ کی عظمت اور جلالت پر مساجد میں جو خطبے دیے گئے ہیں اور اسلامی ملکوں کے صدر و وزراء اعظم وزراء اور علماء ومشائخ نے جو تعزیتی بیانات دیے ہیں اور پیغامات بھیجے ہیں اگر انھیں جمع کر دیا جائے تو سب مل کر بڑا حجم اختیار کر لیں۔

پورے عالم میں متعدد زبانوں میں لوگوں نے شیخ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے خود ہندوستان میں شیخ کے متعلق سینکڑوں تحریریں آئی ہوں گی۔ شیخ کی یاد اور تذکار میں بہت سے ادارے ان کے نام بن گئے ہیں یا ان کے نام کر دیے گئے ہیں۔ ریاض میں ایک سڑک ان کے نام کر دی گئی ہے۔ مساجد ان کے نام پر بن گئے ہیں اور ان کے آثار باقیات اور صدقہ

Marfat.com

جاریہ جوان گنت ہیں اور مختلف شکلوں میں ہیں اب ان کے لیے باعث شرف اور باعث اجر وثواب ہیں۔

ان کے سوا بڑی بات یہ ہے کہ آج تک ان کے لیے بے شمار ہاتھ دعا کے لیے اٹھتے ہیں اور ان کی رفعت درجات اور غفران کے لیے بارگاہ الٰہی میں لوگ فریاد کرتے ہیں۔

امام عصر نے دین کے سلسلے میں کبھی کسی طرح کی لچک نہیں دکھلائی باطل کے خلاف سخت رہے۔کوئی بھی ملک ہو، حکمراں ہو، عالم ہو، قائد ہو، قلمکار یا شاعر ہو استاذ یا پروفیسر ہو اگر اس سے باطل کا صدور ہوا یا اس نے باطل کی اشاعت کی تو اس کے خلاف شیخ کا جہاد بالقلم اور جہاد باللسان فوراً شروع ہو جاتا، شیخ کی زندگی کا یہ پہلو بہت نمایاں تھا۔ رد باطل پر اگر شیخ کی ساری تحریریں اکٹھا ہوں تو ان کا حجم بہت بڑا ہو جائے گا۔ رد باطل کے سبب شیخ کے بہت سے مخالفین پیدا ہوئے لیکن پھر انھیں اپنی غلطی کا اعتراف ہوا۔ اور شیخ کی حق پرستی کے قائل ہو گئے۔

رد باطل دعوت دین کا حصہ نہی عن المنکر ہے۔ رد باطل سب کے بس کی بات نہیں ہے جو لوگ ذاتی مفادات سے پرے ہوتے ہیں۔ اور جن کے اندر ہمت وغیرت ہوتی ہے۔ شرکی معرفت کا احساس ہوتا ہے وہی یہ کام کر سکتے ہیں۔ آج کے دور میں استشراقی لب ولہجہ زیادہ پسندیدہ ہے اسے دانشور ذئب اغبر قسم کے لوگ استعمال کرتے ہیں۔ یا منافقہ اسلوب زیادہ رائج ہے جسے روباہ صفت لوگ استعمال کرتے ہیں۔ ان سے تلبیس اور تمویہ حقائق ہوسکتا ہے رد باطل نہیں ہوسکتا ہے۔ اگر رد باطل کا کام نہ ہو تو افکار باطلہ کا کباڑ اکٹھا ہو جاتا ہے جو فکری آلودگی کا باعث بنتا ہے اور قلوب واذہان کو مسموم بناتا ہے۔ اس لیے ہر دور میں غیرت مند اور باہمت علماء نے رد باطل کا کام کیا ہے۔

شیخ ابن باز کے متعلق امراء وزراء مشائخ علماء اور محققین کے زریں اقوال ہیں اگر ان اقوال کو جمع کیا جائے تو ایک کتاب تیار ہو جائے چند ایک پیش خدمت ہیں۔

امام عصر کی امامت اپنے دور میں متنوع تھی۔ ڈاکٹر سعید قحطانی کہتے ہیں:

Marfat.com

''انھیں میں نے پایا وہ امام ہیں حدیث میں، امام ہیں عقیدے میں، امام ہیں قرآن میں، امام ہیں لغت میں، امام ہیں انساب میں، امام ہیں جودوکرم میں، زہد فی الدنیا میں، تواضع میں، حسن اخلاق میں، فقراء، ومساکین کے ساتھ ہمدردی میں، ورع وتقویٰ میں، اورتیقن وعدم عجلت میں، امام ہیں حکمت میں امور کے اوپر مہارت رکھنے میں۔''

یہ ہے قحطانی کا حقیقت افروز بیان جنہوں نے شیخ سے 19 سال تک خوشہ چینی کی۔ مزید فرمایا:

''جس کسی کے بارے میں میں نے سنا اورملاقات کی تو جیسا سنا تھا اس سے کمتر پایا لیکن تنہا شیخ کی ذات ہے کہ جتنا ان کے متعلق سنا تھا ملاقات کرنے کے بعد کہیں زیادہ پایا۔''

شیخ کے ایک شاگرد ہیں شیخ کو یہ شہرت حاصل تھی کہ آپ کتاب وسنت کی دلیل ہیں ہمدردی وغمخواری، اور امت اسلامیہ کے مصائب کے ساتھ ان کا نام جڑ گیا تھا۔ وہ جبل السنۃ اورتنہا ''امت'' تھے۔اورسفارش کرنا ان کی پہچان بن گئی تھی۔

شیخ کے ایک سکریٹری ڈاکٹر شویعر کہتے ہیں جنہوں نے 11 سال شیخ کے ساتھ کام کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"هو مع علم جم مدرسة باخلاقه ومدرسة بحماسته للدعوة الى دين الله ومدرسة بحب الخير والمساعدة للقاصى والدانى فى كل شئونهم من دون تمييز ، ومدرسة بالتواضع النادر مثله فى هذا الزمان"

''کثرت علم کے ساتھ اپنے اخلاق وتواضع میں وہ مدرسہ تھے۔اپنی حماست سے اللہ کے دین کی دعوت میں وہ مدرسہ تھے، بلا تفریق قریب وبعید کے ہر کام میں تعاون کرنے اور حب خیر میں وہ مدرسہ تھے۔تواضع میں مدرسہ تھے جو اس

Marfat.com

دور میں نادر المثال ہے۔''

انھیں کا بیان ہے:

بہت سے زعماء اور قادہ شیخ سے ملاقات کے لیے آتے۔ شیخ اپنی سادگی کے ساتھ اپنی مجلس میں موجود اپنے کام میں منہمک ہوتے۔ یہ لوگ سلام کر کے بیٹھ جاتے اور انتظار کرتے کب شیخ آئیں گے۔ پوچھتے شیخ کب نکلیں گے ہم ان کے سامنے اپنے مسائل رکھنا چاہتے ہیں۔ جب بتایا جاتا یہی تو ہیں جنھیں آپ نے سلام کیا ہے اور جن کو دنیا کے ہر کونے سے آئے ہوئے لوگ گھیرے بیٹھے ہیں۔ یہ سن کر بسا اوقات بہت سے لوگ رو پڑتے۔ انھیں یقین نہ آتا کہ یہ وہی شیخ ابن باز ہیں جن کا شہرہ ہر طرف ہے۔ پھر کہہ پڑتے ہم تو اپنے ملکوں میں اتنی آسانی سے اپنے علماء سے نہیں مل سکتے۔ ان کے عجب ٹھاٹ باٹ ہیں پہلے سے وقت لیے بغیر ان سے ملنا مشکل ہے۔ اور یہاں یہ عالم ہے کہ امام دعوت اور امام عصر کا در تواضع کھلا ہے اور ہر شخص ان سے مل سکتا ہے بات کر سکتا ہے اور اپنی ضروریات کہہ سکتا ہے۔ یہ سب تو کتابوں میں علماء سلف کے متعلق پڑھا ہے آج فرید عصر اور وحید زماں کی ذات میں اسلاف کی خوبیاں ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں۔

☆ شیخ یوسف قرضاوی نے لکھا:

"لا أعرف أحدا يكره الشيخ ابن باز من أبناء الاسلام إلا أن يكون مطعونا في عقيدته أو ملبوسا عليه".

''میں نہیں جانتا مسلمانوں میں سے کوئی شیخ ابن باز کو ناپسند کرتا ہو وہی انھیں ناپسند کر سکتا ہے جو بد عقیدہ ہو یا جاہل ہو۔''

☆ کویت کے مشہور داعی احمد قطان نے شیخ کی رحلت پر بڑے دکھ کا اظہار کیا اور جمعہ کے خطبے میں ان کے مآثر مواقف اور فضائل کا ذکر کیا۔

شیخ قطان نے شیخ سے بارہا ملاقات کی۔ ان کے بقول انھیں دیکھ کر سلف صالحین اور صحابہ کی یاد آتی تھی۔ اور شیخ کے فتاویٰ سارے عالم میں پڑھے گئے اور انھیں قبولیت عامہ

Marfat.com

ملی۔ جب صدام نے کویت پر قبضہ کرلیا اور سعودی شہر خفجی کو ہتھیالیا اور حرمین شریفین پر اس کی نگاہ تھی۔ اس وقت قرآن وسنت سے دلائل کی روشنی میں شیخ نے کفار سے فوجی تعاون حاصل کرنے کے جواز کا فتویٰ دیا تھا۔ یہ امت اسلامیہ پر اور خاص کر کویت اور کویتیوں پر شیخ کا احسان عظیم تھا جس کے لیے سارے کویتیوں کو اور امت اسلامیہ کو ان کا احسان مند ہونا چاہیے اور شیخ کی مغفرت اور رفع درجات کے لیے دعا کرنی چاہیے۔

☆ حرمین کے ائمہ، سعودی یونیورسٹیوں کے اساتذہ، ہیئۃ کبار علماء کے ممبران، رابطہ کے ذمہ داران اور حکومت کے اعیان امراء آل سعود مشائخ کبار اور عالم اسلام کے وجہاء ومفتیان کرام مفکرین عظام حکومتوں کے فرماں روا بلاد عرب کے وزراء امراء حکمران ممبران پارلیامنٹ اور صحافت ومیڈیا سے جڑے متخصصین وماہرین نیز سارے عالم کے علماء اور مسلم قائدین، تنظیمات کے مسئوولین کی یہ عمومی رائے تھی کہ شیخ ابن باز کی وفات کا سانحہ ملت اسلامیہ کے لیے بہت بڑا سانحہ ہے۔ اور عموماً سب نے یہ رائے ظاہر کی کہ شیخ اپنے وقت کے امام سب سے بڑے عالم مفتی، داعی، مجاہد، متقی، مخیّر متواضع انسان تھے اور حق کے لیے سب سے زیادہ کوشاں اور ملت اسلامیہ کے سب سے بڑے خیر خواہ اور سب سے بڑے حکیم بابصیرت متبع سنت اور علوم اسلامیہ کے ماہر اور مجتہد اور سب سے زیادہ صابر شاکر اور جدوجہد کرنے والے تھے ساری دنیا میں مختلف زبانوں میں میڈیا میں آپ پر جو تحریریں یا خیالات آئے ہیں اگر سب کو اکٹھا کردیا جائے تو تفصیلات کئی جلدوں میں آئیں گی ایسے موقع پر خواتین نے آپ کے متعلق جن تاثرات کا اظہار کیا ہے اور شیخ سے جس تاثر پذیری اور لگاؤ کا مظاہرہ کیا ہے اور جس غم کا اظہار کیا ہے خاص کر خلیج میں ان کی تحریریں بھی کافی ہیں۔

شیخ کی وفات پر عرب وعجم کے شعراء نے جو مرثیے کہے ہیں۔ وہ بھی کافی مقدار میں ہیں۔ اگر انھیں کو مرتب کردیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے گی۔

ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ آل سعود نے امام وقت کی قدردانی، عزت ومحبت میں اپنی

Marfat.com

اسلام پسندی کا پورا ثبوت دیا۔ اور شیخ جس مقام پر فائز تھے انہوں نے اسے جانا اور ان کی حق شناسی کا حق ادا کر دیا آل سعود کے امراء حتی کہ امیرات خادم الحرمین والی مملکت اور اصحاب مناصب سبھی نے شیخ کے ساتھ جذباتی لگاؤ رکھا۔ حد تو یہ ہے کہ خادم الحرمین شاہ فہد جو شیخ سے پانچ سال چھوٹے تھے شیخ کو سماحۃ الوالد کہتے تھے اور محفل میں نجی مجلسوں میں ایسا کہتے تھے اور یہ تسلیم کرتے تھے کہ شیخ تمام مسلمانوں کے روحانی باپ ہیں اور سب کے لیے ان کے دل میں جو محبت درد اور خیر خواہی ہے اس نے انھیں باپ کے درجے پر فائز کر دیا ہے۔ امیر سلمان والدنا المفضال کہا کرتے تھے اور ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ امیر اسپیکر ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہیں اور شیخ تقریر کر رہے ہیں۔

یہ بھی تاریخ کا روشن پہلو ہے جس کو نمایاں ہونا چاہیے کہ آل سعود نے علماء کی وہ قدر کی ہے جس کے وہ مستحق ہیں کبھی انہوں نے ان کی توہین نہیں کی اور ہمیشہ ان کے ساتھ تواضع اور ادب واحترام کا رویہ اختیار کیا۔ خصوصی طور پر شیخ ابن باز سے دین پسند امراء جذباتی لگاؤ رکھتے تھے۔ اور شاہی گھرانے کی خواتین بھی اس بارے میں ان سے پیچھے نہ تھیں سب ان سے ملتے استفادہ کرتے تھے اور نصیحت کے طالب رہتے تھے اور برابر ان کے ربط میں رہتے تھے اللہ ان سب کو جزائے خیر دے اور ان کے دینی جذبے کو برقرار رکھے اور انھیں شادآباد رکھے اور ان کے بدخواہوں اور حاسدوں سے نمٹ لے آمین۔ اللہ تعالیٰ امام عصر کے درجات بلند کرے ان کا فیض جاری رکھے اور مسلمانوں کو ان کا نعم البدل دے۔

❀❀❀❀

Marfat.com

شیخ ابن باز کے ساتھ ایک دن

از:......خالد عبدالرحمٰن الشایع

ترجمانی:......محمد عبدالہادی العمری

علامہ شیخ عبدالعزیز بن باز کے متعدد شاگرد ہیں، ان کے ایک شاگرد خاص نے شیخ کی ایک روزہ مصروفیات کو قلمبند کیا ہے اور وہ ہے چھٹی کا دن جمعرات، اس دن سعودی عرب میں سرکاری طور پر چھٹی ہوتی ہے اور عموماً لوگ چھٹی کا دن اپنے اہل وعیال کے ساتھ عوامی مشاغل سے دور گزارنا پسند کرتے ہیں، اونچے عہدیداروں اور نامی گرامی شخصیات سے اس دن ملنا اور بھی مشکل ہوجاتا ہے، لیکن ہر عمومی قاعدہ سے کچھ چیزیں مستثنیٰ بھی ہوا کرتی ہیں، ان ہی میں سے شیخ ابن باز رحمہ اللہ کی شخصیت بھی تھی، یوں تو ان کا ہر دن انتہائی مصروف گزرتا لیکن چھٹی کے دن کی مصروفیات عام دنوں سے کچھ مختلف ہوا کرتیں، ذیل میں موصوف کے شاگرد شیخ خالد بن عبدالرحمان الشایع جنہوں نے شیخ سے مختلف کتابیں پڑھی ہیں انہوں نے شیخ کی ایک روزہ مصروفیات کو قلمبند کیا جو عربی کے مؤقر اخبار الشرق الاوسط نے 21 مئی 99ء کو شائع کیا ہے، افادہ عام کی خاطر اردو ترجمہ نذر قارئین ہے:

ڈاکٹر خالد بن عبد الرحمن شائع حفظہ اللہ کا تعارف:

یہ مضمون ڈاکٹر خالد بن عبدالرحمٰن بن حمد الشایع حفظہ اللہ کا ہے۔ آپ کی ولادت 5 رجب 1387 ہجری میں سعودی عرب کے معروف علاقہ ''المجمع'' میں ہوئی۔ یہ علاقہ سعودی عرب کے دار الحکومت ریاض سے کوئی پونے دوسو کیلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

آپ نے بچپن ہی سے اہل علم کی جماعت کے ساتھ اپنا وقت گزارا ہے۔ آپ کے اساتذہ میں سے علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ، علامہ عبد العزیز بن عبد اللہ آل الشیخ حفظہ اللہ، علامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ، علامہ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الغدیان، دکتور عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الجبرین، دکتور صالح بن غانم السدلان، دکتور صالح بن فوزان الفوزان، علامہ صالح بن محمد اللحیدان، علامہ علی الہندی، دکتور عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم، دکتور عبد اللہ الحدیثی، ⇦⇦⇦

Marfat.com

جمعرات کے دن نماز فجر کے لیے شیخ محترم ریاض کی جامع مسجد ''الجامع الکبیر'' تشریف لاتے، شائقین علم کا وسیع حلقہ وہاں ان کا منتظر ہوتا، جس میں مختلف علاقوں اور پس منظر کے طلبہ شیخ کا درس سننے کے لیے جمع ہوا کرتے، شیخ نماز کے بعد اپنی کرسی پر جلوہ افروز ہوتے اور عموماً دس مختلف کتابوں سے اسباق پڑھے جاتے، شیخ ہر ایک کی حسب ضرورت توضیح اور تشریح کرتے، ان مختلف عنوانات اور فنون کی کتابوں میں اس کھلی کلاس میں جو کتاب بھی پڑھی جاتی، شیخ اس کی تشریح اس انداز میں کرتے گویا محسوس ہوتا کہ موصوف اس فن میں خصوصی مہارت رکھتے ہیں لیکن جب دوسری کتاب کی تشریح فرماتے تو معلوم ہوتا کہ شاید شیخ کا اس فن میں تخصص ہے اور ہر کتاب کے ساتھ یہی کیفیت ہوتی، ہر فن میں اس طرح کی صلاحیت بہت کم علماء میں دیکھنے میں آتی ہے، اور حیران کن بات یہ کہ شیخ محترم تین گھنٹوں کے اس دورانیہ میں

⇦⇦ دکتور محمد الاحمد الصالح، دکتور محمد بن عبد اللہ السمہری، دکتور یعقوب الباحسین، دکتور عبد الرحمن الرسینی اور دکتور عبد اللہ الرسینی وغیرہ ہیں۔

آپ سعودی عرب کی وزارت التربیہ والتعلیم میں قسم التربیہ کے مشرف ہیں۔ اس کے علاوہ کئی ایک علمی کمیٹی سے آپ کا رشتہ جڑا ہوا ہے۔ آپ بڑے ہی اخلاق مند اور ملنسار ہیں۔ سعودی عرب میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر آپ کا پروگرام گاہے بگاہے شائع ہوتا رہتا ہے۔ ریڈیو پر آپ کو میں نے بارہا سنا ہے اور ریاض میں آپ سے کئی ایک ملاقات بھی ہے۔ میرے آپ سے بہتر تعلقات ہیں۔ آپ کی آواز بہت ہی پیاری ہے۔ آپ ملنے جلنے والوں سے بڑے ہی پیار اور خندہ پیشانی سے ملتے ہیں۔

ڈاکٹر خالد بن عبد الرحمن شایع حفظہ اللہ نے سن 2006ء میں "جراحة التجميل، أحكامها الشرعية وضوابطها الأخلاقية" کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔

آپ دعوتی سفر کے لیے یورپ، امریکہ اور آسٹریلیا کے کئی ممالک میں جا چکے ہیں۔ آپ کا یہ دورہ سرکاری اور نیم سرکاری ہوتا رہا ہے۔ ہندستان کا سفر بھی کر چکے ہیں۔ ایک مرتبہ ہم ساتھ ہی میں بیٹھے ہوئے تھے تو انھوں نے کہا کہ رضوان! میں نے دنیا کے مختلف ممالک کا سفر کیا ہے اور وہاں کے ایک سے بڑھ کر ایک ہوٹلوں میں رہنے کا موقع ملا ہے، مگر آج تک میں نے جتنے بھی اسٹار ہوٹلوں میں قیام کیا ہے ان میں انڈیا کا ہوٹل انتہائی معیاری لگا۔

سعودی حلقوں میں آپ کی دعوتی سرگرمیوں کا دور دور تک چرچا ہوتا ہے۔ خاص کر ریڈیو پر آپ کا پروگرام بڑا نرالا ہوا کرتا ہے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر کتابیں تالیف فرمائی ہیں۔ علم، عقیدہ، فقہ، سیرت اور آداب اسلامیہ جیسے موضوعات پر اگر آپ کی تالیف کردہ چھوٹی بڑی کتابوں کو شمار کیا جائے تو ساٹھ سے زائد ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ سے مزید دین کی خدمت لے۔ آمین

Marfat.com

نہایت اطمینان کے ساتھ اپنی جگہ پر بیٹھے سمجھاتے جاتے اور ساتھ ساتھ سوالات کے جوابات دیے جاتے، جبکہ درس میں شیخ اپنی جگہ سے اٹھتے اور نہایت خشوع سے نماز اشراق ادا فرماتے، شیخ کے ساتھ رہنے والوں نے محسوس کیا کہ شیخ محترم کی نمازیں مکمل اطمینان کے ساتھ ہوا کرتیں، نماز سے فارغ ہوتے ہی طلبہ کا ہجوم شیخ کو گھیرے میں لے لیتا اور مسجد کے دروازہ تک مختلف سوالات کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگتا، شیخ اپنی عادت کے مطابق دلائل کی روشنی میں جوابات دیتے ہوئے راستہ طے کرتے اور ان طلبہ میں کچھ ایسے بھی ہوتے جو باہر پائی جانے والی بعض خلاف شریعت باتوں سے شیخ کو متنبہ کرتے اور ان باتوں میں عموماً شیخ کا جواب ہوتا کہ صحیح تفصیل لکھو، تا کہ متعلقہ ذمہ داروں کی توجہ اس مسئلہ پر مبذول کروائی جاسکے، کیونکہ منکرات کو دیکھتے ہوئے سکوت مناسب نہیں اور اگر کوئی اپنی ذاتی پریشانی کی شکایت کرتا تو ایسے مسائل میں شیخ علیحدہ گھر پر ملاقات کرنے کی دعوت دیتے تا کہ یکسوئی سے بات سن کر اس کی مدد کی جاسکے۔

غرض طلبہ کے جھرمٹ میں دروازہ تک پہنچتے لیکن کیا مجال کہ اس مصروفیت اور گہما گہمی میں کوئی خلاف مسنون کام کر بیٹھیں، بلکہ باقاعدہ دعا پڑھتے ہوئے مسنون طریقہ سے مسجد کے باہر نکلتے اور کار میں سوار ہوتے ہوئے کہا کرتے کہ اگر کسی کی کوئی خاص ضرورت ہو تو دو گھنٹے بعد گھر پر آئے۔ شیخ گھر پہنچ کر ممکن ہے دو گھنٹوں کا وقت اپنے گھر والوں کے ساتھ گزارتے ہوں، پھر آپ اپنے گھر کی بیٹھک میں تشریف لاتے، جہاں پہلے سے مختلف لوگ متنوع مسائل لیے آپ کے منتظر ہوتے، ان میں کچھ ذمہ داران، کچھ علماء کچھ حاجت منداور کچھ مختلف دینی مدارس اور مراکز سے وابستگان ہوتے شیخ محترم سلام مسنون کے ساتھ نمودار ہوتے اور حاضرین سے احول دریافت فرماتے، اتنے میں خادم چائے اور قہوہ لیے مہمانوں کی تواضع کرنے لگتا اور دوسرا خوشبو لیے گھر میں داخل ہوتا، شاید شیخ چاہتے کہ ضرورت مندوں کی اسی طرح سے خاطر تواضع کی جائے کہ انہیں اس کا احساس ہی نہ ہونے پائے کہ وہ کچھ طلب کرنے کے لیے آئے ہیں، اتنے میں شیخ کے سیکرٹری ان کے ساتھ آبیٹھتے اور مختلف

Marfat.com

درخواستیں باری باری پڑھنا شروع کرتے، شیخ صاحب ایک ایک درخواست سنتے اور جواب لکھواتے، سیکرٹری کے جواب لکھنے تک حاضرین میں سے خود کسی سے گفتگو کرتے یا فون پر انتظار کرنے والوں کے جوابات دیتے پھر کچھ دیر کے لیے شیخ اپنے علیحدہ کمرہ میں تشریف لے جاتے، جہاں ان لوگوں سے جو ذاتی مشکلات یا مسائل پیش کرنا چاہتے ہوں، وہاں علیحدہ علیحدہ ان کے معاملات تفصیلی سماعت کر کے مناسب کاروائی فرماتے اور یہ سلسلہ ظہر کی اذان تک جاری رہتا، اذان کے ساتھ ہی مختلف ممالک کے ضرورت مندوں سے بھری یہ مجلس ختم ہوتی اور شیخ صاحب اپنے مہمانوں کے ساتھ محلّہ کی مسجد تشریف لے جاتے، نماز باجماعت کے بعد شیخ گھر واپس آ کر سنت ادا فرماتے اور پھر دوبارہ مجلس میں تشریف لے آتے اور وہاں اس وقت تک بیٹھتے جب تک کہ دوپہر کا کھانا لگ نہ جاتا۔

دستر خواں تیار ہوتے ہی جس کے لیے مختلف لوگ مدعو ہوتے، شیخ ان کے ساتھ دستر خوان تک تشریف لاتے اور اگر جمعرات کے باعث روزہ سے ہوتے تو کھانے میں شرکت سے معذرت کر کے الگ ہو جاتے ورنہ خود بھی تناول فرماتے، کھانے کے بعد عصر کی اذان کے ساتھ ہی مسجد پہنچتے، عموماً اذان اول وقت میں دی جاتی، نماز کے بعد اپنے محلّہ کی مسجد میں ریاض الصالحین یا بلوغ المرام اور کبھی کتاب التوحید کا درس ہوتا، ایک صاحب حدیث پڑھتے اور شیخ محترم ضروری مختصر تشریح کرتے، اس کے بعد موصوف گھر آ کر تھوڑی دیر کے لیے آرام فرماتے، اور پھر مغرب کے لیے جامع مسجد پہنچتے جہاں مغرب کے بعد ہفتہ واری پروگرام منعقد ہوا کرتا، یہ بڑا اہم دینی اجتماع ہوتا جس میں مختلف اہل علم شرکت کرتے، شیخ محترم کی تواضع اور انکساری ایسے موقعوں پر دیکھنے میں آتی، آپ اس علمی مجلس میں اسٹیج وغیرہ پر بیٹھنے کے بجائے سامعین کے ساتھ ہی بیٹھا کرتے اور ہر خطاب مکمل دلچسپی اور دلجمعی کے ساتھ سنتے اور اختتام پر سوالات کے جوابات دیا کرتے، نیز مقررین کے خطابات کی روشنی میں کسی چیز کی وضاحت یا تصحیح کی ضرورت ہوتی تو آپ فرماتے، آپ کی تنقید بھی بڑی مثبت اور دلچسپ ہوا کرتی، پہلے آپ مقررین کے مثبت اور اچھے پہلوؤں کی تعریف کرتے اور انہیں دعائیں

Marfat.com

دیتے، پھر جو اصلاح طلب پہلو ہوتے ان کی اصلاح کرتے، اس علمی پروگرام سے فارغ ہوتے ہی گھر واپس لوٹتے اور کبھی اگر اہل خانہ کے ساتھ مدعو ہوتے تو وہاں تشریف لے جاتے لیکن وہاں پہنچنے کے بعد بھی سلام اور خیر خیریت کے بعد کچھ نصیحتیں اور سبق آموز باتیں ہی کیا کرتے اور بعض اوقات مدعوین میں سے کسی کو تلاوت کرنے کو کہتے اور خود تشریح فرماتے۔

ایک مرتبہ ایک جگہ تشریف لے گئے، مختلف احباب کی خیر وعافیت دریافت کرنے کے بعد کہا کہ کوئی تلاوت کرے، ہر ایک خاموش تھا کہ شیخ کے سامنے کون یہ ہمت کرے تو شیخ نے کہا کہ تم لوگ ثواب لینے میں کیوں تردد کر رہے ہو، پھر ایک صاحب نے ہمت کر کے کچھ آیتیں تلاوت کیں، شیخ نے موقع کی مناسبت سے ان کی تفسیر کی، پھر سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوا، جو دستر خواں بچھنے تک جاری رہا، اور اگر کہیں نہ جانا ہوتا تو گھر آ کر اپنے ذاتی کتب خانہ میں بیٹھ جاتے اور مختلف اہم خطوط کے جوابات لکھواتے، ایک طرف شیخ سیکرٹری سے خطوط سن رہے ہوتے اور دوسری طرف کچھ طلبہ کو کسی حدیث یا فقہی بحث تلاش کرنے کا حکم دیتے تا کہ اس کا مراجعہ کر سکیں، ایک دفعہ شیخ نے ہم سے مسند احمد بن حنبل سے ایک ایک حدیث تلاش کرنے کا حکم دیا، لیکن تلاش بسیار کے باوجود وہ حدیث ہمیں نہیں مل سکی، ہم نے شیخ سے معذرت کی کہ مطلوبہ حدیث مسند میں نہیں ہے، شیخ نے دوبارہ تاکید کی کہ حدیث مسند ہی میں ہے، فلاں فلاں جگہ تلاش کرو، چنانچہ ہمیں وہ حدیث اس جگہ مل گئی پھر شیخ اس کی سند اور متن پر غور کرتے رہے، جس سے ہمیں موصوف کی غیر معمولی قوت حافظہ کا اندازہ ہوا۔ اس کے بعد ہفت روزہ مجلّہ ''الدعوۃ'' کے مدیر کی باری آتی جو اپنے ہفتہ واری مجلّہ کے لیے فقہی سوالات کے شیخ سے جوابات حاصل کرنے کے لیے منتظر ہوتے اور یہ سلسلہ رات کے ساڑھے دس بجے تک جاری رہتا اور ساڑھے دس کے بعد شیخ محترم اجازت لیتے تا کہ آرام کر سکیں، یہ ہے شیخ کی چھٹی کا ایک دن، جمعرات جس کی مصروفیات نماز تہجد سے شروع ہو کر رات ساڑھے دس بجے تک جاری رہیں اور تقریباً ہر جمعرات آپ کا یہی معمول ہوا کرتا جو

Marfat.com

برسہا برس تک جاری رہا، اور اگر آپ کبھی سفر میں ہوتے طائف مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ تو بسا اوقات آپ کی مصروفیات اور زیادہ بڑھ جایا کرتیں، آپ کے ساتھ بہت سے نوجوان تھک جایا کرتے لیکن شیخ ہیں کہ مسلسل مصروف اور تھکاوٹ کے گویا آثار ہی نہیں، بلکہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ شیخ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ استعمال کرنا چاہتے ہیں، اور اپنی آخری رات بھی شیخ نے بیماری اور تکلیف کے باوجود اسی طرح مصروف گزاردی۔

اللہ کی ان گنت رحمتیں ہوں اس مردِ ولی اللہ پر!!!

Marfat.com

شیخ عبدالعزیز بن بازؒ کا اخبار الجزیرہ کو یادگار انٹرویو

(ترتیب وترجمہ:...... حافظ حسن مدنی، ماہنامہ محدث، لاہور)

یہ انٹرویو آج سے 15 سال قبل الجزیرہ کے چیف ایڈیٹر پروفیسر محمد الوعیل سے شیخ ابن بازؒ کی گفتگو پر مبنی ہے، جس سے جہاں شیخ کی زندگی کے مخفی گوشے نمایاں ہورہے ہیں وہاں آپ کی ہمہ جہت مؤثر کارکردگی پر روشنی پڑتی ہے، آج شیخ سے جدائی کے موقع پر ہم دوبارہ اس کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں، انٹرویو کیے جانے سے پہلے شیخ کی مجلس کی چند منٹ کی جھلکیاں ملاحظہ فرمایئے۔

سب سے پہلے تو ہم قدرت کے اس احسان پر حیران تھے کہ آج ہمیں اپنے اخبار کے لیے ایسے شخص سے بات چیت کا موقع میسر آرہا ہے جو نام ونمود سے پرہیز کرنے کی بنا پر صحافیوں اور اخبارات کے ذمہ داران سے ملاقات کرنے سے کتراتا ہے، ہم آپس میں کہنے لگے، چونکہ شیخ کو اس سے قبل صحافیانہ سوال وجواب سے واسطہ پیش نہیں پڑا اس لیے عین ممکن ہے کہ آپ ہماری بات چیت سے کبیدہ خاطر ہوجائیں اور ہمیں آپ کے دفتر سے نکلنا پڑ

ڈاکٹر حافظ حسن مدنی حفظہ اللہ کا تعارف:

یہ مضمون عربی جریدہ الجزیرۃ میں شائع ہوا تھا جسے ڈاکٹر حافظ حسن مدنی حفظہ اللہ نے اردو قالب میں ڈھال کرنئی ترتیب کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر حافظ حسن مدنی حفظہ اللہ ایک نوجوان اور متحرک وفعال اسلامی نمائندہ ہیں۔ آپ پاکستان کی معروف شخصیت جناب مولانا عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ کے صاحبزادے ہیں۔ مجھے آپ کے والد سے اور آپ سے بھی کئی دفعہ سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض میں شرفِ ملاقات ہوا ہے۔ آپ دونوں ہی بڑے ملنسار اور متواضع شخصیت کے مالک ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی عمر کوئی 36 برس کی ہے۔ آپ کی تاریخ ولادت 28 نومبر 1973ء ہے۔ میری اس کتاب کے قارئین اگر ماہنامہ محدث لاہور پاکستان کا مطالعہ کرتے ہوں تو انھیں اندازہ ہوگا کہ محدث کے اداریے میں ڈاکٹر صاحب کی فکر انگیز تحریر کس قدر جامع ہوا کرتی ہے۔ ان کی منجھی ہوئی تحریر پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کسی ساٹھ ستر سالہ مفکر اسلامی کا کلام ہوسکتا ہے۔ مگر جب آپ انھیں دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ وہ شگفتہ چہرہ، روشن ⇦⇦⇦

Marfat.com

جائے، ہم سوچ رہے تھے کہ آدمی کا وقار اس کی سادگی سے جھلکتا ہے، اس مروت وشفقت سے جو شیخ ابن باز کے بارے میں ہر کسی کی زبان پر ہے اور شاید کہ آپ ان چند ایک لوگوں میں سے ہیں جو حکام سے بھی اسی طرح پیش آتے ہیں جس طرح عام آدمی سے، اسی سے اپنی ہمت بندھاتے ہوئے میں نے اپنے کاغذ سیدھے کیے، ٹیپ ریکارڈر ساتھ لیا اور اللہ کا نام لے کر اس مرحلہ میں داخل ہوا، اللہ کا شکر ہے کہ ان لمحات کی بدولت آج ہمارے صحافتی مہمان فضیلۃ الشیخ ابن باز ہیں، حقیقت کی دنیا میں نہ کہ خیال وگمان میں......

⇐⇐⇐ اور چمکتی آنکھوں والا، کشادہ پیشانی والا، نرم دل ونرم خو، حسنِ اخلاق کا پیکر، خوش گفتار وخوش اخلاق 36 سالہ ایک نوجوان ہے جو باتیں کرتا ہے تو بلا فل اسٹاف اور قومہ کے جملہ پورا کر دیتا ہے، اس کے جملے موتی جیسے پروئے ہوتے ہیں جیسے پہلے سے مسجع ومقفع کلام ذہن ودماغ میں سیٹ کر رکھا ہو، دورانِ کلام اس کی پیشانی اس کی کمال فطانت کی شہادت دیتی ہے اور جب موضوع حساس ہو تو پھر اپنے قائم کردہ نظریہ کی تائید میں دلائل کے انبار لگا دیتا ہے۔

جناب ڈاکٹر صاحب نے 1992ء میں جامعہ لاہور الاسلامیہ پاکستان سے فراغت حاصل کی اور پھر مدینہ یونیورسٹی سے عربی زبان کا ایک مختصر سا کورس کیا۔ سن 1992ء ہی سے آپ ماہنامہ محدث کی ادارت سے جڑ گئے اور اپنی قیمتی آراء اور خوبصورت تحریروں سے محدث کے قارئین کو نوازتے رہے۔ 2009ء میں پنجاب یونیورسٹی سے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر پی ایچ ڈی ریگولر کی سند نو سال کے عرصہ میں حاصل کی اور گزشتہ تین برسوں سے جامعہ لاہور الاسلامیہ (جامعہ رحمانیہ لاہور) میں تدریس کے ساتھ مدیر تعلیم کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔ اس سے قبل 5 برس تک جامعہ کے تحقیقی ادارہ (مجلس التحقیق الاسلامی) کا مدیر بھی رہ چکے ہیں۔

جناب ڈاکٹر مدنی صاحب نے اب تک کوئی ساٹھ سے زائد علمی وفکری اور دعوتی مضامین لکھے ہیں اور قرآن فہمی کے بنیادی اصول کے نام سے ایک کتاب بھی ترتیب دی ہے جو آج سے 5 سال قبل شائع ہو کر قارئین سے دادِ تحسین حاصل کر چکی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی ایک کتاب ''پاکستان کے حدود قوانین، شریعت اسلامیہ کی نظر میں'' اور دوسری کتاب ''اسلامی نظام تعلیم اور دینی مدارس'' شائع ہونے کے لیے تیار ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی علمی لیاقت اور فکری صلاحیت کو دیکھتے ہوئے امریکی سفارتخانے نے سن 2006ء میں آپ کو امریکہ میں ایک ماہ کے تعلیمی دورے کی دعوت دی اور آپ سرکاری مہمان بن کر وہاں تشریف لے گئے اور اپنے تجربہ سے وہاں حاضرین کو مطلع فرمایا۔ اس کی روداد بھی آپ ماہنامہ محدث (اپریل 2006ء) کے اداریے میں پڑھ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ درجن سے زائد عرب ممالک کا دعوتی اور علمی سفر کر چکے ہیں۔

غرض آپ کی ہمہ گیر وہمہ جہت شخصیت جماعت اہلحدیث کے لیے ایک عظیم تحفہ ہے جو قدرت نے آپ کی شکل میں اہلحدیثوں کو عنایت فرمائی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ کے تابناک مستقبل سے امت مسلمہ کو بے شمار فائدے ملیں گے۔ ان شاء اللہ

Marfat.com

اس سے کسی کو انکار نہیں کہ مختلف خطہ ہائے ارض میں اس شخص کے معتقدین لاکھوں سے متجاوز ہیں اور اس سے پہلے کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں اس کا احترام موجود ہے، وہ شیخ کے فتاویٰ پر پورا اعتماد کرتے ہوئے اپنی راہیں متعین کرتے ہیں، یہ سب چیزیں آپ کو فی زمانہ امت کا ممتاز ترین فرد اور راہنما بنا دیتی ہیں، کیا شیخ عالم اسلام کی عظیم ترین مملکت سعودی عرب کے دینی اختیار و راہنمائی کے اعلیٰ ترین ادارے کے چیئر مین نہیں ہیں؟ لیکن یہ دیکھنا ہے کہ وہ کس طرح اس ادارے کو چلاتے ہیں، اس اعلیٰ ترین عہدے کے بعد کیا آپ میں کوئی عظمت وافتخار کا پہلو دکھائی دیتا ہے؟ کیا اس کے باوجود آپ کے گرد محافظوں کی جمعیت ہر وقت اکٹھی رہتی ہے؟ ہر گز نہیں، بلکہ مملکت سعودی عرب کے عظیم ترین ادارے کا سربراہ اسی سادگی اور وقار کا آئینہ ہے جو سادگی اور محبت دین حنیف ''اسلام'' کا خاصہ ہے۔

ہم دفتر کی عمارت میں داخل ہوئے، جہاں کوئی دربان نہ تھا، شیخ کا دفتر کہاں ہے؟ اندر کی طرف.... جہاں کوئی شور نہیں، ہر سو عافیت وسکون ہے، قریب ہے کہ شیخ کی شخصیت انہیں دفاتر میں گم ہو کر رہ جائے.. اس عمارت کی شان نرالی ہے جو اپنے ارد گرد کی عمارتوں سے انوکھی دکھائی دیتی ہے، صرف ایک منزلہ جس میں بے شمار لوگوں کے مسائل کے حل موجود ہیں۔ ہم میں سے ایک پوچھتا ہے شیخ کا دفتر کہاں ہے گزرنے والا شخص کہتا ہے کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں، پھر پوچھتے ہیں، کہاں؟ ایک خستہ حال شخص جواب دیتا ہے کہ وہ بڑی مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں، ریاض میں موجودگی کی صورت میں تمام فرضی نمازیں آپ اسی مسجد میں ادا کرتے تھے۔

شیخ احکام دین پر صبر واستقامت کا پیکر ہیں، شمیسی سے دیرہ (مقام) تک ٹریفک کے شدید ہجوم میں آپ باقاعدگی سے اس مسجد میں لوگوں کو نماز پڑھانے جاتے ہیں جہاں آپ نے اپنی تعلیم کے بھی مراحل پورے کیے اور 5 بار نمازوں کی ادائیگی کی صورت میں روزانہ جہاد کرتے ہیں، اچانک ہم دیکھتے ہیں کہ یہ نابینا شخص اپنی لاٹھی ٹیکتا ہوا نماز کو جا رہا ہے، اس کے ساتھ اس کی نیلی گاڑی کا ڈرائیور ہے اور دائیں بائیں ہاتھ شیخ کا دیرینہ معاون شیخ

Marfat.com

عبدالعزیز بن ناصر جس نے آپ کی رفاقت میں طویل زمانہ گزار دیا، گاڑی کا رستہ کٹ رہا ہے اور وہ شخص آپ کو خطوط، معاملات اور سوالات سنا رہا ہے، جس کا جواب میں شیخ فتویٰ لکھوا رہے ہیں یہی شیخ کا روزمرہ کا معمول ہے۔ کچھ دیر بعد مسجد میں لوگوں سے ملاقات کے بعد شیخ واپس لوٹتے ہیں اور الجزیرہ کے لیے اپنا دروازہ کھولتے ہیں، ...اب رب کی طرف رجوع کرنے کا وقت ہے، نماز کے اختتام پر اپنے دفتر میں بھی 4 رکعات ادا کرتے ہیں، اس وقت ہر سو خاموشی پھیلی ہوتی ہے اور ہر شخص بات کرنے سے گریز کرتا ہے، میری نگاہیں پھر اسی شخص پر ٹک جاتی ہیں عام سا متواضع وجود جو بڑے سادہ لباس میں ملبوس ہے، اس شخص کا بڑی سے بڑی مجلس میں بھی کوئی حکم ٹھکرایا نہیں جاتا، یہ شخص اپنے رب کی بارگار میں اپنے تمام اعضاء کے ساتھ خشوع وخضوع کی تصویر بنا کھڑا ہے، اس سے قبل کہ میری نگاہیں عمارت کا جائزہ لیں، ان کی نماز ختم ہو جاتی ہے، یہ عمارت بھی بڑی سادہ لیکن گہری ہے، اور میرے اندر اپنی کم مائیگی کا احساس بڑھا رہی ہیں کہ تو صرف ایک عام سا صحافی ہے، میں تو ان دفاتر کی عظمت وعلوشان سے مرعوب ومتاثر تھا، جس میں میں نے بڑے بڑے زعماء کے انٹرویو کیے لیکن یہ سادہ سا کمرہ، واللہ! ان عالی شان عمارتوں اور دفاتر سے جنہیں میں پہلے دیکھتا رہا ہوں، بہت زیادہ پرہیبت اور باوقار تھا، اچانک خیالات کی تان ٹوٹتی ہے کہ وہ شخص .....جس کے جلال اور قربت کی ہیبت نے مجھے محسور کر رکھا ہے، جس شخص نے اپنے جسم وجان کو اس عظیم ترین متاع پر فروخت کر دیا، اللہ کے لیے اور دار آخرت کے لیے اپنی جان کو وقف کر دیا، مجھے اپنے قریب انے کی دعوت دیتا ہے گویا کہ وہ مجھے پوری طرح دیکھ رہا ہے اور میں اس کے سامنے گم ہو کر اپنے کو فراموش کیے بیٹھا ہوں، میں دیکھتا ہوں کہ وہ شخص مجھ سے بڑی تواضع سے ٹیلی فون پر ایک عورت کا مسئلہ سننے کی اجازت مانگتا ہے۔

ٹیلی فون پر عورت سے مکالمہ:

فون کی گھنٹی بجتی ہے، ٹیلی فون پر عورت کی آواز ابھرتی ہے اور وہ شیخ سے پوچھتی ہے کہ وہ اپنے خاوند سے طلاق لینا چاہتی ہے..

Marfat.com

عورت: یا شیخ! وہ نماز نہیں پڑھتا۔

شیخ: ٹھیک ہے، تیرا یہ حق ہے کہ تو اس سے طلاق حاصل کر لے۔

عورت: یا شیخ! میں یہ بات کس طرح ثابت کروں کہ وہ نماز نہیں پڑھتا؟

شیخ: اپنے ہمسائیوں کی گواہی حاصل کر!

عورت: وہ کیسے؟

شیخ: جب وہ مسجد میں نہ آئے اور جماعت میں شریک نہ ہو تو یہ نفاق کی علامت ہے اور اسی بنا پر تو اسے پکڑ سکتی ہے۔

عورت: ہماری ایک بیٹی ہے، کیا اس کا نام میں رکھ سکتی ہوں یا وہ ہی رکھے؟

شیخ: یہ تو بڑا سادہ مسئلہ ہے، بیٹی کا نام کیا ہے؟

عورت: اس کا نام ''فلاں'' ہے (ہم نہیں سن سکے)

شیخ: کوئی حرج نہیں، اس نام کو بدلنے کی ضرورت نہیں، اور بات ختم ہو جاتی ہے۔

شیخ کے پاس آنے والے لوگ:

ایک دوسرا آتا ہے، وہ کسی شخصیت کی مدد کی درخواست کرنا چاہتا ہے، شیخ اس سے معذرت کرتے ہیں لیکن سائل کا اصرار ہے کہ وہ آدمی آپ کی سفارش کو رد نہیں کرے گا، شیخ کا دل نرم پڑ جاتا ہے اور اپنے سیکرٹری کو اس کے لیے ایک صفحہ لکھنے کی ہدایت کرتے ہیں، ٹائپسٹ وہ صفحہ لے کر ٹائپ کرنے چلا جاتا ہے، ایک اور شخص اپنے آپ کو سامنے لاتا ہے، شیخ کی پیشانی کو بوسہ دیتا ہے، پھر کچھ سوالات کرتا ہے، شیخ جس کے مسلسل جوابات دیتے جاتے ہیں اور وہ مسائل پوچھتا جاتا ہے، حتیٰ کہ شیخ اس کو مطمئن کر دیتے ہیں، آخر کار یہ مکالمے بھی ختم ہو جاتے ہیں، شیخ جزیرہ کی ٹیم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، رسمی بات چیت اور حال احوال کا ذکر ہوتا ہے، گویا کہ شیخ الجزیرہ سے عرصہ دراز سے متعارف ہیں، آپ سے کہا جاتا ہے کہ آپ حسب منشا گفتگو شروع فرمائیے، شیخ فرماتے ہیں کہ جو آپ سوال کرنا چاہتے ہیں کھل کر کریں اور یہاں کوئی تنگی اور تکلف محسوس نہ کریں (شیخ کے بارے میں ہماری توقع درست ثابت

Marfat.com

ہوتی ہے) اس عالم جلیل کے سینے کی کشادگی تو ایک مثال بن گئی ہے کہ اس فراخی صدر پر تو سوار دوڑائے جاسکتے ہیں۔

ولادت، بچپن:

شیخ کی زندگی کے مطالعے کے دوران آپ کے طرز عمل، اسلوب کار اور مشکلات پر رد عمل وغیرہ پر ہمیں کافی روشنی میسر آئی، لیکن آپ کی ولادت کس سن میں کس مقام پر ہوئی اور آپ کو کن حالات سے سابقہ پیش آیا؟

شیخ جواب دیتے ہیں: میری ولادت ماہ ذوالقعدہ 1330ھ (1911ء) میں ہوئی، میری والدہ ھیا بنت عثمان بن عبداللہ خزیم ہیں، 1333ھ میں جب میں تیسرے سال کے اواخر میں تھا، میرے والد فوت ہوگئے، والدہ کی گود میں، میں نے یتیم کے طور پر پرورش پائی، میں نے دسویں، پھر گیارہویں اور بارہویں اور کچھ تیرہویں برس میں قرآن کریم کو پڑھا، عمر کے چودہویں اور پندرہویں برس میں حفظ قرآن شروع کر کے سولہویں میں مکمل کرلیا، اس دوران میں اپنی والدہ ھیا کے زیر تربیت ہی رہا، میرے ساتھ میرا ایک بھائی جو میری ماں کی طرف سے سگا تھا اور عمر میں بڑا تھا، گھر میں رہا کرتا، میرا ایک سگا بھائی محمد ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن یوسف بھی ہمارے ساتھ ہوتا، وہ دونوں گھر کی دیکھ بھال کرتے اور ضروری گھریلو کام انجام دیتے، ہماری والدہ ہم سب کی تربیت اور نگہداشت کیا کرتیں، ان کا ہماری تربیت کرنے اور ہم میں اچھی صفات پیدا کرنے میں ہم پر عظیم ترین احسان ہے۔

آل الباز.......اصل میں یمن سے ہیں:

میرا سوال ابھی باقی تھا اور شاید کہ وہ سب لوگ جو آپ کی جائے ولادت، تعلیم اور ابتدائی عمر کے بارے میں سوال کرتے ہیں، یہ بھی پوچھتے ہیں کہ کلمہ الباز کا پس منظر کیا ہے، چنانچہ میں نے فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز سے سوال کیا کہ الباز کیا ہے، اگر قبیلہ کا لقب ہے تو کہاں سے آیا کہاں سے چلا؟

شیخ گویا ہوئے، یوں تو میں بھی اس کی حقیقت نہیں جانتا سوائے اس کے کہ یہ کہہ

Marfat.com

سکوں کہ شاید الباز اصل یمن کے باشندے ہوں یا بعض لوگوں کے خیال میں منطقہ حوطہ سے ان کا تعلق ہے، جس کے بارے میں وثوق سے میں کچھ نہیں کہہ سکتا، لیکن وہاں منطقہ تہامہ میں الباز کے نام سے ایک جماعت ہے، ممکن ہے کہ ہمارا تعلق بھی ان سے ہو، لیکن مکمل اعتماد سے یہ کہنا میرے لیے مشکل ہے، یہ بات درست ہے کہ یہ سوال مجھ سے ہمیشہ رہتا ہے، لیکن جس طرح انسان کے کون ہونے کی کوئی اہمیت نہیں اس طرح قبیلہ کون ہے بھی چنداں اہمیت نہیں رکھتا۔

طلب علم ابتداءً:

شیخ ابن باز کی تعلیم، طالب علموں کے درمیان ایک مثالی نمونہ بن سکتی ہے، یہ ان کی شان ہے کہ ہمیشہ انہوں نے عالم سے زیادہ طالب علم رہنا پسند فرمایا، اس سفر میں آپ نے قرآن کریم سے ابتدا کی اور اس کو اوائل عمر میں حفظ کر لیا۔

میں نے سوال کیا، آپ اس مملکت میں عظیم علمی و دینی رتبے پر فائز ہیں، کیا میں آپ کے مراحل تعلیم کے بارے میں کچھ پوچھ سکتا ہوں، کہاں آپ کی تعلیم ہوئی اور کون ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس روشن اور چمکدار دینی لوح کو ہمارے لیے تیار کیا۔

آپ ماضی کو کریدتے ہوئے کہنے لگے، سولہ برس کی عمر میں میں نے قرآن کریم حفظ کر لیا، بلوغت سے قبل میں نے سماحۃ الشیخ صالح بن عبدالعزیز آل شیخ سے علم سیکھا، آپ کی ہی ذات مبارکہ میرا اولین علمی و دینی مدرسہ تھی، بعد ازاں ان کے چچا محمد بن عبداللطیف آل شیخ سے جو اس وقت ریاض کے قاضیوں میں سے تھے، پھر شیخ مسکراتے ہوئے مزید گویا ہوئے، 1346ھ میں شیخ سعد بن حمد بن عتیق سے بھی بعض اوقات تحصیل علم کیا جس طرح علم نحو میں نے شیخ حمد بن فارس سے سیکھا، کچھ دیر خاموشی کے بعد دوبارہ ماضی میں گم ہوتے سر گوشی کرتے ہوئے کہنے لگے اس کے بعد میں نے مفتی دیار سعودیہ شیخ محمد بن ابراہیم سے 57ھ تک تسلسل سے تحصیل علم کیا، جس کے بعد میں نے حقیقی عملی زندگی کا آغاز کر دیا۔

Marfat.com

عملی زندگی کے ابتدائی قدم:

شیخ کی بات کاٹتے ہوئے میں نے کہا کہ اس علمی و دینی تحصیل کے بعد کن خطوط پر آپ نے عملی زندگی کا آغاز کیا؟

جواب: 25 جمادی الاخریٰ 1357ھ (1938ء) کو میں نے عملی زندگی کا آغاز کیا جب ملک عبدالعزیز کے حکم سے مجھے منطقہ خرج کا قاضی بنایا گیا، مجھے آج تک وہ تاریخ اس طرح یاد ہے جیسے میرے حافظے میں نقش ہو، کیونکہ یہ میری عملی زندگی کی ابتدا تھی۔ 1371ھ تک میں منطقہ خرج میں قاضی کے طور پر کام کرتا رہا، پھر 72ھ میں ریاض کے معہد علمی میں مدرس کے فرائض مجھے سونپے گئے، معہد علمی میں میرے قیام کو ایک برس ہی ہوا تھا کہ کلیہ الشریعہ کا افتتاح ہونے پر مجھے آٹھویں دہائی کے اختتام تک کلیہ الشریعہ میں تدریسی فرائض انجام دینے کا موقع ملا۔ انہی دنوں 1381 میں مدینہ منورہ یونیورسٹی کا افتتاح ہوا تو شیخ محمد بن ابراہیم (مفتی دیار سعودیہ) کے حکم سے میں وہاں منتقل ہو گیا، یہ ملک سعود کے دور کی بات ہے، ان کی تائید سے مدینہ یونیورسٹی میں 1381ھ میں، میں نے اپنے کام کا اغاز کیا اور 1390ھ تک میں وہاں بطور وائس چانسلر خدمات انجام دیتا رہا، جبکہ شیخ محمد بن ابراہیم اس وقت یونیورسٹی کے چانسلر تھے، 1389ھ میں آپ کی وفات کے بعد شاہ فیصل مرحوم کے حکم سے مجھے 1390ھ کو یونیورسٹی کے چانسلر کا قلمدان ملا۔ 1395ھ (1975ء) تک میں اس منصب پر فائز رہا۔

ریاض میں واپسی:

سوال: آپ کی ریاض واپسی دوبارہ کس طرح ہوئی؟

جواب: شوال 95ء کو ملک خالد کے فرمان شاہی سے مجھے ڈائریکٹوریٹ برائے مباحث علمیہ، فتاویٰ، دعوت وارشاد کے چیئرمین کے طور پر دوبارہ ریاض بلالیا گیا اور اب تک میں اسی ذمہ داری کو انجام دے رہا ہوں۔

شیخ ابن باز اور فلسفہ تعدد ازواج:

تعدد ازواج کے بارے میں اسلامی شریعت پر مبنی شیخ ابن باز کا مخصوص نقطہ نظر ہے جس

Marfat.com

پر کافی غور وفکر کے بعد آپ یوں اس کی تائید کرتے ہیں: جب انسان ایک سے زیادہ نکاح کر نے کی استطاعت رکھتا ہو تو تعدد ازواج اچھا امر ہے، کیونکہ بعض اوقات ایک یا دو بیویاں انسان کی ضرورت کو کفایت نہیں کرتیں، میری رائے میں تعدد ازواج میں طرفین کے لیے مصلحتیں ہیں: عورتوں کے حوالے سے اس میں ان کے لیے غض بصر ہے اور شرمگاہ کی حفاظت بھی، دوسرے لحاظ سے اس طرح نسل اور آل اولاد کی کثرت میں امت کے لیے بھی مصلحت ہے، شیخ اس پر یہ اضافہ ضرور فرماتے ہیں کہ میں تعدد ازواج کی اس وقت تائید کرتا ہوں جب مرد میں عدل کرنے، نفقہ دینے اور زیادہ عورتوں کو نکاح میں رکھنے کی طاقت ہو، تعدد ازواج کے طور پر عورتوں کا نکاح ہو جانا، ان کا بے نکاح بیٹھے رہنے سے بہتر ہے۔

اپنے نکاح کا قصہ بیان کرتے ہوئے شیخ کہتے ہیں:

میں نے خود تین نکاح کیے ہیں پہلی بیوی سے والدہ کی زندگی میں جنہیں انہوں نے منتخب کیا تھا، 1354ھ میں نکاح ہوا، جبکہ میری عمر 24 برس تھی، وہ عبداللہ بن سلیمان بن سمحان کی بیٹی تھیں، اپنی والدہ کی وفات کے ایک سال بعد یعنی 57ھ میں ہمارے درمیان علیحدگی ہوگئی، پھر میں نے ایک خاتون ھیا بنت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عتیق سے نکاح کیا، میری بڑی اولاد انہی سے ہے اور آج تک میری ان سے رفاقت قائم ہے، ان سے میرے بیٹے عبداللہ عبدالرحمٰن اور تین بیٹیاں ہیں، میری تیسری شادی 1386ء میں منیرہ بنت عبدالرحمٰن الخفیر سے ہوئی جن کا تعلق منطقہ قصیم کے شہر بریدہ سے ہے، ان سے بھی میرے دو بیٹے احمد اور خالد اور تین بیٹیاں ہیں۔

شیخ کے بیٹے اور بیٹیاں:

تمام بیویوں سے الحمدللہ شیخ کی کافی اولاد ہے، جیسا کہ ملاقات میں شیخ نے بتایا کہ ان کے 14 بیٹے اور 6 بیٹیاں ہیں، بڑے بیٹے تجارت کرتے ہیں لیکن تربیت اولاد میں شیخ کا اسلوب کیا ہے؟

شیخ ابن باز: مجھے اس بات پر افسوس ہے کہ اولاد کے بارے میں، میں بہت کوتاہ واقع

Marfat.com

ہوا ہوں، مجھے اپنی کثیر مصروفیات کی بنا پر اولاد کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع کم ملتا ہے، مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ میں حقیقتاً اپنے اہل وعیال کے حق میں کوتاہی کا مرتکب ہوں، لیکن ان کی راہنمائی اور انہیں نیک کاموں کی طرف متوجہ رکھنے کے لیے میں اپنی سی کوشش بروئے کار لاتا رہتا ہوں۔

اس میں شبہ نہیں کہ شیخ ابن باز علم ودین کے آدمی ہیں لیکن ذہنی طور پر آپ زراعت اور بعض پیشوں سے منسلک رہتے ہیں، آپ جس طرح زراعت کے پیشے کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس طرح خرید وفروخت یعنی تجارت جن کا اوائل عمری میں آپ نے تجربہ بھی کیا ہے میں بھی دلچسپی رکھتے ہیں، اس نقطہ نظر سے ہم نے اولاد کے پیشوں کے بارے میں آپ کی رائے پوچھی...

شیخ ابن باز: اس میں کوئی شک نہیں کہ خرید وفروخت کے ذریعے رزق کی تلاش کو میں اپنی اولاد کے لیے ترجیح دیتا ہوں، اسی طرح زراعت بھی مجھے بھلی معلوم ہوتی ہے، لیکن میرے بڑے بیٹے امور تجارت میں مشغول رہتے ہیں۔

شیخ ابن باز اور فلسفہ کامیابی:

انسان کا بچپن خوشیوں اور غموں سے بھرا ہوتا ہے، جب انسان اپنے بچپن کو یاد کرتا ہے تو گویا ہر طرف سے اپنے آپ کو بندھا محسوس کرتا ہے، بچپن ہر کار حیات کی ابتداء کا زمانہ ہوتا ہے۔

شیخ عبدالعزیز بن باز، جو اس وقت اپنے دائرۂ عمل کے اعتبار سے ایک دینی اور علمی مرکز تصور کیے جاتے ہیں، کیا آپ یہ توقع رکھتے تھے کہ کسی اور میدان میں قسمت آزمائی کرتے اور یوں کامیاب رہتے، شیخ جب اپنے بچپن کی یادوں کے دریچے کھول رہے تھے تو گویا مسرت آپ کے چہرے سے چھلک رہی تھی، آپ کا اسلوب بیان اس دور کی عکاسی کرتا تھا گویا آپ عمر کے اسی دور میں ہم سے باتیں کر رہے ہیں، ہم نے آپ سے پوچھا کہ اپنے بچپن کے بارے میں ہمیں کچھ بتائیے؟

Marfat.com

شیخ کہتے ہیں: میں نہیں سمجھتا اگر میں کسی دوسرے میدان میں قسمت آزمائی کرتا تو اس میں کامیابی سے ہمکنار نہ ہوتا کیونکہ مجھے اس پر یقین ہے کہ انسان جب اپنے رب اور اپنی ذات سے مخلص ہوتو کامیابی آخر کار اس کے قدم چومتی ہے، میں آپ کو اپنے پیشہ خرید وفروخت کے دور کا ایک واقعہ بتاتا ہوں، جس سے اس پیشہ سے میرا خلوص اور سچائی مترشح ہوتی ہے، میں اپنے بھائی محمد کے ساتھ کپڑے اور سلے ہوئے ملبوسات بیچا کرتا تھا اور اس کے لیے ہم ریاض کے بازار حراج میں بھی پیدل گھوما کرتے تھے کہ کسی طرح ہمارا سودا بک جائے، جب آپ یہ پوچھتے ہیں کہ کیا میں اس میدان میں کامیاب رہتا تو میرا جواب ہے کہ میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا، لیکن میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ اگر میں اپنی سی تمام کوشش اس پیشہ کے لیے کرگزرتا تو کامیابی تو محنت کرنے والے ہی کے ہاتھ میں ہے۔

جہاں تک میرے بچپن اور عہد طفولیت کا ذکر ہے جس پر انسان ساری زندگی فخر کرتا ہے، مجھے افسوس کہ اس کے بارے میں کوئی بات مجھے اچھی طرح یاد نہیں، سوائے اس کے کہ میں اس عمر میں قرآن کریم کی تلاوت اہل علم کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور علوم دین کے بارے میں بہت کچھ جاننے کا متلاشی رہتا تھا۔

بصارت زائل ہونے پر پیش آنے والی مشکلات:

جب شیخ ابن باز دوسروں کا سامنا کرنے اور پہچاننے کی بات کر رہے تھے تو میں سوچ رہا تھا کہ ایسا کیسے ممکن ہے کیونکہ آپ تو نابینا ہیں، نظر کی اس بندش نے آپ کی راہ میں کون سے رکاوٹیں حائل کیں؟ شیخ ایسے شخص کے لہجے میں جواب دیتے ہیں جسے اپنی ذات پر بے پناہ اعتماد ہے، فقط اس بنا پر کہ میں دیکھنے کی صلاحیت سے محروم ہوں میں نے کبھی اپنے آپ کو بندھا محسوس نہیں کیا، نظر کا اٹھالیا جانا میرے رب کی قدرت ہے جس سے فرار کی کوئی راہ نہیں، اگر چہ میں نے اس وقت جب کہ میری عمر 16 سے 19 برس کے درمیان تھی، نظر کے علاج کی بہت کوشش کی اور آپریشن وغیرہ بھی کروائے، لیکن میں کامیاب نہ ہوسکا 1345ھ میں میری نظر کمزور ہونا شروع ہوئی اور 4 سال بعد 49ھ تک میری بصارت مکمل طور پر زائل

Marfat.com

ہو چکی تھی، لیکن اس سے میری راہ میں کوئی رکاوٹ حائل نہ ہوئی، میرے رب نے میری ہر موقع پر خوب خوب مدد کی۔

بچپن سے جوانی تک کی عمر کے تذکرے نے ''الجزیرہ'' کے مہمان کے لہجے میں مسرت کو بکھیر دیا تھا میں نے پوچھا، کیا آپ کو اس دور کا اپنا کوئی دوست، یعنی طالب علمی کا کوئی ساتھی یاد ہے؟

آپ نے اس جواب پر اکتفا کیا کہ ہم مختلف لڑکے اکٹھے ہو کر پڑھا کرتے تھے، ایک دوسرے سے مل بیٹھ کر مطالعہ کرتے، میرے سب سے قریبی دوست شیخ عبداللہ بن بکر تھے، وہ ہمیشہ مرے ساتھ رہتے اور ہم اکٹھے کتابیں پڑھتے۔

مفتی دیار سعودیہ شیخ محمد بن ابراہیم سے میرا کوئی اختلاف نہیں:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شیخ ابن باز اور شیخ محمد بن ابراہیم سابق مفتی دیار سعودیہ کے مابین مختلف امور پر اختلافات تھے، حتیٰ کہ یہاں تک بھی لوگ کہتے سنائی دیے کہ شیخ محمد بن ابراہیم ان فقہی اختلافات کی بدولت آپ سے بڑے کبیدہ خاطر رہتے تھے، آپ اس پر کیا تبصرہ فرماتے ہیں؟

شیخ ابن باز: جہاں تک میری طرف سے اختلافات کی بات ہے تو چند ایک علمی مسائل میں میرے رائے آپ سے جدا تھی، جس پر آپ حرج محسوس کرتے تھے، اسی معمولی تنگی کو بعض لوگوں نے دائمی اختلاف کا رنگ دے دیا ہے، مثال کے طور پر ایک بار تطلیق ثلاثہ پر فتویٰ لینے کا مسئلہ پیش آیا جس پر میں نے فتویٰ دیا اور شیخ محمد بن ابراہیم نے بھی، جنہیں میرے فتویٰ کا علم نہ تھا، اس لاعلمی کی بناء پر ہونے والی علمی مخالفت سے تھوڑا سا ماحول مکدر ہو گیا، چنانچہ میں نے آپ سے اس بارے میں معذرت کر لی اور اس طرح یہ تکدر جاتا رہا۔

ملک عبدالعزیز کی مجالس میں:

ابھی ہم علمی نقطہ کے حوالے سے پیدا ہونے والے انہی اختلافات کا ہی تذکرہ کر رہے تھے کہ مجھے تجسس پیدا ہوا اور میں نے شیخ ابن باز سے پوچھا، کیا ملک عبدالعزیز (جو مملکت

Marfat.com

سعودی عرب کے بانی ہیں) سے کبھی آپ کو اختلاف کا واسطہ پڑا۔

شیخ کہنے لگے، ملک عبدالعزیز بہت دانا انسان تھے اور آپ کے قریب ترین حضرات میں علماء کی ایک بڑی تعداد تھی، آپ شریعت اسلامی کے بارے میں جاننے اور اس کو نافذ کرنے کے بڑے مشتاق رہتے تھے، میرے اور آپ کے درمیان ان مسائل میں کبھی اختلاف نہ ہوا۔

ملک عبدالعزیز کے دور حکومت میں علماء کی یہ عادت تھی کہ ہفتہ میں ایک دن شاہ سے ملاقات کیا کرتے تھے، اس مجلس علماء میں کن موضوعات پر بات ہوتی تھی؟

شیخ ابن باز: کوئی خاص نہیں، رشد ونصیحت کی بعض باتیں، اہم حالات حاضرہ پر تبادلہ خیال اور مشاورت یاوقتی مصالح پر مبنی ایک دوسرے کو یاد دہانیاں وغیرہ ہی عموماً مجالس کا موضوع ہوتی تھیں۔

شیخ ابن باز نے جیسا کہ پہلے اعتراف کیا تھا کہ وہ اپنے اہل خانہ اور اولاد کے حق میں اپنی کثیر مشغولیات کے سبب کوتاہی کر جاتے ہیں لیکن آپ کہنے لگے کہ کافی سالوں سے وہ عصر کے بعد کا وقت اپنے اہل خانہ کے ساتھ گزارتے ہیں، مغرب سے کچھ پہلے تک یا پھر رات دس بجے کے بعد آرام کرنا آپ کا معمول ہے، جہاں تک آپ کے روزمرہ معمولات کا تذکرہ ہے تو آپ ہفتہ، منگل اور جمعہ کے روز نماز فجر کے بعد اپنے کاموں وغیرہ کو شروع کر دیتے ہیں اور سورج طلوع ہونے تک ان ضروری امور میں مشغول رہتے ہیں، پھر دفتر تشریف لے جاتے ہیں، بعض دنوں میں گھڑی، نصف گھڑی آرام کرنے کے لیے گھر لوٹتے ہیں لیکن عموماً ایسا نہیں ہوتا، جبکہ اتوار پیر بدھ اور جمعرات کو ریاض کی جامع کبیر میں آپ درس دیتے ہیں اور صبح 5 سے 7 بجے تک مسجد میں ہی تشریف رکھتے ہیں۔

ہمارے فاضل مہمان کو مملکت سعودی عرب کے 4 بادشاہوں کی رفاقت کا موقع ملا ہے، جلالۃ الملک عبدالعزیز بن سعود، ملک سعود، شاہ فیصل اور ملک خالد رحمہم اللہ ہم نے ان سالوں پر بات کرنے کی شیخ کو دعوت دی۔

شیخ ابن باز: ملک عبدالعزیز، علماء کے ساتھ علمی مذاکرہ کے بڑے مشتاق رہتے تھے،

Marfat.com

علماء کی نکتہ رسی کو سمجھ لیا کرتے، اگر کبھی مصلحت کے منافی مسائل سے واسطہ پیش آجاتا تو صحیح ترین رائے کو اختیار کرنے کی اہلیت رکھتے تھے، آپ پر اللہ کی بار بار رحمتیں ہوں، آپ خوب سوجھ بوجھ رکھنے والے تھے، اس قدر صاحب علم تھے کہ تقریباً طبقہ علماء میں ہی شمار کیے جاتے لیکن جن مسائل میں علماء سے اختلاف ہوتا تو کھل کر اختلاف رائے فرماتے، میں ذاتی تجربے کی بنا پر یہ باتیں کہہ رہا ہوں، ملک سعود اور شاہ فیصل بھی کچھ ایسی ہی خصوصیات رکھتے تھے، لیکن ہر ایک کے بعض ذاتی امتیازات اور اوصاف بھی ہوتے ہیں، ان پر اللہ کی کثیر رحمتیں ہوں، جہاں تک شاہ خالد کا تعلق ہے تو وہ نیکی میں معروف تھے، اچھائی کو خوش دلی سے قبول کرتے بلکہ اس کی جستجو میں رہتے، امت مسلمہ کی مصلحتوں کا انہیں خاص دھیان رہتا، موجودہ حکمران ملک فہد، شہزادگان عبداللہ، سلطان اور نائف بھی اسی طرح اچھی صفات سے متصف ہیں، سب ہی خیر کے متلاشی رہتے اور بھلائی پر عمل پیرا رہتے ہیں۔ اللہ انہیں مزید بھلائی کی توفیق بخشے، آمین۔

. . .

طلاق کی مشکلات:

شیخ ابن باز کو ایک بار طلاق کے ایک قضیہ سے واسطہ پڑا اور شاید کہ آپ کی ابتدائی شہرت اسی واقعہ کے حوالے سے ہوئی جب آپ نے اس کا ایک ایسا مفید حل بتایا جس سے اس مخصوص جوڑے کے علاوہ بہت سے لوگوں کو فائدہ ہوا... یا شیخ: کیا آپ طلاق کو سب سے بڑا معاشرتی مسئلہ سمجھتے ہیں؟

شیخ ابن باز: ہاں! طلاق کے سائل اور مشکلات سے نمٹنا مشکل ترین مسئلہ ہے، خاص طور پر تین طلاقوں کے مسائل سے نمٹنا۔ اس کی کیا خاص وجہ ہے؟

شیخ ابن باز: آدمی اپنی اہلیہ سے معمولی باتوں پر جھگڑا کر کے آخر کار طلاق دے دیتا ہے، شیخ نے اپنے مخصوص سادہ انداز میں اس کی یوں تصویر کشی کی کہ آدمی دن بھر کے کام سے تھکا ماندا گھر واپس آتا ہے اور اس کی بیوی بعض بڑی معمولی وجوہات پر اس سے جھگڑ پڑتی ہے، اس سے ایسی کوئی چیز خریدنے کا تقاضا کر بیٹھتی ہے جس کا وہ انکار کر دیتا ہے اور یوں

Marfat.com

جھگڑا شروع، بعض گھروں میں بیوی کا ساس، سسر یا دیور وغیرہ سے جھگڑا رہتا ہے، کبھی عورتیں مستقل گھر کا تقاضا شروع کر دیتی ہیں تو آخر کار اس کا انجام طلاق کی صورت میں نکلتا ہے، مردوں کی طرف کبھی نشے، شراب یا ترک نماز کی شکایت نزاع پیدا ہونے کا سبب بن جاتی ہے اور جب عورت، مرد پر کڑی نظر رکھتی ہے تو آدمی طلاق دے کر اس عورت سے جان چھڑانے میں ہی عافیت سمجھتا ہے، زیادہ تر طلاق کے یہی اسباب ہوتے ہیں۔

شیخ ابن باز کی رائے یہ ہے کہ سعودی عرب میں فروغ تعلیم اور شعور پھیلنے کے باوجود طلاق کے مسائل کم نہیں ہو رہے، اس لیے کہ آپ کے خیال میں طلاق کے اسباب میاں بیوی کے مابین داخلی ہیں، جوں جوں زندگی کی مشکلات اور معاش کے مسائل میں اضافہ ہو رہا ہے، توں توں ان مسائل میں بھی زیادتی ہوتی جا رہی ہے۔

پھر آپ اس کا کیا علاج تجویز کرتے ہیں؟ کیا اس کی روک تھام کے لیے حکومتی اقدامات کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔

شیخ ابن باز: نہیں، قواعد وضوابط بندی اس کا کوئی حل نہیں، یہ مسئلہ لوگوں میں ایک دوسرے کا احترام، رشتوں کے شعور اور جلدی میں کوئی فیصلہ کن قدم نہ اٹھانے اور غصہ آنے پر شیطان سے پناہ مانگنے وغیرہ کی تربیت دینے سے ہی حل ہوگا، اسی طرح ریڈیو، ٹیلی ویژن اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعے میاں بیوی کو بار بار نصیحتوں، صبر کی مشق، رواداری اور ایک دوسرے کا دھیان رکھنے کی تلقین کی جائے، بالخصوص بیویوں کو خاوندوں سے ایسے مطالبات کرنے سے احتراز کرنا چاہیے جو ان کے لیے مشکل ہوں، یا ان میں غم وغصہ کو ابھارنے کا موجب بنیں، تلخ کلمات سے گریز اور گھر میں موجود دوسرے رشتہ داروں کے حقوق کا پورا دھیان رکھنا بھی ضروری ہے۔

غرض کہ یہ مسئلہ شوہر کی طرف سے جلدی نہ دکھانے، بیوی سے نرمی کرنے اور تحمل سے کام لینے، اس طرح بیویوں کی طرف سے بھی تحمل کا مظاہرہ، لمبے چوڑے مطالبے نہ کرنے اور خاوندوں کے حق میں خلوص ونرمی سے کام لینے کے ذریعے کافی حل ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

پڑھنے لکھنے کی مصروفیات:

شیخ بن باز اخبارات کا باقاعدہ مطالعہ (اہتمام) نہیں کرتے، آپ کہتے ہیں کہ میرے دوست عموماً مجھے اہم خبروں سے مطلع کرتے رہتے ہیں، اگر کسی اہم واقعے پر میرے ردعمل یا راہنمائی کی ضرورت ہو تو فوری طور پر متعلقہ لوگوں کو اس بارے میں مراسلہ بھیجا جاتا ہے میرے دفتر میں اس کام کے لیے بعض ذمہ دار اور منشی بھی ہیں جو مجھے حسب ضرورت تازہ ترین معلومات سے باخبر رکھتے ہیں، اس طرح اندرون وبیرون ملک سے مجھے خبریں موصول ہوتی رہتی ہیں لیکن پھر بھی کافی باتوں سے میں لاعلم رہ جاتا ہوں۔

یا شیخ! آپ کے ذاتی کتب خانے میں کتب کی کتنی تعداد ہے؟

شیخ ابن باز: یوں تو مجھے ان کی حقیقی تعداد کا علم نہیں لیکن بہر حال کافی زیادہ کتب ہیں، میری ایک ذاتی لائبریری ریاض میں ہے اور بعض منتخب کتب طائف میں بھی ہیں۔

کیا آپ نے مطالعے کے لیے کچھ اوقات مخصوص کر رکھے ہیں؟

شیخ ابن باز: مغرب اور عشاء کے درمیان ہم پڑھتے رہتے ہیں، عشاء کے بعد خصوصی مطالعہ ہوتا ہے، مغرب کے بعد تو ہم دو یا تین احادیث پڑھتے اور ان کی شرح وتفسیر دیکھتے ہیں، لیکن عشاء کے بعد ہم باریک بینی سے معاملات ومسائل کا جائزہ لیتے ہیں، مشکل مسائل کو زیادہ تر عشاء کے بعد حل کرتے ہیں، کبھی عشاء کے بعد ایک یا دو فتویٰ جات بھی لکھے جاتے ہیں، مطلب یہ کہ مختلف نوعیتوں کا کام عشاء کے بعد ہوتا ہے۔

لوگوں کی شیخ سے محبت والفت:

یا شیخنا الفاضل! ہم یہ پوچھنے کی جسارت کریں گے کہ آپ کے خیال میں کیا وجہ ہے جو لوگ آپ سے اس قدر عقیدت ومحبت رکھتے ہیں، کس بنا پر لوگ آپس سے بندھے محسوس ہوتے ہیں، ہمیں علم ہے کہ اس کا جواب دینا آپ کے لیے مشکل ہو گا لیکن کم ازکم ان اسباب کی نشاندہی فرما دیجئے جو لوگوں کو آپ سے اس قدر قریب کیے ہوئے ہیں، کیا آپ کا نرم وشفیق رویہ اس کا سبب ہے؟

Marfat.com

شیخ ابن باز (بڑی آہستگی سے گویا ہوتے ہیں) ہم تحمل اور صبر سے کام لیتے ہیں، دیگر لوگوں کی طرح ہمیں بھی ناپسندیدہ امور سے واسطہ پڑتا ہے لیکن ہم تحمل مزاجی سے اس کا مقابلہ کرتے ہیں، پھر شرم کے جذبات سے مغلوب ہو کر بولے، لیکن میرے بعض دوست مجھ سے بھی زیادہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہیں... بس یہ اللہ کا خاص کرم وانعام ہے!!

اس بات کا بخوبی علم ہونے کے باوجود کہ شیخ اپنے تعریف کو ناپسند فرماتے ہیں، آپ کی بات سے مجھے حوصلہ ہوتا ہے اور میں آپ سے پوچھ بیٹھتا ہوں، کون ہے وہ ذات کریم جس کے صبر و تحمل سے آپ متاثر ہوئے اور آپ نے لوگوں سے معاملہ برتنے اور ان کی مشکلات کا سامنا کرنے میں اس شخص کے سینے کی کشادگی اور صبر کو اپنے لیے مشعل راہ بنالیا؟

شیخ ابن باز: رسول کریم ﷺ کی ذات اقدس... آپ ہی ہمارے رہبر وراہنما ہیں، واللہ! نبی اکرم ﷺ کا حوصلہ اور صبر و تحمل بہت عظیم تھا، کبھی ایک بدو نے آپ ﷺ کی گردن مبارک میں اپنی چادر ڈال کر کھینچا جس سے گردن پر نشانات ابھر گئے، آپ کا تحمل کہ آپ اس کی طرف جھک گئے اور مسکراتے ہوئے اس کے تقاضے کی تکمیل فرمادی، نبی اکرم ﷺ کو تہذیب یافتہ اور گنوار ہر طرح کے لوگوں سے واسطہ پیش آیا کرتا تھا، آپ ہی اہل علم اور مسلمانوں کے لیے اسوہ حسنہ ہیں، پھر آپ کے صحابہ کرام جو علم وصبر میں اپنی مثال آپ تھے، مثلاً صدیق اکبر، حضرت علی اور حضرت طلحہ وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین... اگرچہ حضرت عمر میں کچھ جلال تھا، لیکن آپ بہترین اور صادق ترین انسان تھے اور کامل تر ایمان کے حامل بھی۔

کیا آپ کو بھی غصہ آجاتا ہے؟ یا سماحۃ الوالد! ہاں! میں بہت ناراضگی کا اظہار کرتا ہوں اور لوگوں کی طرح مجھے بھی بشری مسائل سے واسطہ ہے، میں اپنی اولاد، اہل خانہ اور دفتر کے بعض اہلکاروں پر غصہ ہو جاتا ہوں لیکن اکثر اپنے نفس پر قابو پالیتا ہوں۔

(اس پر یہ مبارک ملاقات اپنے اختتام کو پہنچی)

Marfat.com

حیات حضرت شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ

(از:......کنور شکیل احمد، مکتب الدعوۃ، لندن)

ایمان باللہ اور صبر وغم سے لبریز امت محمد ﷺ نے 27 محرم 1420ھ المواففق 13 مئی بروز جمعرات قرب نماز فجر مفتی اعظم رہبر امت علمدار سلفیت، قضاء الٰہی پر اس دنیا فانی کو الوداع کہہ کر اپنے خالق حقیقی کی طرف انتقال فرما گئے، اللہ تبارک وتعالیٰ مرحوم کی مغفرت کرے اور درجات کو بلند فرمائے اور جنت الفردوس سے نوازے۔

نظام کائنات کے تحت ہر زمانے میں مختلف شعبوں میں عظیم مثالی شخصیات جنم لیتی رہی ہیں، جنہوں نے اپنی اصلاحی اور اجتماعی جدوجہد کے ذریعے دل کش نقوش چھوڑے، دور حاضر کی ان نایاب ونادر شخصیات میں سے ہمارے امام سلفیوں کے امام اہل حق وہدایت کے امام شیخ بن باز کی شخصیت ہے، آپ کی زندگی کتاب اللہ اور سنت رسول پر عمل کی ایک زندہ مثال تھی، حضرت ابن باز کی پیدائش دینی اور علمی گھرانے میں ہوئی اور آپ کی پرورش ایسے خالص اسلامی ماحول میں ہوئی جہاں دنیاوی زیب وزینت اور بناؤ سنگھار کا وجود نہیں تھا، عربوں میں بالخصوص حجاز اور نجد میں ہر طرف شرک وبدعت وخرافات کا دور اور تمام فتنہ وفساد کا دور عروج کو پہنچ کر زوال کی جانب مائل تھا، شیخ امام محمد بن عبدالوہابؒ کی دعوت ہر خواص وعوام کے دلوں میں جگہ بنا رہی تھی، آپ نے گیارہ سال کی عمر میں قرآن مجید کو حفظ کر لیا تھا اور شرعی علوم کے حصول میں مشغول ہو گئے تھے، کیونکہ بفضل اللہ شیخ علمی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، لہٰذا آپ کے والد محترم بھی شیخ کی تعلیم کا بہت اہتمام کرتے اور ہمیشہ تمسک بالکتاب والسنۃ اور اس پر ثابت قدم رہنے کی تاکید کرتے تھے، جس کا شیخ مرحوم نے اپنے ایک محاضرے میں ذکر بھی کیا ہے۔

Marfat.com

1346ھ میں اچانک شیخ کی آنکھوں کو کوئی مرض لاحق ہوا اور 1350ھ میں اس مرض کے سبب آپ کی دونوں آنکھوں سے روشنی ختم ہوگئی۔

سن 1352ھ میں جب سعودی حکومت کے بانی شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمان آل سعود نے جزیرہ عرب کو متحد کر کے ایک مضبوط اور بااختیار حکومت کے قیام کا اعلان کیا، اس وقت شیخ ابن باز سن رشد کو پہنچ چکے تھے، آپ کی شخصیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی عنایت کردہ من جملہ صلاحیتوں اور اوصاف وفضائل میں سے چند یہ ہیں، بے مثال حافظہ، حسن خلق، مہمان نوازی، تبلیغ دین اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر آنے والی دشواریوں پر صبر وتحمل عالم اسلام سے گہرا تعلق ہر مسلمان کے رنج وغم میں شریک ان کے مسائل ومشاکل کے حل میں کوشاں وفکر مند، باتیں کم اور کام زیادہ، انہی اوصاف حمیدہ کی بنا پر شیخ کو اس صدی میں امت مسلمہ کا امام اور مفتی اعظم تسلیم کیا گیا ہے۔

نیز شیخ کے علمی منہج اور طور طریقہ کی اہم خصوصیات کا اندازہ ان امور سے کیا جاسکتا ہے کہ ہر سوال کا جواب صرف قرآن وسنت کی دلیل سے اخذ کرتے، کسی مذہب یا امام کے قول کو بغیر دلیل قبول نہیں کرتے، سارے جہاں کے حالات پر عمیق نظر رکھتے اور امت مسلمہ کے ساتھ سچا گہرا تعلق اور سب کے ساتھ اچھا سلوک روا رکھتے۔ جب بھی فتویٰ دیتے تو دعوتی انداز غالب رہتا، فتویٰ کی عبارت آسان اور نہایت نصیحت آموز ہوتی۔ شیخ کے امت مسلمہ کے مسائل میں برابر کے شریک ہونے کا احساس اس وقت زیادہ ہوجاتا جب شیخ ملاقاتی سے تعارف کے بعد اپنے غیر معمولی حافظہ کے ذریعے ضیوف (مہمانوں) اور زائرین کو ان کے ساتھ خطاب فرماتے، شیخ فتویٰ پوچھنے والوں کے مقاصد کو بھی بھانپ لیا کرتے اور مکمل احتیاط کے ساتھ فتویٰ صادر فرماتے، تاکہ کسی کے غلط فہمی کا شکار ہونے کا اندیشہ باقی نہ رہے۔ مخالفین ومعاندین کے ہمراہ بھی رفق اور لطافت اور وسعت نظری سے معاملہ کرتے۔ ہمیشہ سرگرم عمل، سننے اور سنانے میں مشغول رہتے، ایک ایک پل درس وتدریس اور دعوت وتبلیغ زہد و عبادت اور تقویٰ، مہمانوازی اور اہل وعیال کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں گزارتے۔

Marfat.com

فتاویٰ اور شیخ ابن بازؒ:

حقیقت میں فتویٰ تبلیغ دین اور پیغام رسول ﷺ کی وضاحت اور اس کو بیان کرنے کا نام ہے، اس لیے مفتی کا بہت اعلیٰ منصب اور اہم مقام ہوتا ہے، اس منصب کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی طرف بھی منسوب کیا ہے، فرمان الٰہی ہے، (ترجمہ) اور آپ سے لوگ عورتوں کے بارے میں فتویٰ معلوم کرتے ہیں، ان سے کہہ دیجئے کہ عورتوں کے بارے میں تم کو اللہ فتویٰ دے گا۔

چنانچہ شیخ سلف صالحین کی طرح فتویٰ صادر کرتے وقت جلد بازی نہ فرماتے۔ ابن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں، میں نے ایک سوبیس صحابہ رسول ﷺ سے ملاقات کی ہے، عموماً فتویٰ پوچھے جانے پر ہر صحابی کی یہ خواہش ہوا کرتی کہ فتویٰ دوسرا ساتھی دے تاکہ وہ اس ذمہ داری کو کما حقہ پورا نہ کرنے کی باز پرس سے بچ جائے۔

شیخ ابن باز اگر سوال کا جواب نہیں جانتے تو مجھے نہیں معلوم یا اللہ اعلم، کہنا کوئی قابل عار نہیں تصور کرتے، بلکہ دقیق علمی منہج یہی ہے، لہٰذا شیخ کو متعدد بار مجالس میں کہتے سنا گیا، اللہ اعلم، شیخ ہمیشہ طلاب کو اور مشائخ کو فرماتے کہ جس نے کہا مجھے نہیں معلوم تو اس نے سوال کا آدھا جواب صحیح دے دیا، کیونکہ جواب نہ جاننے کا اعتراف بھی آدھا جواب ہے، اور فتاویٰ دیتے وقت عدم استعجال کی بھی نصیحت فرماتے۔

شیخ ابن باز عموماً فتویٰ صادر کرتے وقت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کے اصولوں کو اپناتے اور امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب اگر قرآن وحدیث کے مخالف نہ ہوتا تو اختیار کرتے، اگر کسی کی کوئی بات بھی کتاب وسنت کے مخالف ہوتی تو اس کو ترک کردیتے، اس لیے شیخ کے فتاویٰ کو امت اسلام میں بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔

شیخ کا گھر اور اہل وعیال:

شیخ زندگی کے ہر میدان میں علم وعمل غور وفکر، تدبیر خانہ اور تمام اصلاحی امور میں متوازن راہ پر گامزن رہے، شیخ کے انتقال کے بعد ایک خاتون نے شیخ کی اہلیہ اور بیٹیوں

Marfat.com

سے ملاقات کی اور شیخ کے گھریلو معاملات سے متعلق سوال جواب کیے جن کا اختصار یہ ہے، شیخ کی وفات کے وقت گھر میں دو بیویاں تھیں، پہلی بیوی ام عبداللہ جو 55 سال آپ کے عقد نکاح میں رہیں جن سے دو بیٹے اور تین بیٹیاں یعنی کل پانچ بچے ہیں، دوسری بیوی ام احمد جو 30 سال آپ کی زوجیت میں رہیں ان سے بھی دو بیٹے اور تین، بیٹیاں ہیں، بفضل اللہ اور شیخ کی اچھی تربیت سے ساری اولاد علوم شرعی کے عالم باعمل ہیں، بالخصوص شیخ احمد اور شیخ عبداللہ اپنے والد محترم کی طرح دعوتی میدان میں بہت سرگرم ہیں، شیخ کی ایک بیٹی ہند امام محمد بن سعود یونیورسٹی میں علوم شرعیہ کی استاذ ہیں اور شیخ کی ایک پوتی انگریزی زبان کی استاذ ہیں۔ شیخ ہمیشہ دعوتی علمی اصلاحی اعمال میں مشغول رہنے کے باوجود اپنے یومیہ اوقات کو منظم رکھتے تھے اور گھریلو تمام ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دیتے، شیخ نے مثالی خاوند کامیاب والد کا رول ادا کرنے میں کوئی کمی نہیں رہنے دی، گاہے گاہے گھر کے تمام افراد کی میٹنگ بلانے کا اہتمام کرتے اور دینی اجتماعی دنیوی تمام امور پر اچھی طرح روشنی ڈالتے، بیٹے اور بیٹیوں میں یکساں معاملہ فرماتے، دونوں بیویوں اور بچوں میں مساوات اور برابری فرماتے۔

خادموں کے ساتھ معاملہ:

ام احمد کہتی ہیں کہ شیخ نے کبھی کسی خادم کو نہیں جھڑکا اور نہ کسی کو پیٹھ پیچھے برا بھلا کہا اور نہ کبھی کسی غلطی پر غصہ ہوئے، غلطی پر ہمیشہ صبر وتحمل سے کام لیتے، محبت سے سمجھاتے اور اس کے حق میں دعا کرتے (اللہ یهدیه) لیکن دینی امور میں کوتاہی کبھی برداشت نہ کرتے، گھر کے تمام افراد کو خادموں کو فجر کے لیے اٹھاتے، بچیوں کو حجاب کا حکم دیتے اور لباس میں سادگی اپنانے غیر اسلامی لباس سے اجتناب کی نصیحت کرتے، شیخ کی دختر نیک اختر ہند کا بیان ہے کہ جب سیکنڈری اسکول میں زیر تعلیم تھی تو مجھے کلاس ٹیچر نے ایک ایسی لڑکی کو نصیحت کرنے کے لیے کہا جو نہایت بدسلوک اور گمراہ تھی، میں نے اپنی نصیت کو موثر بنانے کے لیے ایک جھوٹے خواب کا حیلہ تلاش کیا اور کہا کہ میں نے آج رات تم کو خواب میں دیکھا کہ تم بعض غلطیوں کی بناپر بہت مشکلوں سے دو چار ہو اور میں تبھی سے تمہارے بارے میں فکر

Marfat.com

مند ہوں، جس سے لڑکی پر بہت اچھا اثر پڑا اور وہ اسی وقت تائب ہوگئی اور راہ ہدایت پر آ گئی مگر جب یہ قصہ میں نے والد محترم کو سنایا تو آپ نے جھوٹ کے عدم جواز پر بہت ساری آیات اور احادیث تلاوت فرمائیں اور وعظ ونصیحت میں بھی جھوٹ سے اجتناب کرنے کے لیے کہا۔

شیخ نے مصروفیت کی بنا پر کبھی کسی ملک کا سفر نہیں کیا، اس کے باوجود ساری دنیا کے مسلمانوں کے حالات سے بخوبی واقف اور ان سے منسلک رہتے، شیخ آنکھوں کی روشنی سے محروم ضرور تھے مگر آپ کا علم ذہانت حافظہ اور دانائی ہزار دیکھنے والوں سے زیادہ افضل تھی، کلیة اللغة العربية ریاض کے استاد جناب محمد بن علی الصامل لکھتے ہیں کہ ماہ رمضان 1416ھ میں شیخ امیر بندر بن سلمان آل سعود کی دعوت پر ان کے قصر میں تشریف لے گئے، جہاں پر افریقہ سے آیا ہوا ایک دعوتی گروپ موجود تھا، جب امیر بندر اس وفد کا تعارف کرانے لگے تو شیخ نے ان کا نام سن کر پہچان لیا کہ 25 سال قبل ان میں سے بعض کو شیخ نے جامعہ اسلامیہ میں پڑھایا تھا، آپ نے سب کے نام ذکر کر کے خیریت معلوم کی اور افریقہ میں باقی دعاۃ کے حالات بھی دریافت کیے، ماہ رمضان 1418ھ یعنی دو سال بعد پھر یہی وفد امیر بندر کے ہمراہ شیخ سے ملا مگر ان کے درمیان ایک اور شخص باطل عقیدہ کا حامل تھا، آپ نے تمام دعاۃ کے نام پکار کر خیریت معلوم کی اور جب دوران گفتگو اس نئے شخص کا نام بار بار آیا تو شیخ نے امیر بندر کو آگاہ کیا کہ وفد کے درمیان فلاں شخص کا عقیدہ صحیح نہیں ہے اور اس کے بعد امیر کی تحقیق پر یہ بات ثابت ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ شیخ کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

❀❀❀❀

Marfat.com

میرے شیخ، میرے مرشد

امام عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ

(از:......مولانا محمد لقمان سلفی)

مؤرخہ 27 محرم الحرام 1420 ہجری بروز جمعرات بوقت صبح جب میرے شیخ رحمہ اللہ دنیا سے رخصت ہوئے، اس دن اور اس صبح کی آمد سے میں پہلے ہی ڈر رہا تھا، جب بھی آپ سے ملاقات ہوتی اور دیکھتا کہ آپ کی صحت بتدریج گرتی جارہی ہے تو دل پر حزن والم کا سایہ پڑجاتا اور دل ودماغ پر ایک خوف طاری ہوجاتا، چنانچہ ویسا ہی ہوا کہ ان کی وفات نے میرے وجود کو ہلا دیا اور میرے دل ودماغ میں ایسی طغیانی لادی جو نہ جانے کب تھمے گی، اللہ تعالیٰ میرے شیخ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب کرے اور ہمارے حال پر رحم کرے۔

اس دن بھی عادت کے مطابق فجر کی نماز کے بعد تقریباً ساڑھے سات بجے تک میں

مولانا محمد لقمان سلفی کا تعارف:

یہ مولانا محمد لقمان سلفی کا مضمون ہے۔ان کا نام محمد لقمان، والد کا نام بارک اللہ اور دادا کا نام محمد یاسین ہے۔ ان کی ولادت 1923ء میں بہار کے ضلع مشرقی چمپارن کی ایک معروف بستی چندنبارہ میں ہوئی۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم بستی کے مکتب میں حاصل کی۔ اس کے بعد اپنی بستی کے قریب ڈھاکہ کے ایک مدرسہ میں داخل ہوئے۔ وہاں سے دربھنگہ میں جامعہ دار العلوم احمدیہ سلفیہ میں پڑھنے گئے۔ وہاں فراغت میں ایک سال باقی ہی تھا کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی طرف سے دنیا کے مختلف ممالک سے طلبہ کو پڑھنے کے لیے انتخاب کیا جانے لگا۔ احمدیہ سلفیہ سے مولانا حبیب المرسلین سلفی کا انتخاب عمل میں آیا۔ لیکن کسی وجہ سے انھوں نے آنے سے انکار کر دیا۔ یہ خوش نصیبی مولانا محمد لقمان سلفی کے حصے میں آئی جبکہ ان کو فارغ ہونے میں ایک سال باقی تھا۔ چنانچہ وہ مدینہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے چلے آئے۔

یہاں انھوں نے کافی محنت سے تعلیم حاصل کی اور علامہ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ کے ساتھ دار الافتاء ریاض میں بحیثیت مترجم کام کرنے لگے۔ علامہ ابن باز رحمہ اللہ سے انھوں نے خوب خوب استفادہ کیا اور ان کے تعاون سے ایک ادارے کی بنیاد رکھی جس کا نام جامعہ امام ابن تیمیہ ہے۔ ابھی وہ دار الافتاء کی نوکری سے ریٹائر ہو چکے ہیں۔

Marfat.com

نے لکھنے پڑھنے کا کام کیا اور تھکن سے چور ہو کر بستر پر لیٹ گیا، تا کہ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد، پھر اپنے کام میں لگ جاؤں، ابھی نیند کی گود میں گیا ہی تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی، میں نے سمجھا کہ یہ جامعہ ابن تیمیہ، ہند کے ذمہ داران کا ٹیلی فون ہے جو عموماً مجھے جمعرات کو ہی ٹیلیفون کے ذریعہ جامعہ کے حالات بتایا کرتے ہیں، ریسیور اٹھایا تو آواز برادرم جناب جناب ڈاکٹر عبدالوہاب خلیل صاحب کی تھی جو مکہ مکرمہ مقیم ہیں، آواز پست، ابتدائے گفتگو غیر واضح، گویا وہ میرے ذہن کو تیار کرنا چاہتے تھے، کوئی غیر معمولی خبر سننے اور اس کا گہرا اثر برداشت کرنے کے لیے، اس کے بعد انہوں نے یہ جانکاہ خبر سنادی کہ میرے شیخ ومرشد، عصر حاضر میں اہل سنت وجماعت کے امام عبدالعزیز بن باز کا انتقال ہوگیا!!!

بے جان ہاتھوں سے ٹیلیفون گر گیا اور زبان سے بار بار انا لله وانا اليه راجعون اور رحمه الله رحمة واسعة وغفرله وادخله فسيح جناته ادا ہونے لگے، اور پھر اچانک بستر پر بیٹھا اس طرح رونے لگا جس طرح کوئی چھوٹا بچہ اپنے ماں باپ سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو کر بلک بلک کر رونے لگتا ہے اور آنکھوں سے آنسو اس طرح جاری ہو گئے جیسے کوئی طوفان تھا جو رکنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا اور زبان پر مرحوم کے لیے دعائے طلب مغفرت کا ایک تسلسل تھا جو ختم ہونا نہیں چاہتا تھا، کافی دیر کے بعد اپنے آپ کو اس وقت سنبھالا دے سکا جب اللہ تعالیٰ کا یہ قول یاد آیا جو اس نے اپنے نبی اور رسول محمد ﷺ کو مخاطب کر کے کہا ہے

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ﴾

کہ آپ بھی مرجائیں گے اور تمام لوگ مرجائیں گے، نیز کہا ہے:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ﴾

”محمد تو صرف اللہ کے رسول ہیں، ان سے پہلے بہت سے انبیاء ورسل گزر چکے ہیں، کیا اگر وہ مرجائیں گے یا قتل کر دیے جائیں گے تو تم لوگ اسلام سے

Marfat.com

برگشتہ ہو جاؤ گے۔"

اور حضورؐ کی وفات کے وقت ابوبکرؓ کا یہ جملہ یاد آیا کہ " جو کوئی محمد کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد مر گئے اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد مر گئے اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ اللہ تو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا، اس پر کبھی موت طاری نہیں ہوگی۔"

اب کچھ دل کا اضطراب کم ہوا، اکھڑی ہوئی سانس نارمل اور طبعیت پرسکون ہونے لگی اور فوراً طائف واپسی کی تیاری کرنے لگا جہاں سے کل ہی شام کو آیا تھا اور ڈھائی بجے کی فلائٹ سے طائف کے لیے روانہ ہو گیا، ایئرپورٹ پر دوسرے احباب بھی ملے جو میری ہی طرح عادت کے مطابق کل شام کو ریاض آئے تھے، طائف اس حال میں پہنچا کہ دل رنج وغم سے چور تھا، پورے ملک کی ہواؤں اور فضاؤں پر غم کے آثار نمایاں تھے، درودیوار رو رہے تھے، ہر شخص غم سے نڈھال، عصر حاضر کے قائد وامام کے فراق پر آنسو بہا رہا تھا اور ایک دوسرے کو تعزیت پیش کر رہا تھا، جب حضرت الشیخ رحمہ اللہ کے گھر پر پہنچا تو غمزدوں کی بھیڑ سے تل دھرنے کی بھی جگہ نہیں تھی، علماء، مشائخ اور دعاۃ الی اللہ کا ایک تسلسل لا متناہی تھا جو وہاں آکر غم کے آنسو بہا کر اور ایک دوسرے کو تعزیت پیش کر کے خود اپنے دل مضطرب کو سکون پہنچانے کی کوشش کر رہا تھا۔

جمعہ 28/1/1420ھ کی صبح مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہو گیا جہاں مسجد حرام میں جمعہ کی نماز کے بعد حضرت الشیخ کے جنازے کی نماز پڑھی جانے والی تھی، وہاں میں نے دیکھا کہ پورا شہر اندرون ملک اور بیرون ملک سے آنے والوں سے کھچا کھچ بھرا پڑا ہے، بعد میں لوگوں نے بتایا کہ اس ناگہانی اژدحام کی وجہ سے ہوٹلوں سے کھانا اور پٹرول پمپوں سے پٹرول ختم ہو گیا تھا اور مسجد حرام میں تو ایسی بھیڑ تھی جیسے رمضان کی ستائیسویں رات کو ہوا کرتی ہے، اخبارات نے اپنا تخمینہ شائع کیا کہ میرے شیخ ومرشد کے جنازہ میں بیس لاکھ سے زائد کتاب وسنت کے پروانوں نے شرکت کی، اور ان آنکھوں نے دیکھا کہ ان کا جنازہ ان کے

Marfat.com

شیدائیوں کے سروں پر اس طرح تیر رہا تھا کہ اسے ایک جگہ قرار نہیں تھا، ہم جیسوں کی کیا مجال تھی کہ اس کے آس پاس بھی پھٹک سکتے اور جب جنازہ مسجد سے باہر نکلا اور مقبرہ العدل کی طرف چلا تو لوگ گاڑیوں سے اور پیدل مسجد حرام کے گرد پھیلے ہوئے سرنگوں کے راستے سے مقبرے کی طرف اس طرح چل پڑے جیسے لوگ عرفات سے مزدلفہ کی طرف نویں ذی الحجہ کی شام کو چلتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس بار سال میں دو حج ہو گئے۔

بات آگے نکل گئی اور ایک نہایت ضروری بات رہ گئی، امام حرم فضیلۃ الشیخ محمد بن عبداللہ بن سبیل نے خطبہ دیا، مسلمانوں کو نبی کریمؐ کی وفات یاد دلائی اور کہا کہ ''صحابہ کرامؓ پر اس حادثہ فاجعہ کا جتنا گہرا اثر پڑا مؤرخین اسلام نے اس کی تھوڑی سی عکاسی کرنے کی کوشش کی ہے، آخر کار انہوں نے اللہ کی قدرت اور دین اسلام کی نعمت کو یاد کر کے صبر وشکیبائی کو اختیار کیا اور آہستہ آہستہ پرسکون ہوئے، ہمارے شیخ بھی عصر حاضر میں اہل سنت والجماعت کے امام، عظیم محدث، علامہ دہر اور فقیہ عصر حاضر تھے'' اتنا سننا تھا کہ مسجد حرام میں ہر طرف سے سسک سسک کر رونے کی آوازیں آنے لگی۔ مختصر یہ کہ بیس لاکھ سے زائد شیدائیوں کے ہجوم میں ان کا جنازہ مقبرہ پہنچا، جہاں انہیں سپرد خاک کر دیا گیا۔

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ تیرے اس گھر کی نگہبانی کرے

اللہ تعالیٰ ان پر رحمتوں کی بارش کرے اور صدیقین، شہداء اور صالحین کے درمیان انہیں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

عالم اسلام ہل گیا:

دو تین گھنٹوں میں ان کی وفات کی خبر پوری دنیا میں پہنچ گئی اور مسلمانان عالم اس طرح مضطرب وپریشان ہوئے کہ میں نے تاریخ میں اس کی مثال نہیں پڑھی، دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ان کے سیکڑوں شیدائیوں اور شاگردوں نے مجھ سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کیا، کوئی تعزیت پیش کر رہا تھا تو کوئی اس جانکاہ خبر کی تصدیق چاہتا تھا، کینیڈا میں مقیم میرے ایک

Marfat.com

دوست کا ٹیلی فون آیا کہ یہاں کینیڈا میں لوگ یہ خبر سن کر ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں اور عجیب اضطراب کے عالم میں ہیں، تو کیا واقعی شیخ الاسلام والمسلمین کا انتقال ہو گیا، کیا یہ خبر صحیح ہے کہ عصر حاضر میں اہل سنت والجماعت کے امام دنیا سے چل بسے، کیا سلفیان عالم کے امیر اللہ کو پیارے ہو گئے؟ پھر وہ ٹیلی فون پر ہی خوب رونے لگے جس سے میری حالت اور غیر ہو گئی۔

پوری دنیا میں غائبانہ نماز جنازہ:

حضرت الشیخ کی غائبانہ نماز جنازہ پوری دنیا میں پڑھی گئی، برصغیر ہند و پاک بنگلہ دیش اور نیپال کے اہل حدیثوں نے اس کا خاص اہتمام اس لیے کیا کہ یہ حضرات مرحوم کو بالخصوص اپنا امام و امیر جانتے تھے اور ہر چھوٹے اور بڑے معاملہ میں ان سے مشورہ لیتے تھے اور اللہ کے لیے ان سے ایسی محبت کرتے تھے کہ میرے خیال میں بلاد عربیہ کے مسلمانوں کو ان کے اس والہانہ محبت کا صحیح اندازہ نہیں تھا، اسی لیے برصغیر کی تمام اہل حدیث جماعتوں نے بالعموم اور ہندوستان کے عظیم داعی اسلام جناب مولانا مختار احمد ندوی سلفی نے جماعت اہل حدیث کی ہر جامع مسجد میں ان کی نماز غائبانہ کا اعلان کیا اور اخبارات و مجلّات میں اعلان کیا کہ آج عصر حاضر میں سلفیوں کے امام دنیا سے رخصت ہو گئے اور اہل حدیث کا ہر فرد ان کے فراق میں رویا اور ہر اہل حدیث گھرانے پر غموں کے بادل چھا گئے، مجھے معلوم ہوا کہ ان ممالک سے شائع ہونے والے دسیوں سلفی مجلّات حضرت الشیخ رحمہ اللہ سے متعلق خصوصی نمبر شائع کرنے جا رہے ہیں، جن میں اسلام کا علم پوری دنیا میں بلند کرنے کے لیے ان کے جہاد کا ذکر آئے گا اور اسلام خالص کے اس منہج کو بیان کیا جائے گا جس کی بنیاد قرآن وسنت پر ہے اور جس کی نشر و اشاعت کے لیے میرے شیخ نے اپنی پوری زندگی لگا دی۔

پہلی بار شرف دید:

میں نے انہیں پہلی بار رمضان 1382ھ میں دیکھا، جب میں مدینہ یونیورسٹی میں پڑھنے کے لیے آیا، مرحوم اس وقت وائس چانسلر تھے اور ہر نووارد طالب علم کو اپنے آفس میں

Marfat.com

بلا کر خوش آمدید کہتے، ہمت افزائی کرتے اور اس کے دماغ سے غریب الوطنی اور خویش و اقارب کی جدائی کا اثر زائل کرنے کی کوشش کرتے، میں نے دیکھا کہ وہ ایک لمبے آدمی تھے، جب چلتے تو ان کے آگے پیچھے چلنے والوں کے درمیان ان کا قد نکلا ہوا ہوتا، سنجیدگی، متانت اور تواضع غالب رہتی اور ہشاش بشاش نظر آتے اور ان سے ملنے والے تمام طلباء، اساتذہ کرام اور یونیورسٹی کا پورا عملہ نہایت ادب واحترام کے ساتھ ان سے ملتا اور جب کلاس میں عرب وعجم کے بڑے بڑے ائمہ فن سے ہم لوگ علم حاصل کرنے لگے تو میں نے دیکھا کہ وہ سبھی حضرات حضرت الشیخ کے گہرے اور متحضر عالم کی تعریف کرتے اور کہتے کہ ان کا علم اجتہاد مطلق کے درجہ کا ہے اور یہ کہ وہ کسی ایک فقہی مذہب کے مقلد نہیں ہیں، ان کا منہج ائمہ حدیث کا منہج ہے، وہ ائمہ کرام کا غایت درجہ احترام کرتے ہیں، ان کے اقوال وآراء سے استفادہ کرتے ہیں اور قرآن وسنت کے عظیم سرچشمہ سے بلا واسطہ استفادہ کرتے ہیں، جیسا کہ محدثین کرام کا منہج رہا ہے۔

ان باتوں نے اس وقت میرے چھوٹے سے دل ودماغ میں ان کی محبت بٹھا دی اور یہ خواہش پرورش پانے لگی کہ ان کے دروس ومحاضرات پابندی کے ساتھ سنتا رہوں گا، خاندانی ماحول سے مجھے یہی سبق ملا تھا اور دار العلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ، بہار میں اساتذہ کرام نے ہمیں یہی سبق سکھایا تھا کہ دینی، مذہبی اور علمی تربیت کے لیے ہمارے نمونہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے بعد) ائمہ محدثین اور ان کے خوشہ چیں علمائے عظام ہونے چاہئیں۔

انہی دنوں میرے شیخ علامہ محدث محمد ناصر الدین البانی حفظہ اللہ نے یونیورسٹی ہال میں محدثین کے طریقہ پر ایک لیکچر دیا، حاضرین اس لیکچر سے بہت مستفید ہوئے اور علم حدیث میں ان کے اونچے مقام کی جو شہرت تھی اس سے متعلق سرگوشیاں کرنے لگے، اتنے میں دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت الشیخ رحمہ اللہ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور اپنے سیکرٹری کی مدد سے سٹیج پر پہنچ گئے اور لیکچر میں بیان کیے گئے بعض علمی امور پر محدثانہ تبصرہ کرنے لگے، کافی دیر بعد جب ان کی بات ختم ہوئی تو محدث محمد ناصر الدین البانی دوبارہ سٹیج پر گئے اور حضرت الشیخ کا شکریہ

Marfat.com

ادا کیا اور علم حدیث میں ان کی عظمت کا اعتراف کیا، واقعہ اس بات کی قطعی دلیل تھی کہ قرآن وسنت کے علوم میں میرے شیخ اپنے معاصر چوٹی کے علماء کے درمیان بہت بڑی حیثیت کے مالک تھے اور میں نے بحیثیت طالب علم یہ طے کرلیا کہ جب تک سعودی عرب میں رہوں گا ان کے تبحر علمی سے فائدہ اٹھانے کی پوری کوشش کرتا رہوں گا۔

یونیورسٹی کے طلبہ اور عام نوجوانان اسلام کی فکر:

دنیا کے گوشے گوشے سے جو طلبہ مدینہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے آتے، مرحوم ان کا بہت زیادہ خیال کرتے تھے، انہیں اپنے قریب بٹھاتے، ان کے احوال پوچھتے، تعلیم، صحت، رہائش اور دیگر امور سے متعلق پوچھتے اور کوئی پریشانی ہوتی تو اسے دور کرتے، ان کے ساتھ گفتگو کے ہر موقع سے فائدہ اٹھاتے، انہیں جدوجہد اور نیت وعمل میں اخلاص کی نصیحت کرتے، رات دن ان کی اچھی تربیت کے لیے کوشاں رہتے، ان میں ایمان اور غیرت دینی کو جگاتے اور تعلیم سے فراغت کے بعد دعوت وارشاد کے لیے انہیں تیار کرتے۔

دنیا کے عام نوجوانان اسلام کے ساتھ بھی پوری زندگی ان کا بڑا گہرا ربط رہا، جب بھی ان کے اردگرد نوجوان جمع ہوتے انہیں دینی علوم حاصل کرنے کی رغبت دلاتے، ظاہر وباطن میں اللہ سے ڈرتے رہنے، دین پر عمل کرنے اور دین کا مخلص خادم بن کر اس کی نشر واشاعت کے لیے کوشاں رہنے کی نصیحت کرتے۔ اور ان سب باتوں میں نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کرتے، یعنی آپ ﷺ نے چھوٹی عمر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بڑا اہتمام کیا، انہیں امت اسلامیہ کے درخشاں مستقبل کا آئینہ دار اور ذمہ دار سمجھا، حضرت اسامہ بن زید، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عبداللہ بن عمر، معاذ بن جبل اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہم کا علمی مقام اسی فکر نبوی کی عکاسی کرتا ہے، ہمارے شیخ رحمہ اللہ پوری زندگی اس سنت نبوی کی اتباع کرتے رہے۔ جن لوگوں نے ان کے آفس میں کام کیا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ دنیا کے گوشہ گوشہ سے ہزاروں لڑکے اور لڑکیاں آپ کو خطوط بھیجا کرتے تھے اور آپ ان کے ہر خط کا جواب دیتے اور اگر کسی وجہ سے کوئی خط ان کے سامنے دیر سے پیش ہوتا اور جواب میں

Marfat.com

تاخیر ہوتی تو اس کے لیے معذرت کرتے، یہی وجہ ہے کہ اس وقت میں بلاد عربیہ اور غیر عربیہ میں لاکھوں نوجوان ان کے منہج قرآن وسنت پر عامل ہیں اور جہاں جہاں ہیں امت اسلامیہ کو اسی کی دعوت دے رہے ہیں، ہمارے شیخ پر اللہ کا یہ خاص فضل وکرم رہا ہے اور اللہ کی نعمت کے اعتراف کے طور پر یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں محسوس کرتا کہ میں بھی انہی پروانوں میں سے ایک ہوں، ان کی علم وعمل اور زہد وتقویٰ والی زندگی کا خوشہ چیں ہوں، میں نے مدینہ یونیورسٹی میں ان سے عقیدہ طحاویہ پڑھا تھا، اور جب تک وہ زندہ رہے ان کے دروس ومحاضرات سے استفادہ کرتا رہا، میں نے خواب میں ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور وہ خواب میں نے لکھ کر اپنے آفس کے ایک ساتھی کو دیا، جنہوں نے اسے پڑھ کر حضرت الشیخ کو سنایا، انہوں نے مجھے اس کی تعبیر کے طور پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے کی بشارت دی اور میں نے خود اس کی تعبیر یہ نکالی کہ میں ان شاء اللہ اس قافلے کا ایک فرد بنوں گا جو قرآن وسنت کو آگے بڑھائے گا، میں جامعہ ابن تیمیہ ''جمعیۃ الامام ابن تیمیہ'' تعلیمیہ خیریہ اور مرکز علامہ عبدالعزیز بن باز ہند کو اس خواب کی تعبیر سمجھتا ہوں۔

حضرت الشیخ سے میرا تعلق ہر دور میں رہا:

1967ء کی ابتدا میں مدینہ یونیورسٹی سے فراغت کے بعد میں ریاض چلا آیا، میں نے چاہا تھا کہ وزارت تعلیم میں مجھے تدریس کی ملازمت مل جائے، لیکن اللہ نے میرے لیے اس سے بہتر مقدر فرمایا تھا، میں دارالافتاء ادارۃ الدعوۃ فی الخارج میں بحیثیت مترجم رکھ لیا گیا، موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے المعہد العالی للقضاء میں داخلہ لے لیا اور تین سال کی مسلسل کوششوں کے بعد وہاں سے ایم اے کی ڈگری حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ ان دنوں میرے شیخ موسم گرما اور ماہ رمضان میں اپنے چاہنے والوں کی خواہش کے مطابق سال میں دو بار ریاض آیا کرتے تھے، میں ان کے پیچھے نماز تراویح پڑھنے کے لیے ہر رات اپنی جائے رہائش سے چل کر جامع مسجد دیرہ تک جاتا، راستہ میں کئی مسجدیں پڑتیں، لیکن حضرت الشیخ سے قربت اور ان کے اقوال وافعال اور نقش قدم سے مستفید ہونے کا جذبہ مجھے

Marfat.com

کشاں کشاں ان تک لے جاتا۔

میں ہمیشہ اسی ٹوہ میں لگا رہتا کہ میرے شیخ ریاض کب آئیں گے تاکہ ان کے سامنے زانوائے تلمذ طے کرنے کا موقع ملے، چنانچہ ابتدائی سالوں میں، میں ان کے سامنے فتح الباری پڑھتا رہا اور حدیث، فقہ، نحو وصرف کے قواعد پر ان سے درمیان درس مناقشہ کرتا تو کبھی ناراض نہ ہوتے، بلکہ خوش ہوتے اور ان کے بارونق وبا ایمان چہرے پر مسکراہٹ پھیل جاتی۔

میری پوری کوشش ہوتی کہ ریاض میں ان کے زمانہ قیام میں، ان کی علمی مجلسوں سے میری غیر حاضری نہ ہو، بہت سے علمائے پاک وہندان سے ملنے کے لیے ریاض آجاتے، تو میں ہی ان کے درمیان رابطہ، ہمزہ وصل اور مترجم کا کام کرتا اور یہ سلسلہ ان کی وفات تک باقی رہا۔

اخلاق کریمانہ اور عظیم تواضع:

عیسوی تاریخ کے اعتبار سے غالبًا ساتویں دہائی کی بات ہے کہ ہندوستان کے مشہور دیوبندی عالم مولانا فضل اللہ جیلانی (الادب المفرد للبخاری کے شارح) حضرت الشیخ سے ملنے کے لیے ریاض آئے، شیخ نے انہیں دوپہر کے کھانے کی دعوت دی، جب شیخ اور تمام مہمانان دسترخوان پر بیٹھ گئے تو انہوں نے اس یمنی خادم کے بارے میں پوچھا جو ان کے گھر میں برتن دھویا کرتا تھا کہ کیا وہ دسترخوان پر موجود ہے، جب انہیں بتایا گیا کہ وہ ابھی نہیں آیا ہے تو اسے پکارنا شروع کیا اور اس وقت تک کھانا شروع نہیں کیا جب تک وہ خادم دسترخوان پر بیٹھ نہیں گیا، مولانا جیلانی نے مجھ سے پوچھا کہ کیا یہ شیخ کا لڑکا ہے؟ میں نے انہیں بتایا کہ یہ ایک خادم ہے جو باورچی خانہ میں کام کرتا ہے، تو حیرت واستعجاب سے شیخ کی طرف دیکھنے لگے اور کھانا کھانے کے بجائے رونے لگے اور کہنے لگے کہ اس عظیم تواضع اور کمزوروں مسکینوں کے ساتھ ایسی شفقت ومہربانی کی مثال میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھی ہے اور نہ تاریخ کے صفحات ایسی مثال پیش کرتے ہیں۔

Marfat.com

نبی کریم ﷺ سے سچی محبت:

میں نے بے شمار بار دیکھا ہے کہ جب نبی کریمؐ کا ذکر مبارک آپ کی زبان پر آتا یا کوئی کتاب سنتے ہوئے آپؐ کا نام آجاتا تو آپ کی آواز بدل جاتی اور ایک خاص انداز میں سر کو ہلاتے جو اس بات کی غمازی کرتا کہ سر ہی نہیں بلکہ اندر سے آپ کا وجود ہل گیا ہے اور پھر بار بار درود وسلام کا ورد کرنے لگتے جب کوئی شخص ان سے درخواست کرتا کہ وہ اسے کچھ نصیحت کریں تو اسے قرآن کریم کی تلاوت، حدیث نبوی اور سیرت نبوی کے مطالبہ کی نصیحت کرتے اور تسبیح وتہلیل اور نبی کریمؐ پر درود وسلام کے ذریعہ سے ہر وقت رطب اللسان رہنے کی تلقین کرتے۔

نبی کریمؐ کی احادیث مبارکہ سے آپ کو غایت درجہ محبت تھی اور یہ وجہ تھی کہ آپ نے قرآن کریم کے بعد سنت نبوی کے مقابلے میں کبھی کسی کے قول وفعل کو پر کاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں دی، تمام ائمہ کرام کا احترام کرتے، ان کے نام عزت کے ساتھ لیتے، ان کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے، لیکن ائمہ حدیث سے ان کو بے حد محبت تھی، امام السنہ احمد بن حنبل، امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری اور امام مسلم وغیرہم سے خصوصی لگاؤ تھا، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں ان کی رائے تھی کہ ان کا علم چاروں ائمہ (ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ) کے علم پر بھاری تھا، وہ آٹھویں صدی ہجری میں آئے، لیکن صحابہ وتابعین کے بعد ان جیسا صاحب علم وفضل نہیں پیدا ہوا۔ ان کے تلامذہ کہا کرتے تھے کہ ہمارے شیخ کو فتح الباری غیر مرتب زبانی یاد ہے، اگر وہ کسی حدیث کے بارے میں کہہ دیں کہ ''مجھے اس کی خبر نہیں'' تو عموماً لائق استدلال نہیں ہوتی ہے، ویسا ہی، جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کے بارے میں حافظ ذہبیؒ نے کہا ہے کہ ''جس حدیث کو ابن تیمیہ نہیں جانتے وہ حدیث نہیں ہے۔''

پوری دنیا کے مسلمانوں کی فکر:

یہ بات سبھی لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے شیخ عہد جوانی سے ہی پوری دنیا کے مسلمانوں

Marfat.com

کی فکر رکھتے تھے، ریاض آنے کے بعد میں نے مکتبہ سعودیہ میں مولانا مسعود عالم ندویؒ کی ایک کتاب (اردو میں لکھی ہوئی) پڑھی تھی، جس میں انہوں نے گزشتہ صدی عیسوی کی چوتھی دہائی میں بلاد عربیہ میں اپنے سفر کے واقعات قلم بند کیے تھے، مجھے یاد آتا ہے، اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ وہ جب مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں سے ریاض کا ارادہ صرف حضرت الشیخ سے ملنے کی غرض سے کیا تھا، اس لیے کہ اس زمانہ میں بھی بحثیت سلفی عالم ان کی شہرت عام ہو چکی تھی اور تقلید جامد کی تنگیوں سے نکل کر قرآن وسنت کی وسیع ترین فضا میں پرواز کرنے کی وجہ سے آفاقی ہو چکے تھے اور دنیا کے ہر سلفی اہل حدیث عالم کے دل میں ان سے ملنے کی خواہش کروٹ لینے لگی تھی اور غالباً یہی وجہ تھی کہ مدینہ یونیورسٹی کے قیام کے بعد ان کے استاذ محترم مفتی دیار سعودیہ شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ رحمہ اللہ نے اپنے شاگردوں میں انہی کو مناسب ترین آدمی سمجھا جن کے کندھوں پر اس عالمی یونیورسٹی کو چلانے کا بار گراں رکھا جاتا کیونکہ اگر کسی مقلد جامد عالم کو اگر یہ ذمہ داری سونپی جاتی تو وہ اس آفاقی جامعہ کو اپنے کوزہ صفت ذہن کی طرح کوزہ بنا دیتا، اللہ تعالیٰ کے بعد انہی کے آفاقی دل ودماغ کی سوچ تھی کہ وہ یونیورسٹی صحیح خطوط پر آگے بڑھی اور اس کی بنیاد قرآن وسنت کی تعلیمات پر راسخ وثابت ہوتی گئی۔

غیور عالم ربانی:

سماحہ الشیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ کا ظن، ان کے بارے میں صد بصد صادق نکلا، یونیورسٹی کو اپنے خون جگر سے سینچا، تمام طلبہ کو اپنے بیٹوں کی حیثیت دی، مسلم نوجوانان عالم سے رشتہ استوار کیا اور واقعی اس یونیورسٹی کو عالمی اور آفاقی بنا دیا اور دنیا نے دیکھا کہ انہوں نے یونیورسٹی کی نگرانی کے ساتھ ساتھ پوری دنیا کے مسلمانوں سے رابطہ قائم کیا اور ان کی آفس متعدد آفسوں کا مجموعہ بن گئی، آفس برائے دعوت وارشاد اندرون ملک وبیرون ملک آفس، آفس برائے جہاد اسلامی، آفس برائے رد ملحدین واعدائے اسلام اندرون ملک وبیرون ملک، آفس برائے دعوت ملوک ورؤسائے ممالک برائے نفاذ اسلام وتوبہ خالص از کفر باللہ

Marfat.com

وازاستہزائے شریعت وقرآن وسنت، آفس برائے فتاویٰ، آفس برائے سفارشات، آفس برائے مالی امداداور آفس برائے مسائل نکاح وطلاق وغیرہ۔

ان انتھک اور بے لوث کارہائے نمایاں کی وجہ سے (ابن باز) نام کے دونوں لفظ پوری دنیا میں غیرت اسلام اور ناموس اسلام کا نشان بن گئے، افریقہ کے گمنام علاقوں اور ایشایا، یورپ، امریکہ اور آسٹریلیا کے چپے چپے میں یہ نام اتنا مشہور ہوا کہ ان کا نام نہ جاننا اسلام سے بے اعتنائی کی دلیل بن گئی، سارا عالم یہ جان گیا کہ (ابن باز) ہی وہ عالم ربانی ہیں جو عہد حاضر میں ہر جگہ کے مسلمانوں کی خوشی اور غم میں برابر کے شریک ہیں اور ان کا نام اسلام اور مسلمانوں کے لیے خیر خواہی کا شعار بن گیا ہے۔

بحوث علمیہ، افتاء اور دعوت وارشاد کے رئیس عام:

1395ھ میں حکومت نے انہیں اسلامک ریسرچ، فتوے اور دعوت وارشاد کا رئیس عام بنا کر دارالسلطنت ریاض بلا لیا، اس وقت وہ عالمی شہرت کی چوٹی پر پہنچ چکے تھے، میں ان دنوں اسی ریاست کے بیرون ملک دعوت وارشاد کے آفس میں کام کرتا تھا، شیخ نے اپنا جدید منصب سنبھالنے کے دوسرے ہی دن مجھے اپنے آفس میں ٹرانسفر کا آرڈر کر دیا۔

اس زمانے میں ملک میں باہر سے آنے والے، ڈاکٹروں، انجینئروں، کارندوں اور مزدوروں کا تانتا بندھا ہوا تھا، ان میں اکثر وبیشتر غیر مسلم تھے، سعودی عرب کے دعاۃ ومبلغین نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان میں دعوت کا کام شروع کر دیا، نیز سعودی عرب کا بدعت وخرافات سے دور دینی اور توحیدی ماحول بھی بڑا معاون ثابت ہوا اور ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا، چونکہ ہمارے شیخ ہی دعاۃ کے مربی ومرشد مانے جاتے تھے، اسی لیے وہ نومسلم حضرات انہی کے پاس کلمہ پڑھنے کے لیے آنے لگے، شیخ ان کے سامنے ارکان ایمان، ارکان اسلام اور دین اسلام کی خوبیاں بیان کرتے اور میں انگریزی میں ترجمہ کر کے بتاتا۔

شاہ خالد کے زمانے میں باہر سے آنے والے زائرین کی تعداد بھی بہت بڑھ گئی اور یہ

Marfat.com

سلسلہ شیخ کے آخری دور تک قائم رہا، شیخ کی پوری کوشش ہوتی کہ اپنے تمام زائرین کو کھانے پر مدعو کرتے اور ان کے سامنے صحیح اسلام کی تشریح کرتے اور میں ترجمانی کا کام کرتا، اس پوری مدت میں ریاض، مکہ، مدینہ اور طائف میں بہت سے دعوتی اجتماعات منعقد ہوئے، افریقہ اور امریکہ کے دعاۃ و مبلغین جمع ہوئے، عہد حاضر کے امام اور داعی اسلام نے تقریریں کیں اور میں ترجمانی کا فرض انجام دیتا رہا اور فخر محسوس کرتا رہا کہ امام اہل سنت کی ترجمانی کر رہا ہوں، فالحمد لله علی فضله ومنه و کرمه۔ شیخ جب عقیدہ لا اله الا الله محمد رسول الله کی تشریح کرتے، اسلام کی خوبیاں، ارکان ایمان اور ارکان اسلام کی تفصیل بیان کرتے تو وہ ایمان وعقیدہ کا ہمالیہ پہاڑ نظر آتے اور ان کی زبان سے ایمان ویقین کا سمندر جاری ہوتا، ان کی ان تشریحات سے دنیا نے تو فائدہ اٹھایا ہی، میرے دل کی بھی دنیا بدلتی رہی، ایمان وایقان راسخ ہوتا چلا گیا اور نبی کریم ﷺ کی محبت دل کے نہاں خانے میں ایسی پیوست ہوگئی کہ ایمان باللہ کے بعد اسے اپنا سرمایہ حیات سمجھتا ہوں اور ذکر حبیب کے لیے بہانے تلاش کرتا رہتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ ان کے ذکر کی گفتگو دراز سے دراز تر ہوتی چلی جائے۔

((فداه ابی وامی وصلوات الله وسلامه علیه.))

اب جامعات وجمعیات عالم کی آبیاری کون کرے گا:

حضرت الشیخ دنیا بھر میں صحیح اسلامی عقیدہ اور دین خالص کی نشر واشاعت کے لیے کام کرنے والے جامعات اور جمعیتوں کو اپنا جامعہ اور جمعیت سمجھتے تھے، اسی لیے دنیا کے گوشے گوشے سے علماء، دعاۃ اور جامعات وجمعیات کے ذمہ داران آپ کے پاس آتے اور سب کو امراء، حکام اور اہل خیر حضرات کے نام سفارشی خطوط دیتے، جسے عربی زبان میں (توصیہ) کہا جاتا ہے، جن کے ذریعے سے انہوں نے اربوں ریال جمع کیے اور اپنے اپنے ملکوں میں دینی جامعات ومدارس اور جمعیات کی تعمیر کی، اوقاف ایجاد کیے یتیم خانے بنائے اور ہزاروں کی تعداد میں مسجدیں اور اسلامی مراکز کی تعمیر ہوئی۔

Marfat.com

جامعہ ابن تیمیہ ہند:

اگر کسی ملک یا علاقہ کے بارے میں انہیں معلوم ہوتا کہ وہاں دینی مدرسہ کی ضرورت ہے اور وہاں ان کا کوئی شاگرد ہوتا، تو اسے خط لکھتے، اسے کام پر ابھارتے اور اسے مدد کرنے کا وعدہ کرتے۔

جامعہ ابن تیمیہ، مدینۃ السلام بہار کی تاسیس بھی حضرت الشیخ کی اس کوشش کا نتیجہ ہے، اس علاقہ کے اہل حدیث حضرات نے شیخ کو لکھا کہ یہ علاقہ ایک سلفی جامعہ کا شدید محتاج ہے اور آپ کے شاگرد محمد لقمان سلفی یہ کام کر سکتے ہیں، آپ انہیں اس کا مکلّف بنائیں، انہوں نے مجھے بلایا اور اس کام کو کرنے کا مشورہ دیا بلکہ حکم دیا اور تعاون کا وعدہ کیا، چنانچہ حضرت الشیخ اور مجھ ناچیز کی مشترکہ کوششوں سے اس جامعہ کی بنیاد 1409ھ میں رکھی گئی اور حسب وعدہ انہوں نے میری ایسی مدد کی کہ دیکھتے ہی دیکھتے یہ جامعہ برصغیر پاک و ہند کے دینی جامعات کی صف اول میں آ گیا، شروع میں اس کا نام مرکز العلوم الاسلامیہ رکھا گیا، لیکن چند ہی سالوں میں اس ترقی پذیر جامعہ کا نام تبدیل کرنے کی ضرورت محسوس کی جانے لگی، چنانچہ حضرت الشیخ کی رائے اور ان کی منظوری سے اس کا نام (جامعہ ابن تیمیہ) رکھ دیا گیا اور آج سے تقریباً پانچ سال قبل میں نے اسی جامعہ میں "اسلامک ریسرچ سینٹر" قائم کیا، تاکہ وہاں سے قرآن وسنت کی نشر واشاعت کے لیے کتابیں تیار کی جائیں، اللہ کا فضل ہے کہ اس وقت اس مرکز میں چھ ریسرچ ورکرس کام کر رہے ہیں، میں نے حضرت الشیخ کی یادگار کے طور پر اس کا نام (مـركـز العلامه عبدالعزيز بن باز للدراسات الاسلامية) رکھا اور ان سے منظوری مانگی تو کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا کہ (الامـر فيـه سة) یعنی ٹھیک ہے، اس کی گنجائش ملتی ہے، مجھے خوشی ہے کہ غالباً میں ان کا واحد شاگرد ہوں جس نے ان کی یاد کو جریدہ عالم پر دوام دینے کے لیے یہ ریسرچ سینٹر قائم کیا ہے اور میرے بچوں نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ وہ میرے بعد جامعہ اور مرکز دونوں کی آبیاری کرتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ

Marfat.com

میرے پورے خاندان نے ان سے محبت کی:

حضرت الشیخ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، میں نہیں سمجھتا کہ اب مجھ پر کوئی ریا کاری اور دنیائے فانی کی طمع کا اتہام دھرے گا، سوائے حاسد کے، تو میں اس کے لیے شفا کی دعا کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ میں نے اپنے شیخ ومرشد سے خالص اللہ کے لیے محبت کی تھی اور غالباً اسی محبت وشیفتگی کا نتیجہ تھا کہ میں نے آج سے دو سال پہلے خواب دیکھا کہ میں ان کے چار پانچ دیگر شاگردوں کے ساتھ ان کے ہاتھ پر بیعت کر رہا ہوں!! میری عادت ہوگئی تھی کہ جب بھی اپنے شیخ کی زبان سے کوئی اچھی بات سنتا جس کا مجھے پہلے سے علم نہ ہوتا یا ان کا کوئی عمل مجھے اپنی طرف کھینچتا تو گھر آ کر اپنے بال بچوں کے سامنے دوپہر یا رات کو کھانے کے وقت ضرور بیان کرتا اور انہیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی نصیحت کرتا اور یہ کہتا کہ میرے شیخ کا ہر قول وعمل قرآن وسنت کا پرتو ہوتا ہے۔ اپنی اہلیہ اور بچوں کے سامنے ان کے مسلسل ذکر خیر کا یہ نتیجہ تھا کہ میرے گھر کا ہر فرد حضرت الشیخ سے والہانہ محبت کرتا اور ان کی خبریں سننے کا خواہش مند رہتا، آج سے دس سال پہلے میری اہلیہ نے خواب دیکھا کہ وہ حضرت الشیخ کو اپنے گھر بٹھا کر کھانا کھلا رہی ہے، اس نے چاہا کہ میں کسی تعبیر بتانے والے عالم دین سے اس خواب کی تعبیر دریافت کروں، میں نے کہا کہ خاموشی ہی بہتر ہے تاکہ کوئی ہمیں ریا کاری سے متہم نہ کرے، ہم لوگوں نے شیخ سے اللہ کے لیے محبت کی ہے اور خواب کی ظاہری کیفیت خیر وبرکت کی بشارت دے رہی ہے۔

میرے گھرانے والوں کے دلوں میں شیخ کی اسی والہانہ محبت کا نتیجہ تھا کہ ان کی وفات نے سب پر بڑا ہی گہرا اثر ڈالا ہے، میں نے 23 محرم اتوار کی شام کو ہسپتال میں ان کی زیارت کی اور جب میں نے عادت کے خلاف، ان کی پیشانی کو تین بار چوما تو میرے اس عمل سے ان کا جسم ہل گیا، پورا کمرہ بھرا تھا، میں دور ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا، ایک یا دو منٹ کے بعد انہوں نے میرا نام لے کر پکارا اور میرے بچوں کا حال دریافت کیا، سب لوگ حیران ہوئے کہ آخر تمام کے درمیان اسی کو کیا خصوصیت حاصل ہے کہ شیخ اس کا نام لے کر پکار رہے

Marfat.com

ہیں اور اس کے بال بچوں کی خیریت دریافت کر رہے ہیں، میں اتنا جذباتی ہو گیا کہ عنقریب تھا کہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتا، اسی لیے فوراً کمرہ سے باہر چلا گیا، میں سمجھ رہا تھا کہ میرے شیخ اب چند دنوں کے مہمان ہیں اور مجھ سے اپنے تعلق کا اظہار کر رہے ہیں۔

میں نے آخری بار ان کی زیارت 25 رمحرم منگل کی شام کو ہسپتال میں ہی کی اور جب اپنے دونوں ہاتھوں سے ان کا سر پکڑ کر ان کی پیشانی چومی تو فوراً پہچان گئے اور دھیمی آواز میں میرا نام لیا اور آگے کچھ بھی نہ کہا، ان کی آواز اور ان کا اسلوب الوداعی تھا، میرے دل میں یہ بات آگئی کہ اب میرے شیخ دنیا سے رخصت ہونے ہی والے ہیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا، میں بدھ کی شام کو ریاض آگیا اور اسی رات وہ اس دنیا سے رخصت ہو کر اپنے خالق و مالک سے جا ملے اور پوری دنیا کے مسلمانوں نے ان کے لیے خیر کی گواہی دی، آنسو بہائے اور ان کے لیے رحمت و مغفرت کی دعا کی۔

ان کا مقام اور ان کی بعض خوبیاں:

یہ مختصر سا مضمون ان کے ذکر جمیل اور ان کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق کریمانہ کے بیان کے لیے ہرگز کافی نہیں ہے اور نہ میری قوت بیان ان کی عظمتوں کی صحیح عکاسی کر سکتی ہے، مجھے یقین ہے کہ مستقبل قریب میں ان کی زندگی پر مختلف زبانوں میں بہت سے کتابیں لکھی جائیں گی، ان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد بڑے بڑے علماء و دعاۃ نے انہیں جن القاب سے یاد کیا ان کے چند نمونے یہاں لکھتا ہوں، جو بہر حال دنیائے اسلام میں ان کے مقام اور ان کی عظمت کی ترجمانی کرتے ہیں۔

☆ وہ اس زمانے کے شیخ الاسلام والمسلمین تھے۔

☆ وہ عصر حاضر میں اہل سنت کے امام تھے۔

☆ وہ اس صدی میں دین اسلام کے مجدد تھے۔

☆ گزشتہ چار سو سال میں ان جیسا عالم جلیل پیدا نہیں ہوا۔

☆ وہ سلفیان عالم کے امام تھے۔

Marfat.com

☆ وہ پوری دنیا میں جہاد اسلامی کے امیر تھے، مملکت سے کبھی باہر نہیں نکلے اور پوری دنیا میں جہادی تحریکوں کی قیادت کی۔

وہ زندگی بھر اپنے اقوال وافعال اور انسانوں اور اپنے رب کے ساتھ معاملات میں نبی کریمؐ کی سنت کی اتنی شدت کے ساتھ پیروی کرتے رہے کہ ان میں وہ تمام اوصاف جمع ہوگئے تھے، جن کا ذکر کر کے ام المومنین خدیجہؓ نے نبی کریم ﷺ کو غار حرا سے خوفزدہ واپس آتے وقت اطمینان دلایا تھا اور کہا تھا ''آپ کو کوئی نقصان ہرگز نہیں پہنچ سکتا، میں آپ کو خیر کی بشارت دیتی ہوں، اللہ کی قسم! اللہ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا، آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، ضعیفوں، یتیموں اور بے کسوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں، مال کثیر حاصل کر کے نیکی اور بھلائی کی راہوں میں خرچ کرتے ہیں، مہمانوں کو کھانا کھلاتے ہیں، اور راہ حق پر چلنے والوں کی مدد کرتے ہیں''۔

اور آخر میں عرض یہ ہے کہ ہمارے حضرت الشیخ کو اللہ تعالیٰ نے انبیاء، صدیقین اور صالحین جیسی موت دی، جب ان کی روح پرواز ہوئی تو ان کی زبان پر تسبیح وتہلیل کے کلمات جاری تھے، جب تک زندہ رہے ایک لمحہ کے لیے بھی ان پر غفلت طاری نہیں ہوئی، پورے ہوش وحواس میں رہے اور اپنے خالق حقیقی کو یاد کرتے ہوئے اس دنیائے فانی سے آنکھ بند کرلی، اور یہ وہ نعمت ہے جو اللہ اپنے خاص بندوں کو عطا فرماتا ہے، اور جب ان کی روح قفص عنصری سے پرواز کرتی ہے تو فرشتے انہیں مخاطب کر کے کہتے ہیں:

﴿يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ۝ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۝﴾

اللہ تعالیٰ ہمارے شیخ پر رحمتوں کی بارش کرے، انہیں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

وصلى الله وسلم وبارك على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين.

❀❀❀❀

Marfat.com

ہمارے شیخ محترم......

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں کی نظر میں

(ترتیب:...... حافظ حمود الرحمٰن شرقپوری، خطیب مکی مسجد مانچسٹر)

[سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کی قیادت اور ان کے علمی کارواں کی ابتدا اس وقت ہوتی ہے جب آپ کی بطور قاضی تعیناتی خرج شہر میں ہوتی۔ یہ 1357ھ کی بات ہے، وہاں سے آپ نے شروع شروع میں خرج کی ایک مسجد میں شرعی علوم درس کی شکل میں پڑھانے شروع کیے اور سرزمین نجد کے فرزندوں نے بیسیوں کی تعداد میں آپ کے سامنے زانوائے تلمذ تہہ کیے اور شرعی علوم سے بہرہ ور ہوئے۔ اس کے چودہ سال بعد جب آپ 1371ھ میں بطور استاد شریعہ کالج الریاض منتقل ہوتے ہیں تو آپ سے فیض حاصل کرنے والے طلبہ جو کالج میں پڑھتے ہیں اور عام مساجد میں آپ کے علمی ودعوتی لیکچرز میں شامل ہونے والے عام لوگوں کی تعداد سیکڑوں سے تجاوز کر جاتی ہے۔ 1380ھ کے شروع میں جب سماحۃ الشیخ العلامہ ابن باز مدینہ یونیورسٹی کے چانسلر مقرر ہوتے ہیں تو وہاں اس نورانی علمی آفتاب کی نورانی شعاعوں سے منور ہونے کے لیے اطراف عالم سے طلبا آپ کی علمی اور دینی مجالس میں جوق در جوق آتے ہیں اور بیسیوں کی تعداد میں اپنے اپنے دامن میں شرعی لعل وگوہر بھرتے ہیں اور تقریباً پندرہ سال اسی چشمۂ صفا سے جو مدینۃ الرسول میں جاری رہتا ہے فیض عام جاری وساری رہتا ہے اور پھر 1395ھ شوال میں مفتیٔ اسلام العلامہ ابن باز دوبارہ سعودی عرب کے مفتی عام مقرر ہو کر الریاض تشریف لے جاتے ہیں اور پھر وہاں اس وقت سے لے کر آپ کے درس وتدریس کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور زندگی کے آخر تک قائم ودائم

Marfat.com

رہتا ہے۔ الریاض کی سب سے بڑی جامع مسجد (الجامع الکبیر) سے آپ کا علمی فیض یاران نکتہ دان کے لیے صدائے عام کی شکل میں گونجتا ہے اور طالب علم سعودیہ اور اطراف سے رخصت سفر باندھتے ہیں، اس بابرکت علمی قافلے کے سالار ابن باز کے جاری کردہ منبع علم سے کئی کبار علما، مشائخ اور مفتی پیدا ہوتے ہیں، دعوتی، علمی اور تحقیقی کاوشوں کی وجہ سے اب ایک زمانہ ان کا معترف ہے۔ اگرچہ ان کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے لیکن چند ایک ''شاگردوں سے'' جو اس بے مثال منبع علم سے براہ راست سیراب ہوئے علامہ ابن باز کے بارے میں سوال کیے گئے تاکہ ان کے جوابات کی روشنی میں علامہ مرحوم کی شخصیت کے مختلف گوشے ہمارے سامنے آئیں اور ہم اس دور کے مفتی اعظم علامہ اور مصلح کے بارے میں جان سکیں۔ ماہنامہ صراط مستقیم کے صفحات میں ''علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں کی نظر میں'' یہ مقالہ آپ کی خدمت میں پیش ہے جو یقیناً اس عظیم اور نابغۂ روزگار شخصیت کے لیے آپ کے خراج تحسین کا باعث بنے گا، شیخ مرحوم کے شاگردوں سے یہ ہونے والی گفتگو سات مختلف مکالمات کی شکل میں پیش خدمت ہے۔]

مکالمہ نمبر 1

متعلم اپنے معلم کی خوبیوں، آداب اور اخلاق سے بہت کچھ سیکھتا ہے، آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ کون سی خوبیاں اور اخلاقی صفات ہیں جو سماحۃ الوالد العلامۃ ابن باز کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے والے لوگوں نے حاصل کیں؟

ابن باز کے فیض یافتہ برادر ضیدان الیاص اس سوال کے جواب میں کہتے ہیں کہ میں نے آپ کی بے شمار اخلاقی صفات کا مشاہدہ کیا لیکن ان میں نمایاں طور پر جو خوبیاں نظر آتی ہیں وہ یہ ہیں:

(1) دعوت دین کی نشر و ترویج کی مسلسل تمنا و جستجو اور برائیوں کے خاتمہ کے لیے جہدِ مسلسل۔

Marfat.com

(2) انکساری اور تواضع ہر حالت اور کیفیت میں۔ ہر چھوٹا بڑا اس سے یکساں طور پر مستفید ہوتا۔

(3) ہمارے استاد ابن باز ہمیشہ مسنون دعاؤں اور اوراد و وظائف کا ان کے مخصوص اوقات میں بہت اہتمام کرتے۔

(4) ابن باز علم حدیث میں اپنے شاگردوں میں متن اور سند دونوں حفظ کروانے کا اہتمام کرتے اور پھر حدیث سمجھنے کا خصوصی طور پر خیال رکھتے۔

اور اس سوال کے جواب میں شیخ ابن باز کے ایک اور شاگرد پروفیسر عبد اللہ بن مانع الروقی نے مزید اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے اپنے استاد محترم سے جہاں اللہ کے دین کے احکام سیکھے وہاں ہم نے ان سے اخلاق عالیہ بھی سیکھا اور اس اخلاق میں نمایاں چیزیں نیکی، تقویٰ، خشیت الٰہی اور انابت الی اللہ جیسی صفات عالیہ بھی شامل ہیں اور یہ صفات اس وقت ہمارے شیخ مرحوم پر مزید نمایاں ہوتیں جب خصوصاً وعد و وعید کی آیات اور احکامات شامل درس ہوتے۔ اور یہ ہی دینی علم کا اصل مقصد اور ہدف ہے، فرمان خداوندی ہے:

''اللہ کے بندوں میں سے درحقیقت اللہ سے ڈرنے والے علم والے ہی ہیں۔''

اور اسی جواب میں مزید اضافہ کرتے ہوئے الشیخ عمر احمد بافضل نے کہا: ہمارے شیخ ابن باز کے اخلاق میں نمایاں چیز ان کی جود و سخا، فیاضی اور تواضع ہے اور اسی اخلاقی کمال نے ان کو ہر دلعزیز بنا دیا، اسی لیے لوگ ان کا بے پناہ احترام اور عزت کرتے ہیں۔

متواضع اور صابر استاد:

برادر ابو عبد العزیز جو کہ وزارت شؤون اسلامیہ میں ملازم ہیں۔ انہیں علامہ ابن باز کی جن صفات نے متاثر کیا وہ ہے ان کا انتہائی تواضع بھرا رویہ اور سائلین کے لمبے اور کثیر سوالات کے باوجود انتہائی صابرانہ انداز اور ہر سوال کا جواب چاہے سوال جتنا بھی لمبا ہو اور سائل کوئی بھی ہو اور پھر درس و تدریس میں بلا ناغہ حاضری، یہ وہ کمالات ہیں جو شیخ ابن باز میں موجود تھے۔

Marfat.com

ایک دوسرے شاگرد رشید لکھتے ہیں کہ ہمارے استاد اپنی ذات میں ایک مکمل اخلاقی مدرسہ تھے، آپ اخلاق کی کوئی بھی صفت دیکھنا چاہیں ہمارے شیخ میں وہ بدرجہ اتم تھی، عمدہ گفتگو، سچائی بھرا لہجہ اور کشادہ دلی، وسعت قلبی اور دیگر خصال حمیدہ سے مالا مال۔ ہمارے شیخ ہمیشہ سنت نبوی علیہ السلام کو اپنے تمام معاملات میں عملی طور پر اپنانے اور نافذ کرنے میں سر گرداں اور کوشاں نظر آتے تھے۔

مکالمہ نمبر 2

مسائل پوچھنے والوں کے ساتھ شیخ کا رویہ اور برتاؤ:

اس سوال کے جواب کی تفصیلات جاننے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ شیخ ابن باز کا شمار بلاشبہ اس دور کے ان کبار اہل ذکر میں ہوتا ہے جن کے بارے میں ہمیں حکم ہے کہ اگر ہم اپنے دین کی بابت کسی حکم سے لاعلم ہیں تو ہمیں اہل ذکر سے پوچھ لینا چاہیے۔ فرمان خداوندی ہے:

﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

”اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ لو۔“

اور یہی وجہ تھی علامہ ابن باز اپنے گھر میں ہوں یا سڑک پر چلتے ہوئے، اپنے دفتر میں ہوں یا اپنی گاڑی میں سفر کرتے ہوئے یا پھر اپنے تلامذہ کے درمیان پڑھا رہے ہوں، سائلین کا ایک جم غفیر ہمیشہ انہیں گھیرے رکھتا، ہر سائل کا سوال جدا اور ہر سائل کا انداز مختلف لیکن مفتی اسلام علامہ ابن باز مرحوم کا معاملہ ان کے ساتھ ہمیشہ مشفقانہ اور محبت بھرا ہوتا، ناپسندیدگی اور بے زاری سے پاک اپنائیت سے لبریز معلم بے مثال ہونٹوں پر مسکراہٹ لیے ہر سوال کا کافی وشافی جواب دیتے۔

کشادہ دلی:

علامہ ابن باز کے ایک شاگرد بدو (دیہاتی) کے ساتھ پیش آنے والا قصہ بیان کرتے

Marfat.com

ہوئے کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک دیہاتی شیخ ابن باز کے پاس آیا اور اس نے ان سے اپنی عورت کی طلاق کے بارے میں پوچھا، تو شیخ نے فتویٰ دیا کہ تمہاری طلاق طلاق بائنہ ہے اور تمہاری عورت تمہارے لیے حلال نہیں حتی کہ وہ دوسری شادی کرلے اور پھر (حتی تنکح زوجا غیرہ) کے بعد تمہارے لیے حلال ہوسکتی ہے۔ تو وہ دیہاتی بار بار پوچھتا رہا اور آپ یہ ہی جواب دیتے رہے حتی کہ اس نے عامی لہجہ میں عربی بولتے ہوئے کہا: ''شیخ! خدارا میری خاطر آپ کوئی راہ نکالیں'' تو شیخ ابن باز نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے شاگردوں میں سے ایک کو کہا:

((أعطونی العصا... أھی لعبة.))

''مجھے ذرا ڈنڈا پکڑانا اس کی خبر لوں، اس نے تو شریعت کو بازیچۂ اطفال بنالیا ہے۔''

اور اس وقت بھی شیخ ابن باز غصے میں نہ تھے بلکہ آپ اس دیہاتی کو سمجھانا چاہتے تھے کہ اس معاملہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

برادر عبداللہ العتیبی نے اسی موضوع کے متعلق بات کرتے ہوئے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے شیخ محترم کی صفات میں سائلین کے بارے میں کشادہ دلی اور طلبہ کے ساتھ شفقت ورأفت ان کے بلند مرتبہ اور اعلیٰ قدر ومنزلت کے باوجود ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور یہ صفات یقیناً ان علما کی پہچان ہے جن کی جستجو آخرت ہوتی ہے۔

اتنی شان وشوکت کے باوجود اور علمی مقام ومرتبہ کے حامل ہونے کے باوجود وہ انتہائی درجے کے متواضع اور منکسر المزاج تھے اور اس دنیاوی مقام ومرتبے نے ان کو متکبر بنانے کی بجائے مزید متواضع کردیا، اور یہ یقیناً اہل اللہ کی نشانی ہے، انہوں نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ مجھے یاد ہے، ایک مرتبہ شیخ محترم سے سجدۂ تلاوت کے حکم کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا: یہ سنت مؤکدہ ہے، پھر یہ ہی سوال دوسرے آدمی نے دریافت کیا، آپ نے اس کو بھی سنت مؤکدہ کہا، حتی کہ اسی مجلس میں ایک تیسرے آدمی نے بھی یہ ہی سوال کیا،

Marfat.com

اس نے بھی شاید پہلے کی طرح جواب نہیں سنا تھا، آپ نے تیسرے کے جواب میں بھی انتہائی خاطر طبیب سے جواب دیا کہ سجدہ تلاوت سنت مؤکدہ ہے اور یوں سوالوں کی کثرت بلکہ تکرار بھی مروت اور خوش خلقی میں کمی نہیں بلکہ اضافے کا باعث بنتی۔

پچاس سوال ایک ہی درس میں:

برادر ضیدان بن عبدالرحمٰن الیاص نے مغرب کی نماز کے بعد شیخ کے درس کے بعد وہ سوال شمار کیے جو شیخ سے کیے گئے تھے تو ان کی تعداد پچاس تھی، یہ سوال شمار کرتے تھک گئے مگر شیخ جواب دیتے نہ تھکتے۔

الشیخ عمر احمد بافضل نے اس موضوع کو سمیٹتے ہوئے اپنی وہ آپ بیتی سنائی جو شیخ ابن باز کے ساتھ وقوع پذیر ہوئی۔ ایک مرتبہ میں مصروف تھا۔ دوران درس سوال نہ کرسکا، جب شیخ درس سے فارغ ہوئے اور مسجد سے باہر نکلے اور گاڑی میں سوار ہونے لگے تو عام طالب علموں کی طرح جو کہ شیخ پر اپنے سوالات کے ساتھ اُمڈ رہے تھے حتی کے شیخ گاڑی میں بیٹھ گئے، جب گاڑی چلنے لگی تو میں نے بھی آگے بڑھ کر کہا، شیخ مجھے ایک سوال پوچھنا تھا، آپ فرمائیں میں آپ کے ساتھ گھر چلوں یا دوسری کسی فرصت کا انتظار کروں؟ شیخ ابن باز نے فرمایا: ہاں ابھی سوال کرو اور پھر گاڑی روک لی۔ میرے استفسار کا جواب فوراً دیا اور گاڑی اس وقت تک رکی رہی۔ میں انتہائی مسرت کے ساتھ باہر نکلا اور میں حضرت العلامہ ابن باز کی وسعت قلبی کا نہ صرف قائل بلکہ دلدادہ ہوگیا۔ میرا خیال تھا مجھے جواب ملے گا: کل دفتر آجانا یا پھر میرے ساتھ گھر چلو لیکن اس طرح فوراً جواب اور وہ بھی گاڑی روک کے، یہ صرف ابن باز کا ہی خاصہ ہے یا پھر وہ کرسکتا ہے جسے ابن باز جیسے بلند اخلاق اور وسعت قلبی نصیب ہوئی ہو۔ جزاہ اللہ خیراً

بعض اوقات ایک ہی جیسے سوالات جن کے جوابات مختلف دینی دروس اور مجالس میں دیے جا چکے ہوتے ان پر بھی فراخ دلی کا مظاہرہ فرماتے، سائل کیسا بھی ہوتا اور اس کا سوال جس طرح کا بھی ہوتا، چاہے سوال کے پس منظر میں سائل کی جہالت ہوتی یا اس کی کوتاہ عقلی

Marfat.com

اور کم فکری، حضرت الشیخ کبھی سائل کا مذاق نہ اڑاتے نہ اس پر ہنستے بلکہ انتہائی متانت اور سنجیدگی سے جواب دیتے۔

مکالمہ نمبر 3

جب ابن باز رو پڑے:

سماحۃ الشیخ الوالد العلامہ ابن باز کے آنسو اُن کے اپنے اختیار میں نہیں تھے، اکثر اوقات ان کی آنکھیں آنسو برسانا شروع کر دیتی تھیں، زیادہ تر جب کبھی کوئی قرآنی آیت اللہ کی کتاب سے ان کے سامنے تلاوت کی جاتی یا پھر سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حادثہ سنتے یا ماضی و حاضر کا کوئی دلخراش واقعہ سامنے آتا تو آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔

آیئے ان کے تلامذہ کی زبانی شیخ کی زندگی کے اس گوشے کا مطالعہ کریں۔

جب ہم نے ان کے شاگردوں سے ان کے حالات و کیفیات کے بارے میں پوچھا جن میں شیخ فرط جذبات سے رو پڑتے تھے اور آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگتے؟ تو ایک شاگرد نے جواب دیا: ہمارے شیخ بہت جلد رونے لگتے اور بہت زیادہ رویا کرتے حتی کہ بعض اوقات روتے روتے ہچکی بندھ جاتی، اکثر اس وقت رویا کرتے تھے جب وعد و وعید کا تذکرہ ہوتا، یعنی احوال قیامت بیان کیے جاتے، یا پھر جب مسلمانوں کو دنیا میں جہاں کوئی مصیبت پہنچتی اور شیخ کو اس کا علم ہوتا یا پھر انہیں علم ہوتا کہ دین کے اندر عجیب و غریب تصرف کیا جا رہا ہے، یہ بھی سب مصیبتوں سے بڑھ کے ہے، اس طرح اس وقت بھی رو دیا کرتے جب اسلاف کا تذکرہ ہوتا، خصوصاً ان کی دنیا سے بے رغبتی اور زہد و قناعت کا سن کر، اسی طرح اپنے اساتذہ اور شیوخ کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی آنسوؤں پر ضبط نہ کر سکتے، یا پھر اپنے ان اعزاء و اقارب کا ذکر کرتے ہوئے رو پڑتے جو وفات پا چکے تھے یا پھر ان پر کسی آزمائش کا سن کر بھی آنسو گرنے شروع ہو جاتے۔

Marfat.com

رقیق القلب انسان:

اس بات کو مکمل کرتے ہوئے ان کے ایک شاگرد نے کہا جوان کے اسباق میں 1399ھ سے حاضر ہو رہا تھا:

ہمارے شیخ بہت نرم دل انسان تھے، رقت قلبی کے مالک ابن باز جب کبھی کوئی آیت یا حدیث نبوی یا سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا سیرت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کی سماعت فرماتے تو رونا شروع ہو جاتے، کتنی ہی مرتبہ وعد و وعید پر مبنی آیات پر رک جاتے، اور دیر تک آنسو بہاتے رہتے۔ اور کتنی ہی مرتبہ احادیث نے آپ کی ہچکی باندھ دی اور اس میں موجود واقعہ سے متاثر ہو کر آپ بے اختیار رونا شروع کر دیتے۔ خصوصاً واقعۂ افک (عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا واقعہ) اور اسی طرح حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ کا واقعہ اور دیگر احادیث میں مروی واقعات آپ کو بہت متاثر کیا کرتے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت الاستاذ العلامہ ابن باز کے سامنے وہ حدیث پڑھی جا رہی تھی جس میں آتا ہے کہ ”ذلیل ترین نام اللہ کے نزدیک اس آدمی کا ہے جسے بادشاہوں کا بادشاہ کہا جاتا ہے، اس لیے کہ اللہ کے علاوہ کوئی بادشاہ نہیں۔“ امام سفیان ثوری کہتے ہیں جس طرح شہنشاہ ہے تو حدیث کی عبارت پڑھنے والے ایک شاگرد نے پڑھا ”شاہ شاہ“ شیخ ابن باز نے تصحیح کرتے ہوئے کہا: ”شاہان شاہ“ اور پھر فرمایا: میں نے اپنے شیخ استاذ محترم العلامہ محمد بن ابراہیم آل الشیخ سے اس طرح پڑھا ہے، پھر اس کے ساتھ ہی ابن باز کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بے قابو ہو کر رونے لگے۔ اس لیے کہ آپ نے اپنے استاد علامہ محمد بن ابراہیم آل الشیخ کا تذکرہ فرمایا تھا۔ میں آج تک اس منظر کو نہیں بھلا سکا، آپ کے رخساروں پر بہتے ہوئے آنسو آج تک میرے تصور میں ہیں۔ میں انہیں کبھی بھی فراموش نہیں کر سکوں گا، اسی طرح سیرۃ النبی ﷺ کے احوال و واقعات بھی شیخ ابن باز کو بہت متاثر کرتے تھے۔

علامہ ابن باز کے فیض یافتہ ایک شاگرد شیخ عبد اللہ الروقی بیان کرتے ہیں کہ جب ہمارے استاد ابن باز حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا جنگ تبوک سے پیچھے رہ جانے کا قصہ

Marfat.com

اور پھر ان کی توبہ کا تذکرہ فرماتے تو آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی، اس طرح حدیثِ افک میں حضرت عائشہ کی تہمت کا تذکرہ بھی انہیں بہت رلایا کرتا تھا۔

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کی روایت جسے امام احمد نے اپنی مسند میں بیان فرمایا ہے جس میں ایک اعرابی کا ذکر ہے۔ جو اسلام قبول کرتا ہے، پھر اس کی سواری کا قصہ اور پھر آپ ﷺ کا اسے کہنا کہ اس نے بہت تھوڑا عمل کیا اور بہت زیادہ اجر پایا اور اس طرح عقبہ ثانیہ کے موقع پر انصار رضی اللہ عنہم کی بیعت کا تذکرہ انہیں بے قابو کر دیتا۔ آپ بلک بلک کر روتے، اس طرح زاد المعاد میں جب فتح مکہ کا تذکرہ سنتے تو بے اختیار روتے ہوئے نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام پڑھتے۔ اس طرح کے دیگر سیرت کے واقعات ہیں جو شیخ ابن باز کو بے اختیار رونے پر مجبور کر دیتے تھے۔

واقعہ افک:

بھائی فہد السنید کہتے ہیں، انہوں نے اپنی پوری زندگی میں شیخ کو حدیث افک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ پر جس طرح بلک بلک کر روتے ہوئے دیکھا تھا اس طرح کبھی بھی روتے نہیں دیکھا تھا۔ شیخ کافی دیر تک رک رک کر روتے رہے، اسی طرح ایک مرتبہ جب آپ پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ پڑھا گیا جو آپ نے وفات النبی ﷺ کے موقع پر کہا تھا: ''جو حضرت محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا اسے معلوم ہو جانا چاہئے کہ حضرت محمد ﷺ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔'' تو علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ بے اختیار رونے لگے حتی کہ ہچکی بندھ گئی۔

مکالمہ نمبر 4

ابن باز جب غصے میں آجاتے:

غصہ بھی انسانی طبائع کا حصہ ہے اور علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ دوسرے انسانوں کی طرح بعض اوقات غصہ کا اظہار بھی کرتے اور بعض چیزیں دیکھ کر آپ کو غصہ بھی آجاتا اور آپ ناراضگی کا اظہار کرتے یا بعض اوقات حکمت کا تقاضا ہوتا کہ غصے کا اظہار کیا جائے یا کسی جائز مقصد کو

Marfat.com

حاصل کرنے کے لیے یا اصلاح کی خاطر یا تربیت کے لیے یا تعلیمی میدان میں خاص ضرورت کی خاطر غصے کا اظہار ضروری ہو جاتا ہے۔ ایسے مواقع پر علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کا رویہ کیا ہوتا؟ اس سوال کے جواب میں عبداللہ العتیبی کہتے ہیں کہ مجھے یاد ہے جب کبھی شیخ ابن باز کے سامنے اللہ کی کتاب یا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تردید کسی آدمی کے قول یا قیاس سے کی جاتی تو ہمارے استاذ شدید غصے میں آجاتے اور برداشت نہ کر پاتے۔ اسی طرح شیخ ابن باز سے ایک مرتبہ مسلم شریف کی اس حدیث کے بارے میں کہا گیا جس میں آتا ہے:

((إن أبي وأباك في النار .))

''میرے اور تمھارے والد دونوں ہی جہنم میں ہیں۔''

دوران شرح کسی طالب علم نے کہا کہ آپ علیہ السلام نے یہ کلمات اس سائل کی تسلی کی خاطر اور اس کا دل رکھنے کے لیے ڈھارس بندھانے کے لیے کہے تھے۔ اس کے علاوہ ان کی کچھ حقیقت نہیں تو شیخ ابن باز شدید غصے کے عالم میں اس طالب علم کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والد کو عذاب میں ڈال کر اس سائل کا دل دکھا رہے ہیں؟!

اسی طرح تفسیر پڑھاتے ہوئے جب شیخ ابن باز نے کہا: کتابیات یعنی اہل کتاب کی عورتوں سے جو کہ محصنات ہوں ان کے ساتھ نکاح جائز ہے تو کسی طالب علم نے کہا: یا شیخ! بعض صحابہ نے اس سے منع کیا ہے۔ تو علامہ ابن باز کا چہرہ سرخ ہو گیا اور شدید غصے کے عالم میں اس طالب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: کیا کسی صحابی کے قول سے کتاب سنت کی مخالفت کی جا سکتی ہے؟

اسی طرح برادر العتیبی کے موقف کی حمایت کرتے ہوئے ایک دوسرے تلمیذ ابن باز نے کہا:

ایک مرتبہ ہمارے شیخ شدید غصے میں آگئے اور یہ غصہ آپ کے پورے جسم سے ظاہر ہو رہا تھا اور یہ اس وقت ہوا جب علامہ ابن باز نے ایک مسئلہ کو کتاب وسنت کی دلیلوں سے واضح کیا تو ایک سائل نے کہا کہ اس مسئلے کے بارے میں فلاں کا قول یہ ہے تو علامہ مرحوم نے فرمایا: اللہ کے کلام کے بعد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بعد کسی کے قول کی گنجائش

Marfat.com

باقی نہیں رہتی۔

اسی طرح ایک دوسرے شاگرد نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا: ہاں ہمارے شیخ محترم اس وقت شدید غضب ناک ہو جاتے جب وہ شرک اور مشرکین کے بارے میں گفتگو کرتے۔ انتہائی غصے کے عالم میں تعجب کا اظہار کرتے کہ قرآن پڑھتے ہوئے اور اسلام کا دعویٰ کرتے ہوئے اور سید المرسلین علیہ السلام کی اتباع کا دم بھرتے ہوئے بھی یہ لوگ شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اہل بدعت اور دیگر اہل خرافات کا رد بڑی شد ومد کے ساتھ فرماتے تھے۔

مکالمہ نمبر 5

دوران اسباق آپ کے تکیہ ہائے کلام:

دوران تدریس جو کلمات اکثر آپ کی زبان پر ہوتے وہ یہ تھے:

(1) آپ "سبحان الله" بہت زیادہ کہا کرتے تھے۔ خاص طور پر جب کسی واضح چیز کے متعلق طلبا کی طرف سے سوال کیا جاتا تو آپ فرماتے "سبحان الله۔"

(2) جب غصے میں ہوتے تو اپنے شاگرد یا سائل کو فرماتے: سبحان اللہ پڑھو۔

(3) آپ اپنے اسباق کے دوران بہت ہی زیادہ نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام پڑھتے۔

(4) ہم ہمیشہ اپنے استاد شیخ محترم سے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم سنا کرتے۔ آپ بار بار یہ پڑھتے۔

(5) اللہ کے تقویٰ کی وصیت پر آپ بار بار فرماتے۔ ہمارے کانوں میں بار بار آپ کی آواز آتی "اتقوا الله" اللہ سے ڈرو، "عليكم بتقوى الله" "اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔"

مکالمہ نمبر 6

بلا ناغہ مستقل دروس کا سلسلہ:

حضرت شیخ ابن باز کا طریقۂ تدریس یہ تھا کہ دوران تدریس کوئی طالب علم کتاب کا

Marfat.com

متن پڑھتا اور آپ خاموش مؤدب سنتے رہتے، پھر انتہائی منفرد انداز میں اس کی شرح فرماتے کبھی اس سے سوال کرتے کبھی اس سے پوچھتے اور یوں مسائل بیان ہوتے چلے جاتے، سیر حاصل محققانہ انداز، فہمِ مسائل میں تشنگی باقی نہ رہتی، اور آپ کا عالمانہ انداز یوں محسوس ہوتا جیسے علم وتحقیق کے موتی بکھیر رہے ہیں اور طالب اپنے دامنوں میں سمیٹ رہے ہیں۔ یوں ان نورانی محافل کا سلسلہ روزانہ اور مختلف ہائے اوقات میں جاری وساری رہتا، شاذونادر ہی ان میں ناغہ ہوتا حالانکہ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کثیر المشاغل اور انتہائی مصروف انسان تھے۔

مختلف موضوعات پر مبنی یہ دروس کبھی کسی کتاب کی شرح اور کبھی کسی کی قراءت، یوں تفسیر سے حدیث اور حدیث سے عقیدہ اور عقیدے سے سیرت اور دیگر کئی موضوعات وعنوانات آپ کے روزمرہ دروس کا حصہ ہوتے، کبھی درس فجر کے وقت ہو رہا ہوتا، کبھی مغرب کے بعد اور کبھی ظہر کے بعد، مختلف ایام میں مختلف وقتوں میں دروس کا یہ سلسلہ اور ان میں بغیر کسی تھکاوٹ اور اکتاہٹ کے شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ اپنا فیض جاری وساری فرما رہے ہوتے۔

شیخ کے شاگرد رشید برادر عبد اللہ العتیبی انتہائی تعجب بھرے انداز میں کہتے ہیں کہ ان دروس میں شیخ کی حاضری اور پھر اس قدر مصروفیات کے باوجود وقت نکالنا اور بلاناغہ اور بغیر کسی انقطاع کے یہ پروگرام جاری رکھنا آپ کی علم دوستی اور عظیم مجاہدے کی علامت ہے۔ میں کئی سال تک شیخ کے دروس میں شامل ہوتا رہا، مجھے یاد پڑتا ہے کہ ان دروس میں صرف ایک مرتبہ انقطاع ہوا تھا اور یہ بھی اس وقت جب شیخ کی بائیں ٹانگ میں انتہائی تکلیف تھی لیکن اللہ کے فضل سے شفایابی کے بعد پھر یہ سلسلہ شروع ہوگیا۔ ایک جمعرات کی صبح ڈھائی گھنٹے درس جاری رہا تو آپ فرمانے لگے: اگر میری دیگر مصروفیات نہ ہوں تو میں ظہر تک یہ درس رکھتا اور اپنے عزیز طلبا کے ساتھ بیٹھتا۔

ایک دوسرے ساتھی اسی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے استاذ محترم کو اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وافر مقدار میں شوق وجذبہ عطا فرمایا گیا تھا، وہ آدمی جس

Marfat.com

کی عمر ستاسی برس ہو لیکن اس پیرانہ سالی کے باوجود سب سے پہلے درس گاہ میں تشریف لاتے اور باوجود اس کے کہ آپ کے دروس مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر ہوتے۔ بغیر کسی اکتاہٹ کے اور تھکاوٹ ظاہر کیے بغیر حاضرین کی کثیر تعداد کے باوجود ان دینی، علمی اور دعوتی وروحانی مجالس ومحافل میں آپ کا فیض جاری رہتا، یہ آپ کا ہی خاصہ تھا وگرنہ عام حالات میں یہ ناممکن تھا۔

ایک دوسرا طالب علم جو شیخ کے دروس میں 1400ھ سے شامل ہوا تھا تعجب بھرے انداز میں اپنے استاذ محترم کا تذکرہ کرتا ہے کہ ہم طلبا کی جماعت جو اُن مجالس میں آرام سے بیٹھے رہتے اور خاموش سنتے رہتے مگر اس کے باوجود ہمارے اوپر تھکاوٹ ظاہر ہونے لگتی، حتی کہ بعض اوقات صبر کا دامن چھوٹ جاتا مگر شیخ بحر ذخار کی طرح کبھی دو اور کبھی مسلسل تین گھنٹے تک مسائل کی تشریح فرماتے رہتے۔ تھکاوٹ قریب بھی نہ پھٹکتی، ایک کے بعد دوسری کتاب شامل درس ہو جاتی مگر شیخ رواں دواں مسلسل بغیر کسی اکتاہٹ کے یہ سلسلہ جاری رکھتے۔

وزارت شؤون اسلامیہ سے ابو عبد العزیز شیخ کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ دروس ہمیشہ جاری رہتے، ان میں انقطاع اس وقت ہوتا جب شیخ سفر میں ہوتے یا پھر کبھی بیمار ہو جاتے۔ جمعرات کی فجر کے بعد ہونے والا درس مسلسل تین تین گھنٹے تک جاری رہتا مگر شیخ کا علم ختم نہ ہوتا اور ہماری پیاس نہ بجھتی، مگر دیگر مصروفیات کی وجہ سے شیخ کو درس ختم کرنا پڑتا اور آپ فرماتے: ''اگر میرے دیگر مشاغل نہ ہوتے تو ظہر تک تمہارے ساتھ بیٹھتا۔''

مکالمہ نمبر 7

متفرقات:

اس ملاقات میں شیخ کے طلاب سے ان کے بارے میں کچھ ایسے احساسات وخیالات بھی سامنے آئے جن کو ایک ایسے عنوان کے تحت اکٹھا بیان نہیں کیا جا سکتا، اس لیے متفرقات کے عنوان سے یہ خیالات واحساسات آپ کے سامنے رکھے جا رہے ہیں۔ ایک شاگرد اگر

Marfat.com

اپنے شیخ کی ایک صفت بیان کرتا ہے تو دوسرا دوسری خوبی سامنے لاتا ہے اور تیسرا اپنے مختلف انداز میں انہیں خراج تحسین پیش کرتا ہے اور چوتھا کسی اور طریقے سے انہیں سراہتا ہے، آیئے ذرا ملاحظہ فرمائیں:

عبداللہ العتیبی فرماتے ہیں: ہمارے استاذ شیخ ابن باز کا شمار ان محدثین میں ہوتا ہے جو حدیث پڑھاتے ہوئے متن کے ساتھ سند پر بھی کافی توجہ دیتے ہیں۔ رواۃ حدیث کی جانچ پڑتال اور سند کی تحقیق پر ان کا کافی زور ہوتا۔ حدیث کے بارے میں ان کا مذہب یہ تھا کہ جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔ علامہ ابن باز رحمہ اللہ جب حدیث پڑھا رہے ہوتے تو ان پر وارفتگی، محبت وعقیدت اور پسندیدگی کی ایک عجب کیفیت طاری ہو جاتی۔ اس کو محسوس کیا جا سکتا تھا، بیان نہیں۔ اسی طرح یہ کیفیت اس وقت بھی ہم محسوس کرتے جب آپ کے سامنے سنت رسول اور کتاب اللہ سے ماخوذ اور مبنی کوئی کلام پڑھا جاتا۔

حق کو ثابت کرنے والا اور باطل کو زائل کرنے والا کلام آپ جھوم جھوم کر سنتے، آپ کے انگ انگ سے خوشی اور راحت ظاہر ہوتی۔ زیادہ تر یہ کیفیت حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت امام ابن تیمیہ، ان کے شاگرد رشید امام ابن القیم کے کلام سنتے ہوئے ظاہر ہوتی۔ دیگر علمائے حق کی باتیں بھی جو مبنی برحق اور کتاب وسنت سے ماخوذ ہوتیں بڑے شوق سے سماعت فرماتے۔ لیکن جب کسی ایسے فقیہ کی بات سامنے آتی جو نصوص یعنی کتاب وسنت کی مخالفت کر رہا ہو یا غیر محققانہ انداز اپنائے ہوئے ہو تو آپ کے چہرے سے ناپسندیدگی کا اظہار ہوتا اور ملال ظاہر ہوتا۔

کیا شیخ کے اس اندازِ تدریس میں کوئی تبدیلی پیدا ہو گئی تھی؟

اس سوال کے جواب میں عبداللہ العتیبی کہتے ہیں: شیخ کا انداز زیادہ تو نہیں بدلا، البتہ بعض اوقات ان کے جوابات میں اختصار ہو جاتا تھا۔ میرا خیال ہے اس کی وجہ ان کا بڑھاپا، یا پھر چھوٹی عمر کے طلبا کا درس میں شامل ہونا تھا جو فہم مسائل میں یقیناً بڑے طلبا سے کم تر تھے۔ اس لیے "کلموا الناس علی قدر عقولھم" کے انداز حکمت کو سامنے رکھتے ہوئے شیخ

Marfat.com

کے انداز تدریس میں تبدیلی ہو جایا کرتی تھی۔

قوتِ استحضار اور بے پناہ حافظہ:

دورانِ درس نصوص کا استحضار اور دلائل کا انبار شیخ کا خاصہ تھا۔ کوئی بھی مسئلہ زیر بحث ہوتا آپ سے دریافت کیا جاتا، آپ کتاب وسنت سے اس پر دلائل کا انبار لگا دیتے، آیات اور احادیث آپ کی زبان سے سمندری موجوں کی طرح جاری ہو جاتیں۔ کبھی ائمہ عظام کے اقوال کبھی محقق علما کی آراء اور افکار کی روشنی میں اپنا نقطۂ نظر پیش کرتے اور اس میں آپ نے پہلے سے تیاری نہ کی ہوتی بلکہ اپنے فوری استحضار اور خداداد حافظے کی مدد سے یہ دلائل پیش کرتے۔ الشیخ ضیدان الیاص کہتے ہیں: میں دوران درس آپ کا یہ کمال دیکھ کر حیران رہ جاتا کہ علم کا سمندر، حق وصواب کا علمبردار، قرونِ اولیٰ کی مثال، علمائے سلف کی نشانی، یہ ہمارا شیخ محترم یقیناً اس دور کا علامہ تھا۔

مخالفین کے ساتھ علامہ ابن باز کا برتاؤ اور رویہ:

نقطۂ نظر میں مخالفت رکھنے والے علما سے شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کا رویہ اور برتاؤ اپنی مثال آپ تھا۔ اگر شیخ مرحوم کے سامنے ان کے ہم عصر کسی ایسے عالم کا تذکرہ ہوتا جس کا شمار اہل سنت میں سے ہوتا تو آپ فرماتے: ہمارا فلاں بھائی یوں کہتا ہے۔ اگر چہ یہ بھی شاذ ونادر ہی ہوتا تھا کیونکہ شیخ کسی کا نام لے کر تذکرہ نہیں کیا کرتے تھے۔ اگر مخالف کا موقف کمزور ہوتا تو آپ فرماتے: اللہ انہیں معاف کرے، فلاں یوں کہتے ہیں۔

الشیخ عبداللہ الروقی اپنے استاذ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے کہتے ہیں: مخالف کے ساتھ ہر وقت انصاف اور خیر خواہی کا جذبہ میں نے اپنے شیخ محترم میں محسوس کیا ہے، ہمارے استاذ محترم کے لبوں پر کبھی بھی مخالف کے لیے گالی یا برے الفاظ نہیں آئے تھے، جب بہت ہی مبالغہ کرتے تو کہتے: ''اللہ اس کے ساتھ وہ معاملہ فرمائے جس کا وہ مستحق ہے۔'' یہ کلمات اکثر منحرف اور باطل پرست متعصب لوگوں کے لیے استعمال فرماتے۔

Marfat.com

طلبہ کی تعداد ہمیشہ بڑھتی رہی:

ابو عبدالعزیز کہتے ہیں کہ شیخ کے دروس میں طلبہ کی تعداد میں ہمیشہ اضافہ ہوتا رہا۔ خصوصاً جمعرات کے روز فجر کے بعد ہونے والے درس میں اور اتوار کے روز مغرب کے وقت ہونے والے درس میں ایک جم غفیر ہوتا جو براہ راست شیخ سے فیض حاصل کرتا۔

الشیخ عبداللہ مانع اسی بات کو مزید بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں: ہاں طلبا کی تعداد میں اضافہ ایک فطری بات تھی، مجھے یاد ہے جب میں نے شروع شروع میں شیخ کے دروس کو اٹینڈ کرنا شروع کیا تو ایک درس ہوا کرتا تھا اور طلبا کی تعداد تقریباً بیس تھی، مجلس میں گنجائش ہوتی تھی، مگر پھر ایک وقت آیا آپ کا درس ہوتا اور طلبا سیکڑوں کی تعداد میں ہوتے بلکہ بعض اوقات تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی۔

شیخ ابن باز کے شاگردوں کے بارے میں ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں خیر و برکت عطا فرمائے، ان کی حفاظت فرمائے، ان کو حق پر قائم رکھے، دین حنیف شرع متین کا مددگار اور حامی و ناصر بنائے اور اپنی مخلوق کے رہبر و راہنما بنائے، ان کے اعمال صالحہ، گھر بار اور عمر میں برکت فرمائے، برا چاہنے والوں سے ان کی حفاظت فرمائے، باطل اور خواہش پرست تباہ ہونے والوں کی غلطیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین اللھم آمین

اور ہمارے شیخ محترم کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے، نبیوں، صدیقین، صلحاء اور شہداء کا ساتھ نصیب فرمائے۔ ان کی بشری لغزشوں سے درگزر فرمائے اور ان کی قبر کو جنت کا گہوارہ بنائے۔

وصلی اللہ علیہ سیدنا آلہ وصحبہ اجمعین.

Marfat.com

ایک عالم ماتم کناں ہے!

(شیخ رحمہ اللہ کی وفات پر مشاہیر عالم کے تاثرات)

[علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد پوری دنیا کے مسلمانوں نے حزن وغم کے آنسو بہائے۔ وفات کے بعد علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے محبین اور چاہنے والوں کی طرف سے تاثرات منظر عام پر آنے لگے۔ اگر ان کے تاثرات کو شائع کیا جاتا تو شاید آج تک دینی اور سماجی میگزین میں ان کے بارے میں تاثرات کا ایک کالم مختص ہوتا۔ مگر جان بوجھ کر میگزین والوں نے تاثرات کا دروازہ بند کیا۔ ہم یہاں ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم کے حوالے سے چند مشہور ومعروف شخصیات کے تاثرات نقل کرتے ہیں۔ رضوان ریاضی]

شہزادہ عبدالعزیز بن فہد بن عبدالعزیز اپنے تاثرات یوں بیان کرتے ہیں:

امام اہل سنت، رواں دور کی منفرد شخصیت، علامۃ الزماں، سماحۃ الوالد الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز ہم سے جدا ہو گئے، وہ ایک ستارہ تھا جو ڈوب گیا، ایک چاند تھا جو غائب ہو گیا اور ایک سورج نے بادلوں میں پناہ لے لی، شیخ رحمہ اللہ اپنی شخصیت میں ایک یونیورسٹی تھے، اس یونیورسٹی سے تشنگان علوم دینیہ رجوع کرتے اور پھر مختلف دینی علوم واخلاق سے مزین ہو کر لوٹتے، میرے والد محترم خادم الحرمین الشریفین شیخ رحمہ اللہ کے علمی مقام ومرتبے، آپ کے اخلاق کریمانہ اور تقویٰ وپرہیزگاری کا اکثر ذکر فرماتے، جس وجہ سے میرا دل شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ الفت، محبت اور عقیدت سے لبریز ہو چکا ہے، شیخ رحمہ اللہ نے کبھی سعودی عرب سے باہر کا سفر اختیار نہیں کیا، مگر آپ کی شخصیت اپنے منہج کی وجہ سے عالمی بن چکی تھی، دنیا کے کسی بھی حصے میں مسلمانوں کا کوئی مسئلہ ہوتا تو اس کے حل کرنے میں شیخ کی شخصیت نمایاں نظر آتی۔

Marfat.com

پرنس مقرن بن عبدالعزیز کا بیان:

شیخ کی حیثیت ہمارے لیے ایک مشفق باپ اور مہربان مربی کی تھی، جنہوں نے ہماری زندگیوں پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں، انہوں نے اپنی زندگی دعوت وتبلیغ اور خدمت خلق کے لیے وقف کردی تھی، ان کی موت امت مسلمہ کے لیے زبردست نقصان ہے۔

پرنس نورہ بنت محمد بن عبدالعزیز نے کہا:

شیخ نے دنیا کے لالچ اور طمع کے بغیر اپنا کام جاری رکھا اور سخت ازمائشی موقعوں پر بھی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا کہ جہاں بہت سے علماء کے قدم بھی ڈگمگا جاتے ہیں، اکثر مشکل موقعوں پر ہم شیخ سے رجوع کرتے کیونکہ ان کے جوابات ہمارے لیے باعث تسکین ہوتے تھے، شیخ کے سامنے حصول دنیا کے زبردست مواقع تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنی ذات کے لیے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔

پرنس مشعل بن عبدالعزیز کا بیان:

میں نے شیخ ابن باز کو قریب سے دیکھا، انہیں ایک صالح، متقی اور عجز وانکساری کا پیکر پایا، جنہوں نے اپنے ملک اور عالم اسلام کے لیے گرانقدر خدمات انجام دیں، ان کی موت سے عالم اسلام کو جو نقصان ہوا ہے وہ تو ہوا لیکن ذاتی طور پر میرے لیے ان کی موت انتہائی تکلیف دہ اور نقصان عظیم ہے۔

پرنس نورہ بنت عبدالعزیز جلوی کہتی ہیں:

شیخ دنیا بھر کے مسلمانوں کے حالات سے باخبر رہنے کی کوشش کرتے اور حتی الامکان کے مسائل حل کرنے کی فکر میں رہتے، شیخ کی زبان سے علم وعرفان کے ایسے چشمے پھوٹتے جن سے ساری دنیا سیراب ہوا کرتی۔

معالی الشیخ صالح بن عبدالعزیز بن محمد آل شیخ، وزیر برائے اسلامی امور، اوقاف ودعوت، سعودی عرب، فرماتے ہیں:

شیخ رحمہ اللہ کی وفات ساری امت کے لیے ایک عظیم خسارہ ہے خصوصاً سعودی عرب

Marfat.com

کے لیے ایک ایسا خسارہ ہے جس کی تلافی ناممکن دکھائی دیتی ہے، شیخ کو عوام اور خواص دونوں طبقوں میں ایک خصوصی مقام حاصل تھا، جو احترام اور اکرام شیخ کے حصے میں آیا وہ اس کے مستحق تھے، شیخ نے اپنی زندگی اس انداز میں گزاری کہ آپ کی زندگی کے اطوار ہمیں سلف صالحین کی زندگیوں کی یاد دلا دیتے ہیں، آپ بیک وقت علم وعمل، اخلاص اور تقویٰ، ورع اور پرہیزگاری میں ہم سب سے زیادہ ممتاز حیثیت کے حامل تھے، اللہ تعالیٰ شیخ کو جزائے خیر عطا فرمائے، ان کی عقبیٰ کو کامیاب کرے اور ان کو اپنی رحمت کے دامن میں پناہ دے۔

ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی، مشیر برائے خادم حرمین شریفین کا بیان:

سماحۃ الشیخ رحمہ اللہ علم، زہد، تقویٰ اور نیکی سے محبت میں ناقابل تسخیر چٹان ثابت ہوئے، عالم باعمل صالحین کی جماعت سے تعلق رکھنے والے ہمارے شیخ رحمہ اللہ کی زندگی علماء سلف کی زندہ مثال تھی، وہ اپنے دور کے ایسے امام تھے جنہوں نے مسلمانوں میں اسلام سے محبت، علم کی رغبت اور عمل صالح کے شوق کو فروزاں کر دیا تھا۔

فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل الشیخ، مفتی اعظم فرماتے ہیں:

سماحۃ الشیخ کا شمار اہل علم وفضل اور وسیع الظرف شخصیات میں ہوتا تھا، آپ اپنی وسعت علمی اور فقہی بصیرت کے باوجود انتہائی متحمل مزاج واقع ہوئے تھے، ہم نے آپ کے علم وفضل اور تعصب سے خالی بصیرت سے بہت کچھ سیکھا ہے، آپ جب کبھی کوئی فتویٰ دیتے یا کسی رائے کا اظہار فرماتے اور پھر حق کو اپنی رائے کے خلاف پاتے تو اپنی رائے سے رجوع کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے۔

الشیخ صالح بن محمد اللحیدان، صدر سپریم کونسل آف قضاء، فرماتے ہیں:

شیخ ابن باز علماء سلف صالحین کا ایک بہترین نمونہ تھے، مختلف دینی علوم عمل اور تقویٰ وپرہیزگاری میں ایک اعلیٰ مثال تھے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ اس دور میں مجھے کوئی ایسا عالم دکھائی نہیں دیتا جو ان تمام صفات سے متصف ہو، اس لیے آپ کی وفات بلاشک موجودہ زمانے کا ایک انتہائی افسوسناک واقعہ ہے جس کے اثرات کئی سال تک اس امت پر محیط

Marfat.com

رہیں گے۔

معالی الدکتور صالح بن عبداللہ العبود، چانسلر مدینہ یونیورسٹی کا بیان:

شیخ ابن باز نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی شکل میں ایک ایسے گھنے درخت کی آبیاری کی جس کی شاخیں آج دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں، اور جس کے برگ وبار سے دنیا مستفید ہو رہی ہے، اس درسگاہ سے نکلنے والے طلباء کی فوج دنیا بھر میں کتاب وسنت کی شمع روشن کیے ہوئے ہے، جامعہ کے لیے شیخ نے کتاب وسنت کی روشنی میں جو بنیادی خطوط متعین کیے تھے، آج بھی جامعہ اسی راہ پر گامزن ہے اور آئندہ بھی ان شاء اللہ رہے گا۔

ڈاکٹر کامل الشریف، سابق وزیر اوقاف ومذہبی امور، اردن:

شیخ کو میں نے مختلف علمی مجالس میں قریب سے دیکھا، وہ ایک عالم متبحر اور کشادہ ذہن فقیہ تھے، مسائل میں غور وفکر کا ان کا اپنا ایک اسلوب تھا اور ہم اکثر وبیشتر علمی مجالس میں ان سے استفادہ کیا کرتے، میں ذاتی طور پر ان کی فقہی صلاحیت، تقویٰ اور پرہیز گاری سے بہت متاثر تھا، نیز موصوف امت مسلمہ خصوصاً وہ مسلمان جو مختلف ممالک میں اقلیت کی حیثیت سے زندگی گزار رہے ہیں ان کے مسائل میں گہری دلچسپی رکھتے اور ان کے لیے زیادہ سے زیادہ سے زیادہ مالی تعاون فراہم کرنے کی خود بھی کوشش کرتے اور دوسروں کو بھی توجہ دلاتے، شاید ان کے شخصی کمالات اور پرہیز گارانہ طبعیت کے باعث لوگ انہیں دل کھول کر دیا کرتے تاکہ وہ مستحقین میں تقسیم کرسکیں، مزید یہ کہ شیخ موصوف کی زندگی دینی راہنماؤں کے لیے ایک نمونہ ہے کہ ایک عالم دین کے تعلقات عوام اور حکمرانوں کے ساتھ کس نوعیت کے ہونے چاہیں، موصوف نے حکومت کے ساتھ قریبی رابطہ رکھا، حالانکہ وہ حق بات کہنے میں بہت مشہور تھے اور اسی حکومتی تعلق کے باعث وہ کئی دینی اداروں کی سرپرستی کر سکے اور مختلف مسلمانوں کو ناقابل یقین حد تک فائدہ پہنچا سکے۔

علامہ ڈاکٹر صالح السدلان فرماتے ہیں:

شیخ محترم ایک نہایت ہی پختہ عالم دین اور صاحب فتویٰ بزرگ تھے، اور فتویٰ دینے

Marfat.com

میں قرآن وحدیث کو اپنے سامنے رکھتے، شیخ سلف صالحین کے طرز پر کام کرنے کو پسند فرماتے اور مسلک اہل حدیث پر عمل کرتے، شیخ منکرات کے خلاف سخت تھے، لیکن جن چیزوں کی اسلام میں گنجائش ہوتی اس پر غیر ضروری سختی کو پسند نہیں فرماتے۔

علامہ عزالدین الخطیب التمیمی، قاضی القضاۃ، اردن:

شیخ ابن باز اپنی گوناگوں خصوصیات کے باعث ایک منفرد عالم دین اور میدان دعوت وتبلیغ کے سپہ سالار تھے، آپ مسلمانوں کے درمیان اتحاد واتفاق کی علامت تھے، آپ کے اندر سچے علماء ومجاہدین کی علامتیں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں، آپ نے حق بات کے کہنے میں کبھی کسی کی پرواہ نہیں کی اور نہ ہی کسی حاکم کی قوت نے آپ کو اظہار حق سے روکا، اگرچہ شیخ ہم سے جدا ہو چکے ہیں لیکن آپ نے جو کارنامے انجام دیے اور شمع حق کو روشن رکھا اس کے نقوش قلب ودماغ پر ایسے مرتسم ہیں کہ زندگی بھر ان کی یاد بھلائی نہیں جاسکتی۔

شیخ السید علی الہاشمی، مشیر خاص شیخ زاید بن سلطان، حاکم متحدہ عرب امارات کا بیان:

شیخ موجودہ زمانے میں امام المسلمین کی حیثیت رکھتے تھے، وہ ایک زبردست عالم، فقیہ اور بے باک مصلح تھے، ان سے کئی لوگوں نے علم وہدایت کی روشنی حاصل کی۔

الشیخ یوسف جمعہ، وکیل وزارت اوقاف ومذہبی امور، فلسطین نے کہا:

شیخ محترم کی گفتگو قرآن وحدیث سے مزین ہوا کرتی، وہ اپنی بات نہایت بے باکی سے کہا کرتے، ان کی پالیسی بڑی واضح تھی، انہیں مسلمانوں کے مسائل سے بڑی گہری دلچسپی تھی جس کی مثال بیت المقدس کے مسئلے سے ان کا تعلق ہے، انہوں نے فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ نہایت مشفقانہ سلوک کیا اور شاید علامہ موصوف کی اس پشت پناہی کا اثر تھا کہ عالم اسلام نے اس مسئلے کو اپنا مسئلہ سمجھا اور اس کی ہر طرح کی مدد کی۔

الشیخ عبداللہ علی المطوع، صدر جمعیۃ الاصلاح ومدیر مجلۃ المجتمع، الکویت کا بیان:

شیخ بن باز کی وفات سے عالم اسلام اپنے دور کے بہترین عالم دین اور جود وسخا کے پیکر انسان سے محروم ہوگیا، میں نے اپنی زندگی کے بیس سال ان کی رفاقت میں گزارے، ان

Marfat.com

میں حیرت انگیز حد تک محتاجوں کی خبر گیری کا جذبہ تھا، طائف میں ہم ان کے پڑوسی بھی رہے، ہم دیکھا کرتے کہ ان کا گھر ہر وقت مہمانوں اور زائرین سے بھرا رہتا، ان میں کچھ علمی پیاس بجھانے کے لیے آیا کرتے اور کچھ مادی مشکلات حل کرنے کے لیے، لیکن ہمیں تعجب ہوتا کہ اتنی بڑی تعداد میں آنے والے ضرورت مندوں کو دیکھ کر نہ آپ کی پیشانی پر بل پڑتے اور نہ ہی آپ پریشانی کا اظہار کرتے بلکہ ہر ایک سے اس طرح ملاقات کرتے گویا کہ وہی اکیلا ان کا مہمان ہے، اب ہماری آنکھیں ان جیسا علم وعمل کا پہاڑ اور جود وسخا کا پیکر کہاں تلاش کرسکیں گی۔

ڈاکٹر یوسف القرضاوی، قطر یونیورسٹی کا بیان:

آج عالم اسلام نے علم وعمل کے آسماں کو الوداع کردیا، سماحۃ الشیخ علم کے پہاڑ، فقہ کے سمندر، ہدایت کے امام، دین کا ایک اہم ستون سمجھے جاتے تھے، شیخ رحمہ اللہ محض اپنے بے پناہ علم ہی کی وجہ سے مرجع الخلائق نہیں تھے بلکہ ان کی ایمانی غیرت امت کے مسائل پر ان کی فکر مسلمانوں کے غم میں ان کی شمولیت، ان کے حسن اخلاق، چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کی عزت، چند ایک مسائل میں اختلاف رائے کے باوجود اہل علم کی قدر ومنزلت نے انہیں ہر ایک کی نظر میں محبوب بنا دیا تھا، امت مسلمہ میں کوئی شخص ایسا نہیں جو شیخ کو ناپسند کرتا ہو۔ محض فاسد عقیدے اور بدطینت فطرت کا حامل فرد ہی شیخ کے ساتھ اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرسکتا ہے۔ میری اپنی تصانیف، خصوصاً الحلال والحرام فی الاسلام کی کئی جزئیات سے شیخ رحمہ اللہ اختلاف رکھتے تھے، لیکن اس کے باوجود انہوں نے میری اس کتاب کو انتہائی اہمیت دی اور سعودی عرب کی مارکیٹ میں اس کو فروخت کرنے کی اجازت بھی دی۔

صدر حسنی مبارک، مصر:

شیخ رحمہ اللہ کی وفات نہ صرف سعودی عرب کے لیے بلکہ سارے عالم اسلام کے لیے ایک ایسا نقصان ہے جس کی تلافی مستقبل قریب میں ناممکن دکھائی دیتی ہے، موجودہ دور میں شیخ رحمہ اللہ علوم دینیہ، اسلام اور مسلمانوں کی نمایاں پہچان سمجھے جاتے تھے۔

Marfat.com

صدر فلسطین یاسر عرفات:

شیخ رحمہ اللہ کا شمار ان چند شخصیات میں کیا جاتا تھا جو دینی اور فقہی میدان میں مینار کی حیثیت رکھتی ہیں، شیخ کی وفات سے سارا عالم اسلام ایک متبحر عالم دین اور ہمدرد و شفیق راہنما سے محروم ہوگیا، شیخ رحمہ اللہ تقویٰ و پرہیز گاری کی ایک نادر مثال تھے۔

صدر پاکستان محمد رفیق تارڑ:

ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہیں، انا للّٰه وانا اليه راجعون، بہرحال امت مسلمہ ایک ایسے علامۃ العصر سے محروم ہو چکی ہے جس نے اپنی ساری زندگی دین اسلام اور امت مسلمہ کی خدمت کے لیے وقف کی ہوئی تھی جو آخری لمحے تک اپنے خالق کا بندہ بنا رہا اور ولا تموتن الا وانتم مسلمون کی مثال پیش کر گیا۔

صدر انڈونیشیا، یوسف جیبی:

شیخ کی وفات سے ساری دنیا کے مسلمان ایک وسیع علم رکھنے والے عالم دین اور شفیق اور ہمدرد باپ اور غمگسار بھائی سے محروم ہوگئی جس نے اپنی ساری زندگی دین کی دعوت و تبلیغ میں گزار دی۔

شیخ محمد صفوت نور الدین، رئیس انصار السنہ المحمدیہ، مصر:

شیخ رحمہ اللہ نے اپنی ساری زندگی اسلامی دعوت کی خدمت میں گزار دی اور اس میں آپ ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے ایک ایسے باپ اور بھائی کی حیثیت میں رہے جو اپنی زبان، اپنے دل، اپنے ہاتھ اور اپنے مال سے شفقت اور مہربانی کرتا رہا، آپ ایک تیز رفتار قلم اور دینے والے ہاتھ کے مالک بھی تھے اور پہلی تین صدیوں کے گزرے ہوئے سلف صالحین کی ایک زندہ مثال آپ نے پیش کی جو مسلمانوں کی مشکلات میں ان کے ساتھ تعاون اور تعاطف کا رویہ اختیار کرتا ہے۔

ڈاکٹر تہامی راجی، پروفیسر محمد الخامس یونیورسٹی، مراکش:

شیخ بن باز نے دور حاضر میں مسلمانوں کے اندر پائی جانے والی غیر اسلامی عادتوں،

Marfat.com

بدعات اور خرافات کی ایسی اصلاح کی کہ اس کی اس دور میں مثال نہیں ملتی، وہ بدعات وخرافات کو کبھی برداشت نہیں کرتے تھے اور بلاخوف وخطر حق بات مدلل انداز میں بیان کر دیا کرتے، چاہے ان کے ساتھ کتنی ہی نامی گرامی یا شان وشوکت والی شخصیت بیٹھی ہو اور وہ لوگ جو سنت کے خلاف کسی اور ڈگر پر چل پڑے ہیں شیخ ان کی اصلاح کے لیے بے چین رہا کرتے۔

ڈاکٹر احمد خلیل، وزارت دفاع، متحدہ عرب امارات:

شیخ ابن باز ایک عبقری عالم دین اور متقی انسان تھے، اللہ نے ان پر علم ومعرفت کے خزانے کھول دیے تھے، وہ بجائے خود ایک سلفی مدرسے کی حیثیت رکھتے تھے، ان کے علم وعمل اور حق گوئی نے ایسے شاگرد پیدا کیے جنھوں نے دنیا بھر میں حق وصداقت کی شمع روشن کی اور شیخ محترم سے دنیا کے مسلمانوں نے جو فیض اٹھایا اس کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔

ڈاکٹر سعود الشریم، امام الحرم المکی:

بے شک شیخ کی وفات امت اسلامیہ اور عربیہ کے لیے ایک بہت بڑا خسارہ ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ اس دور کے امام اور بقیۃ السلف رحمہم اللہ کی یادگار تھے، اور آپ کی موت سے ایک بڑا خلا پیدا ہوا ہے اس کو بھرنے میں دیر لگے گی۔

❁❁❁❁

Marfat.com

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے چند فتاوے

قارئین کرام! آپ جانتے ہیں کہ ایک مسلمان کی زندگی میں فتاوے کو کتنی اہمیت حاصل ہے۔ ایک مسلمان خواہ وہ پرلے درجے کا کیوں نہ ہو، مگر وہ کسی بھی کام میں اسلام کا قانون تلاش کرتا ہے۔ اَن پڑھ اور جاہلوں کو بھی دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنے ہر قسم کے معاملات میں اسلامی تعلیمات کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں۔ خواہ وہ معاملہ شادی بیاہ کا ہو یا طلاق وخلع کا، لین دین کا معاملہ ہو یا تجارت وشراکت کا، نجی زندگی کا معاملہ ہو یا معاشرتی زندگی کا۔ غرض ہر معاملے میں مسلمانوں کا طبقہ یہ چاہتا ہے کہ اسے شرعی قانون کا پتہ لگ جائے۔ مگر یہ شرعی مسئلہ کون بتلائے؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ بغیر علم کے فتویٰ صادر کرنا خود کو جہنم کا ایندھن بنانا ہے۔ اس لیے تاریخ میں ہمیں یہ واقعہ ملتا ہے کہ کسی صحابی سے کوئی فتویٰ دریافت کیا جاتا تو باوجودیکہ اس فتویٰ سے متعلق انھیں مکمل علم ہوتا لیکن اُن کی زبان سے فتویٰ صادر نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے سر سے بوجھ ہلکا کرنے کے لیے فتویٰ پوچھنے والے کو دوسرے صحابی کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کر دیتے اور دوسرے صحابی تیسرے کی طرف اور تیسرے صحابی چوتھے کی طرف؛ حتیٰ کہ فتویٰ پوچھنے والا انھی صحابی کی خدمت میں پہنچ جاتا جن سے پہلے پہل اس نے فتویٰ پوچھا تھا۔

فتویٰ کوئی معمولی بات نہیں اور نہ ہی اتنا آسان ہے جتنا کہ آج کے علما سمجھ بیٹھے ہیں۔ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ اس صدی میں دنیا کے سب سے بڑے مفتی تھے۔ ان کی زبان سے نکلے ہوئے فتوؤں کو اکٹھا کیا گیا ہے اور کئی مجلدات میں ان کی طباعت عمل میں آئی ہے۔ خاص کر ڈاکٹر محمد بن سعد الشویعر حفظہ اللہ نے علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوے جمع کر کے امت پر عظیم احسان کیا ہے۔ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ہر بات

Marfat.com

کا جواب آپ قرآن اور سنت کی روشنی میں دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اتنا شاندار استدلال کرتے ہیں کہ فتویٰ دریافت کرنے والا مطمئن ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

مجھے علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوے کا مطالعہ کرنے اور ان کی تصحیح ومراجعہ کرنے کا بارہا موقع ملا ہے اور میں نے اس باب میں کام بھی کیا ہے۔ بلکہ سعودی عرب کے دار الحکومت ریاض کے ایک علمی ادارے میں میں نے علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوے کے اردو ترجمہ کی تصحیح بھی کی ہے اور جو چھپ کر منظر عام پر بھی آ چکا ہے۔ چنانچہ میں نے مناسب سمجھا کہ علامہ ابن ـــ متعلق اپنی اِس کتاب میں وہ جدید فتاوے بھی شامل کر دوں جو یقیناً ہمارے قارئین کے لیے مفید ہیں اور انھیں گاہے گاہے ان فتوؤں کی ضرورت بھی پڑتی رہتی ہے۔ واضح رہے کہ یہ فتاوے میں نے علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوے کے مجموعے سے اکٹھے کیے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میرے اس انتخاب سے قارئین ضرور مستفید ہوں گے۔ ان شاء اللہ

تو آیئے ہم ذیل میں علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے وہ چنیدہ فتاوے آپ قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں:

توحید کے معاملے میں کوئی عذر قابلِ قبول نہیں:

سوال :...... توحید جو دین کی اہم بنیاد ہے، کیا امورِ توحید میں کسی قسم کی جہالت کا عذر قابل تسلیم ہے؟ اور ایسا شخص جو اپنی جہالت کی بنا پر شرکیہ افعال کا مرتکب ہے کیا اس پر کافر جیسا حکم لگایا جائے گا؟

جواب :...... توحید کے معاملے میں کسی طرح کا عذر قابلِ قبول نہیں ہے جب تک کہ وہ مسلم سماج میں زندگی گزار رہا ہے، لیکن جو لوگ مسلمانوں سے دور ہیں اور توحید سے نابلد ہیں تو ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور ان پر وہی حکم لگایا جائے گا جو اہل فترات کا حکم ہے، یعنی وہ قیامت کے دن امتحان لیے جائیں گے، البتہ جو مسلمانوں کے ساتھ رہتا ہے، قال اللہ اور قال الرسول کی صدا سنتا ہے، لیکن وہ اس جانب توجہ نہیں کرتا اور اسے اس کی پروا نہیں ہوتی، وہ قبروں کی پوجا کرتا ہے، اور اسی سے مدد طلب کرتا ہے یا وہ دین اسلام کو گالی دیتا ہے تو وہ

Marfat.com

کافر ہے اس کو اسی طرح کافر سمجھا جائے گا جیسے کسی کافر کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ فلاں کافر ہے۔ اگر حاکم وقت میں خیر وصلاح ہے تو وہ ایسے شخص سے توبہ کرائے، اگر تائب ہو جاتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ایک کافر کی حیثیت سے اس کو قتل کر دے۔

یہی سلوک ان لوگوں کے ساتھ بھی کیا جائے گا، جو اس دین کا مذاق اڑاتے ہیں یا اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھتے ہیں۔ جیسے وہ یہ کہیں کہ زنا حلال ہے یا شراب حلال ہے یا انسانوں کے خود ساختہ قانون کے مطابق فیصلہ کرنا جائز ہے یا شریعتِ اسلامی کے خلاف فیصلہ جائز یا خلاف شرع فیصلہ اللہ کے فیصلے سے افضل ہے، یہ سب اسلام سے مرتد ہونے کی دلیلیں ہیں۔ (نعوذ بالله من ذلك)

غیر مسلم کا ذبیحہ:

سوال :...... کیا ایسے شخص کا ذبیحہ کھایا جا سکتا ہے جس کا عقیدہ معلوم نہ ہو اور جو حرمتِ معصیت جاننے کے باوجود گناہوں کا ارتکاب کرتا ہو اور جس کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ غیر ارادی طور پر جنات کو بلاتا ہے؟

جواب:...... ایسا شخص جس کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ وہ شرک کرتا ہے اور وہ مسلمان ہے "لااله الا الله محمد رسول الله" کی گواہی دیتا ہے اور اس سے کوئی فعلِ کفر سرزد نہ ہو تو اس کا ذبیحہ حلال ہے۔ ہاں! البتہ جب اس کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے کسی شرکیہ فعل کا ارتکاب کیا ہے جیسے جن کو یا مردے کو پکارنا، ان سے مدد طلب کرنا، تو یہ شرک اکبر کی قسم ہے اور ایسے شخص کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔ جن کو پکارنے کی مثال یہ ہے کہ وہ جن سے کہے: ایسا کرو، ویسا کرو، مجھے ایسی چیز دو، فلاں کے ساتھ ایسا کرو، اسی طرح جو لوگ قبر والے کو پکارتے ہیں یا فرشتے کو پکارتے ہیں اور ان سے استغاثہ کرتے ہیں یا ان کے لیے نذر مانتے ہیں تو یہ سب شرک اکبر ہیں، اللہ سے ہم عافیت وسلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

ایک گنہگار انسان اگر معاصی کو حلال نہیں سمجھتا ہے اور شرعی طریقے پر ذبح کرتا ہے تو

Marfat.com

اس کا ذبیحہ کھانا حلال ہے، لیکن جو شخص معاصی کو حلال سمجھتا ہے تو اسے کافر تصور کیا جائے گا جیسے کہ وہ زنا کو حلال بنا لے یا شراب، سود، والدین کی نافرمانی، جھوٹی گواہی یا اسی طرح کی ایسی چیزوں کو حلال سمجھے جن کی حرمت پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ ہر اس چیز سے محفوظ رکھے جو اس کے غیظ وغضب کا باعث ہو۔

دین پر افترا پردازی کا حکم:

سوال:...... ہمارے شہر میں ایک پابند شریعت آدمی نفسیاتی مریض ہو گیا تو بعض لوگوں نے کہا کہ مذہبی پابندی کی وجہ سے اسے یہ مرض لاحق ہو گیا ہے۔ لوگوں کی باتوں میں آ کر اس نے اپنی ڈاڑھی منڈوا دی اور نماز کی پابندی جاتی رہی۔ کیا یہ کہنا صحیح ہے کہ دین کی پابندی کی وجہ سے اسے یہ مرض لاحق ہوا اور کیا ایسی بات کرنے والا کافر ہو جاتا ہے؟

جواب:...... دین پر چلنا بیماری کا سبب نہیں ہوتا؛ بلکہ یہ تو دنیا و آخرت کی ہر بھلائی کا سبب ہوتا ہے، کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ نادانوں کی بات مانے، اپنی ڈاڑھی منڈوائے یا چھوٹی کروائے اور نہ یہ جائز ہے کہ نماز باجماعت چھوڑ دے۔ بلکہ اس کے اوپر ہر وقت واجب ہے کہ حق کے اوپر قائم رہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اللہ کے غضب وعذاب سے ڈرے اور ان تمام باتوں سے بچے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝﴾

(الطلاق:3-2)

”اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اللہ اسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ ان جنتوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی

Marfat.com

کرے گا اور اس کی حدود سے تجاوز کرے گا، اللہ اسے جہنم میں داخل کردے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو اہانت آمیز عذاب ملے گا۔"

ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾

(الطلاق: 3-2)

"جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لیے راستہ نکالتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا وہ گمان بھی نہیں کرسکتا۔"

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝﴾ (الطلاق: 3)

"اور جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے مشکلات کو آسان کردیتا ہے۔"

جو شخص یہ کہتا ہے کہ دینی پابندی کی وجہ سے اس آدمی کو بیماری لاحق ہوگئی تھی تو وہ جاہل ہے اس کی بات کی تردید واجب ہے اور اسے بتایا جائے کہ دین کی پابندی ہر قسم کی بھلائی لاتی ہے اور مسلمان کو اگر کوئی تکلیف ہوتی ہے تو اس کے گناہ مٹتے ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ کافر ہے یا نہیں، تو یہ تفصیل طلب بات ہے، جسے جاننے کے لیے فقہ کی کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اللہ ہی نیک توفیق دینے والا ہے۔

آفس میں قرآنی آیات کا لٹکانا

سوال:...... کیا آفس میں قرآنی آیات کا لٹکانا جائز ہے؟ اور کیا ایسا کرنا تصویروں کے حکم میں ہے؟

جواب:...... روح والی چیزوں کی تصویریں لگانا جائز نہیں ہے؛ البتہ اگر یاد دہانی اور نصیحت کے لیے آفسوں میں آیات واحادیث لٹکائے جاتے ہیں تو ہم اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

تاریخ پیدائش منانا

سوال:...... کسی شخص کی پیدائش پر سال یا دو سال یا اس سے کم یا زیادہ کی مدت گزر جانے پر محفل منعقد کرنا کیسا ہے؟ جس کو برتھ ڈے منانا یا شمع بجھانا بھی کہتے ہیں، نیز اس طرح کی محفلوں میں اگر کسی کو دعوت دی جائے تو دعوت قبول کرنا چاہیے یا نہیں؟ جواب سے نوازیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بدلہ عطا کرے؟

جواب:...... قرآن وحدیث کے مختلف دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ تاریخ پیدائش کی محفل منعقد کرنا بدعت ہے۔ شریعتِ اسلامیہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور اس قسم کی دعوت قبول کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس سے بدعت کی تائید اور توثیق ہوتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ﴾

(الشوریٰ: 21)

''کیا ان کے شرکاء (معبود) ہیں جو ان کے لیے ایسی شریعتیں بناتے ہیں جن کی اجازت اللہ نے نہیں دی ہے۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَّاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ○﴾ (الجاثیہ: 19-18)

''پھر ہم نے آپ کو ایک خاص شریعت دی ہے اسی کی پیروی کیجیے اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کیجیے جو کچھ نہیں جانتے ہیں، یہ لوگ آپ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے، یقیناً ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ تعالیٰ متقیوں کا دوست ہے۔''

اور تیسری جگہ فرمایا:

Marfat.com

﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ (الاعراف:3)

”تم لوگ جو تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے لوگوں کی پیروی نہ کرو، تم لوگ بہت کم نصیحت پکڑتے ہو۔“

ایک صحیح حدیث ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.))

”جو شخص ایسا کام کرتا ہے جو ہماری شریعت میں نہیں ہے تو وہ کام مردودٌ ہے۔“

ایک دوسری حدیث میں ہے:

”سب سے اچھا کلام اللہ کی کتاب ہے اور سب سے اچھا طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، سب سے بری چیز دین کے اندر بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

اس مفہوم کی اور بھی حدیثیں ہیں۔

اس طرح کی محفلیں بدعت اور خلاف شریعت ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں یہود و نصاریٰ سے مشابہت بھی پائی جاتی ہے، اس لیے کہ وہی لوگ ایسی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے طریقے اور عادات سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

”تم لوگ اپنے سے پہلے لوگوں کی سنتوں کو حرف بحرف اپناؤ گے، حتیٰ کہ اگر وہ لوگ کسی گوہ کی سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی اس میں داخل ہو گے۔“

صحابہ کرامؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیا وہ لوگ یہود و نصاریٰ ہیں؟

آپ نے فرمایا: ”اور کون ہو سکتے ہیں۔“

دوسری حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جس شخص نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ ان ہی میں سے ہے۔“

Marfat.com

اس مفہوم کی اور بھی حدیثیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کی توفیق بخشے۔

بیماری سے قبل علاج معالجہ

سوال: ...... بیمار پڑنے سے پہلے علاج معالجہ کا کیا حکم ہے، جیسے ٹیکے وغیرہ لگوانا؟

جواب: ...... اگر وبا یا کسی دوسری وجہ سے بیماری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس وبائی مرض میں گرفتار ہونے سے قبل تدارک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لیے کہ نبی ﷺ کی صحیح حدیث ہے: ''جس شخص نے صبح میں مدینہ کی سات کھجوریں کھالیں تو اسے کوئی جادو یا زہر نقصان نہیں پہنچائے گا۔'' آپ کا یہ فرمان بھی اسی قبیل سے ہے۔

اسی طرح اگر کسی شہر یا جگہ میں وبائی بیماری پھیل گئی ہے اور اس سے بچنے کے لیے اگر کوئی شخص احتیاطی تدابیر اختیار کرتا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ جس طرح کسی مرض میں گرفتار شخص علاج کراتا ہے، اسی طرح وہ شخص بھی علاج کرا سکتا ہے جسے اس بیماری میں گرفتار ہونے کا اندیشہ ہو، لیکن اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ بیماری یا بھوت یا نظر بد سے بچنے کے لیے اپنے گلے میں تعویذ لٹکانا شروع کر دے، اس لیے کہ نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور اس کو شرک اصغر قرار دیا ہے اس لیے اس سے احتیاط ضروری ہے۔

ایسے شخص کا حکم جو توبہ کے بعد پھر گناہ کر بیٹھتا ہے

سوال: ...... ایسے شخص کا کیا حکم ہے جو کسی منکر اور حرام کا ارتکاب کرتا ہے اس کے بعد وہ توبہ کر لیتا ہے پھر اپنے ارادہ کی کمزوری کے سبب دوبارہ اس گناہ کا اعادہ کر بیٹھتا ہے، وہ اپنے گناہ سے کلی طور پر اجتناب نہیں کرتا تو کیا ایسا شخص گناہ پر اصرار کرنے والا سمجھا جائے گا؟

جواب: ...... یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے، اگر وہ شخص اپنی توبہ میں صادق ہے، اسے اپنے کیے پر ندامت ہے اور وہ صدق دل سے توبہ کرتا ہے تو اس کا گناہ مٹا دیا جائے گا، پھر اگر وہ گناہ کا اعادہ کر لیتا ہے تو اس دوسرے گناہ کا اس سے مواخذہ کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ زبان سے توبہ کرتا ہے اور اس کا دل اُسی گناہ پر قائم ہے جس سے اس نے توبہ کی ہے تو گویا وہ زبان

Marfat.com

سے معافی تو مانگتا ہے لیکن اس کے دل سے معصیت کا خیال نہیں گیا ہے، اس لیے اس کو تائب نہیں کہا جائے گا، چونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَمۡ يُصِرُّواْ عَلَىٰ مَا فَعَلُواْ﴾ (آل عمران:135)

''اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے۔''

اس لیے جب انسان سچی توبہ کر لیتا ہے اور دوبارہ وہ گناہ میں ملوث ہو جاتا ہے تو اس سے صرف گناہِ ثانی کا مواخذہ کیا جائے گا؛ چونکہ گناہِ اول کو توبہ نے مٹا ڈالا ہے، لیکن کوئی شخص اپنے دل کے خلاف باتیں زبان سے ادا کرتا ہے تو اس سے پہلے اور دوسرے دونوں گناہوں کا مواخذہ کیا جائے گا۔ ہم اللہ سے عافیت کے خواستگار ہیں۔

حرام کام کے متعلق صرف سوچ کر رہ جانا قابل گرفت نہیں ہے

سوال:...... حرام کام کرنے کے لیے صرف سوچنے کا کیا حکم ہے؟ مثال کے طور پر ایک شخص یہ سوچتا ہے کہ وہ چوری کرے یا زنا کرے، حالانکہ وہ اپنے بارے میں یہ جانتا ہے کہ ان کاموں کے لیے راہ ہموار بھی ہو جائے پھر بھی وہ انہیں کر سکتا ہے؟

جواب:...... انسان کے دل میں جو برے خیالات آتے رہتے ہیں، مثلاً: وہ چوری، زنا یا شراب پینے کے متعلق سوچتا ہے لیکن وہ انہیں انجام نہیں دیتا ہے تو اس پر اس کی گرفت نہیں ہوگی اور نہ گنہگار ہوگا، اس لیے کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

''اللہ تعالیٰ نے میری امت سے ان باتوں کو معاف کر دیا ہے جو وہ سوچتی ہے جب تک وہ اسے عملی جامہ نہ پہنا دے یا اس کے متعلق زبان سے نہ کہے۔''

اور دوسری حدیث میں ہے:

''جس نے کسی برائی کا ارادہ کیا لیکن اسے انجام نہیں دیا وہ لکھا نہیں جائے گا۔''

دوسری سند میں یہ اضافہ ہے:

''اس کے بدلے اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی اس لیے کہ اس نے برائی کو میری وجہ سے چھوڑ دیا۔''

Marfat.com

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس نے اللہ کے خاطر اس برائی کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسے ایک نیکی عطا کرے گا اور اگر دوسرے اسباب کی بنا پر ترک کیا ہے تو اسے کوئی نیکی نہیں ملے گی اور اس پر کوئی برائی بھی نہیں لکھی جائے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر فضل واحسان ہے، یقیناً وہ لائق حمد اور لائق شکر ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسرا رب نہیں ہے۔

ریڈیو سے ہونے والی اذان کا جواب دینا

سوال:...... کیا ریڈیو سے ہونے والی اذان کا جواب دینا جائز ہے؟

جواب:......اگر یہ اذان نماز کے وقت میں ہو رہی ہے تو جواب دینا مشروع ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

"جب تم مؤذن کو سنو تو اسی طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود بھیجو اس لیے کہ جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ اس پر دس بار درود بھیجتے ہیں اور میرے لیے اللہ سے وسیلہ مانگو اس لیے کہ وہ جنت میں ایک درجہ ہے جو اللہ صرف اپنے ایک بندہ کو دے گا اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں اور جس شخص نے میرے لیے وسیلہ مانگا اس کے لیے میری سفارش جائز ہوگئی۔" (مسلم)

دوسری حدیث میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"جس شخص نے اذان سننے کے بعد کہا کہ اے اللہ! اس پوری دعا اور کھڑی ہونے والی نماز کے پروردگار! (محمد ﷺ) کو وسیلہ اور بزرگی عطا فرما اور ان کو مقامِ محمود میں بھیج جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ تو اس کے لیے قیامت کے دن میری سفارش حلال ہوگئی۔" (بخاری)

ہوائی جہاز میں نماز

سوال:...... جہاز کے اندر نماز کا وقت آ گیا، میں نے کرسی پر ہی بیٹھے ہوئے سر کے اشارہ سے نماز پڑھ لی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرا رخ کدھر ہے۔ کیا میری نماز صحیح نہیں

Marfat.com

ہوئی؟ اور اگر صحیح نہیں ہوئی تو کیا میں جہاز سے اترنے کے وقت تک اسے مؤخر کر سکتا ہوں؟

جواب:...... مسلمان اگر ہوائی جہاز یا صحرا میں ہو، تو تجربہ کار لوگوں سے پوچھ کر اور قبلہ کی علامات میں غور کر کے صحیح سمت معلوم کرنے کی کوشش کرے، تاکہ بصیرت کے مطابق قبلہ رخ نماز پڑھے۔ اگر قبلہ کا جاننا آسان نہ ہو تو اجتہاد و تحری سے کام لے اور جو جہت قبلہ سمجھ میں آئے اس طرف رخ کر کے نماز پڑھ لے، نماز صحیح ہو جائے گی، چاہے اس کے بعد یہ پتہ چلے کہ جہت قبلہ کے تعین میں اس نے غلطی کی تھی۔ اس لیے کہ اس نے اجتہاد کیا اور اپنی استطاعت بھر اللہ سے ڈرا۔ ہوائی جہاز یا صحرا میں بغیر اجتہاد کیے فرض نماز پڑھنی جائز نہیں ہے۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو اسے نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی۔ اس لیے کہ اپنی استطاعت بھر وہ اللہ سے نہیں ڈرا اور نہ جہت قبلہ معلوم کرنے کے لیے اجتہاد کیا۔

سائل نے کہا ہے کہ اس نے بیٹھ کر نماز پڑھی، تو اگر کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا تھا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس آدمی کے مانند جو کشتی یا سفینہ میں کھڑا نہ ہو سکنے کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ ہے (یعنی اپنی استطاعت بھر اللہ سے ڈرو) اگر وقت میں وسعت ہونے کی وجہ سے نماز کو جہاز سے اترنے کے وقت تک مؤخر کر دیتا ہے، تو کوئی حرج نہیں۔ یہ تمام تفصیلات فرض نماز سے متعلق ہیں۔ نفل نماز میں ہوائی جہاز، موٹر کار یا چوپائے پر ہونے کی صورت میں استقبال قبلہ واجب نہیں، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی اونٹنی پر نماز پڑھتے تھے، جبکہ وہ اپنے راستے پر چلتی ہوتی تھی۔ لیکن مستحب یہ ہے کہ تکبیرِ احرام کے وقت قبلہ کی طرف رخ ہو، اس کے بعد باقی جس طرف سواری جا رہی ہو اس طرف رخ کر کے پوری کرے، اس لیے کہ انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ایسا ہی ثابت ہے۔ واللہ ولی التوفیق

شاذ و نادر نماز پڑھنے والے کا حکم

سوال:...... میرے ایک رشتہ دار ہیں جو کافی عمر دراز ہیں مگر وہ نماز نہیں پڑھتے ہیں۔ میں نے بھی اور دوسرے لوگوں نے بھی انہیں سمجھایا، لیکن وہ نماز میں کافی سستی سے کام لیتے

Marfat.com

ہیں، کبھی کبھار نماز پڑھ لیتے ہیں، رمضان یا عید، بقرعید کے موقع پر۔ میں ان کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ کسی مجلس میں اگر وہ موجود ہوں تو میں انہیں سلام کروں یا نہیں؟

جواب:...... جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا کفرا کبر ہے، اس لیے کہ حدیث رسول ہے:

''آدمی کے درمیان اور کفر وشرک کے درمیان نماز کا چھوڑ دینا ہے۔'' اور دوسری حدیث ہے:

''ہمارے درمیان اور کافروں کے درمیان جو عہد ہے وہ نماز ہے، جس نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔'' اس مفہوم کی اور کئی حدیثیں ہیں۔ اس آدمی کو مزید نصیحت کی جائے اور اس کو شریعت کا حکم بتایا جائے، اس کے باوجود اگر وہ نماز چھوڑنے پر مصر ہے تو اس سے قطع تعلق کر لینا، اس کو سلام نہ کرنا، اس کی دعوت قبول نہ کرنا اور حاکم وقت سے اس کی شکایت کرنا واجب ہے، تاکہ حکومت اس سے توبہ کرائے، اگر وہ توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اس کا قتل واجب ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ﴾

(التوبہ:5)

''اگر وہ لوگ توبہ کر لیں، نماز قائم کرنے لگیں اور زکاۃ ادا کرنے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو نماز قائم نہیں کرے گا اس کا راستہ نہیں چھوڑا جائے گا، اس مسئلہ کے بے شمار دلائل ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی ہدایت کے لیے دعا کرتے ہیں۔

صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھنے کا حکم

سوال:...... ہم لوگ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ فرض نماز میں صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھنے والے کی نماز صحیح ہو گی یا اسے دوبارہ نماز پڑھنی ہو گی؟ جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک آدمی کو صف کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اسے پھر سے نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟ اس مفہوم کی دوسری احادیث کی مخالف ہے؟ اس مسئلہ کی ہم لوگ پوری وضاحت چاہتے ہیں، اس لیے کہ اس پر لمبی بحث وتکرار ہو چکی ہے۔ اگر کوئی مسجد آئے اور

Marfat.com

پہلی صف مکمل ہو چکی ہو اور اسے رکعت چھوٹ جانے کا خوف ہو تو کیا درمیان صف سے ایک آدمی کو پیچھے کھینچ لینا جائز ہے؟ یا تکبیر کہہ کر وہ شروع کر دے؟ یا کسی کا انتظار کرے؟ جبکہ انتظار کرنے میں رکعت چھوٹ جانے کا پورا ڈر ہے۔

جواب:...... کسی مسلمان کے لیے صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔'' سوال میں بیان کردہ حدیث اور اس حدیث کی روشنی میں اگر کوئی شخص صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھتا ہے تو اسے دوبارہ نماز پڑھنی ہوگی۔ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔

صف سے کسی کو پیچھے کھینچنا جائز نہیں ہے، اس بارے میں جو حدیث آتی ہے وہ ضعیف ہے؛ بلکہ ایسے آدمی کو چاہیے کہ صف میں خالی جگہ تلاش کا انتظار کرے، اس انتظار میں ایک رکعت چھوٹ بھی جائے تو کوئی حرج نہیں، اس مسئلہ سے متعلق مذکورہ احادیث اور دوسری حدیثوں کی روشنی میں علما کا صحیح موقف یہی ہے۔ اختلافی مسائل میں اہل علم کے لیے یہ واجب ہے کہ کتاب وسنت کی طرف رجوع کریں، کسی کی تقلید نہ کریں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ (النساء:59)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے حکام کی اطاعت کرو، اگر کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر واقعی تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔''

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾ (الشوری:10)

''اور کسی چیز میں تم اختلاف کر بیٹھو تو اس کا فیصلہ اللہ کے پاس ہے۔''

Marfat.com

سو(100) کیلو میٹر کی مسافت طے کرنے والا شخص مسافر کے حکم میں ہوگا

سوال:...... سو کیلو میٹر کی مسافت طے کرنے والے شخص کے لیے کیا یہ جائز ہے کہ قصر اور جمع بین الصلاتین کرے؟

جواب:...... کوئی آدمی جب سو کیلو میٹر یا اس سے کچھ کم کی مسافت طے کر لے تو سفر کے احکام جیسے قصر، افطار، جمع بین الصلاتین اور موزے پر تین دن تک مسح وغیرہ پر عمل کر سکتا ہے، اس لیے کہ اتنی مسافت پر سفر کا اعتبار ہوگا۔ اسی طرح اسی (80) کیلو میٹر یا اس کے برابر کی مسافت طے کر لیتا ہے تو جمہور علماء کے نزدیک قصر وغیرہ کر سکتا ہے۔

ان ممالک کے اوقاتِ نماز جہاں رات اور دن طویل ہوتے ہیں

سوال:...... بعض مقامات پر طویل مدت تک لگاتار دن اور کبھی لگاتار رات ہی رہتی ہے، اور کہیں رات اور دن اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ پانچوں نمازوں کے اوقات کے لیے کافی ہی نہیں ہوتے۔ ایسے ملکوں کے باشندے نماز کس طرح ادا کریں گے؟

جواب:...... وہ مقامات جہاں رات یا دن کی یہ کیفیت ہو، نیز چوبیس گھنٹے میں وہاں زوال وغروب کا نظام نہ ہو، وہاں کے باشندوں کو پنج وقتہ نماز میں اندازہ کرنا ہوگا۔ صحیح مسلم میں نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ظہور دجال کے وقت پہلا دن ایک سال، دوسرا دن ایک ماہ اور تیسرا دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا۔"

اور جب صحابہ کرامؓ نے نماز کے متعلق دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا:

"ایک ایک دن کا اندازہ کرلو۔"

البتہ وہ مقامات جہاں رات یا دن کا بڑا یا چھوٹا ہونا چوبیس گھنٹے کے اندر ہوتا ہے تو وہاں نماز کی ادائیگی میں کوئی پریشانی نہیں، عام دنوں کی طرح ان میں بھی نماز ادا کی جائے گی، خواہ رات یا دن چھوٹے ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اس سلسلے میں جو دلیلیں وارد ہیں وہ عام ہیں۔

Marfat.com

طلوع آفتاب کے بعد کا الارم لگا کر سونا

سوال:...... میری خواہش رہتی ہے کہ فجر کی نماز نہ چھوڑوں لیکن میں تاخیر سے سوتا ہوں، اس لیے سات بجے صبح سورج نکلنے کے بعد کا الارم لگا دیتا ہوں۔ بیدار ہونے کے بعد میں نماز پڑھتا ہوں اور لیکچر دینے چلا جاتا ہوں۔ جمعرات اور جمعہ کا میرا معمول یہ کہ میں ظہر سے ایک گھنٹہ یا دو گھنٹہ پہلے اٹھتا ہوں، اس کے بعد فجر کی نماز پڑھتا ہوں، واضح رہے کہ میں اکثر نمازیں ہاسٹل ہی میں ادا کرتا ہوں جبکہ مسجد میرے قریب میں ہے، میرے ایک ساتھی نے مجھے بتایا کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ جناب والا سے اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے درخواست گزار ہوں؟

جواب:...... ایسا شخص جو آفتاب نکل جانے کے بعد کا الارم قصداً اس لیے لگاتا ہے کہ وہ وقت پر فجر کی نماز پڑھ سکے، اسی طرح اگر وہ قصداً فجر کی نماز ظہر تک مؤخر کرتا ہے اور اس وقت فجر کی نماز پڑھتا ہے تو عمداً ترک صلاۃ کی وجہ سے علما کی ایک جماعت کے نزدیک کافر ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کی نیند غالب آگئی اور نماز کا وقت جاتا رہا یا بھول کر نماز نہ پڑھی تو اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا؛ البتہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد اس پر نماز کی ادائیگی واجب ہے۔

جو لوگ قصداً نماز مؤخر کر کے پڑھتے ہیں یا نماز کے بعد کا الارم اس لیے لگاتے ہیں تاکہ وہ وقت پر نماز ادا نہ کریں، ان کے کافر ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں علما کے درمیان اختلاف ہے۔ جمہور کی رائے یہ ہے کہ اگر وہ شخص نماز کے وجوب کا منکر نہیں ہے تو صرف تاخیر صلاۃ کے سبب کافر نہیں ہوگا، لیکن علما کی ایک جماعت کے نزدیک اس شخص کا یہ عمل کفرِ اکبر ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے ایسا ہی منقول ہے۔ اسی طرح ان کے نزدیک جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے اور اس کا چھوڑنا فعل منکر ہے جو جائز نہیں ہے، کیونکہ ابن ام مکتوم کی حدیث میں وارد ہے کہ وہ اندھے تھے، انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت مانگی، آپ نے ان کو اجازت دے دی، جب وہ کچھ دور چلے گئے تو بلا کر پوچھا: ''کیا تم اذان سنتے ہو؟'' عرض کیا: ہاں میں سنتا ہوں تو فرمایا: ''فاجب'' '' تب

Marfat.com

تم مسجد آؤ۔"

غور کیجیے یہ اندھے اور بے سہارا ہیں اس کے باوجود ان کو رسول اللہ ﷺ مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم دے رہے ہیں تو ایسا شخص جو بینا اور غیر معذور ہے اسے بدرجہ اولیٰ مسجد میں آنا چاہیے۔ خلاصہ یہ کہ مومن پر مسجد میں نماز پڑھنا واجب ہے، اس کے لیے مسجد قریب ہونے کے باوجود سستی کرنا اور گھر میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

رمضان کے دن میں انجکشن لگوانا

سوال:...... روزہ دار کے لیے رگ اور پٹھوں میں انجکشن لگوانے کا کیا حکم ہے، نیز ان دونوں قسم کے انجکشن میں کیا فرق ہے؟

جواب:...... صحیح بات یہ ہے کہ رگ اور پٹھوں میں انجکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے؛ البتہ غذائی انجکشن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح چیک اپ کے لیے خون نکلوانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، کیونکہ انجکشن کی شکل پچھنا لگوانے کی نہیں ہے، ہاں پچھنا لگوانے سے علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق پچھنا لگوانے والے اور لگانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "پچھنا لگانے والے اور لگوانے والے نے روزہ توڑ دیا۔"

روزہ دار کے لیے ڈروپ (Drop) کا استعمال کرنا

سوال:...... میں نے روزے کی حالت میں آنکھ میں دوا ڈال لی، پہلے مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، بعد میں مجھے اس کی واقفیت آپ کے ایک درس میں شرکت سے ہوئی لیکن میں نے بھول کر وہ قطرہ ڈالا جو بلغم تک پہنچ گیا۔ اس کا احساس مجھے اس وقت ہوا جب میں نے اپنے منہ میں کچھ تلخی محسوس کی۔ اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب:...... علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق آنکھ میں دوا ڈالنے اور سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔ اور اہل علم کی یہ رائے ہے کہ اگر ان قطروں کا ذائقہ حلق میں محسوس

Marfat.com

کرلے تو اس روزہ کی قضا کرنی چاہیے؛ البتہ درست پہلا قول ہے۔ اس لیے کہ آنکھ اور کان منفذ (معدہ تک جانے کے راستے) نہیں ہیں۔

قسطوں میں خرید وفروخت

سوال:...... قسطوں کی بنیاد پر جو گاڑیاں بیچی جاتی ہیں، ان کی قیمت میں اضافہ کر دیا جاتا ہے، یعنی اگر نقد کی صورت میں اس کی قیمت پندرہ ہزرار ریال ہے، تو قسط وار لینے کی صورت میں اس سے زیادہ قیمت لی جاتی ہے، کیا یہ صورت سود میں داخل ہے؟

جواب:...... اگر وقت کی تعیین کر دی گئی ہے اور قسطوں کی تعداد بھی معلوم ہے، تو قسطوں پر خرید وفروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر چہ نقد کے مقابل میں قسطوں پر لینے میں سامان کی قیمت زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں ہی کا اس میں فائدہ ہے، بیچنے والے کو قیمت زیادہ مل جاتی ہے اور خریدار کو مہلت مل جاتی ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ ثابت ہے کہ سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو ان کے گھر والوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نو سال کی مدت میں قسط وار قیمت ادا کرنے کی شرط پر بیچا تھا، ہر سال چالیس درہم ادا کرنا تھا، اس سے یہ معلوم ہوا کہ قسطوں میں خرید وفروخت جائز ہے۔ نیز اس بیع میں دھوکہ، جہالت اور سود نہیں ہے، اس لیے دوسری شرعی خرید وفروخت کی طرح یہ بھی جائز ہوگا، بشرطیکہ سامان بیچنے والے کی ملکیت میں ہو اور بیچتے وقت وہ اس کا مالک ہو۔

قسط پر کوئی چیز خریدنا

سوال:...... میں نے حکومتِ مصر کی ایک کمپنی سے کاشت کی زمین کا ایک قطعہ خریدا، زمین کی خریدگی کے وقت کمپنی نے یہ شرط رکھی کہ آپ زمین کی رجسٹری کے وقت قیمت کا چالیسواں حصہ نقد ادا کریں اور باقی روپے دس سالوں میں سالانہ قسط پر پانچ فیصد اضافہ کے ساتھ ادا کریں تو کیا یہ بھی سود میں داخل ہے؟ اگر سود میں داخل ہے تو کمپنی کے ساتھ معاملہ کو کیسے حل کیا جائے جبکہ کمپنی پوری رقم یک مشت نقد لینے سے انکار کرتی ہے۔

Marfat.com

جواب:...... اگر مدت اور قسط دونوں معلوم ہیں تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْهُ﴾

(البقرة:282)

''اے ایمان والو! جب تم ایک مدتِ معینہ تک کے لیے آپس میں لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔''

اور جیسا کہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک معین مدت تک کے لیے خرید وفروخت (بیع) کی اجازت دی ہے، نیز آپ خود بھی معلوم مدت تک کی شرط پر سامان خریدا کرتے تھے۔ اور چونکہ قسط پر اور مدتِ معلومہ پر بیع کرنے کی شکل نقد بیع سے مختلف ہے، اس لیے بائع ومشتری دونوں کی مصلحت کا خیال رکھتے ہوئے شریعت نے نقد کے مقابل میں قسطوں پر سامان کی قیمت زیادہ لینے کی اجازت دی ہے، چونکہ اللہ سبحانہ حکیم وعلیم اور اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

انشورنس کا حکم

سوال:...... دورِ حاضر میں انشورنس کی کچھ کمپنیاں کھل رہی ہیں اور تمام کمپنیاں یہ دعویٰ کرتی ہیں کہ ان کے پاس انشورنس کے جواز کا فتویٰ موجود ہے۔ بعض کمپنیوں کا یہ کہنا ہے کہ آپ اپنی موٹر گاڑی کے انشورنس کی جو رقم جمع کریں گے تو صرف اس گاڑی کو فروخت کرتے ہی آپ کو وہ رقم لوٹا دی جائے گی تو اس قسم کا بیمہ کرانے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب:...... بیمہ دو طرح کا ہوتا ہے جس کا مجلس کبار علماء کے بورڈ نے چند سالوں قبل مطالعہ کر کے اس کے متعلق ایک قرار صادر کیا ہے، لیکن بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو جائز و ناجائز کے مابین فرق نہیں کرتے ہیں۔ جائز انشورنس کی شکل یہ ہے کہ ایک جماعت باہمی اشتراک وتعاون سے صدقہ کرنے، تعمیر مساجد یا فقراء ومساکین کے تعاون کے لیے جمع کرتی ہے تو بہت سارے لوگ اس امدادی بیمہ کی آڑ میں اپنے تجارتی بیمہ کے جواز کی دلیل ڈھونڈ

Marfat.com

لیتے ہیں، جن کے لیے ایسا کرنا غلط ہے۔

تجارتی بیمہ کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی موٹر گاڑی کا یا بیرون ملک سے ایمپورٹ ہونے والے سامان کا بیمہ اتنی رقم میں اتنی مدت کے لیے کرایا، کبھی ایسا بھی ہوگا کہ اسے کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچے، پھر بھی اس سے انشورنس کی رقم لے لی جائے گی اور یہ جوا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ﴾ (المائدہ:90)

''اے مومنو! بے شک شراب اور جوا، اور وہ پتھر جن پر بتوں کے نام سے جانور ذبح کیے جاتے ہیں، اور فال نکالنے کے تیر ناپاک ہیں اور شیطان کے کام ہیں۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امدادی بیمہ وہ ہے جو ایک جماعت شرعی مقاصد کے حصول کے لیے متعین رقم جمع کرتی ہے، مقاصدِ شرعیہ سے مراد فقراء ومساکین کا تعاون، یتیموں کی کفالت ان کے گھروں کی تعمیر اور دوسرے نیکی وثواب کے راستے میں خرچ کرنا ہے، اس تعاونی بیمہ سے متعلق اہم بحث علمیہ و افتاء کے لجنہ دائمہ کا فتویٰ قارئین کی معلومات کے لیے شائع کر رہے ہیں۔

کبار علما کی علمی کمیٹی کی طرف سے تجارتی انشورنس اور اس کے تمام گوشوں کے متعلق قرارداد پہلے صادر ہو چکا ہے۔ اس میں یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ اس تجارتی انشورنس میں عظیم نقصانات اور بڑے خطرات پائے جاتے ہیں اور یہ ناجائز طریقے سے لوگوں کا مال ہڑپنے کی گہری چال ہے جسے شریعت مطہرہ حرام قرار دیتی ہے اور بڑی سختی سے منع کرتی ہے۔

اس کے ساتھ کبار علما کی علمی کمیٹی کی طرف سے امدادِ باہمی بیمہ کے جواز سے متعلق ایک قرارداد پاس ہو چکا ہے۔ اس امدادی بیمہ کا مفہوم یہ ہے کہ اہل خیر حضرات کے چندے اکٹھے کیے جائیں جن کا مقصد محتاجوں اور مظلوموں کا تعاون اور دستگیری ہو اور اس رقم سے

Marfat.com

متبرعین کو نہ تو ان کے رقوم لوٹائے جائیں اور نہ ہی انہیں کسی قسم کے منافع یا شیئرز دیے جائیں؛ چونکہ ان کا مقصد کسی طرح کے دنیوی منافع کا حصول نہیں، وہ تو صرف محتاجوں کا تعاون کر کے اللہ تعالیٰ کے ثواب کا حصول چاہتے ہیں اس لیے وہ لوگ اللہ کے اس فرمان:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (المائدہ:2)......

''نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں آپس میں تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کا ساتھ نہ دو۔'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد: ''اللہ تعالیٰ بندہ کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں کوشاں رہتا ہے'' کے مصداق ہیں۔

یہ انشورنس کا مسئلہ بالکل واضح ہے لیکن کچھ ادارے اور کمپنیاں بعد میں حقیقت کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے لگی ہیں اور انہوں نے حرام تجارتی بیمہ کا امدادی بیمہ نام دے دیا ہے، لوگوں کو فریب میں مبتلا کرنے اور اپنی کمپنیوں کی پبلیسٹی اور اس کے جواز کی نسبت کبار علما کی علمی کمیٹی کی طرف کردی ہے، جبکہ یہ بورڈ اس سے بالکل بری ہے چونکہ اس کی قرارداد میں دونوں (یعنی تجارتی اور امدادی انشورنس) کے مابین فرق واضح طور پر موجود ہے، یہ الگ بات ہے کہ نام کی تبدیلی سے حقیقت نہیں بدلتی ہے اور اسی فریب کا پردہ چاک کرنے اور کذب وافتراء کی دیواریں منہدم کر کے لوگوں کے سامنے انشورنس کی صحیح تصویر پیش کرنے کے لیے کبارِ علما کا یہ بیان صادر ہوا ہے۔

بینک سے قرض لے کر بنائی گئی عمارت کے وقف کا حکم

سوال:...... کیا زرعی ترقیاتی فنڈ سے قرض لے کر بنائی گئی عمارت کو وقف کرنا درست ہے جبکہ وہ ہمیشہ کے لیے بینک کا رہن ہو؟

جواب:...... اس مسئلہ میں علما کے مابین اختلاف ہے جس کی بنیاد ایک دوسرے مسئلے پر ہے کہ آیا قبضہ کے بغیر رہن لازم آتا ہے یا نہیں۔ جن کے یہاں بلا قبضہ کے لازم نہیں آتا ان کے نزدیک وقف صحیح ہے اور وہ تمام تصرفات بھی جو ملکیت بدل سکیں، کیونکہ رہن پر قبضہ نہیں ہے، جن کے یہاں بلا قبضہ کے بھی رہن لازم ہو جاتا ہے ان کے نزدیک نہ وقف صحیح

Marfat.com

ہے اور نہ ملکیت کو تبدیل کرنے والا کوئی تصرف صحیح ہے۔ اس سے یہ اندازہ ہوا کہ جب تک بنک کا قرض ادا نہ کر دیا جائے اس وقت تک وقف نہ کیا جائے، اس طرح علما کے اختلاف سے بچنے کے لیے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ''مسلمان اپنی شرائط کے پابند ہیں'' پر عمل بھی ممکن ہو جاتا ہے۔

شادی کا پیغام دینے کے بعد لڑکی کو دیکھنا

سوال:...... شیخ محترم! طلاق کے جہاں بہت سارے اسباب ہیں ان میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ شوہر شادی سے پہلے اپنی بیوی کو نہیں دیکھتا ہے، جبکہ ہمارے مذہب نے اس کو جائز قرار دیا ہے، اس موضوع پر آپ اپنی رائے سے نوازیں؟

جواب:...... بلاشبہ نکاح سے پہلے شوہر کا بیوی کو نہ دیکھنا طلاق کا سبب بن جاتا ہے۔ خاص کر جب بیوی کے اندر وہ اوصاف نہیں پائے جائیں جو شوہر کو بتائے گئے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ممکن حد تک شادی سے پہلے شوہر کے لیے بیوی کو دیکھنا جائز قرار دیا ہے؛ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو شادی کا پیغام دے اور اس عورت کے اندر نکاح کے اسباب کو دیکھنا ہو تو دیکھ لے، یہ چیز دونوں کے درمیان محبت کا اہم سبب ہے۔''

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک عورت کو شادی کا پیغام دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اسے دیکھ لو، اس سے دونوں کے درمیان محبت قائم ہوگی۔''

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ اس نے ایک عورت کو شادی کا پیغام دیا ہے تو آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے اس عورت کو دیکھا ہے؟'' اس نے کہا: نہیں، تو آپ نے فرمایا: ''جاؤ اور اسے دیکھ لو۔''

یہ اور اس مفہوم کی دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح سے پہلے عورت کو دیکھنا

Marfat.com

جائز ہے، اس لیے کہ یہ بہتر انجام اور توفیق کے اعتبار سے بہت مناسب ہے۔

یہ شریعت اسلامیہ کی ایک اہم خوبی ہے کہ اس میں ہر دور کے اعتبار سے بندوں کی فلاح و بہبود اور معاشرے کی سعادت و کامیابی کے تمام اسباب موجود ہیں۔ بابرکت ہے وہ ذات جس نے اسے بنایا اور محکم بنا کر اسے سفینۂ نوح کی حیثیت دی ہے کہ جو اس میں رہ گیا، نجات پا گیا اور اس سے نکل گیا ہلاک ہو گیا۔

اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی عورت سے شادی کا حکم

سوال:...... یہ سوال ہمیشہ بحث کا موضوع بنا رہتا ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں سے شادی کا کیا حکم ہے؟

جواب:...... جمہور اہلِ علم کے نزدیک اہلِ کتاب کی عورت سے شادی جائز اور مباح ہے جیسا کہ سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَ لَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ (المائدہ: 5)

''مومن پاک دامن عورتیں اور ان کی پاک دامن عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی (تمہارے لیے حلال کر دی گئیں) بشرطیکہ عقدِ زواج کی نیت سے ان کا مہر ادا کر چکے ہو، اعلانیہ زنا، یا پوشیدہ طور پر آشنائی کی نیت نہ ہو اور جو ایمان لانے سے انکار کرے گا، اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور وہ آخرت میں گھاٹا پانے والوں میں سے ہوگا۔''

مفسرین کے صحیح ترین قول کے مطابق محصنہ آزاد پاک دامن عورت کو کہتے ہیں۔ حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ تمہارے لیے مومن عورتوں میں سے جو پاک دامن آزاد ہیں ان سے نکاح کرنا جائز اور حلال کر دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ بات بعد والے حکم

Marfat.com

کی تمہید کے طور پر فرمایا ہے اور وہ ہے:

﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾

”ان کی پاک دامن عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی (تمہارے لیے حلال کردی گئیں)۔“

ابن جریر مجاہد کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ اس آیت میں وارد لفظ محصنات سے مراد آزاد عورتیں ہیں، اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ آزاد سے مراد پاک دامن عورت ہے اور یہی جمہور کا قول ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ عورت ذمی ہونے کے ساتھ ساتھ پاک دامن بھی نہ ہو، اور اگر ایسا ہوا تو بالکل بیکار ثابت ہوگی اور اس پر یہی مقولہ صادق آئے گا کہ کریلا نیم چڑھا۔

آیت کریمہ کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ محصنات سے مراد ایسی عورتیں ہیں جن کا دامن زنا سے پاک ہو، جس کی تائید دوسری آیت: ﴿مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ﴾ (النساء:25) ”وہ پاک دامن ہوں زانیہ نہ ہوں، اور پوشیدہ طور پر شناساؤں کو رکھنے والی نہ ہوں۔“ سے ہوتی ہے۔

مفسرین اور علماء کے درمیان آیت کریمہ کے اس شق ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ”ان کی پاک دامن عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی (تمہارے لیے حلال کردی گئیں)“ میں اختلاف پایا جاتا ہے، کہ کیا یہ آیت اہل کتاب کی تمام پاک دامن عورتوں خواہ وہ آزاد ہوں یا لونڈی، سب کو عام ہے؟ اس کے متعلق ابن جریر سلف کی ایک جماعت کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے محصنہ کی تفسیر عفیفہ پاک دامن سے کی ہے، امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ یہاں اہلِ کتاب سے مراد یہودی عورتیں ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد ذمی عورتیں ہیں، حربی نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ (التوبہ:29)

”ان اہل کتاب سے جنگ کرو جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ آخرت کے دن پر۔“

Marfat.com

البتہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نصرانی عورتوں سے شادی کے قائل نہیں ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میرے خیال میں اس سے بڑا کوئی شرک نہیں کہ کوئی نصرانی عورت یہ کہے کہ اس کا رب عیسیٰ ہیں اور مشرکہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ (البقرہ: 221)

ابن ابی حاتم ابو مالک غفاری سے نقل کرتے ہیں کہ جب یہ آیت: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ نازل ہوئی تو لوگ ان عورتوں سے شادی کرنے سے گریز کرنے لگے پھر جب اس کے بعد کی آیت: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ نازل ہوئی تو اہلِ کتاب کی عورتوں سے شادی کرنے لگے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے اہلِ کتاب کی عورتوں سے شادی کی اور اس آیت سے انہوں نے سورۂ بقرہ کی آیت: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ کی تخصیص کر دی۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ اس آیت کے عموم میں اہلِ کتاب کی عورتیں داخل ہیں، تب تو دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

حالانکہ مختلف مقامات پر قرآن کریم کے اندر اہلِ کتاب کا تذکرہ مشرکین سے الگ کیا گیا ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾ (البینہ: 1)

''اہل کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی، وہ کفر سے چھٹکارا پانے والے نہیں یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آجائے۔''

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ (آل عمران: 20)

''اور آپ اہلِ کتاب اور مشرکین عرب سے کہہ دیجئے کہ کیا تم لوگوں نے بھی اپنا

Marfat.com

سر اللہ کے سامنے جھکا دیا؟ پس اگر وہ اسلام لے آئیں گے تو ہدایت پا لیں گے۔"

ابن قدامہ حنبلی اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں:

"اللہ کا شکر ہے اہلِ علم کے مابین اہلِ کتاب کی آزاد عورتوں کے حلال ہونے کے سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور صحابہ کرامؓ میں اس کے قائل: عمر، عثمان، طلحہ، حذیفہ، سلیمان اور جابر وغیرہ ہیں۔ ابن منذر فرماتے ہیں:

((ولا يصح عن أحد من الأوائل أنه حرم ذلك .))

"کسی سلف سے ان عورتوں کی حرمت ثابت نہیں ہے۔"

بلکہ حذیفہ، طلحہ، جارود بن المعلی اور اُذینۃ العبدی ان تمام لوگوں نے اہلِ کتاب کی عورتوں سے شادی کی ہے اور تمام علما اس کے قائل ہیں، صرف ایک فرقہ امامیہ ہے جس نے اہلِ کتاب کی عورتوں کو حرام قرار دیا ہے اور اس آیت قرآنی: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ اور ﴿وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ﴾ "اور تم لوگ اپنی کافر بیویوں کو اپنے پاس نہ رکھو" (الممتحنہ:10) سے دلیل پکڑتے ہیں۔

لیکن ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَ طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ﴾

(المائدہ:5)

"آج تمہارے لیے اچھی چیزوں کو حلال کر دیا گیا اور اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے اور مومن پاک دامن عورتیں اور ان کی پاک دامن عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی (تمہارے لیے حلال کر دی گئیں) بشرطیکہ تم عقدِ زواج کی نیت سے ان کا مہر ادا کر چکے ہو۔"

علاوہ ازیں ہماری دلیل ان عورتوں کی حلت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع بھی ہے۔

Marfat.com

رہا فرقہ امامیہ کا آیت قرآنی: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ اور ﴿وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ﴾ سے دلیل پکڑنا تو ابن عباس کی روایت کے مطابق یہ آیتیں سورۃ المائدہ کی آیت سے منسوخ ہیں، چونکہ یہ دونوں آیتیں سورہ المائدۃ سے پہلے اتری ہیں۔

کچھ دوسرے لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ منسوخ نہیں ہے چونکہ لفظ مشرکین اگر مطلق کہا جائے تو اہلِ کتاب اس میں شامل نہیں ہوں گے۔ اس کی دلیل قرآن کریم کی درج ذیل آیتیں ہیں:

﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾ (البينة:1)

''اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی، وہ کفر سے چھٹکارا پانے والے نہیں یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آجائے۔''

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ﴾ (البينة:6)

''بے شک اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر کیا اور مشرکین۔''

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا﴾

(المائدہ:82)

''آپ مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن یہود اور اہلِ شرک کو پائیں گے۔''

﴿مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ﴾

(البقرہ: 105)

''اور کافر اہلِ کتاب اور مشرکین نہیں چاہتے۔''

ان آیات کے علاوہ اور بھی بہت ساری آیتیں ہیں جو دونوں یعنی اہلِ کتاب اور مشرکین کے مابین فرق پیدا کرتی ہیں اور یہ ثابت کرتی ہیں کہ اگر مطلق لفظ مشرک کہا جائے تو اہلِ کتاب پر اس کا اطلاق نہیں ہوگا، اسی کے قائل سعید بن جبیر اور قتادہ ہیں۔

عدمِ نسخ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ امامیہ نے یہود ونصاریٰ کی عورتوں کی حرمت پر جو

Marfat.com

دلیلیں پیش کی ہیں وہ دلیلیں عام ہیں، وہ تمام کافر عورتوں کو شامل ہیں اور ہم نے اس عموم سے اہلِ کتاب کی عورتوں کی حلت کو خاص کرلیا ہے اور قاعدہ کے مطابق خاص جب ثابت ہو جائے تو اسے عام پر مقدم کرنا واجب ہوگا۔

اس مسئلہ میں اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ کسی کتابیہ سے شادی نہیں کی جائے، چونکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے اہلِ کتاب کی عورتوں سے شادی کرلی تھی طلاق دینے کا حکم دیا تو حضرت حذیفہ کے علاوہ تمام صحابہ کرام نے جنہوں نے شادی کرلی تھی ان عورتوں کو طلاق دے دی، جب حضرت عمر نے حذیفہ سے طلاق دینے کو کہا تو انہوں نے دوبارہ پوچھا کہ کیا آپ یہ گواہی دیتے ہیں کہ یہ حرام ہیں؟ اور دونوں مرتبہ انہوں نے یہی جواب دیا کہ "ھی خمرۃ" وہ نشلی چیز ہے۔ پھر حضرت حذیفہ نے یہ کہا کہ آپ انہیں نشلی سمجھتے ہیں لیکن وہ تو میرے لیے حلال ہیں، لیکن کچھ دنوں بعد انہوں نے بھی طلاق دے دی تو ان سے یہ پوچھا گیا کہ جب آپ کو عمر نے طلاق دینے کا حکم دیا تھا اس وقت آپ نے طلاق کیوں نہیں دی؟ انہوں نے جواب دیا: مجھے یہ بات اچھی نہیں لگی کہ میرے متعلق لوگ یہ کہیں کہ میں نے ایک غیر مناسب کام کرلیا ہے اور مجھے یہ خدشہ بھی پیدا ہوگیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا دل اس کی طرف مائل ہوکر اس کے فتنہ میں مبتلا ہو جائے۔ اور یہ فکر بھی دامن گیر رہی کہ ممکن ہے اس کے ساتھ رہنے پر بچہ پیدا ہو تو اس کا میلان اپنی ماں کی طرف ہو جائے۔"

(المغنی لابن قدامہ)

حافظ ابن کثیر اور ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہما نے اس سلسلے میں جو کچھ بھی لکھا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سورۂ بقرہ کی آیت: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ اور سورۂ مائدہ کی آیت ﴿اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے اور اس عدم تعارض کی دو وجہ ہے:

Marfat.com

پہلی وجہ ہے کہ جب مشرکین مطلق کہا جائے تو اس میں اہل کتاب داخل نہیں ہوں گے چونکہ اللہ تعالیٰ نے بیشتر آیتوں میں دونوں کو الگ الگ ذکر کیا ہے جیسے درج ذیل آیتیں ہیں:

﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾ (البينة: 1)

''اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی، وہ کفر سے چھٹکارا پانے والے نہیں یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آجائے۔''

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا﴾ (البينة: 6)

''بے شک اہلِ کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر کیا اور مشرکین، وہ سب جہنم کی آگ میں داخل ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہیں گے، وہی لوگ بدترین مخلوق ہیں۔''

﴿مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَن يُنَزَّلَ عَلَيْكُم مِّنْ خَيْرٍ مِّن رَّبِّكُمْ﴾ (البقرة: 105)

''اور کافر اہلِ کتاب اور مشرکین نہیں چاہتے کہ آپ کے اوپر آپ کے پروردگار کی جانب سے کوئی خیر نازل ہو۔''

ان آیات کریمہ کے علاوہ بھی بہت ساری آیات ہیں جو اہلِ کتاب اور مشرکین کے درمیان فرق کو واضح کرتی ہیں۔

اس بنیاد پر اہلِ کتاب کی پاک دامن عورتیں ان مشرک عوتوں میں داخل نہیں ہوں گی جن سے شادی کی ممانعت کا حکم سورۂ بقرہ میں موجود ہے، چنانچہ دونوں آیتوں میں کوئی تعارض باقی نہیں رہا۔

لیکن عدم تعارض کی یہ دلیل قابل قبول نہیں ہے، چونکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ جب مشرکین اور مشرکات علی الاطلاق کہے جاتے ہیں تو ان الفاظ میں اہلِ کتاب مرد اور عورت سب شامل

Marfat.com

ہوتے ہیں، چونکہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اہلِ کتاب کافر ومشرک ہیں، یہی وجہ تو ہے کہ وہ بھی مسجدِ حرام میں داخل ہونے سے روک دیے گئے جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾ (التوبہ:28)

''اے ایمان والو! بلاشبہ مشرکین ناپاک ہوتے ہیں، اس لیے اس سال کے بعد وہ مسجدِ حرام کے قریب نہ آئیں۔''

اور مشرکین کے نام میں اہلِ کتاب داخل نہیں ہوتے تو یہ آیت اہلِ کتاب کو شامل نہیں ہوتی، اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ کے عقیدے کا تذکرہ سورۂ براءۃ میں کیا تو اس تذکرہ کے فوراً بعد ہی فرمایا:

﴿وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (التوبہ:31)

''حالانکہ انہیں تو صرف ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام کو (اہلِ کتاب ہوں یا مشرک) مشرک سے موصوف کیا ہے چونکہ یہود عزیر ابن اللہ اور نصاریٰ، مسیح ابن اللہ کہتے تھے اور ان تمام لوگوں نے اپنے احبار اور رہبان کو اللہ کے علاوہ معبود بنا لیا تھا اور یہ تو سب سے قبیح شرک ہے اور اس مفہوم کی بہت ساری آیتیں ہیں۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ سورۂ مائدہ کی آیت آیتِ بقرہ کی تخصیص کرتی ہے اور علمِ اصول کا یہ مشہور اور متفق علیہ قاعدہ ہے کہ خاص عام پر مقدم ہوتا ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ اہلِ کتاب کی پاک دامن آزاد عورتیں مسلمانوں کے لیے حلال ہیں اور وہ ان مشرک عورتوں میں داخل نہیں ہیں جن سے جمہور علما کے نزدیک نکاح کرنا جائز نہیں ہے، جس کی تفصیل صاحب المغنی کے کلام میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

اس توجیہ سے متعلق یہ کہا جائے گا کہ اہلِ کتاب کی عورتوں سے شادی نہ کرنا اور پاک دامن مومن عورتوں ہی سے شادی کرنے پر اکتفا کرتے ہوئے ان عورتوں سے بے نیازی برتنا یہی اولیٰ اور افضل ہے جیسا کہ اس کے متعلق امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے لڑکے عبد اللہ اور سلف صالحین کی ایک جماعت کا موقف رہا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اہلِ کتاب کی عورتوں سے شادی کرنا خطرے کی علامت ہے خاص طور سے آج کے دور میں جس میں اسلام کی اجنبیت عیاں ہو چکی ہے، دین کی سمجھ رکھنے والے صالح افراد کم ہو چکے ہیں اور عورتوں کی طرف لوگوں کا میلان بڑھتا جا رہا ہے اور ہر بات میں ان کی تائید کی جا رہی ہے، وہی لوگ ان عورتوں کی اندھی پیروی سے محفوظ ہیں جنہیں اللہ رکھے، ایسے سنگین حالات میں شوہر سے متعلق یہ خوف لاحق ہے کہ ممکن ہے اس کی کتابیہ بیوی اپنے دین اور اخلاق کی طرف کھینچ لے جائے اور اسی قسم کا خوف ان کی اولاد سے متعلق بھی ہوگا کہ ہوسکتا ہے ان کے بچے اپنی ماں کے دین واخلاق کے متبع ہو جائیں۔ واللہ المستعان.

ایک اعترض کا جواب:

اگر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اہلِ کتاب کی پاک دامن عورتوں کو مسلمانوں کے لیے جائز قرار دیے جانے اور مسلمان کی عورتوں کو اہلِ کتاب کے مردوں کے لیے ناجائز قرار دینے میں کون سی حکمت ہے؟

تو اس اعتراض کا جواب اس طرح دیا جائے گا (اور اللہ زیادہ جانتا ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے اہلِ کتاب کی پاک دامن عوتوں سے شادی اس لیے جائز قرار دیا. چونکہ مسلمان اللہ اور اس کے رسولوں پر اور ان آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں جو ان رسولوں پر نازل کی گئی ہیں بالخصوص موسیٰ بن عمران اور عیسیٰ بن مریم علیہم الصلاۃ والسلام پر جو آسمانی کتابیں توریت اور انجیل کی شکل میں ان پر اتاری گئیں، ان سب پر جب ایمان رکھنے کا اعلان کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وعنایت کے طور پر اور مسلمانوں نے ان اہلِ کتاب پر

Marfat.com

جو احسانات کیے ہیں ان کے بدلے ان مسلمانوں کے لیے اہلِ کتاب کی عورتوں کو جائز قرار دیا۔

اور جب اہلِ کتاب نے محمد ﷺ کا اور ان پر جو عظیم کتاب قرآن نازل ہوئی اس کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مسلمانوں کی عورتوں کو حرام قرار دیا، تاکہ وہ اپنے نبی اور رسول محمد ﷺ جو خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں ان پر ایمان لے آئیں، جب وہ ایمان لے آئیں گے تو ان کے لیے بھی ہماری عورتیں حلال ہو جائیں گی، اور وہ ساری چیزیں جائز ہوں گی جو ہمارے لیے جائز ہیں اور وہ چیزیں حرام ہو جائیں گی جو ہمارے لیے حرام ہیں۔

اللہ سبحانہ عادل حاکم ہے وہ اپنے بندوں کے حالات سے باخبر اور ان کے مصالح کو بہت اچھی طرح جانتا ہے، جملہ خیر میں اس کی حکمت جلوہ گر ہے، اس کی ذات گمراہ اور کافر انسانوں اور تمام شرک کرنے والوں کی باتوں سے مبرا اور منزہ ہے۔

اس جواز وعدم جواز میں دوسری حکمت یہ ہے کہ عورت کی ذات کمزور ہوتی ہے وہ جلد ہی شوہر کی پیروی اور اطاعت کرنے لگتی ہے، ایسی صورت میں اگر مسلم عورت اہلِ کتاب کے مردوں کے لیے جائز قرار دی جائے تو یہ شادی اکثر عورتوں کو اپنے شوہروں کے دین کی طرف مائل کر دے گی، اس لیے حکمتِ الٰہی کے تقاضے کے مطابق مسلمان کی عورت اہل کتاب پر حرام کر دی گئی۔

عورت کے سرین میں جماع کرنے کا حکم

سوال:...... عورت کے سرین میں جماع کرنے، یا حیض اور نفاس کی حالت میں جماع کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب:...... عورت کے سرین میں یا حیض اور نفاس کی حالت میں جماع کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ یہ گناہِ کبیرہ ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوهُنَّ مِنْ

Marfat.com

حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾

(البقرۃ:223-222)

''یہ لوگ آپ سے حیض والی عورتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے یہ گندگی ہے، اس لیے حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو، اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ، جب وہ پاک ہو جائیں تو جہاں سے اللہ نے آنے کا حکم دیا ہے وہاں سے آؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے، تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں اپنی کھیتی میں جیسے چاہو جاؤ۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا کہ حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہنا، اور پاک ہونے تک ان کے قریب نہ جانا واجب ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ حیض اور نفاس کی حالت میں عورتوں سے جماع کرنا حرام ہے، جب وہ غسل کر کے پاک صاف ہو جائیں تو جماع کرنا چاہیے۔ لیکن یہ جماع شرمگاہ میں ہو، اس لیے کہ وہی کھیتی کی جگہ ہے، سرین کھیتی کی جگہ نہیں ہے، یہ تو گندگی اور پاخانہ کی جگہ ہے۔ اس لیے بیوی کے سرین میں جماع کرنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ یہ گناہِ کبیرہ ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

''ملعون ہے وہ شخص جو اپنی بیوی کے سرین میں جماع کرتا ہے۔''

دوسری حدیث میں آپ نے ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نہیں دیکھے گا جس نے کسی مرد یا عورت کے سرین میں جماع کیا۔''

عورت کے سرین میں جماع کرنا لواطت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کے بارے میں فرمایا:

﴿اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾

(العنکبوت:28)

Marfat.com

''تم لوگ ایسی برائی کر رہے ہو جسے دنیا کے کسی شخص نے اب تک نہیں کیا۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے قوم لوط کا عمل کیا اس پر اللہ کی لعنت ہو۔''

یہ بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمائی۔

چنانچہ تمام مسلمانوں کے لیے واجب ہے کہ اس فعلِ شنیع سے اور ہر اس کام سے بچیں جسے اللہ تعالیٰ سے حرام قرار دیا ہے اور تمام شوہروں پر واجب ہے کہ وہ اس برائی سے الگ رہیں۔ اسی طرح تمام بیویوں پر بھی یہ واجب ہے کہ اس سے بچیں اور حیض، نفاس اور سرین میں شوہروں کو جماع نہ کرنے دیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلمانوں کو ہر اس کام سے محفوظ رکھے جس سے شریعت اسلامیہ کی مخالفت ہوتی ہے۔

اجنبی عورت سے مصافحہ کا حکم

سوال:...... اجنبی عورت سے مصافحہ کا کیا حکم ہے؟ اگر وہ اپنے ہاتھ پر کپڑا یا دوسری کوئی چیز رکھ کر مصافحہ کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور کیا مصافحہ کرنے والے کے جوان یا بوڑھا ہونے یا عورت کے بوڑھی ہونے سے مصافحہ کے حکم میں فرق پڑ سکتا ہے؟

جواب:...... محرم کے علاوہ دوسرے کسی مرد کے لیے عورتوں سے مصافحہ کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے، خواہ عورتیں جوان ہوں یا بوڑھی، اسی طرح مصافحہ کرنے والے خواہ جوان ہوں یا بوڑھے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے دونوں کے فتنہ میں واقع ہونے کا خطرہ ہے اور نبی کریم ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ یہ ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

''میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ نے کبھی کسی عورت کا ہاتھ نہیں چھوا، آپ کلام کے ذریعہ سے عورتوں سے بیعت لیا کرتے تھے۔''

ہاتھوں پر کسی حائل کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اس لیے کہ ممانعت

Marfat.com

کی دلیلیں عام ہیں، نیز اس ممانعت پر عمل کے ذریعہ فتنہ پر آمادہ کرنے والے ذرائع کا سدباب کیا جاسکے گا۔

عورتوں کو بوسہ دینے کا حکم

سوال:...... میں اپنے گھر اور خاندان والوں سے چھ ماہ یا کبھی مکمل ایک سال کی جدائی کے بعد ملتا ہوں، جب گھر پہنچتا ہوں تو بڑی چھوٹی تمام عورتیں میرا پر جوش خیر مقدم کرتی ہیں اور شرم وحیا کے ملے جلے جذبات کے ساتھ مجھے بوسہ دیتی ہیں، حق تو یہ ہے کہ ہمارے ہاں عورتوں کی یہ عام عادت بن چکی ہے۔ میرے خاندان کے لوگ بزعم خویش اسے فعل حرام نہیں سمجھتے۔ لیکن میں الحمدللہ اسلامی تہذیب کا دلدادہ ہوں، اس لیے یہ سب دیکھ کر پریشان ہوں، میں عورت کو بوسہ دینے کی تلافی کس طرح کروں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ بوسہ کے بجائے اگر میں صرف مصافحہ کروں تو وہ مجھ سے ناراض ہو جائیں گی اور کہیں گی کہ میں ان کا احترام نہیں کرتا، ان سے نفرت کرتا ہوں اور یہ کہ ان کے ساتھ محبت کا مظاہرہ نہیں کرتا ہوں۔ اگر انہیں بوسہ دوں تو کیا میں گنہگار ہوں گا؛ حالانکہ بوسہ دیتے ہوئے میری نیت بری نہیں ہوتی؟

جواب:...... کسی مسلمان کے لیے اپنی بیوی یا محرم کے علاوہ دوسری کسی عورت سے مصافحہ کرنا یا اسے بوسہ دینا جائز نہیں ہے؛ بلکہ یہ فعل حرام ہے اور فتنہ و بے حیائی کے انتشار کا سبب ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

''میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔''

اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے کبھی کسی عورت کا ہاتھ مس نہیں ہوا۔ آپ کلام کے ذریعہ سے عورتوں سے بیعت لیا کرتے تھے۔''

غیر محرم عورتوں سے مصافحہ کرنے کے مقابلے انہیں بوسہ دینا اور بھی برا فعل ہے۔ خواہ چچا کی بیٹیاں ہوں یا ماموں کی، پڑوس کی عورتیں ہوں یا قبیلہ کی، یہ تمام عورتیں اجماعاً حرام ہیں، نیز یہ فعل فحاشیوں کے ارتکاب کا بہت بڑا وسیلہ ہے، چنانچہ اس سے بچنا مسلمانوں پر

Marfat.com

واجب ہے، نیز رشتہ داروں اور غیر رشتہ داروں کو اس کی حرمت کا قائل بنانا بھی واجب ہے۔ کسی کے رشتے دار یا اہل شہر اس فعل کے عادی کیوں نہ ہوں پھر بھی اس کے لیے یہ فعل جائز نہیں ہے۔ بلکہ اس کی نکیر کرنا اور معاشرہ کو اس سے بچنے کی تلقین کرنا واجب ہے۔ عورتوں سے سلام کرتے وقت مصافحہ کرنے یا بوسہ دینے کے بجائے کلام استعمال کرنا کافی ہے۔

جماع کی خواہش کم کرنے کے لیے دواؤں کا استعمال

سوال:...... کیا کسی شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ جماع کی خواہش کم کرنے کے لیے کچھ دواؤں کا استعمال کرے؟

جواب:...... ایسی دوائیں جن سے خواہشاتِ نفسانی تو دب جاتی ہیں بالکلیہ ختم نہیں ہوتیں تو ان کا استعمال کرنا جائز ہے چونکہ اس میں ظاہری مصلحت پائی جاتی ہے۔

رضاعی بہن سے شادی کرنے کا حکم

سوال:...... میں ایک نوجوان ہوں، میں نے اپنے ماموں کی بڑی لڑکی کے ساتھ دودھ پیا ہے، بعد میں اس کی دوسری بہنیں پیدا ہوئیں، بڑی بہن کی شادی ہو چکی ہے۔ کیا میرے یا میرے کسی بھائی کے لیے اس کی بہنوں میں سے کسی کا ہاتھ مانگنا جائز ہے؟

جواب:...... اگر آپ نے اپنے ماموں کی بیوی سے ابتدائی دو سالوں میں پانچ رضعت یا اس سے زائد دودھ پیا ہے تو آپ کی تمام ماموں زاد بہنیں آپ کی بہن ہوں گی۔ اب ان میں سے کسی کے ساتھ شادی کرنا آپ کے لیے جائز نہیں رہا؛ البتہ آپ کے بھائیوں نے آپ کی ممانی سے دودھ نہیں پیا ہے، لہٰذا ان کے لیے ماموں کی بیٹیوں سے شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ بشرطیکہ ان کے درمیان رضاعت نہیں ہو۔ ماموں کی بیوی سے آپ کا دودھ پینا آپ ہی تک محدود ہے، اس لیے آپ کے بھائیوں کے لیے ماموں زاد بہنیں حرام نہیں ہوں گی۔ واللہ ولی التوفیق

اخبارات کو دسترخوان کے لیے استعمال کرنے کا حکم

سوال:...... کیا کھانا کھانے کے لیے دسترخوان کی طرح اخبار کو استعمال کرنا جائز ہے،

Marfat.com

اگر نہیں تو پڑھنے کے بعد اس کا کیا کیا جائے؟

جواب:...... اگر اخبارات میں آیاتِ قرآنیہ یا اللہ تعالیٰ کا ذکر لکھا ہو تو انہیں کھانا کھانے کے لیے دستر خوان کے طور پر استعمال کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح سامان رکھنے کے لیے ان کا لفافہ بنانا یا ایسے کام میں استعمال کرنا جس سے اس کی اہانت ہوتی ہو جائز نہیں ہے۔ مذکورہ صورت میں انہیں مناسب جگہ پر رکھ کر محفوظ کر دینا یا جلا ڈالنا یا پھر انہیں پاک وصاف جگہ پر دفن کر دینا واجب ہے۔

شادی کرنے میں بھی والدین کی اطاعت ضروری ہے

سوال:...... میں ایک ثیبہ (شوہر دیدہ) سے شادی کا خواہش مند ہوں، میرے والد راضی ہیں، لڑکی اور اس کے اہل خانہ بھی راضی ہیں۔ صرف میری والدہ تیار نہیں ہیں وہ اس رشتہ کو ناپسند کرتی ہیں۔ کیا میں اپنی والدہ کی پسند ناپسند کی پروا کیے بغیر اس عورت سے شادی کر سکتا ہوں؟ کیا شادی کر لینے کے بعد میں اپنی والدہ کا نافرمان کہلاؤں گا؟ آگاہ فرمائیے اللہ تعالیٰ جزائے خیر سے نوازے۔

جواب:...... والدہ کا بہت بڑا حق ہے اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا ایک اہم فریضہ ہے۔ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ جس عورت کو آپ کی والدہ ناپسند کرتی ہیں اس سے شادی نہ کریں۔ اس لیے کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ آپ کی خیر خواہ ہیں۔ ہوسکتا ہے انہیں اس عورت کے اخلاق سے متعلق ایسی باتوں کا علم ہو جو آپ کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہیں۔ ویسے آپ کو اس کے علاوہ بھی بہت سی عورتیں مل سکتی ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾

(الطلاق:3-2)

”جو شخص اللہ سے ڈرے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی نہ کوئی راہ نکال دیتا ہے، اور اس کو ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا ہے۔“

اس میں کوئی شک نہیں کی والدہ کی دل جوئی وفرمانبرداری تقویٰ میں سے ہے۔ الا یہ کہ

Marfat.com

والدہ دین دار نہ ہو اور مخطوبہ دین دار اور تقویٰ والی ہو، اگر بات ایسی ہی ہو جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے تو پھر اس معاملہ میں آپ پر والدہ کی اطاعت لازم نہیں ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوْفِ .))

''اطاعت صرف نیک کاموں میں ہے۔''

اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ایسے کام کرنے کی توفیق دے جس سے وہ راضی ہو، نیز جو چیز آپ کے حق میں مفید ہو اور آپ کے دین و دنیا کے لیے کارآمد ہو اسے آپ کے لیے آسان بنادے۔

اجرت پر قرآن کریم پڑھنے کا حکم

سوال: ...... اجرت پر لوگوں کے لیے قرآن کریم پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ جواب سے نوازیئے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

جواب: ...... اگر لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم دینا اور اسے یاد کرانا مقصود ہو تو علما کے دو اقوال میں صحیح تر قول کے مطابق اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کی دلیل وہ صحیح حدیث ہے جس میں ڈسے گئے شخص کے لیے اجرت کی شرط کے ساتھ قرآن پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔ نیز اسی حدیث میں آپ کا یہ فرمان بھی ہے:

''جن چیزوں میں تم اجرت لینے کے زیادہ مستحق ہو وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔''

(بخاری)

اور اگر قراءتِ قرآن کا مقصد تقریبات وغیرہ میں فقط اس کی تلاوت ہو تو اس پر اجرت لینا جائز نہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ اس کی حرمت کے بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف کا مجھے پتہ نہیں ہے۔

ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنے کا حکم

سوال: ...... ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنے کا کیا حکم ہے؟

Marfat.com

جواب: ...... اشارہ سے سلام کرنا جائز نہیں ہے، سلام کے بارے میں سنت یہ ہے کہ سلام کرنے اور جواب دینے میں زبان استعمال کی جائے۔ اشارہ سے سلام کرنا اس وجہ سے جائز نہیں کہ اس میں کافروں کی مشابہت کے ساتھ اللہ کے بیان کردہ طریقے کی مخالفت ہوتی ہے۔

تاہم اگر کوئی دور ہونے کی بنا پر زبان سے سلام کرنے کے ساتھ ہاتھ کا بھی اشارہ کر دے تاکہ یہ سمجھ سکے کہ اسے سلام کیا جارہا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیوں کہ اس قسم کی روایتیں ملتی ہیں، اور اگر کوئی مسلمان نماز میں مشغول ہو تو اشارہ کے ذریعہ سے سلام کا جواب دے سکتا ہے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح سنت سے ثابت ہے۔

یہودی و مسیحی ممالک سے درآمد گوشت کا حکم

سوال: ...... باہر ممالک سے درآمد گوشت اور فریز کی ہوئی مرغیوں کو جن کے مذبوح ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کچھ پتہ نہیں ہوتا بعض علما خریدنے کی اجازت نہیں دیتے، آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب: ...... اگر یہ گوشت یہودی و مسیحی ممالک سے درآمد کیے گئے ہیں تو ان کا کھانا حلال ہے الا یہ کہ اس کے حرام ہونے کی کوئی دلیل واضح ہو جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُ وَ طَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَ طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ﴾ (المائدة:5)

”آج تمہارے لیے ساری پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں، اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے۔“

اہل کتاب کے بعض ممالک میں ایسے ”مذابح“ (ذبیحہ خانوں) کے پائے جانے سے جہاں غیر اسلامی طریقے پر جانور ذبح کیے جاتے ہیں، اہل کتاب کے ملکوں سے درآمد ذبیحے کو حرام قرار دینا اس وقت تک مناسب نہیں ہے جب تک اس بات کی معرفت نہ ہو کہ فلاں

Marfat.com

ذبیحہ اسی مذبح کا ہے جو غیر اسلامی طریقے پر جانور ذبح کرتا ہے۔ اس لیے کہ اشیاء کی اصل اباحت اور درستگی ہے تا آنکہ ایسی چیز کا علم ہو جائے جو اس کے برخلاف حکم کا تقاضا کرتی ہو۔

بطور زینت پرندوں کو پنجروں میں بند رکھنے کا حکم

سوال:...... زینت و آرائش اور اس قسم کے دوسرے مقاصد کے لیے پرندوں کو پنجروں میں بند رکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب:...... اگر پرندوں کے ساتھ بہتر سلوک کیا جائے اور ان کے کھانے پینے میں کوئی کمی نہ ہو تو میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔

دوسروں کے خون سے علاج کرانے کا حکم

سوال:...... دوسرے کا خون لے کر علاج کرانے کا کیا حکم ہے؟

جواب:...... جب دوسرے کے خون کی ضرورت آن پڑے تو ڈاکٹر کی نگرانی اور اس کی اس رپورٹ کے بعد کہ خون دینے والے کو کوئی نقصان نہ ہوگا ایک بھائی کا اپنا خون دے کر دوسرے کی مدد کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ ارشاد باری ہے:

﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ﴾

(الأنعام:119)

”اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تم پر حرام کیا ہے اس کی تفصیل بیان کر دیا ہے الا یہ کہ تم کسی کام کے کرنے پر مجبور ہو جاؤ۔“

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”مسلمان بھائی بھائی ہیں نہ تو کوئی کسی پر ظلم کرتا ہے نہ دشمن کے حوالے کرتا ہے۔ جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے۔“ (متفق علیہ)

اس معنی کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔

Marfat.com

کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا حکم

سوال:...... اگر بدن یا کپڑے پر چھینٹا نہ پڑے تو کیا آدمی کھڑے ہو کر پیشاب کر سکتا ہے؟

جواب:...... کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، خصوصاً اس صورت میں جبکہ اس کی ضرورت ہو، جگہ ایسی ہو کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والے کی شرمگاہ دیکھی نہیں جا سکتی ہو اور پیشاب کا چھینٹا پڑنے کا بھی خطرہ نہ ہو، اس لیے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ ایک قوم کے کوڑا خانہ کے پاس تشریف لائے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔'' (متفق علیہ)

لیکن بیٹھ کر پیشاب کرنا افضل ہے، کیونکہ آپ ﷺ کا معمول یہی تھا۔ نیز اس سے شرمگاہ زیادہ پوشیدہ رہتی ہے اور پیشاب کا چھینٹا پڑنے کا بھی امکان نہیں ہوتا۔

کیا غیر مسلم کی مدد کرنے سے وہ بھائی ہو جاتا ہے

سوال:...... اگر ایک مسلمان کسی غیر مسلم کی مدد کرے تو کیا اس کا بھائی ہو جائے گا؟

جواب:...... اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو یا غیر حربی کافروں کو امداد دیتا ہے تو اس سے وہ بھائی نہیں ہو جاتا، اسی طرح اگر امداد دینے والی عورت ہو تو اس کا وہ محرم نہیں بن جاتا۔ لیکن اس احسان کے بدلے اس کو ثواب ضرور ہوتا ہے اگر چہ امداد حاصل کرنے والا کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اَحۡسِنُوۡا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ﴾ (البقرة:195)

''احسان کرو، اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿لَا یَنۡھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَلَمۡ یُخۡرِجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡھُمۡ وَتُقۡسِطُوۡا اِلَیۡھِمۡ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ﴾ (الممتحنہ: 8)

Marfat.com

"اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا ہوتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔"

نیز آپ کا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا رہتا ہے۔"

یہ دونوں حدیثیں مسلمانوں کی حاجت روائی کے بارے میں ہیں، صحیحین میں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کی اجازت دے رکھی تھی؛ حالانکہ ان کی ماں کافرہ تھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کفارِ مکہ کے درمیان صلح ہوئی تھی۔

جہاں تک حربی کافروں کی مدد کا سوال ہے تو کسی بھی طریقے سے ان کی امداد کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کرنا نواقضِ اسلام میں شمار ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ (المائدہ: 51)

"اور تم میں سے کوئی انہیں اپنا دوست بناتا ہے تو اس کا شمار انہی میں ہے۔"

کافروں کے لیے ترجمہ قرآن چھونے کا حکم

سوال:...... میرے پاس انگریزی زبان میں قرآن کے معانی کا ترجمہ ہے، کیا کوئی کافر اس ترجمہ قرآن کو چھو سکتا ہے؟

Marfat.com

جواب:...... قرآن کریم کا ترجمہ خواہ انگریزی زبان میں ہو یا کسی دوسری زبان میں کافر کے لیے اس کا چھونا جائز ہے، اس لیے کہ ترجمہ معانی قرآن کی تفسیر کو کہتے ہیں اسے قرآن کا حکم نہیں دیا جا سکتا بلکہ اس پر تفسیر کا اطلاق ہوگا اور تفسیر کی کتابوں کو کافر بھی چھو سکتا ہے اور ایسے لوگ بھی جن پر وضو اور غسل واجب ہے، یہی حال حدیث وفقہ اور ادب عربی کی کتابوں کا ہے۔

❀❀❀❀

Marfat.com

بروفات حسرت آیات

علامہ شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ

(از:......مولانا ابوالبیان حماد عمری ماہنامہ راہ اعتدال عمر آباد)

لائق حمد و ثنا پروردگار بے نیاز
ہے وہ عالم آفریں، ہے کار فرما کار ساز
ہے رداء اس کی جو عظمت، کبر ہے اس کی اِزار
زیب دیتا ہے اسی کو جب کرے وہ فخر و ناز
قبضۂ قدرت میں اس کے موت بھی ہے زیست بھی
بندہ پرور بھی وہی ہے اور وہی بندہ نواز
زندہ و باقی وہی اک ذات ہے فانی تمام
زندگی ہو مختصر یا عمر ہو جائے دراز
سرورِ عالم پہ ہوں بے پایاں صلوٰت و سلام
پاک طلعت، پاک طینت، پاک سیرت، پاک باز
ہو گئے اللہ کو پیارے وہ پیارے خلق کے
جن کو کہتے تھے سبھی عبد العزیز اور ابن باز
حافظ قرآں بھی تھے عالم بھی تھے عارف بھی تھے
مفتیِ اعظم بھی تھے، وہ پیکرِ عجز و نیاز
دی بصیرت بھی فراست بھی انہیں اللہ نے
وہ بصارت سے اگرچہ ہو گئے تھے بے نیاز

Marfat.com

عالم اسلام میں علمائے حق یوں ہیں بہت
ان کو بخشا تھا مگر اللہ نے ہر امتیاز

وہ کبھی کرتے نہ تھے شاہ وگدا میں کچھ بھی فرق
ایک ہی ان کی نگاہوں میں تھے محمود و ایاز

ان کی قدر و منزلت ہر شہر میں ہر ملک میں
شام ہو یا ہو فلسطیں یا ہو وہ مصر و حجاز

عابد پروردگار و زاہد شب زندہ دار
قابل صد رشک تھی ان کی دعا ان کی نماز

فیض ان کا عام تھا جو دو سخا ان کی سرشت
ڈھونڈتے تھے خرچ کرنے کے لیے وجہِ جواز

وقف کر دیتا ہے جو بھی زندگی حق کے لیے
کیوں نہ ہو دارین میں وہ سر بلند و سرفراز

کاش مل جائے الٰہی پھر کوئی نعم البدل
کر عطا حماد کو بھی ان کا کچھ سوز و گداز (1)

---

(1) یہ قیمتی اشعار جناب مولانا ابو البیان حماد عمری حفظہ اللہ کے ہیں۔ آپ کا نام عبد الرحمٰن ہے۔ آپ کے والد کا نام عبد اللطیف خان اور والدہ کا نام آسیہ بیگم ہے۔ آپ کی ولادت 25 جولائی 1923ء کو کرناٹک میں مالور علاقے کی ایک بستی میں ہوئی۔ آپ کو عمر کوئی تیرہ سال کی تھی کہ آپ کا داخلہ ہندستان کے ایک نامی گرامی ادارہ "جامعہ دار السلام عمر آباد، تامل ناڈو" میں ہوا۔ یہ سن 1936ء کی بات ہے۔ وہاں آٹھ نو سال مسلسل تعلیم حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ سن 1945ء میں آپ کی فراغت ہوگئی۔ آپ پڑھنے لکھنے میں بڑا شوق رکھتے تھے۔ آپ کی علمی لیاقت کو دیکھتے ہوئے جامعہ دار السلام عمر آباد کے ذمہ داران نے آپ کو وہیں پڑھانے کی پیشکش کی۔ چنانچہ سن 1945ء میں آپ نے وہیں سروس شروع کر دی۔ اس وقت ملک میں آزادی کی لہر ہر طرف دوڑ چکی تھی اور ہندستان سے انگریزوں کو ختم کرنے کی کوششیں جاری تھیں۔ اس وقت آپ نوجوان تھے اور یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ ویسے شاعری کا آغاز تو آپ نے سن 1938ء ہی میں کر دیا تھا۔ آپ نے حکیم فضل الرحمٰن سواتی رحمہ اللہ سے طب کی تعلیم بھی حاصل کی ہے۔ 1950ء میں آپ کی شادی زہرہ بتول نامی خاتون ایم اے سے ہوئی۔

Marfat.com

آپ کی علمی خدمات کے کے باب میں اتنا ہی لکھ دینا کافی ہے کہ آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ شیخ ضیاء الرحمٰن اعظمی جیسے قابل شخصیت کا شمار بھی آپ کے شاگردوں میں سے ہوتا ہے جو کہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے استاذ کرسی رہ چکے ہیں اور جن کی علمی کاوشوں کا دور دور تک شہرہ ہے۔ تدریسی خدمات کے ساتھ آپ نے کئی ایک کتابیں بھی تالیف فرمائی ہیں۔ مثلاً: تاریخ کا ایک گمشدہ ورق اور سفرنامۂ حجاز وایران۔ شعری وشاعری چونکہ آپ کا پسندیدہ فن ہے اور عمر آباد میں جب بھی سالانہ مشاعرہ ہوتا ہے آپ ہندستان کے کونے کونے سے آئے ہوئے شعراء پر حاوی رہتے ہیں۔ اس لیے ایک شاعر ہوتے ہوئے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ کا کوئی شعری مجموعہ نہ ہو؛ جبکہ ایک سچا شاعر اپنے لہو کو نچوڑ کر شعر کا ایک ایک مصرعہ بناتا ہے۔ چنانچہ آپ کے نچوڑے ہوئے لہو کا ایک شعری مجموعہ ''نغماتِ حمد ونعت'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے اور ایک دوسرا مجموعۂ کلام ''نظمیں اور غزلیں'' کے نام سے شائع ہوا چاہتا ہے۔

آپ نے علمی خدمات کا ایک چھوٹا سا عکسیہ بھی ہے کہ آپ نے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''المنبہات'' کا اردو میں ترجمہ کیا تھا جو ''تازیانے'' کے نام سے کارخانہ تجارت لاہور سے 1950ء میں منظر عام پر آیا اور اس کا دوسرا ایڈیشن پرنٹنگ پریس ہاؤس بنگلور سے شائع ہوا۔

آپ ایک نیک طینت اور حساس طبیعت کے مالک ہیں۔ آپ ایک تہجد گزار انسان ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے خواب کی تعبیر میں ید طولیٰ عنایت فرمایا ہے۔ آپ خواب کی تعبیر چٹکی بھرتے ہی بتا ڈالتے ہیں۔ مجھے بھی ایک خواب کی تعبیر بتلائی تھی جو صد فیصد صحیح نکلی۔ میرے اس خواب اور اس کی تعبیر کی تفصیل آپ میری کتاب ''علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ، یادوں کے سفر میں'' (35,39) میں پڑھ سکتے ہیں۔

مختصر یہ کہ آپ نے اپنی شاعری اور تدریس سے نہ جانے کتنے دلوں پر حکمرانی کی اور آج بھی کر رہے ہیں۔ فی الوقت آپ جامعہ دار السلام عمر آباد کے کئی ایک مشن سے جڑے ہوئے ہیں جن میں ماہنامہ راہِ اعتدال کی سرپرستی وغیرہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آمین

❀❀❀❀

Marfat.com

آہ حضرت بن باز!

سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کے سانحۂ ارتحال...

(از:......ڈاکٹر عبدالرقیب ثاقب، ڈڈلی برطانیہ)

جب قضا و قدر کے محکم اشارے ہو گئے
حضرتِ ابن باز بھی اللہ کو پیارے ہو گئے

ابن عبداللہ تھے، علامہ شیخ عبدالعزیز
مفتی اعظم تھے ، مشفق ، مہرباں ، ہردلعزیز

تھے بصارت سے اگرچہ شیخ صاحب بے بصیر
پر بصیرت پر تھے قادر وہ بفیضانِ قدیر

آنکھ والوں سے زیادہ کام دیں کا کر گئے
رہتی دنیا تک بالآخر نام اپنا کر گئے

شیخ صاحب کا تھا علمی فیض جاری شش جہات
استفادہ ان سے کرتے رہتے تھے سب جامعات

بے بہا دیتے رہے وہ اپنی جیبِ خاص سے
اور سدا دیتے رہے وہ اپنی جیبِ خاص سے

مستحق طلبا کی کرتے تھے کفالت وہ سدا
اور علما کی بھی کرتے تھے وکالت وہ سدا

تھے محدث اور مفسر ، مجتہد شیخ الحدیث
اور فقیہِ عصر حاضر ، مجتہد شیخ الحدیث

Marfat.com

عابد و زاہد ، موحد ، داعی سنت تھے وہ
اک ولی اللہ تھے ، اسلاف کی عظمت تھے وہ

"اتقوا اللہ" سے وہ کرتے بادشاہوں کو خطاب
ڈر نہ تھا چھن جائے منصب اور نہ کچھ خوف ِ عتاب

نیکیاں ان کی رقم کرنے کو دیواں چاہیے
خوبیاں ان کی بیاں کرنے کو "سحباں" چاہیے

سب مسالک کے نمایندے تھے ان کے پاس جمع
جب ہوئے بے تاب پروانے تو بس بجھ گئی شمع

کر معاف ان کی خطائیں ، بخش دے ربِ غفور
اعلیٰ علیین میں پہنچا انہیں ربِ شکور

ہم کو ان کے وصف اپنانے کی تو ، توفیق دے
پھر ہر اک انساں کو پہنچانے کی تو ، توفیق دے

پھول اس اجڑے گلستاں میں کوئی پھر کھل تو جائے
پھر کوئی نعم البدل ہم کو الٰہی مل تو جائے

❀❀❀❀

Marfat.com

علامہ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات وتصنیفات

قارئین کرام! علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ باوجودیکہ بہت ہی مشغول انسان تھے۔ صبح سے شام تک اور شام سے رات سونے تک خواہ کوئی بھی وقت ہو، آپ اس میں کام ہی کر رہے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل تھا کہ آپ کے اوقات میں بہت زیادہ برکت ہوا کرتی تھی۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ آپ نے اتنی ساری ذمے داریاں سنبھالنے کے باوجود بھی درجنوں کتابیں تالیف وتصنیف فرمائیں اور اپنے پیچھے اپنی تالیف وتحقیق اور فتاوے کا انبار چھوڑ گئے۔ میں یہاں آپ کی کتابوں کی فہرست حروف تہجی کے اعتبار سے لکھ رہا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں:

(أ، ب)

(۱) إتحاف الأمجاد باجتناب تغيير الشيب بالسواد، تقديم وتعليق: ۱۵۰ ص.

(۲) الأجوبة المفيدة عن بعض رسائل العقيدة.

(۳) أخلاق المؤمنين والمؤمنات، دار العلم للجميع للنشر الرياض.

(٤) الأدلة الكاشفة لأخطاء بعض الكتاب، مؤسسة النور للطباعة ۱۳۸۵هـ، ٦٤ ص.

(۵) الأدلة النقلية والحسية على إمكان الصعود إلى الكواكب وعلى جريان الشمس وسكون القمر، دار الإفتاء الرياض ۱٤۰۲هـ، ۱۱۸ ص.

(٦) الأذكار التى تقال بعد الفراغ من الصلاة.

(۷) أصول الإيمان، دار الشريف الرياض.

(۸) إعصار التوحيد يحطم وثن الصوفية، دار القاسم الرياض، ۱٤۱۸هـ.

Marfat.com

(٩) إقامة البراهين على حكم من استغاث بغير الله أو صدّق الكهنة والعرّافين، مكتبة دار السلام الرياض ١٤١١هـ.

(١٠) الإمام محمد بن عبد الوهاب دعوته وسيرته، الدار السعودية للنشر بجدة ١٣٨٥هـ.

(١١) أهمية التزام الأقلية المسلمة بالإسلام.

(١٢) أهمية العلم فى محاربة الأفكار الهدامة.

(١٣) إيضاح الحق فى دخول الجني في الإنسي والرد على من أنكر ذلك، مكتبة الصديق بالطائف ١٤١٧هـ.

(١٤) بيان التوحيد.

(١٥) بيان معنى كلمة لا إله إلا الله، دار العلم لجميح بالرياض ١٤١١هـ.

(ت، ث)

(١٦) التبرج وخطر مشاركة المرأة للرجل في ميدان عمله، مكتبة المعارف بالرياض ١٤٠٦هـ.

(١٧) التحذير من البدع، دار الاعتصام بالقاهرة ١٣٧٨هـ.

(١٨) التحذير من القمار وشرب المسكر، مكتبة الصفحات الذهبية ١٤٠٠هـ.

(١٩) التحذير من الإسراف والتبذير.

(٢٠) التحذير من المغالاة في المهور والإسراف في حفلات الزواج، مكتبة الصفحات الذهبية ١٤٠٠هـ.

(٢١) تحفة الأخيار ببيان جملة نافعة مما ورد في الكتاب والسنة من الأدعية والأذكار، دار الإفتاء بالرياض ١٤٠٩هـ.

(٢٢) التحقيق والإيضاح لكثير من مسائل الحج والعمرة والزيارة على ضوء الكتاب والسنة، المطبعة السلفية بالقاهرة ١٣٧٦هـ.

Marfat.com

(٢٣) تنبيه الخلاف على بطلان ما شاع بين الأنام من حديث النور المنسوب لمصنف عبد الرزاق، دار اليقين بالرياض ١٤٠٢هـ.

(٢٤) تنبيه هام على كذب الوصية المنسوبة للشيخ أحمد خادم الحرم النبوى، دار الإفتاء بالرياض ١٤٠٥هـ.

(٢٥) تنبيهات هامة وفتاوى في بيان بطلان المعاملات الربوية والمصرفية، مكتبة السنة بالقاهرة ١٤٠٩هـ.

(٢٦) التنبيهات اللطيفة على ما احتوت عليه العقيدة الواسطية من المباحث المنيفة، تعليق.

(٢٧) تنبيهات هامة على ما كتبه محمد علي الصابوني في صفات الله عز وجل، الدار السلفية بالكويت ١٤٠٤هـ.

(٢٨) التبيان في سجدات القرآن، تعليق، دار المنار بالرياض ١٤٠٩هـ.

(٢٩) ثلاث رسائل في الصلاة (أ. كيفية صلاة النبى ﷺ، ب. وجوب أداء الصلاة في الجماعة، ج. أين يضع المصلي يديه بعد الرفع من الركوع؟)، دار الوفا بجدة ١٤٠٠هـ.

(٣٠) ثلاث رسائل (١. العقيدة الصحيحة وما يضادها، دار عالم الكتب بالرياض ١٤٠٨هـ، ٢. الدعوة إلى الله، ٣. تنبيه هام على كذب الوصية المنسوبة إلى الشيخ أحمد، دار الإفتاء بالرياض ١٤٠٥هـ).

(٣١) الجواب الصحيح من أحكام صلاة الليل والتراويح، مؤسسة آسام للنشر بالرياض ١٤١١هـ.

(٣٢) الجواب المفيد في حكم التصوير، مطبعة الرياض ١٤١٢هـ.

(ح)

(٣٣-٣٤) حكم الإسلام فيمن زعم أن القرآن متناقض أو مشتمل على بعض

Marfat.com

الـخـرافـات أو وصف الـرسـول بـما يتضمن تنقصه أو الطعن فى رسالته ، الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة ١٣٩٦هـ .

(٣٥) حكم السفور والحجاب ونكاح الشغار ، الدار السلفية بالقاهرة ١٤٠٦هـ .

(٣٦) حكم الصلاة على النبى ﷺ والإشارة إليها بالحروف ، مكتبة الضياء بجدة ١٤٠٠هـ .

(٣٧) حكم الغناء ، الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة ١٤٠٧هـ .

(٣٨) حكم مقابلة المرأة للسائق والخادم ، دار طيبة بالرياض ١٤٠٩هـ .

(خ)

(٣٩) خطر مشاركة الرجل للمرأة في ميدان عمله ، الجامعة الإسلامية بالمدينة .

(د)

(٤٠) الدروس المهمة لعامة الأمة، مطبعة السفير ١٤١١هـ.

(٤١) الدعوة إلى الله وأخلاق الدعاة، دار اليقين للنشر بالرياض ١٤٠٢هـ.

(٤٢) دعوة للتوبة.

(ذ، ر)

(٤٣) رسـالتـان هـامتان (١ . وجوب العمل بالسنة وكفر من أنكرها ، ٢ . الدعوة إلى الله سبحانه وأخلاق الدعاة) .

(٤٤) رسالتان في الحجاب ، دار الإفتاء بالرياض ١٤٠٧هـ .

(٤٥) رسالتان في الصلاة ، مكتبة الرشد بالرياض ١٤٠٠هـ .

(٤٦) رسـالتـان مـوجـزتـان عـن أحـكـام الـزكاة والصيام ، دار الإفتاء بالرياض ١٤١٠هـ .

(٤٧) رسالة في التبرك والتوسل .

(٤٨) رسالة عن حكم شرب الدخان ، دار طيبة بالرياض ١٤٠٧هـ .

Marfat.com

(٤٩) رسـالة فـي إعـفـاء الـلـحـى، الـرئـاسة الـعـامة لإدارات البحوث العلمية بالرياض.

(٥٠) رسـالة فـي الـجـهـاد، جـامـعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية بالرياض ١٤١١هـ.

(٥١) رسالة في حكم السحر والكهانة، دار القاسم بالرياض ١٤١٧هـ.

(٥٢) رسالة من مسائل الحجاب والسفور، الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة.

(٥٣) رسالة في وجوب الصلاة جماعة، مكتبة الصفحات الذهبية.

(٥٤) رسائل في الطهارة والصلاة، دار الوطن بالرياض ١٤١٠هـ.

(٥٥) الرسائل والفتاوى النسائية، دار الوطن بالرياض ١٤١٠هـ.

(س)

(٥٦) السحر والخرافة.

(٥٧) السفر إلى بلاد الكفرة.

(ش)

(٥٨) الشيخ محـمـد بن عبد الوهاب: عقيدته السلفية ودعوته الإصلاحية وثناء العلماء عليه (تقديم)، الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة ١٣٩٣هـ.

(٥٩) شرح ثلاثة الأصول.

(ص، ض، ط، ظ، ع)

(٦٠ـ ٦١) العقيدة الطحاوية (تعليق)، دار القاسم بالرياض ١٤١٨هـ.

(٦٢) العلم وأخلاق أهله.

(٦٣) عـوامـل إصـلاح الـمـجـتـمـع مـع نصيحة مهمة عامة، دار العلم للجميع ١٤١٢هـ.

Marfat.com

(غ، ف)

(٦٤) الغزو الفكري ووسائله.

(٦٥) فتح الباري بشرح صحيح البخاري، (تعليق إلى كتاب الحج)

(٦٦) فتح المجيد شرح كتاب التوحيد، (تعليق)

(٦٧) فتاوى إسلامية ابن باز، دار العلم بالرياض

(٦٨) فتاوى تتعلق بأحكام الحج والعمرة، دار طيبة بالرياض ١٤٠٧هـ.

(٦٩-٧٠) فتاوى في حكم الغناء والإسبال وحلق اللحى والتصوير وشرب الدخان، دار المدنى بجدة ١٤٠٧هـ.

(٧١) فتاوى المرأة بالاشتراك مع اللجنة الدائمة للبحوث العلمية بالرياض، دار الوطن ١٤١٢هـ.

(٧٢) فتاوى وتنبيهات ونصائح، مكتبة السنة بالقاهرة ١٤٠٩هـ.

(٧٣) فتاوى ورسائل في الأفراح، مكتبة الطرفين ١٤١١هـ.

(٧٤) الفوائد الجلية في المباحث الفرضية، المطبعة السلفية بالقاهرة ١٣٥٨هـ.

(٧٥) في ظل الشريعة الإسلامية.

(ق، ك، ل، م)

(٧٦) القوادح في العقيدة، دار بلنسية بالرياض ١٤١٦هـ.

(٧٧) كيفية صلاة النبى ﷺ، دار بلنسية بالرياض ١٤١٦هـ

(٧٨) لا دين إلا دين الإسلام.

(٧٩) ماذا يجب عليكم شباب الإسلام، دار المنار بالخرج ١٤١١هـ.

(٨٠) ما هكذا تعظم الآثار.

(٨١) مجموع فتاوى ومقالات متنوعة، دار الإفتاء بالرياض ١٤٠٨هـ.

(٨٢) مجموعة رسائل في الصلاة، مكتبة ابن خزيمة بالرياض ١٤١٢هـ.

Marfat.com

(٨٣) مجموعة رسائل الطهارة والصلاة والوضوء، دار ابن خزيمة بالرياض ١٤١٢هـ.

(٨٤) مجموعة الفتاوى والرسائل النسائية، مكتبة الإسراء والمعراج بالدمام.

(٨٥) المعلوم من واجب العلاقة بين الحاكم والمحكوم، دار المنار ١٤١٤هـ.

(٨٦) مسئولية طالب العلم.

(٨٧) موقف اليهود من الإسلام، الدار السلفية بالرياض ١٤٠٣هـ.

(ن)

(٨٨) نصائح عامة.

(٨٩) نصيحة المسلمين وفتاوى بشأن الخدم والسائقين وخطرهم على الفرد والمجتمع، دار طيبة بالرياض ١٤٠٤هـ.

(٩٠) نصيحة وتنبيه على مسائل في النكاح مخالفة للشرع، مطبعة الحكومة بمكة المكرمة ١٣٧٩هـ.

(٩١) نقد القومية العربية على ضوء الإسلام والواقع، المكتب الإسلامي ببيروت ١٤٠٣هـ.

(هـ)

(٩٢) هكذا حج الرسول ﷺ، مكتبة دار السلام بالرياض ١٤١١هـ.

(و)

(٩٣) وجوب أداء الصلاة في الجماعة، مكتبة الرياض ١٤١١هـ.

(٩٤) وجوب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، دار العاصمة بالرياض ١٤١٢هـ.

(٩٥) وجوب تحكيم شرع الله ونبذ ما خالفه، دار الإفتاء بالرياض ١٤٠٩هـ.

(٩٦) وجوب العمل بالسنة وكفر من أنكرها، المكتبة العصرية ببيروت

Marfat.com

١٤٠١هـ.

(٩٧) وجوب لزوم السنة والحذر من البدعة.

(ي)

(٩٨) يا مسلم! احذر تسلم.

❀❀❀❀

Marfat.com

علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پر لکھی ہوئی کتابیں

ویسے تو علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پر عربی زبان میں کافی کتابیں لکھی گئیں اور آیندہ بھی لکھی جاتی رہیں گی۔ میں یہاں ان کتابوں کا نام لکھ دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ البتہ ان کتابوں کے علاوہ بھی کتابیں لکھی گئی ہیں جو مجھے معلوم نہ ہوسکیں یا میں انھیں مکتبات سے خرید نہیں سکا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کتابیں میری نظر میں نہیں آسکیں ورنہ ان کا بھی نام یہاں شامل کر دیتا۔ لیکن افسوس ہے کہ اردو زبان میں آج تک کوئی کتاب علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پر کیوں نہیں لکھی گئی۔ ممکن ہے کہ میری اس کتاب کے بعد شاید کچھ لوگوں کے دل میں یہ جذبہ ابھرے اور علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کے احسانات چکانے کی کوشش کی جائے۔ (رضوان اللہ ریاضی)

* ابن باز فی قلوب محبیة ، لمانع بن خرصان بن ناصر آل خرصان .
* إمـام الـعـصر ، سماحة الشيخ الإمام العلامة عبد العزيز بن عبد الله بن باز- رحمه الله ، للدكتور ناصر بن مسفر الزهرانی .
* الإنجاز فی ترجمة الشيخ ابن باز لعبد الرحمن الرحمة .
* ابن باز فی الدلم قاضيًا ومعلمًا لعيد الرحمن البراك .
* أبـحـاث جـامـعـة الـمـلـك خالد بأبها لندوة منهج الشيخ ابن باز فی العمل للإسلام شعبان عام ١٤٢١

Marfat.com

❊ بحوث ندوة الرابطة بمكة فى حج ١٤٢٢ ، بعنوان: دور سماحة الشيخ ابن باز فى الجاليات الإسلامية .

❊ جوانب من سيرة الإمام عبد العزيز بن باز لمحمد الحمد رواية محمد الموسى .

❊ الدرر الذهبية من عيون القصص البازية لعبد الرحمن الرحمة .

❊ سيرة وحياة الشيخ العلامة عبد العزيز بن باز وما قيل فيه من شعر ونثر ، أربع مجلدات ، لابراهيم بن عبد الله الحازمى .

❊ عبد العزيز بن باز ، عالم فقدته الأمة ، مقتطفات من سيرته ، ومكانته العلمية ، للدكتور محمد بن سعد الشويعر .

❊ علماء مفكرون عرفتهم ، للدكتور محمد المجذوب .

❊ شهود هذا العصر للأستاذ محمد الوعيل ج ١ .

❊ القول الوجيز فى سيرة شيخنا لعبد العزيز بن ناصر بن باز .

❊ محطات فى حياة الشيخ عبد العزيز بن باز ، لصالح الذكير رحمه الله .

❊ منهج الشيخ ابن باز فى القضايا الفقهية المستجدة لشافى بن مذكر بن جعبور السبيعى .

❊ مواقف مضيئة في حياة الإمام عبد العزيز بن باز رحمه الله ، تاليف: حمود بن عبد الله المطر ، دار الوطن بالرياض ١٩٩٩م .

❊❊❊❊

Marfat.com

مؤلف کے قلم سے مؤلف کا مختصر تعارف

قارئین کرام! مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ جب آپ میری یہ کتاب مطالعہ کریں گے تو آپ ضرور میرے بارے میں بھی جاننا چاہیں گے۔ کیونکہ میں نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ جن جن حضرات کے مضامین میں نے اپنی کتاب میں شامل کیے ہیں، جہاں تک ممکن ہوسکا ہے مضمون نگاروں کے مختصر حالات بھی قلمبند کر دیے ہیں۔ پھر ایسی صورت میں کتاب کے مؤلف ومرتب کے بارے میں نہیں لکھا جانا، واقعی قابل اعتراض ہوسکتا ہے۔ اس لیے اس اعتراض سے بچنے کی خاطر میں یہاں اپنا مختصر تعارف لکھ دے رہا ہوں؛ ورنہ سچ تو یہ ہے کہ خودنمائی اور خود پسندی میری ڈکشنری سے باہر کے الفاظ ہیں۔ ہاں خودنوشت سوانح لکھنے لکھانے کا ثبوت ہمارے اسلاف کی تاریخ میں موجود ہے۔ ویسے بھی میری کتابوں کے قارئین کی طرف سے بار بار یہ فرمائش آتی رہتی ہے کہ میں ہر کتاب میں اپنا مختصر تعارف لکھ دیا کروں۔ تو آیئے آج میں اپنے بارے میں آپ کو بتلا ہی دوں۔ یہ کوئی غیر شرعی کام تو ہے نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ مجھ ناچیز کی مختصر زندگی کے مختصر تعارف نامے میں بھی کسی جوہری کو کچھ قیمتی چیز ہاتھ لگ جائے۔ حالانکہ مجھے ایسا نہیں لگتا کہ میری زندگی میں بھی کوئی ایسی چیز ہے جو دوسروں کے لیے قابل نمونہ ہو۔ اس لیے میں ان تمام قارئین سے گزارش کروں گا کہ آپ یا تو میرے بارے میں آگے پڑھیں ہی نہیں، اور اگر پڑھنے کے بعد آپ کو ایسا محسوس ہو کہ میں نے آپ کا وقت ضائع کیا ہے تو براہ کرم آپ اس وقت کے ضیاع کا ذمے دار مجھ احقر کو نہ ٹھہرائیں کہ میں خود ہی گناہوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ایک ادنیٰ سا طالب علم ہوں۔ ہاں تو آیئے! میں اپنے بارے میں آپ کو بتلا دوں:

Marfat.com

ولادت اور آغاز تعلیم:

میں آپ کا عزیز رضوان اللہ ریاضی بن پیر محمد بن الٰہی بخش ہوں۔ میری ولادت بہار کے ضلع مغربی چمپارن کی معروف بستی بھیڑ یہاری میں 16 جون 1976ء کو ہوئی۔ ہمارا علاقہ وہی علاقہ ہے جہاں سے گاندھی جی نے انگریزوں کو ملک بدر کرنے کی تحریک چلائی تھی۔ خاص کر میری بستی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس کے جرأت مند اور بہادر نوجوانوں نے ضلع مغربی چمپارن کے رام راج کی مہارانی کی حکومت کو ٹوٹنے سے بچایا تھا۔

میری ابتدائی تعلیم بھی عام مسلم بچوں کی طرح مسجد میں ہوئی۔ الف باء تا ثا سے ختم قرآن کریم تک کی تعلیم استاذ مکرم جناب حافظ افضل حسین رحمۃ اللہ علیہ سے لی۔ اُردو کی ابتدائی کتابیں مولانا عبدالعزیز (تھلوریا) سے پڑھیں۔ قرآن کریم کی تعلیم کے دوران بستی ہی کے پرائمری اسکول میں پانچویں کلاس تک کی تعلیم حاصل کی۔ وہاں میرے اساتذہ میں ماسٹر عین اللہ صاحب (بیرگیا)، ماسٹر اسلم صاحب (شیخ ٹولہ، گوری پور)، اور ماسٹر شفیق صاحب (بھوروا) قابل ذکر ہیں۔

اس کے بعد استاذ مکرم حافظ افضل حسین مرحوم نے میرے والدین کو راضی کر کے میرا داخلہ نیپال کے ایک ادارہ ''مدرسہ سلفیہ کنز العلوم'' رنگ پور، کلیا، ضلع بارا میں کرا دیا۔ وہاں میں نے کوئی دو سال تک تعلیم حاصل کی۔ یہاں میں نے مولانا شفیق احمد اثری (سسواجگری)، مولانا ریاض احمد اثری (محمد پور)، مولانا عبد الحق اثری (ناظم مدرسہ دار الکتاب والسنۃ محمد پور، بہار) اور ماسٹر مصطفیٰ (سریسیا) وغیرہ سے استفادہ کیا۔

یہ واضح رہے کہ ماسٹر مصطفیٰ صاحب بڑے ہی خلیق اور قابل انسان تھے۔ نماز کے لیے بچوں کو وہی صبح صبح اٹھاتے تھے۔ اور انھوں نے ہی میرا نام ''رضوان اللہ'' رکھا تھا۔ بچپن میں میرا نام ''نبیل'' تھا مگر لوگوں نے اسے ''ربیل'' سے بدل دیا تھا اور ہر جگہ اسکول یا مکتب میں یہی نام لکھا ہوا تھا۔ جب میں مدرسہ سلفیہ کنز العلوم رنگ پور نیپال پڑھنے گیا تو ماسٹر مصطفیٰ صاحب کی کلاس میں نام لکھا جانے لگا۔ انھوں نے کہا کہ یہ نام اچھا نہیں ہے، اس لیے تمھارا

Marfat.com

نام بدل دینا چاہیے۔ ابھی وہ اس موضوع پر بات ہی کر رہے تھے کہ رئیس الاعظم (جھجھری) نامی میرے ایک ہم جماعت نے کہا کہ اِس کا نام آج سے رضوان اللہ رہے گا اور واقعی اسی دن سے میرا نام رضوان اللہ ہو گیا۔ جبکہ آج بھی میری بستی کے بزرگ لوگ میرا پرانا ہی نام جانتے ہیں۔ بلکہ پرائمری اسکول کے اساتذہ آج بھی مجھے پرانے ہی نام سے یاد کرتے ہیں۔

مدرسہ سلفیہ کنز العلوم میں میں نے تیسری کلاس تک کی تعلیم حاصل کی اور اول درجے سے کامیاب ہوتا رہا۔ ان دنوں اس مدرسے کی تعلیم کا بڑا بول بالا تھا؛ بلکہ علاقے میں اس سے اچھی تعلیم کسی اور مدرسے میں نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے وہاں کے طلبہ بڑے قابل ہو کر نکلتے تھے۔ وہاں بچپن میں میرے ساتھ ایک حادثہ پیش آیا جو آج تک مجھے یاد ہے۔ ہوا یہ کہ تیسری کلاس میں مجھے جوئنٹس کی بیماری لاحق ہوگئی جس کی وجہ سے مجھے علاج معالجہ کے لیے گھر آنا پڑا۔ میں کوئی تین ماہ تک علاج کراتا رہا۔ بیماری سے نجات پانے کے بعد جب مدرسہ پہنچا تو رات کے دس بج رہے تھے۔ دیکھا کہ سارے بچے محنت سے اس وقت بھی پڑھ رہے تھے۔ مجھے بتلایا گیا کہ صبح آٹھ بجے سے سالانہ امتحان ہے۔ میں نے سامان رکھا اور دوستوں کی کاپیاں لیں اور ان کے تعاون سے پوچھ پوچھ کر سوالات کے جوابات یاد کرنے لگا۔ مولانا شکیل احمد اثری حفظہ اللہ جو کہ وہاں میرے استاذ تھے اور آج جامعہ امام ابن تیمیہ بہار میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ انھوں نے کئی صفحات پر چمن اسلام کے جوابات لکھوائے تھے۔ میں نے رات بھر میں سارے جوابات من وعن ازبر کر لیے اور صبح امتحان میں مکمل جواب لکھ دیا۔ اسی طرح شام کو تیاری کرتا اور صبح امتحان دیتا۔ نتیجہ سامنے آیا تو بورڈ پر سب سے پہلا نام میرا تھا اور میں فرسٹ آچکا تھا۔ اس کے بعد مولانا شکیل احمد اثری حفظہ اللہ اساتذہ سے میرے بارے میں کہنے لگے کہ مجھے تو لگتا ہے کہ اِس بچے کو جناتوں کا تعاون حاصل ہے!!

یہ اللہ تعالیٰ کا میرے اوپر خاص کرم رہا ہے کہ مجھے سبق بہت جلد یاد ہو جاتا تھا۔ بلکہ

Marfat.com

مجھے یاد ہے کہ جامعہ دار السلام عمر آباد میں پڑھتے ہوئے میں نے انعامی مقابلے میں شرکت کے لیے صرف ڈیڑھ دو دن میں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز فارسی کتاب گلستاں کے منتخب سو اشعار یاد کر کے مولانا عمیر عمری مدنی حفظہ اللہ (استاذ جامعہ دار السلام عمر آباد، تامل ناڈو، ہند) کو سنائے تھے۔

جامعہ اصلاحیہ سلفیہ پٹنہ میں:

مدرسہ سلفیہ کنز العلوم رنگ پور کے بعد استاذ مکرم حافظ افضل حسین مرحوم کے مشورے کے مطابق میرا داخلہ جامعہ اصلاحیہ سلفیہ پٹنہ (مدرسہ اصلاح المسلمین) میں کرا دیا گیا۔ وہاں میں نے کوئی دو اڑھائی سال (1989،1991) تک تعلیم حاصل کی اور عربی اول میں جامعہ کی سطح پر اول پوزیشن سے کامیاب ہو کر جامعہ کے مہتمم مولانا عبد السمیع جعفری ندوی حفظہ اللہ کے ہاتھوں سال بھر تک انعام پاتا رہا۔ آج بھی مولانا موصوف مجھے یاد رکھے ہوئے ہیں اور جب بھی میں ان سے ملتا ہوں پیار سے نوازتے ہیں اور پرانا واقعہ انھیں آج بھی یاد ہے۔

یہاں میں نے جن اساتذہ سے کسبِ فیض کیا ان میں مولانا مشتاق احمد اصلاحی (بسنت پور)، مولانا محمد مصطفیٰ اصلاحی (بسنت پور)، مولانا عبد الرؤف عمری، مولانا محمود عالم عمری، مولانا عبد المتین عمری، مولانا ریاض احمد ندوی، مولانا حیات اللہ سلفی، مولانا عبد المالک (بنجرہا)، کاتب عبید اللہ اصلاحی (چک نگری) مولانا قیصر نیموی رحمۃ اللہ علیہ، ماسٹر عامر صاحب، ماسٹر افروز صاحب (پٹنہ) وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

کتابت کا علم:

سن 1991ء میں جبکہ میری عمر بالضبط پندرہ سال کی تھی، میں نے جامعہ اصلاحیہ سلفیہ پٹنہ میں فن کتابت سے واقفیت حاصل کر لی تھی اور مجھے کتابت کا سرٹیفکٹ عنایت کر دیا گیا تھا۔ کتابت کے استاذ جناب مولانا عبید اللہ اصلاحی (چک نگری) تھے۔ میں بہت ہی شوق کے ساتھ کتابت سیکھا کرتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ رات کے اوقات میں کتابت کرنے سے منع کیا جاتا تھا کہ اس سے آنکھوں پر ضرب پڑنے کا اندیشہ تھا مگر جب رات میں سارے بچے سو

Marfat.com

جاتے تو میں باہر روشنی میں قلم اور روشنائی لے کر آ جاتا اور اس وقت ہاسٹل نگراں سے چھپ کر کتابت کی مشق کرتا۔ چنانچہ کم ہی مدت میں میں کتابت میں ماہر ہو گیا اور اردو عربی کتابت جتنا درس میں شامل تھا مکمل کر لیا۔ بلکہ جامعہ میں عبدالودود نامی طالب (جھکاوی) کا صرف ایک نمبر مجھ سے کتابت میں زیادہ تھا یعنی اُن کے نمبر تھے 99 اور میرے 98۔

غرض اتنی کم عمر میں میں نے کتابت کا علم سیکھ لیا تھا اور قلم کی نوک پلک کا خیال کرتے ہوئے اسے اپنی جگہ رکھنا سیکھ گیا تھا کہ ابھی مجھے خود ہی پر اعتبار نہیں آتا کہ اتنی کم عمری میں بھی یہ علم کیسے نصیب ہو گیا۔ جو لوگ کتابت اور فن کتابت کے اصولوں کے بارے میں علم رکھتے ہیں انھیں یہ ضرور اندازہ ہوگا کہ کتنی مشقتوں اور مشقوں کے بعد کتابت کا علم ملتا ہے۔ پھر کلاس کے ساتھ وقت نکال کر یہ علم سیکھنا ویسے بھی ایک معنی رکھتا ہے۔

جامعہ دارالسلام عمرآباد میں:

سن 1992ء میں میرا داخلہ جامعہ دارالسلام عمرآباد، تامل ناڈو، جنوبی ہند میں ہو گیا۔ وہاں میرا داخلہ عربی کی دوسری جماعت میں ہوا۔ دوسری جماعت سے عالمیت سال آخر (جماعت ششم) کے ابتدائی اڑھائی ماہ تک عمرآباد ہی میں میری تعلیم ہوئی اور 5 مئی 1996ء بروز اتوار میں کسی سبب سے جامعہ دارالسلام سے تعلیمی سلسلہ منقطع کر کے منگل 7 مئی 1996ء کو دہلی چلا آیا۔ جامعہ دارالسلام میں میں نے بڑی محنت سے تعلیم حاصل کی اور سچ تو یہ ہے کہ اس محنت کا فائدہ آج تک مل رہا ہے۔ وہاں میں نے جن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی، وہ یہ ہیں:

مولانا عبدالصمد جعفری عمری، مولانا عبداللہ بن محمد افضل عمری مدنی (حیدرآبادی)، مولانا انیس الرحمٰن عمری مدنی (تامل ناڈو)، مولانا اسلم عمری، مولانا عبدالسلام عبدالحمید عمری مدنی، مولانا عبدالسلام عمری مدنی (ویلوری)، مولانا سعید احمد عمری (وانمباڑی)، مولانا عمیر عمری مدنی، مولانا وصی اللہ ندوی، ماسٹر رضوان اللہ (وانمباڑی)، ماسٹر مختار احمد (ترپاتور)، مولانا اطہر حسین عمری مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خلیل الرحمٰن اعظمی عمری، مولانا ظفرالحق شاکر عمری،

Marfat.com

ولانا عبد الواحد عمری مدنی، ڈاکٹر عبد اللہ جولم عمری مدنی، مولانا حفیظ الرحمن عمری مدنی اور شیخ لحدیث مولانا ظہیر الدین اثری وغیرہ حفظہم اللہ۔

حفظ قرآن کریم کا شوق:

قابل ذکر ہے کہ میں نے عمر آباد میں دیکھا کہ میرے اکثر ساتھی قرآن کریم کے حافظ یں اور باوجودیکہ ان سے میرے نمبر بھی اچھے تھے مگر مجھے اندر ہی اندر ایک قسم کی گھٹن سی محسوس ہوتی تھی اور قرآن کریم کے حفظ کا شوق مجھے ہونے لگا تھا۔ چنانچہ میں نے استاذ مکرم مولانا عمیر عمری حفظہ اللہ سے یہ اتفاق کیا کہ میں روزانہ صبح نماز فجر کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قرآن سنایا کروں گا۔ استاذ مکرم نے میرا شوق اور ذوق دیکھ کر ہامی بھر لی۔ میں کئی ماہ تک ان سے قرآن پابندی سے سناتا رہا۔ اب میرا حال یہ تھا کہ میں گیارہ بجے رات کو ہاسٹل میں سو جاتا اور جیسے ہی اڑھائی بجتے میرے الارم کی گھنٹی بجتی اور میں خاموشی سے اٹھ کر ہاسٹل کا دروازہ کھولتا اور باہر آ کر قرآن یاد کرنے لگتا۔ ان دنوں ہاسٹل کا دربان میرے اوپر یہ کرم کرتا کہ ہاسٹل کے باب رئیسی کی کنجی مجھے روزانہ دے دیتا۔ یہ میرا اور اس کا اتفاق تھا جو آج تک کوئی نہیں جان سکا۔ میں اس کے کرم کے عوض میں دس پانچ روپے اسے دے دیا کرتا تھا۔ ہاسٹل کے باہر کمپاؤنڈ کی روشنی میں قرآن یاد کرنے کی وجہ یہ تھی کہ بالعموم قرآن کا حفظ بآواز بلند کیا جاتا ہے جبکہ ہاسٹل میں اگر آواز بلند ہوتی تو ایک تو ساتھیوں کو حرج ہوتا، دوسرے وارڈن صاحب کی سرزنش کا ڈر تھا۔ اس لیے ہاسٹل سے باہر نکل کر قرآن یاد کرتا اور صبح کی اذان سے کوئی آدھا گھنٹہ قبل ہاسٹل میں آ کر بستر پر سو جاتا۔ میرا یہ سلسلہ کافی دنوں تک چلتا رہا تب کہیں جا کر چند ساتھیوں کو میرے اس فعل کا علم ہوا۔

میرا معمول تھا کہ میں اذانِ فجر سے آدھا گھنٹہ قبل آ کر بستر پکڑ لیتا۔ صبح نماز فجر کے ساتھ ہاتھ میں قرآن لے کر مسجد میں چلا جاتا اور نماز کے آدھے گھنٹہ بعد مولانا عمیر صاحب عمری کی خدمت میں پہنچ کر انھیں سبق سناتا۔ چند ماہ ہی گزرے تھے کہ میں زیادہ سے زیادہ سبق مولانا صاحب کو سنانے لگا۔ مجھے یاد ہے کہ میں رات میں چار پانچ رکوع آسانی سے یاد

Marfat.com

کر لیتا اور انھیں جا کر صبح سنا ڈالتا۔ جب انھوں نے میری یہ رفتار دیکھی تو بڑے خوش ہوئے اور ایک دن مجھ سے کہنے لگے: عزیزم رضوان! اب الحمدللہ تمہارا حافظہ کھل گیا ہے، مجھے امید ہے کہ تم بہت جلد حفظ مکمل کر لو گے، تم دیکھ ہی رہے ہو کہ میرے پاس وقت نہیں ہے، کئی ایک طلبہ کا سبق اسی وقت سننا پڑتا ہے، اس لیے کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم اپنے کسی حافظ قرآن ساتھی کو نماز فجر کے بعد روزانہ سبق سناؤ، کسی اچھے حافظ کا ساتھ کر لو اور اس کو صبح صبح چائے وغیرہ ناشتہ کرا دو اور اسی کو اپنا سبق سنا دیا کرو۔ اس طرح تمھارا مقصد بھی پورا ہو جائے گا اور مجھے وقت کی تنگ دامانی سے قدرے راحت مل جائے گی۔ [1]

میں چشم دید گواہ ہوں۔ واقعی مولانا عمیر صاحب کے پاس صبح صبح طلبہ کی قطار لگی ہوتی تھی۔ میرے لیے بڑی مشکل سے انھوں نے وقت نکالا تھا۔ میں نے ان کے کہنے کے مطابق عمل کیا۔ مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ دن میرے لیے اس بات کا سرٹیفکٹ لے کر آیا تھا کہ چند دنوں بعد میرا بیڑہ غرق ہونے والا تھا اور مجھے حفظ نصیب نہیں تھا۔ جب سے میں نے مولانا عمیر صاحب کو سنانا شروع کیا تھا، اس سے پہلے ہی سے میں حفظ کی کوشش میں لگا تھا اور کئی ایک سورتیں یاد بھی کر لی تھیں اور مولانا عمیر صاحب کے پاس بھی کئی پارے حفظ کر لیے۔ میرے اندازے کے مطابق میری یاد کردہ سورتوں کا تخمینہ کم وبیش کوئی نصف قرآن بنتا تھا۔ میں مولانا عمیر صاحب کی معذرت کے بعد اپنے ایک سنئیر ساتھی بھائی ہلال کو قرآن سنانے لگا۔ ہلال بھی صوبہ بہار ہی کے رہنے والے تھے۔ میں چند ہفتے انھیں چائے پانی کے بعد صبح سویرے قرآن سناتا رہا۔ مگر جب سورۂ محمد کے حفظ کی باری آئی تو میں نے ایک دو دنوں میں

---

[1] یہاں یہ بتاتا چلوں کہ جن دنوں میں حفظ کے لیے رات میں بیدار ہوا کرتا تھا، میرے پاس واقعی وقت کی قلت کے سبب مکمل نیند لینے کا وقت نہیں ملتا تھا۔ میرے ایک دو خیر خواہ میری محنت کے بارے میں جان چکے تھے، انھوں نے کہا کہ اس قدر کم سونے کی وجہ سے صحت خراب ہونے کا خدشہ ہے۔ میں نے اسی زمانے میں مولانا وحید الدین خان حفظہ اللہ کو ایک خط لکھ کر پوچھا تھا کہ مجھے کتنا سونا چاہیے اور کتنی دیر محنت کرنی چاہیے؟ تو انھوں نے خط کا جواب دیتے ہوئے لکھا تھا: ''آدمی کو کتنی دیر کام کرنا چاہیے اور کتنی دیر آرام، اس کا کوئی بندھا ہوا اصول نہیں۔ ہر آدمی کو اپنی قوت برداشت کے مطابق اس کا تعین کر لینا چاہیے کہ اسے کتنا کام کرنا ہے اور کتنا آرام۔''

Marfat.com

بڑی مشکل سے اسے یاد کیا اور جب ہلال کو سنانے لگا تو جا بجا اٹک اٹک جایا کرتا تھا۔ میں نے قرآن کریم کی جتنی سورتیں یاد کی تھیں ان میں سب سے بھاری سورۂ محمد ہی مجھے لگی اور سب سے زیادہ متشابہ سورۃ الشعراء میں لگا۔ جب میں بھائی ہلال سے سنانے میں اٹک جاتا تو وہ مجھے لقمہ دے دیتے اور میں آگے بڑھ جاتا۔ مگر کچھ ہی دنوں میں اس لقمے کی عادت سی ہو گئی اور میں سورت یاد کرتا تو تھا مگر بغیر لقمہ کے آگے بڑھ ہی نہیں سکتا تھا۔

جبکہ مجھے یاد ہے کہ جب تک مولانا عمیر صاحب کو میں قرآن سناتا رہا، پوری مدت میں اُن کی طرف سے مجھے دو چار لقمے بھی نہیں ملے ہوں گے مگر اللہ خیر کرے جناب بھائی ہلال صاحب کا، کہ جب سے میں نے قرآن انھیں سنانا شروع کیا، بغیر لقمہ کے آگے بڑھ ہی نہیں پاتا تھا۔ اور ایک دن ایسا بھی آیا کہ اب میں اور بھائی ہلال دونوں فجر نماز کے بعد ہوٹل میں ایک ساتھ چائے پیتے اور پھر گپ شپ شروع ہو جاتی۔ اس کے بعد میرا حفظ کا سلسلہ ٹوٹ گیا اور میں آج تک حافظ نہیں بن سکا جس کا مجھے بہت افسوس ہے۔

ایک تلخ تجربہ:

یہاں میں اپنی زندگی کا ایک قیمتی تجربہ اپنے ساتھیوں کو بتلاؤں گا اور وہ تجربہ یہ ہے کہ براہ کرام آپ اپنے ہم عمر سے علم حاصل کرنے کی بجائے بزرگوں سے حاصل کریں۔ مجھے اس کا اتنا تلخ تجربہ ہے کہ میں آپ کو الفاظ میں نہیں بتا سکتا!!

غرض میں نے حفظ مکمل نہیں کیا اور آج تک ادھورا ہوں۔ مگر اللہ کا فضل ہے کہ میرے دونوں بیٹے دانش رضوان اور فیصل رضوان کلاس کے ساتھ سعودی عرب میں حفظ کی تعلیم بھی حاصل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ میرے سارے بچے حافظ قرآن ہو جائیں۔

یہ تو عمر آباد کی ایک چھوٹی سے داستان تھی جو میں نے یہاں بیان کر دی۔ حالانکہ اس کی کوئی خاص ضرورت نہ تھی۔

لکھنے کا شوق:

مجھے یاد ہے کہ سب سے پہلے میں نے جو مضمون لکھا تھا وہ ''دجال'' کے موضوع پر تھا۔

Marfat.com

یہ سن 1990ء کی بات ہے۔ مضمون لکھنے پر مولانا کاتب عبید اللہ اصلاحی حفظہ اللہ نے ابھارا تھا۔ ان دنوں وہ کسی اخبار میں کتابت کا کام بھی کرتے تھے۔ میں نے انھیں دجال کے حوالے سے مضمون لکھ کر دیا تو وہ بڑے خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ میں اس مضمون کو اخبار میں شائع کرنے کے لیے دوں گا۔ وہ مضمون چھپا یا نہیں، مجھے معلوم نہیں۔ میں نے ایک دو مرتبہ موصوف سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ چھپ جائے گا۔

جب میں سن 1992ء میں جامعہ دار السلام عمر آباد پہنچا تو مطالعے کا کچھ زیادہ ہی شوق تھا۔ درسی کتابیں معمول کے مطابق پڑھ کر مطالعے میں مشغول ہو جاتا۔ مجھے یاد ہے کہ روزانہ میں سو صفحات سے زائد مطالعہ کر لیتا تو مجھے لگتا کہ آج میں نے مطالعہ کیا ہے۔ میں بارہا اپنے اساتذہ اور سنئیر ساتھیوں سے سنا کرتا تھا کہ اتنا پڑھو کہ لکھنے کے لیے تمھارا قلم بے تاب ہو جائے۔ چنانچہ میں زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرتا۔ پھر میں نے یومیہ ڈائری لکھنا شروع کر دی۔ جو کچھ بھی میں دن بھر کرتا اسے رات سونے سے چند لمحہ قبل ڈائری پر منتقل کر دیتا۔ آج بھی وہ ڈائریاں میرے پاس موجود ہیں۔ مین جب ان کا مطالعہ کرتا ہوں تو مجھے ڈائری لکھنے کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ابھی یہ الفاظ لکھ رہا ہوں اور بچپن میں میری لکھی ہوئی ڈائریاں میرے داہنے جانب ٹیبل پر رکھی ہوئی ہیں۔ بچپن تو واپس نہیں آ سکتا مگر گاہے گاہے یہ ڈائریاں پڑھ کر بچپن کی سنہری یادوں میں کھو جاتا ہوں۔ مجھے یہ ڈائریاں دیکھ کر لگتا ہے کہ اگر میں ڈائری لکھنے کی عادت نہیں ڈالتا تو آج میں لکھنے کے قابل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے میں یہاں اپنے ساتھیوں سے کہوں گا کہ اگر آپ کو لکھنے کا شوق ہے تو پابندی سے ڈائری لکھیں، اس سے آپ کو نیا نیا تجربہ ملے گا اور ایک دن آئے گا کہ پورے مضمون کو بآسانی اور ترتیب سے آپ لکھنے کی صلاحیت سے مالا مال ہو جائیں گے۔

نیز مطالعہ کے دوران مجھے جو بھی اچھا جملہ ملتا یا جس بات کو اہم سمجھتا، مطالعہ کی کاپی پر قلمبند کر لیتا جو آج بھی موجود ہے۔ خاص کر مولانا وحید الدین خان حفظہ اللہ کا ماہنامہ "الرسالہ" کا پابندی سے مطالعہ کرتا، کیونکہ ان کا سفرنامہ مجھے بہت اچھا لگتا تھا اور انھی کے

Marfat.com

انداز میں چھوٹی چھوٹی تحریریں لکھنے کی کوشش بھی کرتا تھا۔

پھر بعد میں جب ریاض العلوم دہلی میں ماہنامہ الاسلام کی کتابت کا موقع ملا تو میرے قلم کو مہمیز لگنے لگی اور میں روزانہ کچھ نہ کچھ لکھنے کا عادی ہو گیا۔ ڈائری وغیرہ لکھتے وقت میرے چند ساتھی اسے فضول کام سمجھتے تھے مگر وہی کام میرے لیے بعد میں چل کر ہیرے سے زیادہ قیمتی ثابت ہوا۔

علمائے کرام سے خط و کتابت:

میں نے عمر آباد کے تعلیمی زمانے ہی میں کسی آدمی کی تحریر پڑھی تھی جس میں لکھا تھا کہ ہر طالب علم کو اپنے میدان کے کسی کامیاب آدمی سے رشتہ جوڑ لینا چاہیے اور اس سے تعلقات پیدا کر کے اس کی ترقی کا راز معلوم کرنا چاہیے اور اسے اپنی زندگی میں بطورِ نمونہ ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے۔ میں نے اس کے پیش نظر سن 1995ء سے باضابطہ طور پر مولانا وحید الدین خان کو خط لکھنا شروع کر دیا تھا۔ میرے پہلے خط کا جواب انھوں نے جو دیا تھا اس کا مضمون کچھ اس طرح تھا:

> ”علم یا کسی بھی چیز کو حاصل کرنے کا واحد راستہ محنت ہے۔ اس دنیا کا ایک ہی اصول ہے؛ جتنی زیادہ محنت اتنی زیادہ کامیابی۔“

ایک دوسرے خط کے جواب کا مضمون یہ تھا:

> ”پہاڑی چشمہ اپنا راستہ خود بناتا ہے، اس کا تیز بہاؤ اس بات کا ضامن ہے کہ زمین خود بخود اسے راہ دیتی چلی جاتی ہے، اس لیے آپ اپنے پسندیدہ کام میں محنت شروع کر دیجیے، جس رفتار سے آپ کی محنت ہوگی اسی رفتار سے منزل قریب آتی جائے گی۔“

یہ الگ بات ہے کہ ہمارے بہت سے طلبہ مولانا وحید الدین خان یا ان جیسے بہت سارے علما پر اپنے اساتذہ کی سنی سنائی باتوں کو لے کر بلا تحقیق لب کشائی کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ طلبہ کو تعلیمی زندگی میں تنقید سے زیادہ تعمیر کی فکر ہونی چاہیے۔ بڑے لوگوں پر کلام سے

Marfat.com

خود کو باز رکھنا چاہیے۔ ہاں، میں آج بھی اور پہلے بھی مولانا وحید الدین خان سے ان کے کئی ایک نظریات میں دلیل کے ساتھ اختلاف رکھتا ہوں۔ ان کو خط لکھنا یا ان کی کتابیں مطالعہ کرنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ان کی ساری باتیں قبول کر لی جائیں۔ جو باتیں دلیل کی کسوٹی سے اصول کے مطابق ہوں انھیں قبول کرنے میں حرج نہیں، البتہ جو اصول کے مطابق نہ ہوں انھیں چھوڑ دیا جائے۔ بحث ومباحثہ علم اور دلیل کی بنیاد پر ہو تو یہ مستحسن امر ہے؛ البتہ ویسے ہی سنی سنائی باتوں پر یقین کر کے کسی پر لب کشائی کرنا ناکام آدمی کی واضح دلیل ہے۔

جمعیۃ البر الاسلامیہ علی گڑھ کے انعامی مقابلے میں حصہ:

سن 1995ء میں جمعیۃ البر الاسلامیہ علی گڑھ سے کل ہند تحریری انعامی مقابلے کا اعلان ہوا۔ میں نے بھی اس میں حصہ لیا۔ میرے مقالہ کا عنوان تھا:

''حجیت حدیث پر شکوک وشبہات، ایک تنقیدی جائزہ۔''

میں جن دنوں یہ مقالہ لکھ رہا تھا میرے کئی ایک ساتھی مذاق اڑا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ لگتا ہے رضوان ہی کو اول درجہ ملے گا۔ مگر آج میرے وہ دوست جہاں کہیں ہوں، اگر شوگر کے مرض سے محفوظ ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کے منہ میں گھی شکر ڈالے۔ ان کا مذاق یقین میں تبدیل ہو گیا اور میرا مقالہ پورے ہندستان میں اول نمبر پر آ گیا اور ناظم جامعہ دار السلام عمر آباد مولانا خلیل الرحمٰن عمری حفظہ اللہ نے مجھے بلا کر آٹھ روپے کا انعام دیا جو علی گڑھ سے آیا تھا۔

اس قسم کے انعامی مقابلے کی بڑی اہمیت ہے۔ اس سے طلبہ میں لکھنے پڑھنے اور اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کا موقع ملتا ہے، اس لیے بڑے بڑے اداروں کو سالانہ اس قسم کا ثقافتی پروگرام ضرور رکھنا چاہیے اور اپنے بجٹ میں سے اس پروگرام کے لیے بھی کچھ رقم خاص کر دینی چاہیے۔

جامعہ ریاض العلوم دہلی میں:

جامعہ دار السلام عمر آباد سے کسی وجہ سے تعلیمی سلسلہ منقطع کر کے 7 مئی 1996ء کو دہلی

Marfat.com

ریاض العلوم میں پڑھنے چلا آیا۔ میرے ساتھ عمرآباد سے دو ساتھی اور بھی آئے تھے۔ ایک میرا ہی ہم نام تھا اور دوسرا تمیم حیدرآبادی۔ دہلی پہنچ کر معلوم ہوا کہ ریاض العلوم میں گرمی کی چھٹیاں ہیں، دو ماہ بعد جامعہ کھلے گا۔ میرے دونوں ساتھیوں کے پاس پیسے کم تھے۔ میرے پاس چونکہ ہر وقت ہی اچھا پیسہ رہتا تھا اور آج جبکہ دہلی میں پہنچا تب بھی اتنا پیسہ تھا کہ دو ماہ تک آسانی کے ساتھ کہیں رہ سکتا تھا۔ مگر بہت جلد میرے پیسے بھی ختم ہو گئے۔ اب کیا کیا جائے؟

اور نہ چاہتے ہوئے بھی غلامی کرنی پڑی:

میں عمرآباد سے تعلیمی سلسلہ منقطع کر کے آیا تھا اس لیے گھر جانے سے ڈرتا تھا۔ میں نے عزم کر لیا تھا کہ میں کسی بھی ادارے سے ضرور فارغ ہو کر رہوں گا تاکہ میرے والدین کے جذبات کو ٹھیس نہ لگے۔ ویسے بھی استاذ مکرم مولانا ظفر الحق شاکر (استاذ جامعہ دار السلام عمرآباد) کی نصیحت مجھے بار بار یاد آ رہی تھی جو کہ انھوں نے عمرآباد سے دہلی کے لیے روانہ ہوتے وقت کی تھی:

> ”رضوان! میں کہتا ہوں، جامعہ دار السلام چھوڑ کر مت جاؤ، میں تمھیں جانے نہیں دوں گا، چلو کلاس میں پڑھنے کے لیے، دیکھو! تمھاری پیشانی پر میں کامیابی کے آثار دیکھ رہا ہوں، مجھے یقین ہے کہ تم مستقبل میں ایک کامیاب انسان بنو گے، میں نے ہمیشہ تم سے محبت کی ہے، تمھاری صلاحیت کا مجھے اعتراف ہے، میری بات مانو اور جامعہ سے نہ جاؤ اور فراغت تک کی تعلیم حاصل کر لو!!..... اور پھر میری ضد اور میرے ہاتھ میں دہلی کا ٹکٹ دیکھ کر کہنے لگے: اب جبکہ تم نے جانے کا قطعی فیصلہ کر ہی لیا ہے تو یاد رکھو! اپنے آپ کو برباد مت کرنا، میں تمھاری پیشانی پر کامیابی کے آثار دیکھ رہا ہوں!!“

دہلی میں میرے دونوں دوست رضوان احمد اور تمیم حیدرآبادی مکان مالک کے ساتھ راجندر نگر میں کام کے لیے جانے لگے۔ چونکہ انھوں نے میرے بارے میں جان رکھا تھا کہ

Marfat.com

میں کام کی خواہش نہیں رکھتا اور میں کسی بھی طرح سے علم حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے ان سے کہا کہ تم لوگ اب جامعہ ریاض العلوم کے کھلنے کا انتظار کرو اور میں گھر پیسہ لانے چلتا ہوں۔ مگر انھوں نے مجھے روک دیا اور کہنے لگے کہ نہیں یار! تمھارے پاس تو پیسے تھے ہی، ہماری وجہ سے ہی تو تمھارا پیسہ خرچ ہو گیا ہے، اس لیے تم ابھی گھر مت جاؤ، ہم کمانے جا رہے ہیں، اس سے گزر بسر ہو جائے گا۔ اس کے بعد وہ دونوں کمانے چلے جاتے اور میں کمرہ میں لکھتا پڑھتا رہتا۔ مگر مجھے دوستوں کی مجبوری دیکھی نہ گئی اور میں نے اصرار کیا کہ مجھے بھی کمانے لے چلو۔ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میں کمرہ میں بیٹھا رہوں اور تم کمانے جاؤ۔ میرے اصرار پر وہ مجھے کام کے لیے لے گئے۔

اور پلیٹ ہم نے پھینک دی:

میں جس گھر میں کام کے لیے گیا، اس کی مالکن کا نام ہیم لتا تھا۔ یہ ایک عیاش قسم کی خاتون تھی۔ بعد میں پتہ چلا کہ کسی زمانے میں وہ لڑکیوں کی سپلائی کا فریضہ بھی انجام دیا کرتی تھی۔ یہ دہلی کے علاقہ راجندر نگر کی رہنے والی تھی۔ اس کی چار منزلہ عمارت کی چھت پر کھانا بنتا اور وہ کھانا پیک کر کے دہلی کے علاقہ ریس کلب میں کلب کے اندر جاتا اور وہیں فروخت ہوتا۔ میں نے کوئی ایک ہفتہ وہاں کام کیا۔ کام کی نوعیت کیا تھی، مت پوچھیے۔ دراصل دنیا میں کیسے کیسے غیر معیاری اور عیاش لوگ ہوتے ہیں، ان کے بارے میں معلومات دینے کا اللہ تعالیٰ نے میرے لیے ایک ذریعہ فراہم کیا تھا۔ میڈم مالکن کا شوہر معمولی اسکوٹر پر ڈیوٹی کرنے جاتا، میڈم کار پر ریس کلب میں موجود ڈھابے میں کھانا لے کر جاتی اور اس کی آنکھوں کے سامنے اس کی جوان لڑکی اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ موج مستیاں کرتی۔ میں نے شام میں دیکھا کہ ریس کلب سے کھانا فروخت کر کے آتے وقت میڈم نے شراب کی بوتلیں خریدوائیں اور گھٹ گھٹ حلق سے اتارنے لگی۔ اس کے پاس تین بیٹیاں ہی تھیں، کوئی بیٹا نہ تھا۔

غرض ایک دفعہ اس کی اٹھارہ سالہ لڑکی نے مجھے بلایا اور میرا نام پوچھ کر کہنے لگی: یہ

Marfat.com

بریانی کھا کر میں نے پلیٹ رکھی ہے، بریانی باہر کچرے میں پھینک دو۔ میں نے بریانی کی پلیٹ چمچہ سمیت کچرے کے ڈبہ میں پھینک کر چھت پر اپنی ڈیوٹی میں چلا گیا۔ بعد میں اس نے پوچھا کہ پلیٹ اور چمچہ کہاں رکھ دیا؟ میں نے اسے کہا کہ اُدھر کچرے دان میں پھینک دیا ہے، تم نے پھینکنے کے لیے کہا، میں نے پھینک دیا۔ اب کیا تھا وہ بھاگی ہوئی کچرے دان میں ہاتھ ڈال کر پلیٹ اور چمچہ نکالنے کی کوشش کر رہی تھی مگر اسے کامیابی کیسے ملتی جبکہ بعد میں اس میں بہت سارا کچرا ڈال دیا گیا تھا۔ وہ مجھے بلا کر کہنے لگی: یار! تم کام کرنے والے نہیں لگتے ہو، کس نے تم کو کام پر رکھا ہے، تمھاری باتوں اور حرکتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی غیر معمولی گھرانے کے ہو۔ بیچاری شراب پینے والی عیاش ماں کی اس دلاری دوشیزہ کو کیا معلوم تھا کہ دہلی شہر میں جتنے رقبہ میں اس کا گھر تھا اتنے رقبہ سے کہیں زیادہ جگہ میں اس بچے کا اصطبل تھا جو آج اس کا خادم بن کر اس کا کام کرنے آیا تھا!!

جامعہ ریاض العلوم دہلی میں داخلہ:

جب جامعہ ریاض العلوم کی تعطیل کے ایام ختم ہوئے تو ہمارا داخلہ جامعہ ریاض العلوم میں عالمیت سال آخر میں اس شرط پر ہوا کہ میں باہر رہوں گا اور کھانے پینے کا انتظام باہر ہی رکھنا ہوگا۔ چنانچہ میں نے دہلی کے علاقہ جامع مسجد کے نزدیک پہاڑی بھوجلہ پر واقع مقیت گیسٹ ہاؤس میں روم کرائے پر لیا اور ریاض العلوم میں پڑھنے لگا۔ تعلیمی زمانے میں مجھے بارہا اس بات کا تجربہ ہوا کہ تبصرہ کرنے والے ساتھیوں کی کسی بھی ادارے میں کمی نہیں ہوتی۔ جامعہ اصلاحیہ سلفیہ پٹنہ میں جامعہ کی سطح پر فرسٹ آیا تو وہاں بھی کہنے والے کہتے تھے کہ رضوان کسی مدرسہ سے اوپر کی کئی ایک کلاسیں پڑھ کر آیا ہے اور جب عمر آباد میں پہنچا اور میرے نمبر اچھے آئے تو وہاں بھی کئی دوستوں کا کہنا تھا کہ میں چوتھی جماعت پڑھ کر آیا ہوں اور دوسری جماعت میں داخلہ لیا ہے۔ ادھر جب جامعہ دار السلام سے ششم جماعت چھوڑ کر جامعہ ریاض العلوم دہلی میں آیا اور اسی جماعت میں داخلہ لیا تو وہاں بھی میرے کئی ایک ساتھی کہنے لگے کہ رضوان عمر آباد سے آٹھویں جماعت فارغ ہو کر آیا ہے اور یہاں ششم جماعت

Marfat.com

میں داخلہ لیا ہے۔ سبحان اللہ! کہیں خیر نہیں۔ دراصل جامعہ ریاض العلوم دہلی میں ہوتا یہ تھا کہ مولانا علی اختر مکی حفظہ اللہ دیوان الحماسہ کے چند اشعار پڑھاتے اور گھنٹی ختم ہونے سے پانچ منٹ پہلے ہی درس بند کر کے کہتے تھے کہ اس پانچ منٹ کے وقفہ کے درمیان میرے پڑھائے ہوئے اشعار جو لڑکا سنا دے گا میں اسے چائے انعام کے طور پر پلاؤں گا۔ درس کے اختتام کے چند لمحہ بعد ہی میں مولانا علی اختر مکی حفظہ اللہ کے پڑھائے ہوئے اشعار سنانے کے لیے ہاتھ اٹھا دیتا۔ دو تین مرتبہ تو مجھے چائے حسبِ وعدہ ملتی رہی مگر بعد میں مولانا صاحب کا یہ انعام میرے علاوہ میرے پچپن کلاس ساتھیوں کے لیے ہی مختص تھا، مجھے مولانا صاحب نے انعام سے مستثنیٰ قرار دیا اور اس کے بعد خاص طور سے میرا نام لے کر کہتے کہ اس انعام میں رضوان کا حصہ نہیں ہے اور میں مسکرا کر رہ جاتا!!

ایک فرق جو نمایاں تھا:

جامعہ دار السلام عمر آباد میں تعلیمی معیار بہت اونچا تھا اور یقیناً وہاں تعلیم وتربیت کا اعلیٰ اور مجرب انتظام بھی ہے۔ مگر چونکہ وہ ادارہ دیہات میں ہے اور الف سے یاء تک کی تقریباً ساری ضروریات وہیں پوری کرنی پڑتی ہیں، اس لیے ثقافت کا بہر حال وہاں فقدان ہے۔ اور صرف وہی نہیں بلکہ شہر کے مقابلے ہندستان یا اس سے باہر کے ادارے بھی جو دیہات میں ہیں وہاں کا یہی حال ہے کہ وہ ثقافت سے دور ہی رہتے ہیں۔ مگر جامعہ ریاض العلوم دہلی میں آنے کے بعد تعلیمی معیار پر تو میں بات نہیں کرتا، کیونکہ یہاں کا معیارِ تعلیم عمر آباد سے کسی بھی طرح مناسبت نہیں رکھتا تھا۔ مگر اتنا ہے کہ دار الحکومت میں یہ ادارہ ہونے کے سبب یہاں طلبہ کو ثقافت سے جلد ہی آشنائی ہو جاتی ہے اور یہاں کے طلبہ عام طور پر چھوٹے شہر یا دیہات میں قائم اداروں کے طلبہ سے پہلے اپنا مستقبل سجانے سنوارنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک واضح فرق تھا جامعہ دار السلام اور جامعہ ریاض العلوم میں جو نمایاں تھا۔

ماہنامہ الاسلام سے تعلق:

جامعہ ریاض العلوم دہلی میں ابھی آئے ہوئے چند ہی ماہ گزرے تھے کہ میں دوران تعلیم

Marfat.com

وہاں سے نکلنے والے ماہنامہ میں بحیثیت کاتب کام کرنے لگا۔ مگر جلد ہی میں اس میگزین کا بغیر کسی شان وگمان کے گو ایڈیٹر بن گیا۔ ہوتا یہ تھا کہ ملک کے کونے کونے سے اس کے لیے مضامین آتے اور مولانا عبدالرشید ازہری رحمۃ اللہ علیہ مجھے ان کی کتابت کے لیے دے دیتے۔ میں دورانِ کتابت بہت سارے مضامین کی نوک پلک درست کر دیتا جس سے ازہری صاحب کو میرے اوپر کافی اطمینان ہو گیا اور انھیں بھی پروف کی جھنجٹ سے چھٹکارا مل گیا۔ کیونکہ میں کتابت کے بعد اچھی طرح سے اس کا پروف بھی کر ڈالتا تھا۔ یوں ازہری صاحب میگزین میرے ہی حوالے کر کے بیرونِ ملک کے سفر پر روانہ ہو جاتے اور جب وہ واپس آتے تو میگزین ہر طرح سے تیار ہو کر چھپنے کا انتظار کرتا رہتا اور آناً فاناً پریس میں بھیج دیا جاتا۔ بلکہ کئی ماہ تو پورا میگزین میرے ہی مضامین سے نکل گیا۔ ہاں ازہری صاحب کے خوف سے میں کئی مضامین میں اپنے چھوٹے بڑے رشتے داروں کے نام ڈال دیتا۔ یہ سلسلہ کئی ماہ تک چلتا رہا۔ اس سے مجھے میگزین نکالنے کا قدرے تجربہ بھی ہو گیا۔ دراصل اللہ تعالیٰ مجھے میرے خواب کو سجانے کے لیے تیار کرا رہا تھا کہ میں بھی ایک میگزین نکالنے کا خواب عمرآباد میں طالب علمی کے زمانے ہی سے دیکھ رہا تھا اور جو بہت ہی جلد منظر عام پر آنے والا ہے۔ ان شاء اللہ۔

دہلی میں قیام کے دوران علما اور سیاسی شخصیات سے تعلقات:

جامعہ ریاض العلوم دہلی میں تعلیم کے دوران مجھے بہت سارے علمائے کرام اور سیاسی شخصیات کے پاس جانے اور ان سے استفادے کا موقع ملا۔ چونکہ دہلی ایک سنٹر ہے اور وہاں ملک وبیرون ملک کی معروف شخصیات تشریف لاتی رہتی ہیں، اس لیے وہاں علما اور اور معروف لوگوں سے ملنے میں آسانی رہتی ہے۔ میں نے دوران تعلیم وقت نکال کر بہت سارے بڑے لوگوں سے ملاقات کی۔ ویسے بھی میں بڑے لوگوں کے ساتھ ہی اپنا وقت گزارنا چاہتا ہوں۔ مجھے ایک دفعہ میرے ماموں جناب محمد حنیف مرحوم نے بچپن میں نصیحت کی تھی کہ ہمیشہ پڑھے لکھے اور اپنی عمر سے بڑے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، اس سے تمھیں

Marfat.com

علم اور تجربات ملیں گے۔ میں نے ان کی نصیحت پر بچپن سے عمل کیا ہے اور آج تک مجھے اپنے ہم عمر یا کم علم لوگوں کے ساتھ بیٹھتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ بلکہ میری بیوی نے شادی کے ایک دو سال کے بعد مجھے ٹوکا بھی تھا کہ آپ بوڑھے اور عمر دراز لوگوں میں کیوں ہمیشہ بیٹھتے ہیں؟!

دہلی میں قیام کے دوران میں نے مختلف علمائے کرام سے رابطہ رکھا۔ 4/ اگست 1996ء کو پہلی دفعہ میں نے دہلی کے علاقہ نظام الدین میں موجود مولانا وحید الدین خاں صاحب کی رہائش گاہ پر ان سے ملاقات کی۔ انھوں نے میرے جذبات کی قدر کرتے ہوئے میری ڈائری پر اپنا پسندیدہ شعر لکھا:

راہ میں جس نے کانٹے بچھائے، گالی دی پتھر برسائے
اس پر چھڑکی پیار کی شبنم صلے اللہ علیہ وسلم

اس کے بعد کہنے لگے: میری زندگی میں علامہ اقبال کے ایک شعر نے نمایاں کردار ادا کیا اور میں ہمیشہ اسے اپنے پیش نظر رکھتا ہوں۔ پھر انھوں نے وہ شعر میری ڈائری میں لکھ کر دستخط کیا۔ وہ شعر یہ تھا جس کو میں بھی اپنی لائبریری میں لٹکا کر ہمیشہ رکھتا ہوں:

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

جامعہ ریاض العلوم دہلی سے فراغت اور عملی زندگی کا آغاز:

فروری 1999ء میں میری جامعہ ریاض العلوم دہلی سے فراغت ہوئی۔ دہلی کے تعلیمی زمانے میں مجھے کافی تجربات ملے اور چونکہ دہلی ثقافت اور اہل ثقافت کا شہر ہے اس لیے یہاں بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ فراغت کے بعد میں نے اپنے کاغذات جامعہ امام ابن تیمیہ بہار میں بھیج دیے۔ کیونکہ وہاں سے یہ اعلان مختلف جرائد میں شائع ہوا تھا کہ وہاں کے ریسرچ سنٹر میں باحثین کی ضرورت ہے۔ میں اس سلسلے میں مولانا عبد الرشید عبد السلام ازہری رحمہ اللہ سے سفارشی لیٹر لے رہا تھا کہ اچانک وہاں مولانا محمد طاہر ندوی سلفی مدنی حفظہ اللہ (استاذ

Marfat.com

دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ) آپہنچے۔ ازہری صاحب نے ان سے کہا:

''یہ لڑکا میرے جامعہ کا ہونہار طالبعلم ہے۔ امسال اس کی فراغت ہوئی ہے اور یہ جامعہ امام ابن تیمیہ کے ریسرچ سنٹر میں بحیثیت باحث ومترجم کام کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے میں چاہوں گا کہ آپ بھی اس کی درخواست پر چند جملے سفارش کے لکھ دیں۔''

مولانا محمد طاہر ندوی سلفی مدنی حفظہ اللہ نے اس وقت جو جملہ کہا وہ میں تازندگی نہیں بھول سکتا۔ وہ کہنے لگے:

''جناب ازہری صاحب! آپ کے اِس ہونہار طالبعلم سے زیادہ قابل قابل لوگ ڈاکٹر محمد لقمان سلفی کے قائم کردہ ادارہ جامعہ امام ابن تیمیہ میں کام کرنے کے لیے ترستے رہتے ہیں اور ڈاکٹر صاحب کے پیچھے پیچھے گھومتے رہتے ہیں مگر انھیں وہاں کام کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ جبکہ آپ وہاں کے ریسرچ سنٹر میں اپنے اس طالبعلم کو بحیثیت باحث بھیجنا چاہتے ہیں!!...... مجھے تو نہیں لگتا کہ وہاں اس بچے کے لیے کوئی گنجائش نکل سکتی ہے، مگر جب آپ کہہ رہے ہیں تو میں لکھ دیتا ہوں!!......''

اور پھر انھوں نے جو میری درخواست پر لکھا اس کے الفاظ آج بھی میرے ذہن میں ہیں۔ انھوں نے لکھا:

''جناب ڈاکٹر محمد لقمان سلفی صاحب! رضوان اللہ ریاضی کے اساتذہ سے معلوم ہوا ہے کہ موصوف محنتی اور ہونہار طالبعلم ہیں، پڑھنے لکھنے کے شوقین ہیں، اگر گنجائش ہو تو انھیں کام کا موقع فراہم کیا جائے۔''

یہ سچ ہے کہ اس دن سے قبل نہ تو میں جناب مولانا محمد طاہر ندوی کے بارے میں کچھ جانتا تھا اور نہ ہی جناب ڈاکٹر محمد لقمان سلفی کے بارے میں۔ صرف سنی سنائی چند باتیں معلوم تھیں۔ جب مولانا محمد طاہر صاحب نے ایسی بات کہی تو اس وقت جو کچھ میرے دل میں آیا

Marfat.com

اسے یہاں قلمبند کرنا مناسب نہیں۔ ہر بات کو منظر عام پر لانا بھی بے ادبی ہے۔ البتہ میں ان کا آج بھی شکرگزار ہوں کہ انھوں نے نہ چاہتے ہوئے بھی اتنا کچھ تعاون فرمایا۔ غرض مولانا ندوی صاحب نے اتنے سارے الفاظ کہنے اور میری درخواست پر مذکورہ چند کلمات لکھنے کے بعد اپنی جیب سے ایک کارڈ بھی نکال کر دیا کہ جامعہ ابن تیمیہ میں ایک درخواست بھیج دو اور اس کی فوٹو کاپی اِس کارڈ کے پتہ پر روانہ کر دو۔

یہ کارڈ ڈاکٹر محمد لقمان سلفی حفظہ اللہ کا تھا۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ جامعہ ابن تیمیہ سے مولانا خورشید عالم سلفی حفظہ اللہ کا لیٹر آیا کہ آپ 24 فروری 1999ء کو ضروری کاغذات کے ساتھ جامعہ پہنچ جائیں تا کہ تبادلۂ خیال کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچا جا سکے۔ میں وہاں پہنچا تو ڈاکٹر محمد لقمان سلفی حفظہ اللہ سے بات چیت ہوئی اور میری بحالی سعودی عرب کے دار الحکومت ریاض میں ان کے مکتبہ میں ہوگئی۔

سعودی عرب میں سروس:

22 جون 1999ء کو میں ریاض چلا آیا۔ ہندستان میں مکتبہ کہا جائے تو لائبریری کا تصور ذہن میں آتا ہے۔ ریاض میں میں نے مکتبہ کو اسٹشنری کی دکان کی شکل میں پایا اور اسی میں میری ڈیوٹی لگ گئی۔ صبح ساڑھے آٹھ بجے سے رات گیارہ بجے تک کی یہ طویل ڈیوٹی ایسی تھی کہ آدمی لکھنے پڑھنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ مگر میرا دستور تھا کہ دکان کے سارے کام نمٹانے کے بعد اخبارات وجرائد کے مطالعہ میں لگ جاتا اور رات گیارہ بجے جب چھٹی ملتی تو جلدی جلدی کھانا کھا کر ترجمہ کرنے اور کچھ لکھنے پڑھنے میں لگ جاتا۔ جبکہ ساتھی لوگ کمرہ میں سوئے ہوئے ہوتے۔ میں لکھنے پڑھنے کا کام برآمدے میں بیٹھ کر روشنی میں کرتا تھا؛ تا کہ کمرہ میں روشنی جلانے سے ساتھیوں کو تکلیف نہ ہو۔

سعودی عرب میں پہلی دھمکی:

مجھے اپنی زندگی میں دھمکیوں سے بڑا واسطہ پڑا ہے۔ خاص کر اسلامی مدارس اور جامعات میں طلبہ کو گاہے گاہے دھمکیاں ملتی رہتی ہیں۔ چونکہ ان اداروں میں اکثر اساتذہ

Marfat.com

ٹیچر ٹریننگ کا کورس کیے بغیر ہی تدریسی خدمات پر مامور ہو جاتے ہیں، اس لیے تربیتی کورس کا بہت بڑا حصہ ان سے مفقود ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی مدارس اور جامعات کے تربیتی اور اصلاحی پروگراموں میں ایسے خطابات سننے کو ملتے ہیں جن میں دھمکیوں کی آمیزش ہوا کرتی ہے۔ حالانکہ ایسے خطابات کے طلبہ پر خاص کر منفی اثرات ہوا کرتے ہیں۔ بہر حال یہاں سعودی عرب پہنچ کر بھی یہ دھمکیاں میرا پیچھا چھوڑنے کو تیار نہ تھیں۔ ابھی مجھے سعودی عرب میں چند ہفتے بھی نہیں گزرے تھے کہ مجھے ایک ایسی دھمکی پڑی جو بلاشبہ اس وقت میرے لیے B52 سے کم نہ تھی۔ ہوتا یہ تھا کہ میں دکان کے کام نمٹانے کے بعد اخبارات اور جرائد کے مطالعہ میں مشغول ہو جاتا؛ جبکہ میرا یہ مشغلہ دکان کے منیجر کو قبول نہ تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ جس طرح وہ برسوں سے منجمد پڑا ہوا اپنی فکری توانائی کو دوسروں کی امیدوں کے سہارے چھوڑ دیا ہے، اسی طرح میں بھی اپاہج بن جاؤں۔ مگر میں فطری طور پر ایسا ہوں کہ میں اپنے ہی گلاس سے محنت کی کڑوی شراب پینے کا عادی ہوں۔ غرض منیجر صاحب نے مالکِ دکان سے شکوہ کر دیا کہ رضوان کو دکان کے کام میں دلچسپی نہیں، اسے دکان کے اندر موجود سامانوں کا عربی میں نام اور دام معلوم نہیں۔ مالک صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، اور مجھ پر برس پڑے اور دکان سے انڈیا بھگانے کی بھی دھمکی دے ڈالی۔ حالانکہ میں نے منیجر کی شکایت کو غلط ثابت کرنے کے لیے مالک صاحب سے کہا بھی کہ آپ کی دکان میں ہزاروں سامان ہیں، کسی کو بھی اٹھا کر مجھ سے اس کا عربی میں نام اور اس کا دام پوچھ لیں۔ اور فی الواقع انھوں نے پوچھا بھی اور چٹکی بھر کر میں نے صحیح صحیح جواب بھی دے دیا۔ مگر دھمکی تو اس کے بعد بھی ملتی رہی!! لیکن میرا اصول ہے کہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے بڑی سی بڑی دھمکیاں ہی نہیں، مشکلات کی ہر گھڑی سے نمٹنے کے لیے تیار رہتا ہوں۔ اور الحمد للہ اس کا ہر وقت مجھے بڑا فائدہ ہوا ہے۔

یہاں میں شاعر کے ایک شعر کو تصرف کے ساتھ یہی کہوں گا:

دھمکیاں اتنی پڑیں مجھ پہ کہ آسان ہو گئیں
بیویاں مرتی گئیں اور میں شادیاں کرتا گیا

Marfat.com

میں نے یہ واقعہ اس لیے بھی بیان کیا ہے کہ تقریباً ہر آدمی کو ایسے موڑ سے لامحالہ گزرنا پڑتا ہے، اگر ایسا موقع آ ہی جائے تو آدمی کو گھبرانے کے بجائے حکمت عملی کے ساتھ کام کرنا چاہیے۔ کسی کی دھمکی سے کچھ نہیں ہوتا۔ ہر آدمی اپنی قسمت کا لکھا ہوا پا کر رہتا ہے؛ خواہ دھمکی دینے والا خود کو کچھ بھی سمجھ بیٹھے!!

غرض آٹھ ماہ تک اس دکان میں ڈیوٹی کرتا رہا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہا کہ مجھے اس کام سے نجات دے اور علمی کام میں جگہ عنایت فرمائے۔ بالآخر میری دعا قبول ہوئی اور میں آٹھ ماہ بعد ''علامہ ابن باز اسلامک اسٹڈیز سنٹر'' میں منتقل ہو گیا۔ اس ریسرچ سنٹر میں میں نے علمی کام کرنے کا سلیقہ سیکھا اور خوب خوب استفادہ کیا۔ کئی ایک کتابوں پر کام کرنے کا موقع ملا۔ چونکہ میں کاتب بھی تھا اس لیے مجھے قرآن کی تفسیر ''تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن'' کے مراجعہ کے علاوہ اس کی آیات کی پیسٹنگ کا موقع بھی ملا جو یقیناً میرے لیے قابلِ فخر بات ہے۔

غرض جون 1999ء سے 2003ء تک اس ادارے میں علمی کام کرتا رہا۔ اس کے بعد وہاں سے میرا ٹرانسفر ہو گیا۔ اور میں نے مورخہ 11 اکتوبر 2003ء سے جنوری 2008ء تک مکتبہ دارالسلام ریاض میں ترجمہ وتالیف کا کام انجام دیا۔

اس کے بعد سعودی عرب کے سپریم کورٹ کے وکیلوں کے ایک گروپ کے ساتھ بحث وتحقیق اور ترجمہ وتالیف کا کام کیا اور آج تک اسی کام میں ہوں۔

ایک یادگار دن:

انسانی زندگی میں بے شمار تجربے سامنے آتے ہیں۔ مجھے وہ دن یاد ہے جب مجھے علامہ ابن باز اسلامک اسٹڈیز سنٹر ریاض سے ٹرانسفر ہونے کا آرڈر ملا تھا۔ چونکہ میں کمپیوٹر وغیرہ کا علم نہیں رکھتا تھا اور نہ ہی میرے پاس کوئی حرفت تھی۔ چنانچہ میرے چند ساتھی میرے بارے میں بات کرنے لگے کہ رضوان کے ساتھ جتنے لوگوں کو بھی ٹرانسفر کا لیٹر ملا ہے انھیں کمپیوٹر کا علم ہے، اس لیے انھیں سروس ملنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی؛ البتہ رضوان کے بارے

Marfat.com

میں ہمیں یہ فکر دامنگیر ہے کہ نہ معلوم اسے نوکری ملے گی یا نہیں۔ لیکن اللہ گواہ ہے اور میرے وہ ساتھی بھی باحیات ہیں۔ ابھی مجھے ایک ہی ہفتہ کام چھوڑے ہوا تھا کہ میری سروس مکتبہ دارالسلام ریاض میں بحیثیت مترجم لگ گئی۔ جبکہ وہاں میرے دو ساتھی مجھ سے قبل کام کی تلاش میں گئے تھے اور انھیں انکار میں جواب ملا تھا۔ مگر مجھے ایک ہی دفعہ میں منتخب کر لیا گیا۔ اس وقت میرے وہ ساتھی جو چند دن قبل میرے کام کے حوالے سے فکرمند تھے، کہنے لگے کہ اللہ کا کرشمہ بھی عجیب ہوتا ہے، بلاشبہ روزی روٹی اسی کے ہاتھ میں ہے۔

میں اپنے قارئین سے اس موقعے پر ایک بات کہنا چاہوں گا۔ وہ بات یہ ہے کہ انسانی زندگی میں طرح طرح کے مسائل درپیش ہوتے ہیں، بسااوقات آپ کو ایسا محسوس ہوگا کہ آپ کی آنکھوں کے سامنے ساری دنیا تاریک ہو چکی ہے، مگر ایسا حقیقت میں نہیں ہوتا۔ دراصل ایسے وقت میں آدمی درپیش مسائل کا چیلنج قبول کرنے کے بجائے ہمت جلدی سے ہار بیٹھتا ہے۔ حالانکہ ایسے وقت میں اگر وہ ذرا ہمت اور صبر سے کام لے، اخلاص سے دعائیں کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سارے ہی مسائل حل کر دیتے ہیں۔

معذرت نامہ:

قارئین کرام! میں نے اپنے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، کوئی ضروری نہیں کہ آپ کو اچھا ہی لگے۔ چونکہ ہر ایک کا مزاج اللہ تعالیٰ نے الگ الگ بنایا ہے، اس لیے ہر ایک سے یہ امید رکھنا خام خیالی ہے کہ اس کو میری باتیں اچھی ہی لگیں یا وہ میرے بارے میں جاننے کا شوقین بھی ہو۔ دراصل ہر آدمی کچھ ایسے ادوار سے گزرتا ہے جنھیں وہ کم سے کم اپنی ڈائری سے مٹا نہیں پاتا۔ میں نے بھی جو کچھ لکھا ہے وہ اپنے حافظے سے یا اپنی یومیہ ڈائری کے حوالے سے لکھا ہے۔ یہ اس لیے لکھا ہے کہ چلو اسی بہانے میری کتابوں کے قارئین کے بار بار سوال کا جواب تو میں نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں دے دیا اور وہ جواب یہی ہے جو آپ نے اوپر پڑھا۔

میں یہاں مزید تجربات یا جو کچھ میں لکھنا چاہتا تھا وہ نہ لکھ کر صرف آگے اپنا مختصر سی وی آپ کے سامنے پیش کر دیتا ہوں۔

Marfat.com

سی وی رضوان اللہ ریاضی

نام : رضوان اللہ ریاضی

والد کا نام : پیر محمد

دادا کا نام : الٰہی بخش

ای میل : rizwanriyazi@yahoo.com, rizwanriyazi@gmail.com

خاندان: میں شیخ خاندان کا ہوں۔ ہندستان میں جن کا تعلق شیخ خاندان سے ہے وہ اپنا شجرہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک جوڑتے ہیں۔ مگر اس کی صحیح تاریخ کیا ہے اس کے بارے میں صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

ولادت: 17 جون 1976ء (ضلع مغربی چمپارن، بہار، انڈیا)

تعلیم:

(1) پرائمری اسکول میں پانچویں کلاس تک

(2) درس نظامیہ دوم اور سوم، مدرسہ سلفیہ کنز العلوم رنگ پور، ضلع بارا نیپال۔

(3) عربی تعلیم کا آغاز۔ جامعہ اصلاحیہ سلفیہ پٹنہ بہار ہند (1989ء، 1991ء)

(4) ثانویہ اور عالمیت سال آخر کے آغاز تک۔ جامعہ دار السلام عمر آباد، تامل ناڈو، جنوبی ہند (1992ء تا مئی 1996ء)۔

(5) عالمیت اور فضیلت تک کی تعلیم۔ جامعہ ریاض العلوم دہلی (1996 تا 1999ء)۔

(6) وسطانیہ، افضل العلماء وغیرہ کی ڈگریاں۔

میدانِ عمل:

(1) 12 جون 1999ء تا ستمبر 2003ء تک مکتبہ دار الداعی اور مرکز علامہ ابن باز اسلامک اسٹڈیز سنٹر ریاض میں بطور باحث ومترجم۔

(2) اکتوبر 2003ء تا جنوری 2008ء تک مکتبہ دار السلام ریاض کی فیکلٹی آف ریسرچ میں

Marfat.com

باحث ومترجم ومؤلف۔

(3) حالیہ دنوں میں سعودی عرب کے سپریم کورٹ کے سنئیر وکلاء کے ایک گروپ کے ساتھ بطورِ باحث ومترجم کام کررہا ہوں۔

رفاہی تنظیموں سے وابستگی:

(1) چیرمین **التقوىٰ** ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) انڈیا۔

(2) جنرل سکریٹری ایس.اے.جی.ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر سوسائٹی (رجسٹرڈ) انڈیا۔

(3) رکن انجمن خدمت انسانیت (بہار، انڈیا)۔

(4) سوسائٹی اور ٹرسٹ کی نگرانی میں چلنے والے ادارہ "مدرسه دار الهدىٰ الاسلاميه" اور "معهد زيد بن ثابت لتحفيظ القرآن الكريم" کے مدیر اعلیٰ۔

علمی سرگرمیاں:

(1) ضحك النبي صلى الله عليه وسلم وتبسمه ومزاحه (تاليف) مطبوع۔

(2) فتاوى للمسلمات لشيخ الإسلام ابن تيمية والعلامة الألباني وتليها فتاوى الإمام النووي رحمهم الله (إعداد وترتيب وتحقيق) مطبوع۔

(3) حياة العلامة محمد ناصر الدين الألباني، منهجه وجهوده في خدمة السنة المطهرة (تأليف) مطبوع۔

(4) موقف ولاة المملكة وعلمائها من الإرهاب (تاليف) زير طباعت۔

(5) سؤال الصحابي وجواب الرسول صلى الله عليه وسلم (تاليف) زير ترتيب۔

(6) سؤال الرسول صلى الله عليه وسلم وجواب الصحابي (تاليف) زير ترتيب۔

Marfat.com

(7) غیرت کا فقدان اور اس کا علاج (تالیف)

اس کتاب کے ہندستان، پاکستان اور سعودی عرب میں چار پانچ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ 14x21 اور 17x24 دونوں سائز میں یہ کتاب مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ نیز اس کا عربی اور انگلش زبان میں بھی ترجمہ ہو رہا ہے۔ عربی زبان میں مولانا ابوالقاسم عبد العظیم مدنی حفظہ اللہ اس کا ترجمہ کر رہے ہیں جبکہ انگلش میں اسلام آباد پاکستان میں ترجمہ ہو رہا ہے۔ البتہ ہندی زبان میں اس کا ترجمہ چھپنے کے لیے تیار ہے۔

(8) رسول اکرم ﷺ کا طرزِ عمل کس کے ساتھ کیسا؟ (تالیف)

اس کتاب کے بھی سعودی عرب کے علاوہ ہندستان اور پاکستان میں کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے بھی عربی اور انگلش زبان میں ترجمے ہو رہے ہیں۔ 2006ء میں 630 صفحات پر مشتمل اس کا ہندی ایڈیشن بھی فرید بکڈپو دہلی سے شائع ہو چکا ہے۔

(9) صحيح قصص الأنبياء (تالیف)

یہ کتاب اردو زبان میں میں نے آج سے تقریباً آٹھ نو سال قبل لکھ کر رکھ دی ہے۔ ٹائپ کا کام بھی مکمل ہو چکا ہے۔ یہ کوئی ایک ہزار صفحے کی کتاب ہے مگر وقت کی قلت کے باعث میری روٹین اور پلان میں اس کا نمبر ویٹنگ کلاس میں ہے۔

(10) پردیس کی زندگی (تالیف)

اس کتاب کو کئی برس پہلے لکھنا شروع کیا تھا جو مکمل ہو چکی ہے۔ مگر کسی وجہ سے شائع ہونے سے رکی ہوئی ہے۔ امید ہے کچھ ماہ بعد شائع ہو جائے گی۔ یہ کتاب ہر پردیسی کے دل کی آواز نہیں بلکہ دھڑکن ہے۔

(11) سفارش کرو، اجر وثواب پاؤ (ترجمہ)

یہ کتاب سعودی شہزادہ نایف بن ممدوح بن عبد العزیز آل سعود حفظہ اللہ کی عربی

Marfat.com

کتاب (اشفعوا تؤجروا) کا اردو میں ترجمہ ہے۔ جو کہ ہندستان اور پاکستان سے شائع ہو چکی ہے۔

(12) معجزات نبوی ﷺ (ترجمہ)

اس کتاب کے سعودی عرب میں کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

(13) تلخیص أحکام الجنائز (ترجمہ)

یہ کتاب علامہ البانی رحمہ اللہ کی عربی کتاب کا اردو میں ترجمہ ہے۔ اسے میں نے غالباً 2001ء میں مکمل کر کے پبلشر کو چھپنے کے لیے دے دیا تھا۔ اتفاق سے یہ کتاب کمپیوٹر اور پروف کے سنگین مراحل سے بھی گزر چکی تھی مگر اللہ جانے کہ اب تک کیوں نہیں شائع ہوئی۔ البتہ اب میں نے خود ہی اس کو شائع کرنے کا بیڑہ اٹھا لیا ہے تو امید ہے کہ مستقبل قریب میں شائع ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ

(14) ترجمہ مختصر صحیح مسلم (اردو)

یہ کتاب امام منذری رحمہ اللہ کی ہے اور علامہ البانی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ میں نے آج سے کوئی سات آٹھ سال قبل اس کا ترجمہ ایک پبلشر کے کہنے کے مطابق کیا تھا۔ مگر آج تک یہ کتاب منظر عام پر نہیں آسکی۔ نہ معلوم کب آئے گی اور آئے گی بھی تو نہ معلوم کہ اس پر میرا نام بھی ہوگا یا نہیں۔

(15) رسول اکرم ﷺ کی ہنسی خوشی اور مذاق (تالیف)

یہ کتاب ہندستان اور پاکستان سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کا ہندی ترجمہ بھی شائع ہونے کے لیے پریس میں گیا ہوا ہے۔

(16) علامہ صفی الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ، یادوں کے سفر میں (اعداد و تالیف)

534 صفحات پر مشتمل یہ کتاب سعودی عرب سے شائع ہو چکی ہے؛ البتہ ہندوستان سے شائع ہونے کے لیے تیار ہے۔

(17) علامہ ابن باز رحمہ اللہ، یادوں کے سفر میں (اعداد و تالیف)

Marfat.com

یہ وہی کتاب ہے جو ابھی آپ کے ہاتھ میں ہے۔

(18) مولانا مختار احمد ندوی رحمۃ اللہ علیہ ، شخصیت اور کردار (تالیف) زیر ترتیب۔

(19) شیخ صالح بن عبد العزیز الراجحی ، شخصیت اور کردار (تالیف) زیر تالیف۔

(20) راز سے راز تک (تالیف)۔ غیر مطبوع

(21) دہشت گردی اور اسلام (تالیف) غیر مطبوع

(22) مختصر ریاض الصالحین (تلخیص و تحقیق)

یہ کتاب ہندی، بنگلہ اور انڈونیشی زبانوں میں شائع ہو کر منظر پر آ چکی ہے۔ اور ان تینوں زبانوں میں ترجمہ میں نے ہی کروایا ہے۔

(23) ہندی ترجمہ مختصر صحیح بخاری (اشراف)

یہ واضح رہے کہ مختصر صحیح بخاری کا ہندی ترجمہ پوری دنیا میں سب سے پہلے میں نے ہی کروایا ہے۔ اس کے ترجمے کا کام جب مکمل ہو گیا تو میں نے اسے شائع کرانے کی پیشکش جناب مولانا عبد الحلیم محمد بلال (پاکستانی) سے کی۔ چنانچہ انھوں نے اسے سعودی عرب سے شائع کیا۔ البتہ انڈیا سے بھی یہ نسخہ شائع ہو رہا ہے۔ یہ میری زندگی کا عظیم ترین کام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مجھ سے لیا۔ فللہ الحمد والمنة

(24) بنگلہ ترجمہ مختصر صحیح بخاری (اشراف)

پورے خلیجی ممالک میں سب سے پہلے میں نے اس کام کو اپنی نگرانی میں کروایا اور اسے شائع کرنے کا سہرا مکتبہ دار الکتاب والسنہ کے مالک جناب ابو سلطان ارشد مغل حفظہ اللہ کے سر آیا۔

(25) انڈونیشی ترجمہ مختصر صحیح بخاری (اشراف)

اس ترجمہ کو بھی پورے خلیجی ممالک میں سب سے پہلے میں نے اپنی نگرانی میں مکمل کروایا اور اسے بھی شائع کرنے کا سہرا جناب ابو سلطان ارشد مغل کے سر آیا۔

(26) اداریاتِ شیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

اس کتاب میں میں نے وہ تمام اداریے جمع کر دیے ہیں جو علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے محدث بنارس میں لکھے تھے۔ یہ ایک علمی سرمایہ ہے جس سے نہ جانے امت کب تک محروم رہتی۔ میں نے خود بنارس جا کر اور کئی حضرات سے مل کر یہ مسودات حاصل کیے اور اسے منظر عام پر لانے کی کوششیں کیں۔ امید ہے کہ دو تین ماہ کے اندر یہ کتاب منظر عام پر آ جائے گی۔ ان شاء اللہ

یہ واضح رہے کہ علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے سارے مضامین و مقالات کو بھی میں نے اکٹھا کر لیا ہے؛ بلکہ مسودات کو ٹائپ بھی کروا لیا ہے۔ فرصت ملتے ہی انھیں بھی کتابی شکل میں منظر عام پر لانے کی کوشش کروں گا۔ ان شاء اللہ

قارئین کرام! یہ مختصر سی فہرست میرے کاموں کی آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ جہاں تک ترجمہ اور ایڈیٹ کا سوال ہے تو میں نے اس میدان میں اب تک کئی درجن کتابوں پر کام کیا ہے۔

علمی کانفرنسوں میں شرکت:

ویسے تو مجھے کئی ایک اجتماع میں شرکت کرنے کا موقع ملا ہے۔ مگر ان میں قابل ذکر 8،9 مارچ 2008ء کا وہ سیمینار ہے جو علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات کے موضوع پر جمعیت اہلحدیث کمپلیکس دہلی میں ہوا تھا۔ اس میں اسی (80) کے قریب مقالہ نگاران کے نام تھے۔ میں نے بھی شرکت کی۔ مگر اس میں شرکت کرنے سے چار سال قبل میں نے علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات پر ایک کتاب عربی زبان میں لکھی تھی جو ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل ہے اور جو فرید بکڈپو دہلی سے شائع ہو چکی ہے۔

یہ ہے ہماری مختصر سی سرگزشت یا سوانحی خاکہ۔

آپ کا بھائی

رضوان اللہ ریاضی

6/اپریل 2010ء

Marfat.com

سماحۃ الشیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ

از: ابوابراہیم اصغر نیپالی

غمزدہ خورد وکلاں ہیں غمزدہ ہیں خاص وعام
چل بسے دار البقا کو تھے جو وہ مفتیِ عام

حکمتِ عملی روش تھی، پیکر اخلاق تھے
متعصب منحرف کو کر دیا کرتے تھے رام

دعوتِ دیں اُن کا شیوہ پرچم اسلام وہ
جمگھٹا طلبا کا جن کے درس میں تھا صبح وشام

بہ جہاں فانی ہے لوگو! غور سے سن لو اسے
جاتے جاتے کہہ گئے سب سے یہی مفتیِ عام

گرچہ ہم نے کر دیا سپردِ خاک اس شیخ کو
پھر بھی تابندہ رہے گا دہر میں وہ نیک نام

شیخ صاحب کی کتابِ زیست اب تیار ہے
گو مفصل ہے نہیں ہاں ہے مگر حاصل کلام

شیخ رضواں کی ہے کاوش خوب تر اس باب میں
لکھ کے ان کی زندگی پائیں گے وہ بھی نیک نام

ہے دعا اصغر کی یا رب دے ہمیں نعم البدل
اور دے فردوس میں اُن کو جو ہے اعلیٰ مقام

تعارف مولانا محمد شعیب بن شیخ مظہر بن شیخ سفر الدین

جناب مولانا محمد شعیب بن شیخ مظہر بن شیخ سفر الدین کی ولادت سن 1971ء میں لچھمینیا نامی بستی میں ہوئی۔ یہ بستی نیپال کے ضلع روتہٹ کی پنچایت کرونیا میں واقع ہے۔ ان کی تعلیم کا آغاز مسلم رواج کے مطابق بستی ہی کے مکتب میں قاعدہ بغدادی سے ہوئی۔ ان کے پہلے استاذ بستی کے مولوی واعظ الحق مرحوم تھے۔ وہ انتہائی مخلص اور محنتی انسان تھے۔ بچوں کی تعلیم وتربیت بڑے ٹھوس انداز میں کیا کرتے تھے۔ مولانا محمد شعیب مدنی اعلیٰ تعلیم کے لیے نیپال کے معروف ادارہ جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر میں چلے گئے اور وہیں سے 1991ء میں سند فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد آپ کا داخلہ مدینہ یونیورسٹی میں ہوگیا، وہاں سے آپ نے 1998ء میں کلیۃ الحدیث سے فراغت حاصل کی اور اس کے بعد عملی میدان میں اپنا قدم رکھ دیا۔

آپ کے علاقے میں دینی تعلیم وتربیت کا معقول انتظام نہ تھا؛ چنانچہ آپ نے قبا ٹرسٹ کے تحت مدرسہ دار الکتاب والسنۃ اور معہد حفصہ رضی اللہ عنہا کی بنیاد رکھی۔ یہ دونوں ادارے آپ کی نگرانی میں چل رہے ہیں۔ آپ ضلعی جمعیت اہلحدیث کے صدر اور مرکزی جمعیت اہلحدیث کاٹھمنڈو کی مجلس عاملہ کے رکن ہیں۔ تعلیمی زمانے میں اور اس کے بعد کے ایام میں بھی آپ کے مضامین ماہنامہ نور توحید کی زینت بنتے رہے ہیں۔

مجھے مولانا موصوف سے گہرے تعلقات ہیں۔ یہ انتہائی متواضع اور ملنسار انسان ہیں۔ اعلیٰ اخلاق ان کی فطرت ہے اور حسن کردار ان کا شیوہ۔ اللہ تعالیٰ موصوف سے زیادہ سے زیادہ دین کی خدمت لے۔ آمین

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ

علّامہ ابن باز

یادوں کے سفر میں

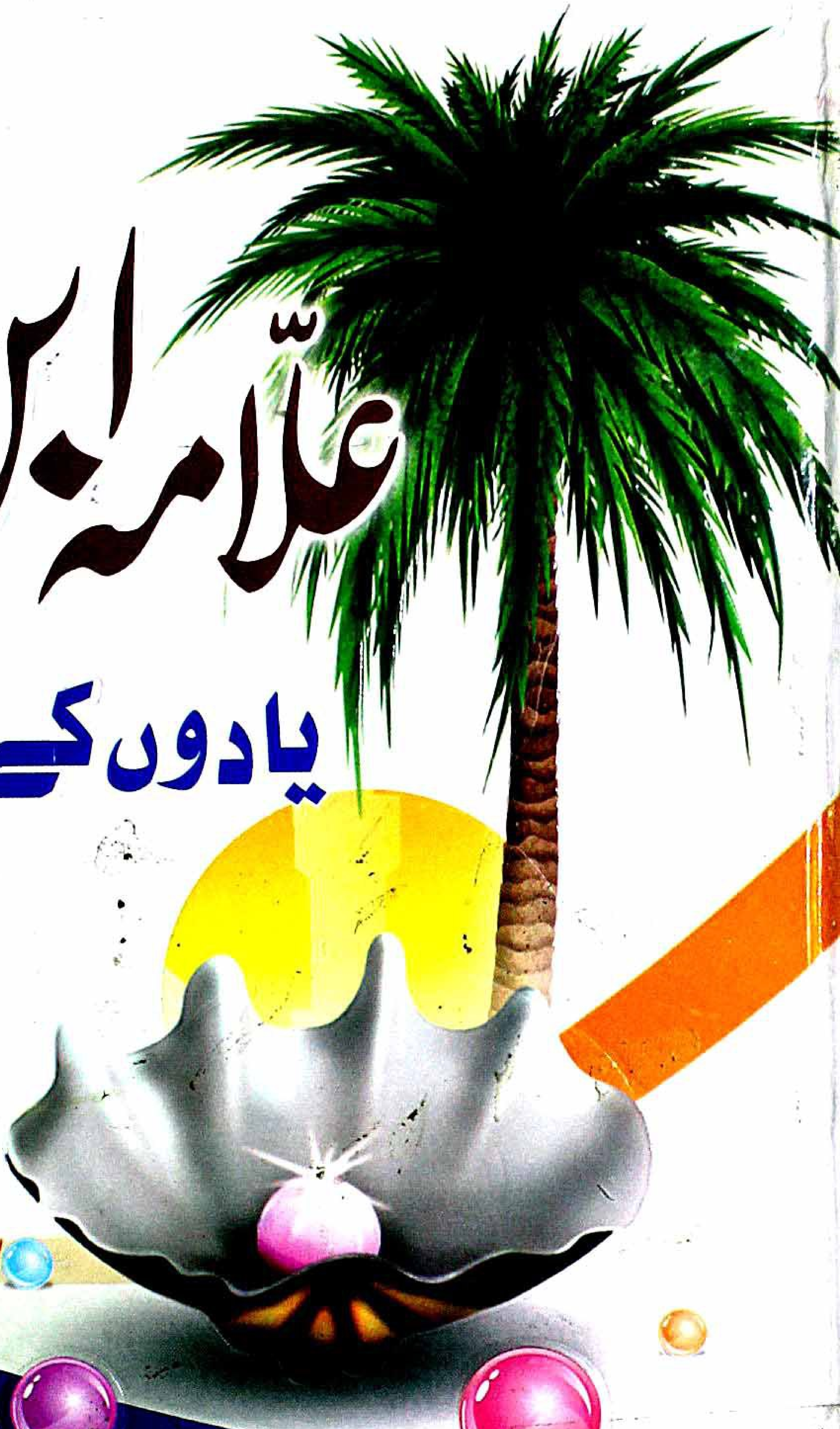

رضوان اللہ ریاضی

ہماری دعوت
اسلاف کا راستہ

Marfat.com